

زوداد

مکتبہ مہتابیہ کراچی

۱۹۸۸ - ۱۹۸۹



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حق و باطل کا عظیم معرکہ

# مقدمہ مرزا نیب بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور  
نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جواب الحجاب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ

جس میں

جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین ساریط و دلائل قاطع  
سے نہایت مدلل و جامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیت  
کا کفر و ارتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کر دیا۔

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) عاڈیوس روڈ لاہور

# ترتیب

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختار مسماة غلام عائشہ مدنیہ

۱۲۵۵

عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور سے مقدمے کی واپسی پر جب از سر نو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطور مختار مدعیہ پیروی مقدمہ کی۔ ۱۹۳۳ء میں جب فریقِ ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے شہرہ آفاق رأس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفا صاحب بطور خاص دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔

جلال الدین شمس کی تحریری بحث کا نہایت جامع اور مدلل جواب الجواب قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا، جس کے بارے میں علماء ربانی نے تحریر فرمایا ہے۔ تردید مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ادارہ \_\_\_\_\_



# جواب و الجواب مسماة فلام عالشفه مدعبه

مدخله ۲۸ اپریل لغایت ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

## ایمان و اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — الحمد لله دکنی و سلام علی عبادہ الذین  
اصطفٰہ و افضل الصلوٰۃ و المکملہا علی حبیبہ سید الوردی دعلی الہ و اصحابہ مصابیح الدجی  
امتالعبد :

**تمہید :** الحمد لله کہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنی لاطا کل بحث تو درکنار اس کے قریب بھی نہ پہنچا۔ اس  
نے عاجز اک جواب میں دیدہ دانستہ محض لا جواب ہونے کی وجہ سے وہ پواسٹ ہی سچا گیا۔  
جن پر بحث مبنی تھی باوجود اس کے میں بحول اللہ و قوتہ کے دعویٰ کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ کہہ سکتا  
ہوں کہ اگر اس طولانی بے معنی بحث کو اس کی خاطر کوئی نیک طینت اور رحم دل انسان اعلیٰ پایہ کی خدا خواستہ  
بحث ہی مان لے پھر بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد اس قدر اٹل ہے کہ وہ بدستور قائم رہتا ہے  
اور کوئی بھی عنوان تک بدلنا نہیں پڑتا کیونکہ ہماری بحث کا بجز اللہ کوئی بھی ہیڈنگ ایسا نہیں جس میں ایک دو  
تین بلکہ متعدد حوالے ایسے لا جواب نہ رہے ہوں جن کا جواب تو کجا ذکر و اشارہ تک دیدہ دانستہ ترک کر کے  
مختار مدعا علیہ اپنے عجز اور ان کی لاجوابی کا اقرار نہ کر سچکا ہو و اور چونکہ شہادت کی طرح بھی جماعت  
کی مرتبہ ہے لہذا تمام جماعت کے نزدیک، پس مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد لا جواب داٹل  
ہے بجائے کسی جواب کے اگر میں ان لا جواب والوں کو جمع کروں تو بھی میری بحث ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور اٹل و  
لا جواب رہے گی (مثلاً بحث کے ہیڈنگ لا الہ الا اللہ کا پہلا نمبر الوہیتۃ الخ) جس کا کوئی ہیڈنگ بھی ان شاء اللہ بدن  
نہیں پڑے گا اور میری بحث کو لا جواب ہونا ہی تھا کیونکہ آقا ہی کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے کٹنے والوں ان کے مقدس ناموس پر حملہ کرنے والوں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو کوئی  
تاویل، کوئی آٹڑ کائنات عالم کا کوئی ذرہ پناہ نہیں دے سکتا ہے

کچھ اس طرح سے کیا میں نے شکوہ و الحال  
نگاہیں جھک گئیں ان سے نہ کچھ جواب بنا

میں ان شاء اللہ العزیز درمیان میں ان لا جواب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آخر میں ان  
کی ایک مکمل لسٹ دوں گا جو مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کی ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت باقی  
رہنے والی دستاویز ہوگی۔

### اصل جواب الجواب

اس اجمالی تمہید کے بعد کسی مفصل جواب کی حاجت نہ تھی مگر صرف دنیا پر اس جماعت کا دجل و فریب آشکارا کرنے کے واسطے کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں۔  
مختار مدعا علیہ کے افتتاحی کلمات۔

”مبادی بحث بعد میں ہوں گے آج میں اس سوال کو لینا ہوں کہ مختار مدعیہ نے عقائد مدعا علیہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ نے جواب دعویٰ میں صاف طور پر بیان کر دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں؟  
یہ فرمانا کہ مبادی بعد میں آئیں گے عجیب الٹی منطق ہے کون نہیں جانتا کہ مبادی مقاصد کے بعد نہیں آتے۔  
ہاں قادیان کی الٹی گنگا کا ہمیں علم نہیں باقی مدعا علیہ کا انہر اسلام درست مگر ساتھ ہی مدعا علیہ کو اپنی مزائیت و احمیت اور مرزائی نبوت اور دعویٰ کا بھی تو اقرار ہے گویا وہ تمام کفریات جو خاصہ مزائیت و احمیت ہیں اور جن سے مرزا صاحب کی کتب بھری ہیں مدعا علیہ کے ایمانیت کا نزو اعظم ہیں۔“

زاہد النبیخ میں زناد کا ڈورانہ ڈال

یا برہمن کی طرف ہویا مسلمان کی طرف

مزائیت سے توبہ کر ڈالنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغوش اس کے لیے کھلا ہے اور ہم غلاموں کی آنکھیں بھی اس کے لیے فرش راہ ہیں۔  
جواب بحث :-

اپنا اور مرزا صاحب کا ایمان و اسلام ثابت کرنے کے واسطے جس قدر آیات و احادیث و اقوال فقہاء و متکلمین و عبارات مرزا صاحب پیش کی ہیں یہ وہی شہادت کا گندرا ہوا مجروح سبب (دیجائی سے) مکرر دہرایا گیا ہے جس کا دندان شکن جواب ۱۸ اکتوبر ۱۳۳۲ء کی بحث میں مکمل دیا جا چکا جس کے للا جواب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ مختار مدعا علیہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی اور اس اوامد کے کہ اس کے پاس مختار مدعیہ کی بحث فقط لفظ لفظ لکھی ہے مخصوص بنیادی پروایمنٹ میں سے ایک حرف کا جواب کچا اشارہ تک نہیں کیا۔ ملاحظہ عدالت کے واسطے اس کے کمر دے کا بالاختصار اعادہ کرتا ہوں۔

(۱) ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلامی عقائد بھی نئے در نہ مادر زاد کافر کہا جاتا مگر کا حکم نہ لگتا۔

(۲) ان آیات امن الرسول وغیرہ اور احادیث بنی الاسلام وغیرہ نیز کتب فقہ و عقائد میں جس قدر ایمان کے

ایمان مذکور میں یہ ضروری تو ہیں مگر ایمان کے واسطے کافی نہیں ان کے باوجود بھی انسان بجز صغیر تکمیل  
نہر (بجز دیگر کفریات) یا بقل مرزائیاں مرزا صاحب کے انکار یا ان کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے کافر ہو سکتا  
سے ملاحظہ ہو جرح گوہر ص ۱۲۱ یکم در مارچ ۱۳۳۲ھ لہذا باوجود بقدر محال ان تمام ایمانیات کے بخارے  
تمام کردہ اور خصوصاً لاجواب کفریات کی دہرے سے پہنچ نہیں سکتے نہ ایمان و اسلام قیامت تک کسی طرح نہایت  
کر سکتے ہیں۔

(۳) باقی مرزا صاحب کی عبارت اور دعویٰ یہ صرف زبانی ادعا اور محض مغالطہ جو کہ بحث میں مفصل بنایا جانا  
چکھا ہے اور بقدر ضرورت مختصراً آگے عرض ہو گا یہ قابل ملاحظہ ہے کہ ادعا ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کا انکار۔ جہاد جیسے عظیم اٹھان مسئلہ کو ثواب بتا کے محض رضا جرنی  
بزنس گورنمنٹ کے لیے دین سے اخراج چند ماہ واری کی جدید زکوٰۃ کا اضافہ دسمبر کے جلسہ کو حقیقی اور  
اصلی حج قرار دینا باری تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حشر و نشر کا انکار اور  
نفاستہ کی پیروی۔ اپنے تمام نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر و تبدیل بلکہ بیعت میں شامل کرنے والے تک  
کو یکا کافر بتانا باری تعالیٰ کی توہین اس کے تقدس و جلال پر نہہود و نصاریٰ اور مشرکین جیسے ناپاک  
جملے کشی طور پر اس سے عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ ہمسری کا دعویٰ تمام انبیاء اولوالعزم علیہم السلام حتیٰ کہ  
سید الانبیاء کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ سب کی منہ بھر کے توہین و تبدیل (العیاذ باللہ) المہیت رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً سیدنا علی مرتضیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما و حضرت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سیدہ فاطمہ الزہراء علیہم السلام کی زہر گلدان کا قابل برداشت گندی توہین خلفاء راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین تمام  
اقطاب و ابدال غوث اولیاء اللہ سب سے برتری کا دعویٰ بلکہ دل کھول کے توہین کتاب اللہ پر صرف  
اپنی خرافات وحی کی طرح ایمان رکھنا احادیث نبویہ جہاں تراشیدہ وحی کے خلاف جوں ردی کی طرح  
پھینکنا اپنے مقبرہ کو بہشتی مقبرہ بنانا حرم نبوی اور خصوصی القاب نیز اپنی بیویوں کو امہات المؤمنین کے  
القاب استعمال کر کے منہ چڑھانا کو نسادہ کفر ہے۔ جو مرزا صاحب یا مرزائوں نے ترک کر  
دیا ہے۔

تم گریبان میں منہ ڈال کے خود ہی سوچو۔  
ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو تکلیت ہوگی  
شیطان لعین ایک کفر یہ اور ایک نبی کی توہین کر کے عیشہ کے لیے مرد و بارگاہ ہر جائے اور یہ بزرگ سب  
پچھ لوں اور چڑ بے مقربہ بسوخت عقل ز جہت کہ انجہ بوا بھیجی است۔

(۱) یہ تمام امور ایمانہ حقیقتاً اور معنیٰ بدرجہ اتم مدعیہ اور اس کے ہم عقیدہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہیں پھر بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے خواہ بچاروں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکے کافر ہیں یہ تمام امور ایمانہ باوجود کوئی کفر نہ ہونے کے صرف مرزا کی بیعت میں شامل ہونے سے کافر ہونے سے نہ بچا سکیں اور مرزائی سینکڑوں کفریات کے باوجود اہل امور سے پکے مسلمان رہیں کچھ تو شرم چلبٹے سے

جیادوشم بولتی کہیں زمانہ میں ،  
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لیے

مختار مدعیہ کے جواب کی آڑ میں مختار مدعا علیہ کی مغالطہ دہی کی ناکام کوشش

مختار مدعیہ کے بیڈنگ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ مغالطہ ہے کہ یہ پیش کردہ کتب دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہیں ۔ لفظاً ۔ بر محض مختار مدعا علیہ کا وجہ جواب نہ بن سکنے کے مغالطہ ہے کیونکہ میری بحث میں یہ نہیں کہ ۱۹۱۰ء کے بعد اسلامی عقائد کا نام ہی نہ لیا بلکہ یہ ہے کہ پھر یہ لیے لیے زور دار دعویٰ ذرا اس کے بعد پھیکے پر گئے اور یہ بلند آہنگی باقی نہ رہی بلکہ آخر تک مرزا صاحب مغالطہ آمیز عبارتیں بولتے رہے ۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان نبوت کا ذب کی غاصبت لازماً یہی سے کہ وہ دجل سے کام لیں چیا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور مرزا صاحب نے خود دجال کی یہی تعریف کی سے کردہ غلط ملط کرے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ص ۲۲۰ دجال کے لیے ضروری ہے کہ نبی برحق کا تابع ہو کر پھر ترجیح کے ساتھ باطل ملاوے اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیابنی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے ۔

میری بحث کے اصل لفظ ملاحظہ ہوں ۔

(۱) ”یہ تمام بڑھ پرچھو کے اعداد اسلام اس وقت تھا جب اعداد نبوت کا سودا داغ میں نہ تھا اور ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور کسی قسم کے پند نہ لانا خاتم النبیین کے منافی اور لابی بعدی میں تخصیص و تاویل شراعت قرار دیتے تھے اور عیسٰی علیہ السلام کا نبی ہو کر انہا مجازی بتاتے تھے ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۵۸ و حقیقتہ النبرۃ صفحہ ۸۹ و سراج منیر صفحہ ۳ و ممانۃ البشری ۔ اس کے بعد یہ بلند آہنگی نہ رہی ۔

مباقی ۲۴ مارچ ۱۳۲۰ء کی جرح سے گواہ ۲ مدعیہ کا ایک فقرہ لینا کہ ”ازالہ ادہام کی تالیف تک مرزا صاحب مسلمان تھے“ یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اس کے بعد اسی کفر ہی کفر فرماتے رہے اور یوں ازالہ ادہام جو ۱۸۹۱ء کا ہے اس کے بعد اسلام کا دعویٰ پیش کیا ہے محض بے سود حیلہ ہے ۔ اس کے بعد بھی اسلامی نمائش فرماتے رہے ہیں ۱۹۰۱ء

کے بعد کے صرف ۔

۱۔ سوالہ کشتی نوح اور مواہب الرحمن ہیں جس میں الفاظ تو خوش آئند ہیں مگر معانی بدل بدل کر الحاد اور بے دینی کی بنیادیں ڈال رہے ہیں اور اس سے بھی ان کا کفر و ارتداد ہی ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہواصل بحث ۸ و ۱۰ اکتوبر ۱۳۳۵ء جہاں اس کا مفصل جواب ہے۔ مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ”ہمارا استدلال جب غلط ہوتا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد ان کی تردید مختار مدعیہ دکھاتا اور وہ نہ کر سکا“ ما شاء اللہ بجا اب دیدہ و دانستہ چشم پوشی فرما کر تجاہل عارفانہ اختیار کریں اس کا کیا علاج ۔ میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیڈنگ نیز دوسرے کفریات کے حوالے مثلاً نیچر سیکرٹ ۱۹۰۵ء براہین حصہ پنجم ۱۹۰۵ء حقیقۃ الوحی ۱۹۰۶ء اور المذہب ۵ سماج ۱۹۰۷ء دہک کے حوالہ پیش کئے ہیں جو نہ صرف ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں بلکہ انتقال سے دو ماہ قبل تک کے ہیں نیز خلیفہ محمود صاحب کے کفریات کے حوالے بھی درج ہیں مگر آپ دیدہ و دانستہ جواب نہ بن سکنے کی وجہ سے مثال ہی جانیں اس کا کیا علاج مختار مدعیہ نے حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت سے درجین حوالہ اسلامی عقائد کے چڑھ دیے اور سمجھ گئے کہ دنیا اس سے مخالف رکھا جائے گی انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مومن کی فراست غضب کی ہوتی ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کفریہ عقائد بھی انہی کتابوں کے ملاحظہ فرمادیں جو میں نے بحث کے ابتدائی حصوں میں دیے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حق بتیسی کرنے کی ایک شکل ہے اور یہ وہی فریق اور اسلامی کا شہد ہے جس میں کفر و ارتداد کا نہر ملا کے مسلمانوں کا ایمان غارت کیا جاتا ہے جواب تو یہ تھا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد قبل جیسے بائبل آجنگی کے اسلامی دعویٰ پیش کرتے تھے ان کفریات کی تردید کچھ ہستے غیر مشتبہ نظروں میں بعد کی کتب سے پیش کرتے مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود اور کفر و اسلام دونوں کشتیوں پر سوار ہونے والوں کی قوبہ بھی قبول نہیں ہوتی کوئی اور پناہ کیونکر ملے قرآن پاک پڑھیے ۔

ان الذین امنوا ثم کفر واتم امنوا ثم کفر واتم اذداد اکھڑا لم یکن اللہ یدفعر لھم ولا لھم سبیلًا۔  
ترجمہ : پہلے جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں اضافہ ہی کرتے رہے اللہ ان کی مغفرت نہیں کرنے کا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔

باقی مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ”حقیقۃ الوحی سے جو کمال نادانی سے مختار مدعیہ نے حوالے خلافت توحید سمجھ کر پیش کئے ہیں اکثر ان میں سے براہین احمدیہ میں موجود ہیں جب کہ گواہان مدعیہ و مختاران مدعیہ کے نزدیک مزامین مسلمان تھے“ کچھ الٹا سیدھا ہی جواب دے کر نادان فرماتے تو اچھا تھا اب جواب سے عاجز اگر منہ پڑھانے کو محفل پر اتر آئے اور بیچ ہے جب جواب کسی سے نہیں بننا تو ایسی ہی باتیں کیا کرتا ہے ۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور سلیقہ کی گفتگو کی توفیق ۔ یقیناً ایک دو قرآن پاک کی آیات براہین احمدیہ میں بھی ہیں مگر وہاں

یہ پتہ نہیں دیا ہے کہ یہ قرآن کی آیات نہیں بلکہ میرے الہامات ہیں اور ان سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں بلکہ میں مراد ہوں مسلمان پچاسے یہ سمجھتے رہے کہ یہ قرآنی آیات اکبروں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لیے منتخب کی گئی ہیں جن پر بعد کو دلائل مبنی ہوں گے اور یہی انہیں یاد کر کے ہزاروں کا ان سے چنہ و سول کر لیا۔ بعد میں بھی اربعین اور حقیقتہ الہی ۱۹۰۸ء وغیرہ میں اگر خوب نبوت سے پردہ اٹھا مرزا صاحب کے الہام بن گئے اور پہلے تو مصداق باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کبار تھے اور اب وہ سب آیات صرف مرزا صاحب کے واسطے بن گئیں اور ہونا بھی تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر دعویٰ نبوت دہل نہ کرے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر حرف آجائے جن کی نشان گرامی میں ابوہریرہؓ والو لہب جیسا دشمن بھی ”ما جربنا علیک کذبا“ کے منانہ فضاء پڑھ رہے ہیں۔

## البدر اور اخبار عام کے مخالف کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔

اُور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا جس میں دعوے نبوت کا ذکر ہے لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے اور وہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین روز قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا الخ“

جھوٹ کہنا تو آسان ہے مگر بیچ صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف نسبت کر کے ثابت کرنا دشوار ہے مختار مدعیہ کا دعویٰ تو اس وقت جھوٹا ہو سکتا تھا کہ اس نے اخبار بدر ۱۹ مارچ ۱۹۰۸ء سے جو یہ حوالہ پیش کیا کہ ”ہم خدا کے حکم سے نبی اور رسول ہیں“

مختار مدعا علیہ اخبار عام سے اس سے رجوع اور انکار ثابت کر دیتے کہ میں اب دعویٰ نبوت و رسالت سے باز آتا ہوں میری غلطی یا دماغی خلل کا نتیجہ دعویٰ نبوت تھا پھر ہم بھی مرزا صاحب کو اسلامی لفظوں سے یاد کرتے آج مختار مدعا علیہ یا ان کے ہم عقیدہ اس کفریہ عقیدہ سے تائب ہو جائیں پھر تو مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنی آنکھیں فرشِ راہ کرتے نظر آئیں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یا غور نہ فرمایا دیو و دانستہ مسلمانوں کو سیدھا سادا سمجھ کر اخبار عام کا خط

تعل کر دیا کہ مخالف ہونے پر عوام بڑھیں گے نہیں صرف پیڈنگ سے مغالطہ کھا جائیں گے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ یہ خط ایک عدالت عالیہ میں پیش کر رہا ہے جہاں وہ ہر طرح پرکھا جائے گا۔ اس خط میں دعویٰ نبوت سے دست برداری یا اس پر توہر و مذمت تو درکنار اسی عظیم الشان کفر یہ کا ..... بار بار نہ صرف اقرار ہے بلکہ اسی پر اس وقت تک باقی رہنے کو فرمایا جاتا ہے جب تک دنیا سے گدیں اس خط کے فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

”میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں“

”اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے“

”میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو گنہگار ہو گیا۔“

”اد جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔“

”میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دلیل سے گزر جاؤں“

”میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں۔“

”مرزا صاحب نے آزد وقت بھی ہماری ہی تابعداری نہ مختار مدعا علیہ کی کما سے نہ پیش فرماتے تو شاید اچھا ہوتا۔“

صدافت چھپ نہیں سکتی ہے تو کھل ہی جاتی ہے

زلیخانے کی پاک دامن باہ کنگال کا

یہ کہنا کہ میں ایک ایسا نبی ہوں ویسا نہیں بے سود ہے کیونکہ قرآن و احادیث و کتب عقائد کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ ہر قسم کا دعویٰ نبوت ظلی ہو یا بروری مستقل ہو یا تابع شریعت ہو یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعظم ترین کفریات سے ہے علاوہ بریں کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میری نبوت کا معنی کثرت مکالمہ وغیرہ ہیں یہ بھی وہی مغالطہ جی ہے جب کہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ سوا صاحب شریعت نہیں ہے اور کسی ملہم وغیرہ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا نہ صاحب شریعت نبی کے شریعت کے علاوہ کسی کا منکر کافر ہوتا ہے اس کے بعد اپنے منکرین کو محض انکار کی بنیاد رکھنے بندھن کافر بھی بنا گئے۔ گو یا کہ اپنے نبی اقرار سے مرزا صاحب شرعی نبی بن گئے۔

ہا مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔



یہ بار بار کہنا کہ میں قرآن کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف نہیں میری گردن اسی جوئے کے نیچے ہے۔ باوجودیکہ وہ جو کب کا آثار چھینکا تمام دین کو بر باد کر دیا اللہ و رسولؐ سے علم بغاوت بلند کر چکے نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے۔

اس بیڈنگ کے لاجواب پوائنٹ -

ابتدا حصہ کے تینوں نمبر جس کا بیڈنگ تفریق اسلام مدعیہ و مدعا علیہ جس میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ مدعیہ یقیناً مسلمان ہے اور مدعا علیہ کے کفر میں شک نہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ نوٹس بحث مختار مدعیہ۔

## اسلام کا سنگِ بنیاد

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - محمد رسول الله

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول الله - پیر مرزا یوں کا ایمان نہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے جس خمیر کا اظہار کیا ہے اور ان عیوب پر جن کو طرق سے پردہ ڈالتے کی لغو کوشش کی ہے اس کو بے کرنے سے قبل یہ عرض کر دوں کہ میرا یہ دعوئے کہ مرزا صاحب اور کسی مرزائی کا جب تک وہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھے نہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اصل اصول ایمان پر ایمان ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے بد سنوارا اہل قائم ہے شائع ہونے پر کوئی اُن سے حسن ظن رکھنے والا آنکھیں بند کر کے ان کی ساری مخالط آمیز ریکیک تاویلات خدا نخواستہ عقل و دانش کا خون کرتے ہوئے صحیح و درست بھی تسلیم کرے پھر بھی تمام بنیادی حوالے جن پر اس دعوئے کا مدار ہے ایسے لاجواب ہیں کہ ان کا جواب بھی مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ نام تک نہ لیا اس بیڈنگ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ عدالت عالیہ کی نظر عالی میں پوشیدہ نہیں۔

## تاویلات ریکیہ کی حقیقت

(۱)

رَبِّنِنِیْ فِی الْمَنَامِ عِیْذُ اللَّهِ وَتَبَقُّنْتَ اِنَّهُ هُوَ

تمام خمیر چھوڑ کر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بیڈنگ کے تحت کے بارہویں نمبر کا جو کفریہ بعنوان ادعاء عینت باری تعالیٰ عقیدہ نقل کیا گیا ہے سب سے پہلے اس کے واسطے ایک طویل طویل عبارت

سپر د قلم فرمائی سے جس کا خلاصہ سات امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے؟

(۲) نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ رویہ ہے۔

(۴) اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کرنا ضروری نہیں۔

(۷) تقریباً اٹھ حوالے قطع و برید کر کے احادیث و روایات کرام کے بے محل اور بے جوڑ بطور نظیر نقل

کئے ہیں۔

نمبر وار مفصل جواب عرض ہے

جواب

(۱) ”مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہ سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں۔“ اور یہ کسے سمجھتے تھے؟ اتنی احمق

خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں ہو ہوں خدا ہوں۔

(بطور جملہ معترضہ)

(۲) ”اور نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔“

جواب آخر تک اسی ذہن میں رہے مختار مدعا علیہ کو تفسیر میں نہ نظر آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے

آئینہ کمالات جو فروری ۱۹۳۲ء کی تصنیف ہے اس کے بعد دیگر سیالکوٹ جو ۱۹۰۴ء کا ہے

ہندوؤں کے لیے خدا کا آثار بن رہے ہیں۔ اس آئینہ کمالات کے بعد کی کتاب البریۃ صفحہ ۷۶ میں

الہام موجود ہے..... خدائے اندر اتر آیا۔ خطبہ الہامیہ میں بھی اپنی خدائی پر قائم اور حقیقتہ الوحی کی

تصنیف تک جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ایک سال قبل وفات سے الگ کن فیکون بنے بیٹھے ہیں۔

تفصیل کے واسطے میری بحث جہاں کفریات کا شمار کرایا ہے ملاحظہ ہو جہی تو وہ تریاق القلوب،

صفحہ ۳۹ پر ہے خدائی زمین نئے آسمان ماننے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اسی کشف کی تفسیر

ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں خود خدا بن کر ایک جدید نظام نیا آسمان نئی زمین تیار کی ہے پھر

تریاق القلوب ۱۹۱۹ء صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں ”نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک

ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا موشلان نئے ہوں۔“

اگر مرزا صاحب اور ان کے یہ زین آسمان مملو نہ ہوں تو جدید نہ ہوں گے ہمارا خدا قدیم دازلی زمین آسمان پر ہے سب تو مرزا صاحب کی خود شہادت ہے اب تو انکار نہ ہوگا۔

جادوہ جو سہر پر چڑھ کے بولے

کیا لطف جو غیب پر دم کھولے (ایو الوفاء)

(۳) ”اُن کا عقیدہ نہیں بلکہ رویا ہے“

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا فقرہ ہے وہ خود تو ترجمہ رویا نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ہیں: ”اور میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کتاب البریۃ صفحہ ۷۷“

نیز لفظ ”یقیناً“ انہی ہو کہ میں نے یقین کر لیا کہ میں خدا ہی ہوں سے کھلے لفظوں میں اپنی مائے اور عقیدہ کا اظہار کر دیا ہے پھر اور عقیدہ کسی چیز کا نام ہے۔ نیز اپنے کشف دالہات کے منقول جن کا نام دجی سکتے ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے اُن پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ قرآن پاک اور تورات و انجیل پر الٰہ اُس میں ہے کہ خواب ہی میں یقین کیا کہ خدا ہوں؟

جواب محض غلط ہے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ خواب ہی میں یقین نے یقین کیا ایسا ہوتا تو لفظ ”یقین“ کا اضافہ کرتے۔

(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے“

جواب یہ شاید مختار مدعا علیہ کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا۔ درجہ وہ تو فرما رہے ہیں کہ میں یقین کئے ہوئے ہوں کہ خود خدا ہوں یقیناً ”انہی ہو“ الفاظ کا زور اور چٹاٹھ تو ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کیا جانا ضروری نہیں“

جواب مگر ممکن تو ہے اور جب وہ خود اسے حقیقت سمجھ رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ خود خدا ہوں پھر کوئی کیا کرے۔ وہ تو خود اپنے ناطق فیصلہ سے تمام تاویلات کا بیڑا غرق کر گئے۔ ہاں اگر دوسرے کفریات اس کے معنی نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم بھی ان تاویلات کو بادل ناخواستہ منظور کرتے یا کوئی اور عمل تلاش کرتے مگر کفر آشکارا ہونے کے بعد تاویل کا امکان ہی نہ رہا۔

(۷) نظر ثانی پیش کردہ کی اصل تصویر۔

نوٹ:-

یہ تقریباً تمام وہ حوالے ہیں جو مسل پر نہیں آئے۔ اور باوجود اکثر ثبوت طلب اور قابل جرح ہونے کے شہادت میں بچا کر خلاف قانون نظام کی آرٹسے کو پیش کئے گئے ہیں۔ حالانکہ نظیر وہ ہو سکتی ہے کہ فریقین نیز عدالت کو اس کا قابل اعتبار ہونا مسلم ہو۔ ہاں اُس کے منطبق وغیرہ منطبق مطلق و صامت ہونے میں کوئی کلام کیا جاسکے۔

اگر جو بھی منطقی جائے دراصل یہ ایک جدید شہادت ہے مگر تب کہ یہ ریکارڈ میں ہے (گو عدالت اس کی پابند نہیں نہ عدالت کے لائق التفات ایسی غیر ذمہ داری جزئی ہو سکتی ہیں) تو اس کا جواب بھی تبرہ<sup>۱</sup> پیش ہے۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں گیارہ ستارے اور چاند سورج کو اپنا سجدہ کرتے دیکھنا الخ نتیجہ یہ نکالا تو کیا درحقیقت خدائی کا دعویٰ کر دیا) اور اس میں یہ مقدمہ لگادیا کہ سورج و چاند صرف خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں، سبحان اللہ اتنی درخواب تک پہنچے اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور فرشتے خدا کے سامنے سجدہ نہیں کر سکتے۔ لہذا (عیاذ باللہ) آپ کے نزدیک وہ خدا ہو جائیں گے۔ نیز بعد کے واقعہ کو کیوں نہ لیا کہ ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں باپ نے سجدہ کیا۔ یہ خواب اس واقعہ سے بالکل بے ربط وغیرہ متعلق ہے نہ اس میں انہوں نے اپنے آپ کو خدا دیکھا نہ خدائی کا یقین کیا نہ زمین و آسمان نیار کئے نہ آسمان دنیا پرستہ پچھائے۔ ہاں چاند سورج ستاروں کو اپنے سامنے جھکا اور اپنے آپ کو ان کا قبلہ منور دیکھا چنانچہ اس کے بعد ان کے یا زورہ بھائیوں اور ہر دو والدین نے اللہ کے حکم سے انہیں قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ نہ کیا کیا جسے ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے اشیاء غیر معلومہ کا علم حاصل کر کے خدا کے حکم سے حضرت آدم کو قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا تھا۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملائکہ یا سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادہ عیاذ باللہ غیر اللہ کو سجدہ کر کے مشرک ہو گئے حالانکہ یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے۔ سجدہ صرف خالق کو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں مصرح ہے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کعبہ کو کوئی سجدہ کی وجہ سے مسجد سمجھے۔ حالانکہ کعبہ کی طرف خدا کو سجدہ ہونا ہے یہی بات کہ پھر اور کسی کی طرف کیوں سجدہ نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی نامزدگی اپنی رائے پر نہیں بلکہ خدا کے انتخاب پر ہے۔

یہ مذکور بالا تفسیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ اکابر دین صحابہ و تابعین و علماء راہنہین سے ماخوذ ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگن پہننے کا خواب آپ نے اسے اسی وقت بلا سمجھا اور پتھوک کر اڑایا ملاحظہ ہو اصل حدیث۔

مخلاف مرزا صاحب کے کہ اس پر ڈٹے رہے اور یقیناً انہی ہوئے اسے اپنی خدائی کے یقین ہونے کا تقارہ بجاتے رہے۔ مختار مدعا علیہ اور مرزائیوں کے اپنے جذبات کے لحاظ سے بلکہ ہم غلامان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ کرتے ہوئے شرم چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کا مقابلہ اور ان کی مثال سید الاولین و الاخرین کو پیش جذبات کسے جن کی نظیر نہ مخلوقات عالم میں ہوئی نہ ہو سکے نہ قدرت نے ویسا بنایا نہ بنائے خدا اپنی خدائی میں کیسا دے منہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدائی میں بے مثل بے نظیر کہاں مرزا صاحب اور کہاں محبوب رب العلیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چند رخ مردہ کجا نور آفتاب کجا

یہ میں تنادات رہ از کجا است بجا کجا

اس سے یقیناً مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہیں۔

ابوالوفاء

(۳) حوالہ ارشاد رحمانی۔

(۱) جدید ثبوت طلب غیر مسلم حوالہ ہے۔

(۲) حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے حالات بعد میں مرتب کی گئی۔

(۳) آپ کو معلوم نہیں ان کے مریدوں سے پوچھئے کہ اس کتاب کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

(۴) مولانا محمد علی صاحب کو دیوبندیوں کا مسلم مقتدا ہونا جو تحریر فرمایا اس کا کیا ثبوت ابھی انہیں انتقال ہوئے کے دن ہوئے۔ وہ تو دیوبندی بھی نہیں۔ جرح میں بلا کسی گواہ یا فریق سے منوائے مسلم کر کے کسی کو عدالت میں پیش کرنا خلاف قانون ہے۔

## تبصرہ آجواب

یہ استدلال صوفیاد کی، مطالع سے تادرقیست پر مبنی نہیں۔ صوفیاء کے دہاں جب لفظ ماد رکابولتے ہیں اس سے خاک مراد لیتے ہیں اور جب پدر کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے روح۔ کیونکہ کہ خاک سفلی ہے اور روح علوی۔ جفت ہونے سے مراد اپنی آپ کو خاک میں مٹانا تاکہ پوشیدہ جو سر نمودار ہو جائیں جس طرح فرمایا گیا ہے۔

در بہاراں کے شود سر بہ رنگ  
خاک شوناگل بر وید رنگ رنگ

ۛ دانہ جب خاک میں مل لے نو شکر نہ نکلے۔

یہ محل تفصیل نہیں در نہ عرض کرنا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب صوفیائے کرام اصطلاحات تصوف  
الشعر وغیرہ۔ یہاں کے لائق مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ارشاد رحمانی کے حوالے کا ایک فقرہ جو اسی جگہ  
وہ غلطی سے نقل کر لیا گیا ورنہ عادت تو قطع و برید کی پیش کرتا ہوں۔

صوفیائے لکھا ہے کہ تا نازاد خود جفت نشود و برادر خود نکشد کامل نشود الخ  
اس قسم کی صوفیہ کے ہاں سیکڑوں اصطلاحات ہیں مثلاً درزی۔ خمر۔ یاد دعا۔ صنم۔ تنگدہ۔ میخانہ۔ قتل حبیب وغیرہ  
باقی اس سے بھی مرزا صاحب کا جواب جس میں اپنی خدائی کا یقین کیئے بیٹھے ہیں حل نہ ہوا یہ صوفیہ کی مثالیں  
آپ فضول لے رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔

”ہماری مراد اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب (یعنی تصوف) میں لی جاتی ہے۔ الخ آئینہ کمالات  
انہوں نے تصوف کی تمام مثالیں غیر متعلق قرار دیں اور آپ پیش فرما رہے ہیں۔

توجہ القول نہما لا یسر ضلی بلہ قابلہ

(۴) رایت ربتی فی صورت شاب امرد۔ الخ یواقیت ج ۲ ص ۱۲۴ (مختار مدعا علیہ)

اس کو علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین اور امام جرح و تعدیل موضوع یا ضعیف بتاتے ہیں جس سے  
عقائد میں اسناد درست نہیں۔ باوجود اس کے یہ کبھی نہ دیکھا کہ خود خدا سہوں۔ اور یہ کبھی نہ فرمایا کہ میں نے اپنے خدا  
ہو نیکیا یقین کر لیا۔ باقی پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ تو جہاں سے یہ حدیث نقل کی ہے وہیں یواقیت والجاہر  
میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں تمام غیر متعلق امور یہاں مفصل ذکر نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت اقدس عبد الکریم جلی قدس سرہ العزیز کی انسان کامل کا حوالہ۔

چونکہ مقرر بارگاہ الہی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی عظمت و  
جلال کے صحیح معنی میں محافظ ہوتے ہیں اس لیے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو ان کے دامن میں  
بھی پناہ نہیں مل سکتی اس حوالہ میں ترجمہ بھی غلط کیا ترجمہ میں درمیان سے ایک سطر مغالطہ دینے کے واسطے  
حذف کر دی پیچھے سے بھی قطع و برید کیا پھر بھی یہ ان کی کرامت ہے کہ کچھ پہلے نہ پڑا۔

آخر نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ کشف مرزا صاحب سے اس کشف سے یعنی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کر چکا  
ہوں کہ میں ہی خدا ہوں جس پر محتاط مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے بالکل ہی مطابق ہے میں عدالت کی توجہ  
عالیہ حضور صیت سے اس کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کشف ابو عبد الکریم جلی رحمۃ اللہ علیہ کی

نبارت کا ترجمہ دی ہسی جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا ہے مقابلہ فرمائیں اور پھر بالکل ہی مطابق ہے۔  
 بیسے مخالفہ کی دادیں مرزا صاحب نے خدا ہونا اور یقین بھی کر چکے زمین و آسمان بھی خود بنائے اور دولت  
 مرینا السداد الدینا بمصباح کا لغز و مستان بھی لگایا وغیرہ وغیرہ۔

اور بخلاف اس کے یہاں اس بزرگ کا عجربہ انکسار ملاحظہ ہو خصوصاً فقرات از ترجمہ مختار مدعا علیہ۔

- (۱) جب مجھ پر یہ تجلی ہوئی تو میں نے گھٹنی کی آواز سنی۔
  - (۲) میں ایک بلند درخت میں تکیے ہوئے پتھریٹے کی طرح ہو گیا۔
  - (۳) میں ظاہر میں سرائے چمکوں اور گہروں کے اور کوئی چیز نہ دیکھتا تھا۔
  - (۴) اور بادل افوار برسا رہا تھا اور سمندر آگ میں موجیں مار رہا تھا۔
  - (۵) اور آسمان در زمین ایک دوسرے میں داخل ہو کر مل گئے۔
  - (۶) اور میں سخت اندھیروں میں ہو گیا۔
  - (۷) یہاں تک کہ حضرت عزت و جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔
  - (۸) اس جگہ درمیان سے ایک شعر کا ترجمہ جس سے پر وہ فاش ہوتا تھا اڑا کے لکھا۔
  - (۹) آواز دی گئی کہ اے آسمان و زمین الج۔
- ملاحظہ ہو اس میں کسی جگہ خدا ہونا اور یقین کیا دیکھنا یا عدلی کا دعویٰ کیا یا خود زمین و آسمان پیدا کئے  
 یہاں تو اپنے آپ پتھریٹے کی طرح فرما رہے ہیں اور بجائے قول مرزا صاحب میں نے زمین و آسمان  
 پیدا کئے، ”بجائے فرما رہے ہیں۔“ پس اس درخت اشیا پیدا ہوئیں اور بادل خود ہواں ساتھ صاف ہو گیا  
 آواز دی گئی اے آسمان اور زمین اس جماعت کی غفلان کارا نہ بھی ہے کہ بزرگان دین اور پاکان خدا پر زبان درازی  
 اور ہتھان طرازی سے باز نہیں آتی۔ سے

یوں خدا خواہد کہ ہم دوس درو  
 میلش اندر طعنہ پاکال کنہ

ترجمہ کی ایک فاش غلطی

اسل الفاظ۔۔۔ فلہ تزل القدرۃ تختدع لی ما هو الا قوی فا لا قوی و تختدق لی

ما هو الا هو ی فا لا هو ی

ترجمہ۔۔۔ مرزائیاں۔۔۔ ”پس قدرت نے میرے لئے قوی سے قوی چیز بنائی اور مجھ سے مجرب چیز دل کو بیان

کرتی:-

میچ ترجمہ :- پس قدرت قوی سے قوس انوکھے معاملات پھر سے کرنی گئی اور میری خاطر محبوب سے مجرب پروردے اٹھائی گئی۔ دونوں کا فرق ملاحظہ ہو۔

کیونکہ باری تعالیٰ نے بادیہ و کمال ظاہر ہونے سے ہزاروں جلال و جمال کے انوار و تجلیات کے اپنے پر پروردے ڈال رکھے ہیں۔

بے جانی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ اشکار  
اس پر گونگھٹ یہ کہ موت آنکھ کی بجلی نہیں

### دوسرا غلط ترجمہ

اصل عبارت :- ”الی ان ضرب الجلال علی سوادق المتعال“

ترجمہ مدعا علیہ :- یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے غیمے مجھ پر لگائے گئے۔

میچ ترجمہ :- یہاں تک اللہ کے جلال نے بزرگی کے غیمے مجھ پر نصب کر دیئے، کہاں اللہ کے غیمے اور کہاں بزرگی کے غیمے۔ اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ دیوہ و دانستہ چھوڑا ”ففتق فی النظر الا علی رتق الید“

لیجیجی :- اوپر نظر کرنے سے ایک داہنا ہاتھ نمودار ہوا پس اس وقت چیزیں پیدا کی گئیں اگر اس فقرہ کا ترجمہ نقل کر دیتے تو سارا لاف زانی ہو جاتا کہ خالق کا ادب سے یہ قدرت تمام جس کو یہ یعنی کہا جاتا ہے کلتا یدہ الرحمن الیمنی۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی طرح ہر ایک کو صوفیاء کلام کی عبارت سے ناواقف سمجھا ہے جب تک صوفیاء کلام کی عظمت کا حقہ دل میں نہ ہوا ان کی عبارت کا مطلب کسی پر منکشف ہی نہیں ہو سکتا۔

مزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ ہماری مراد صوفیہ کی کتب ولی نہیں اور اب یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

بحان اللہ۔

(۶) اس کے بعد ایک نیا حوالہ سوانح احمدی سے جو سید احمد صاحب بریلوی کی تاریخ ہے اور جسے مولانا حایل

صاحب شہید دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خیانتیں ہیں۔

(۱) ”وہ بولندریوں کے مقتدا و جناب مولانا محمد اسماعیل شہید“

(جواب)

(الف) حالانکہ کسی دیوبندی کے سلسلہ اساتذہ و تلامذہ میں ان کا وجود تک نہیں البتہ ان کے والد بزرگوار وغیرہ مثلاً

شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ضرور ہیں۔

(ب) جب تک شہادت میں مسلم یا متداعی ہونانہ منوالیں تو پھر بولی کہنا قانوناً درست نہیں۔



(ج) معلوم ہے کہ درجی منحلہ علماء کے ایک عالم میں فزآن و حدیث ائمہ صحابہ احوال ائمہ کے مقابل ان کا قول محبت نہیں۔

(۲) اس مسئلہ کے نقل کرنے میں اذل دائرہ کی عبادت قطع کر دی جس سے اصل مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اور موضوع بحث کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) یہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور نہاد بقا مسلم مگر ایک غیر ذمہ دارانہ تاریخی رسالہ کا ترالہ اس شد و مد سے بکھروا رہا اور ایمانیات و عقائد کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ و جوابان تسلیم کریں قطعیات کا اعتبار ہو احادیث احادیث معتبر نہیں۔

(۴) سوانح احمدی کے اثبات کے سلسلہ میں مختار مدعا علیہ کو علماء کی رائے کا پتہ نہیں درندہ اس کا ذکر نہ کرتا ملاحظہ ہو الشفیعہ المجید علی تصانیف الشیخہ مصنفہ مولانا حافظ عبدالشکور صاحب مرزا پور۔

## اصل جواب

اگر مختار مدعا علیہ کی خاطر یہ حوالہ بالکل قطعی فرض کر لیں تو یہی اس کا مدعا اس سے حل نہیں ہو سکتا یہاں پر حضرت مولانا شبیر جہ مقام فنا و بقا مقام محبت - اور وحدۃ الوجود کا وہ انتہائی درجہ بیان فرما رہے ہیں کہ یہاں ”سیر الی اللہ“ معنای ختم ہو کر ”سیر فی اللہ“ غیر منتہی ابد الابد تک کے لیے شروع ہو جاتی ہے اور انسان اُس وحدت محبت کے بے کیف دریا ناپید کنار میں غوطہ مارنے لگتا ہے اور پھر ”انا الحق“ سبحانی ما اعظم شأنی یس فی جنتی سوی اللہ وغیرہ کے نغمہ مستانہ لگائے جاتے ہیں اور ہم من نمی گویم انا الحق یا ربی گوید بگو زبان پر ہوتا ہے۔ اس وقت نہ انہیں اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا و مافیہا کا نہ جنت کا شوق نہ دوزخ کا گھٹکا۔ نہ نماز کلمہ نہ روزے کی اطلاع بس انا اللہ الحق بلکہ آخر میں نا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حق ہی حق رہ جاتا ہے ہا ہم خود زدی بانگ انا الحق خود سر دار آمدی۔

اس کی تفصیل کے واسطے التعارف الشہود فی وحدۃ الوجود وغیرہ متقدمین کے رسائل ملاحظہ فرمائیں یہ ذوقی چیز میں بلیٹ نامزدول پر کہنے سننے کی نہیں ہے

مصلحت نیست کہ از پردہ بردل افتد راز

در نہ مد محفل رندان خبر نیست کہ نیست

یہ ذوقی امور ہیں نہ ان کا کوئی نصاب ہے نہ کسی سعی کا نتیجہ یہ صرف مولے کی دین اور ان کی انتخاب کا

نتیجہ ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب  
 کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے،  
 آج بھی جن پر نظر ہو جاتی ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ انہیں سوائے اس کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

کچھ نہیں دیکھا ہے جب سے تو نظر آیا ہے  
 جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا ہے  
 یہ عدالت ہے اور عدالتی مسل ہے یاران طریقت اور اہل ذوق کی محفل ہوتی تو مقام فنا و بقا پر  
 کیف اور طرب انکیز نکلا ہے پیش کئے جاتے یہاں تو یہی کہہ کے پشیمان ہوں کہ کونی عناب ہو جائے۔

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی

بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

عبارت پیش کردہ سے اس امر کے شواہد کہ مقام فنا و بقا یعنی وحدت الوجود اور سو فیاء کرام کے انا الحق  
 وغیرہ کا یہاں فلسفہ بیان ہو رہا ہے۔

فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) خلعت مکالمہ اور سرور حاصل ہوتا ہے؟

(۲) اور اس کی وحشت اس سے بدل جاتی ہے؟

(۳) مقام فنا و بقا کے پردہ انخاف سے ظاہر ہو جاتے ہیں؟

(۴) ”اس وقت دریائے وحدت میں ڈوب کر اس کی عجب حالت ہو جاتی ہے“

(۵) ”اور کلمہ انا الحق اور لیس فی جہتی سوی الشہ کہنے لگتا ہے“

اس کے بعد اس مسئلہ کو قرآن و احادیث اور فلسفہ سے ثابت کر کے فرماتے ہیں۔

(۶) مگر یہ بات بہت باریک اور مسئلہ نہایت نازک ہے اس کے پیچھے پڑنا نہیں چاہیئے۔ الخ

مگر یہاں مدعا علیہ کے واسطے یہ کسی طرح مفید نہیں بلکہ محض بے سود ہے کیونکہ یہاں وحدت الوجود کا  
 ذکر ہے اور مرزا صاحب اپنے دعویٰ خدائی کے ساتھ ایسی کشف میں فرمادیا کہ ہماری مراد اس واقعہ سے  
 یہ نہیں جیسا کہ وحدت الوجود کی کتب میں مراد لی جاتی ہے۔

(ایضاً کمالات اسلام صفحہ ۱۵۶)

ایسی غیر متعلق مثالوں سے جسے مرزا صاحب خود تسلیم نہیں کرتے بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے اپنا اور عدالت  
 کا دقت رائگان کر کے مقدمہ کو طول دیا تاکہ دنیا کے سامنے یہ کہہ سکے اتنے صفحات کی بحث پیش کی ہے۔

(۷) اسی مذکورہ بالا اصول پر تذکرۃ الاولیاء سے جو حوالہ وحدت الوجود کے سلسلہ کا نقل کیا ہے ہر گز چسپاں نہیں ملاحظہ ہو۔ جو شخص حق میں ٹو ہوتا ہے وہ حقیقت میں سر تپا سق ہی ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی خود نہ ہو اسے اور سب حق ہی دیکھے تو یوں عجب نہیں ہوتا۔

(نوٹ)

یہاں یہ عبارت کاٹ کر لی تاکہ اصل مسئلہ متکشف نہ ہو نیز اس کتاب کی نسبت حضرت سید الطائفہ شیخ فرید الدین عطارؒ کی طرف تو ضرور ہے مگر صوفیاء کلام کے نزدیک اس میں دشمنان صوفیہ نے کمی زیادتی بھی کر ڈالی ہے اور بلا کسی خارجی شہادت کے بلکہ قابل اعتماد نہی اسی لیے تو مدعا علیہ کی طرف سے شہادت میں پیش نہ کی گئی۔

(۸) خزائن الاسرار کا بیان حالہ جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین اللہ تھے الخ یہ ایک فصوص الحکم کی نہایت غیر معتبر شرح ہے جس سے یہ حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ اس کے غیر مسلم ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا۔ کہ قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ اور رسول بتلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آزدقت نزع کے عالم میں تمام صحابہؓ کو وصیت فرمائی کہ دیکھو مجھے حد سے نہ بڑھانا اللہ یا اس کا بیٹا نہ سمجھنا انما انا عبدہ رسولہ اذان و نمازیں رسول اللہ اور عبدہ رسولہ لازم کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود سلاحتی ہوش و حواس عین اللہ بتائیں اور نا بھی سے اسے قرآن سے ثبات کریں اور مسلم ماننے پر یہ دہی وحدت الوجود ہے جو مرزا صاحب کو مسلم نہیں کیونکہ محی الدین ان عربی رج فرقہ وجودیہ کے موجد ہیں اور تمام ان کے شرح دعدۃ الوجود ہی ہیں اس کے بعد حکمت اس خواب کی مدعا علیہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں جو اسلام و کفر کا مسئلہ درپیش ہے صرف اس کا جواب دینے کے لیے یہ دڑیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مرزا صاحب صراط مستقیم پر ہیں اور علامہ عبد الغنی نابلسی کی کتاب تفسیر الانام مج ۱ سے ایک تیسرے نقل کی ہے

من رای کانه صادر الحق سبحانه وتعالیٰ اھتدی الی صراط مستقیم۔

جواب یہ ہے کہ

(۱) ادلایہ ایک کشف ہے محض خواب نہیں مرزا صاحب خود فرماتے ہیں ”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ۔۔۔۔۔ الخ (کتاب البریہ)

اور یہ کشف کا تعبیر نامہ نہیں بلکہ خواب کہہ ہے۔

(۲) کشف کی تعبیر صوفیاء کلام دیا کرتے ہیں چنانچہ وہ اسے محض شیطانی خواب اور گمراہی بتاتے ہیں جس پر یقین کرنے سے ان کے نزدیک کفر ہے بھی بدتر ہو گا ملاحظہ ہو آپ کی مسلم کتاب یلایت اور مسلم بزرگ

علامہ عبد الوہاب شمرانی کی یقینیت صریحاً معلوم ان اہل اٹال ذالک جس کا خلاصہ یہ کہ رویت باری تعالیٰ خواب میں بھی۔ نیک کے اندر سولے سید المرسلین علیہ السلام اور کسی کو نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں بھی کسی صورت اور مثال پر سوچی اور وہ بے مثال دے نظیر ہے کیونکہ وہ سب العالمین سے فرماتا ہے لا تعجزوا اللہ الامثال۔ لیس کشلہ شئی۔ دلم یکن لہ کفواً احد آخری فیصلہ یہ کہ جو خدا کو بول دیکھے

اور خیال کرے کہ وہ الہ ہے۔ نذالک من ارادة الشیطان واغواۃ و تفہیلہ و دھوشہ یعقده کذا الذ فی الیقض۔ یعنی یا تو یہ شیطانی دوسرا اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے واسطے ہے یا دقتیقہ وہ خدا کے ہم صورت کا معقد ہے جسے وہ بول دیکھ رہا ہے ملاحظہ ہو۔  
صوفیاء کرام اسے شیطانی شرکت قرار دیتے ہیں۔

اس جس کسی بزرگ کو ایسا کشف ہوا انہوں نے اسے شیطانی ہی قرار دیا ملاحظہ ہو گواہ مدعیم کے مسلم حضرت علامہ امام عبد الوہاب شمرانی یقینیت صریحاً معیت ۲۲ قال الشیخ عبدالقادر۔ الخ۔ انہی۔ خلاصہ یہ کہ سید الطائفہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عظیم الشان نور دیکھا جس نے آسمان کے کنارے بھر دئے ہیں۔ اس سے ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے پکارا۔ اسے عبدالقادر اناریک فرماتے ہیں میں نے کہا۔ ذلیل ہو اے لعین۔ پس وہ عظیم الشان نور یکدم اندھیرا بن گیا۔ اور وہ صورت دھواں بن کر وہ لعین مجھ سے کہنے لگا۔ کہ عبدالقادر چونکہ آپ کو اپنے رب کے احکام اور اپنے مرتبے کی سمجھ تھی۔ اس لئے بچ نکلے۔ میں نے اس قسم کا واقعہ سترے سے زائد اہل طریق صوفیاء کرام کو گمراہ کر چھوڑا۔ الخ  
تصور علی اللہ علیہ وسلم ایسے بے سرتاپا امور کو شیطانی و موسوسہ قرار دیتے ہیں۔ نہ کہ قابل تعبیر خواب۔ مشکوٰۃ کتاب الروایہ

حدیث: خواب قابل تعبیر کرب ہے اور کرب و موسوسہ ہے۔ ملخص قرآن پاک میں بھی اس قسم کے خوابوں کا لفظ اضغاث احلام پر آگندہ غیر قابل تعبیر خواب ہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ عبد الغنی نابلسی کوئی فن تعبیر کے امام نہیں۔ ابن سیرین جو اس فن کے امام ہیں جنہوں نے یہ علم صدیق اکبرؓ سے اور انہوں نے سید المرسلین علیہ السلام سے حاصل کیا۔ انکی کتاب التعمیر کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور یہ اس قسم کے خواب سب شیطانی و موسوسہ ہیں جن پر یقین نہ کرنا چاہیے نہ کسی سے بیان کرنا۔

نیز دافع البلاء الوصیت کشتی نوح وغیرہ سے عقیدہ توحید نقل کرنا بالکل بے سود ہے۔ اس کے بعد اور اس کے ساتھ اور اس سے قبل تمام مشرکانہ عقائد و اعمال موجود ہیں جن میں سے ایک سے بھی رجوع ینقول نہیں۔ البتہ اس امر (یعنی اس کا یقین کہ میں خدا ہوں) سے تو یہ صاف لفظوں میں غیر مشتبہ طور پر پیش کر دو ہم یہ کفر واپس لے لیں گے کہ میں ان سے کوئی ذاتی نزاع ہے نہیں۔ صرف باری تعالیٰ اس کے حبیب پاک م

اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام و اہل بیت عظام اور خاصانِ خدا رحیم نیز مذہب اسلام کی توہین و دشمنی کا باعث ہے۔ جب تک اس سے توبہ نہ کر لیں مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔

(۲)

## جواب خالقِ ارض و السموات کا دعویٰ

اس جواب میں بھی حسبِ عادت عدالتِ مغالطہ کی ناکام سعی کی گئی ہے اور گو اس سے سابقین جو مفصل جواب عربی کر چکا ہوں اس کے جواب کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اس پر ۲۰ کاہینگ قائم کر کے مختار مدعا علیہ نے ایک لمبی بحث کی ہے۔ جس سے یہ چاہتا ہے کہ پہلی بحث دہن سے نکل جائے اس لیے مختصر جواب عرض ہے کہ دوسرے تکفیر صرف خالقِ ارض و السماء کو علیحدہ کر کے اگر گواہ مدعیہ ۲۰ قرار دینا تو شاید یہ لایعنی تفسیر پر کچھ باریط تو ضرور ہوجاتی یہاں تو دعویٰ خدائی کے مضبوط کرنے کے لیے ایک قرینہ بنایا ہے یعنی دعویٰ خدائی اور اس پر یقین کر کے خلقِ ارض و سما کا دعویٰ اس خدائی دعویٰ کو اور پیکار کر کے ایسا کفر ثابت کرتا ہے کہ جس کا جواب ہی ناممکن ہے اہل کی تائید میں مختار مدعا علیہ ہی کی پیش کردہ عبارات ملاحظہ ہو۔

”اگر کوئی شخص خدائی کا دعویٰ اور اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جائے ملاحظہ ہو کہ منشاءِ اعتراض اور وجہ ارتداد صرف خالقِ جہونا نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ اور اپنے کو خالقِ جانا۔ مختار مدعا علیہ محض مغالطہ کے طور پر صرف خالقِ زمین و آسمان ہے اور درازکار عقل میں نہ آنے والی تاویلات کر لیں۔“

باقی یہ کہنا کہ اس کا ترجمہ خواب ہے جیسا کہ گواہ مدعیہ ۱۸ نے بھی کیا ہے محض لغو ہے کیونکہ وہ ترجمہ لغوی لکھا گیا ہے مگر مراد تو ترجمہ ہوگا جو متکلم مرزا صاحب نے خود کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کشف میں دیکھا کتاب البیہ

نیز وثیقت انہی ہو۔ خارج میں خدا ہونے کا یقین کر لیجئے اعتراض تو یقین کرنے کے بعد پیدا ہوا اور نہ اگر وہ اس خواب کو اختلافِ اسلام پر آگندہ خواب اور اس کشف کو شیطان و وسوسہ قرار دیتی جیسا کہ حضرت سیدہ الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ نے کیا تو پھر اعتراض بھی نہ تھا۔ آج اگر مختار مدعا علیہ یا مدعا علیہ اس کا اقرار کرے کہ یہ شیطان و وسوسہ تھا اس پر اعتراض نہ رہے گا۔ یہیں کسی کو خواہ مخواہ کافر تو بنانا نہیں مگر جب کہ اسے وحی ربانی اور مثل قرآن کے منہزہ اور قابلِ ایمان سمجھا جائے تو ہزار تاویل کریں اور مجلدات اس پر لکھ ڈالیں

کفر و ارتداد مل نہیں سکتا۔

نتیجہ ہے حکیم کام نہ نکلے بناؤ سے  
بیز را کھی نہ بار مو کا خد کی ناد سے

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کا تفصیلی جواب دینے کے واسطے تین نمبر قائم کئے ہیں۔  
(۱) کیا خواب میں آپ نے موجودہ وزین و آسمان بنانے کا ذکر کیا۔

(۲) اگر نئے آسمان و وزین بنانے کا ذکر ہے تو اس سے کیا مراد ہے۔

(۳) کیا آپ اپنے آپ کو موجودہ وزین و آسمان کا خالق سمجھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو جوابات۔ پہلے کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عین اللہ عین خدا مان لیا تو نئے آسمان و وزین بنائیں یا وہی مثلاً کہے پیدا کریں یا ازل میں پہنچ کر ابتدا پیدائیں ایک ہی جیسا ہے کہ اپنی تصریح کے مطابق اولاً عین خدا بنے ہیں۔ جس پر یقین کامل ہے پھر آسمان و وزین بنائے جاتے ہیں۔ پس اس کی ذات میں بھی شرک کیا اور افعال میں شرک اور نئے آسمان و وزین مانتے ہیں تو شرک دو۔ الا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا کے مقابل خود خدا بن گئے اور اس کے نظام اور وزین و آسمان اور آدم کے مقابل بنایا نظام نئی زمین کا بنا کر کھڑا کیا اور نیا آسمان نئی زمین بنانے کے جو خدا نے فرمایا خود بھی بول اٹھے کہ ولقد بنینا السماء الدنیا بمصا بیح پھر آدم کو صلاۃ طین سے بنایا۔ بنانے کی قدرت کی اپنے اندر محسوس کی۔

دوسرے نمبر میں یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے اور وہ ہے اور دوسری مزا کی کتب کا حوالہ سب بیسے سود ہے کیونکہ انسان کا اصول ہے کہ جب گرفت میں آجاتا ہے تو تار و پٹیں کرتا پھرتا ہے کفار کہ بھی بتوں کو خدا سمجھتے ہوئے عبادت کرتے تھے اور جب گرفت میں آجاتے تو کہتے کہ صانعہم الا لیقر یونانی اللہ من لہی ہم تو صرف انہیں خدا تک رسائی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ عیسائی بھی دیکھو تثلیث کی التثلیث فی التوحید و بالکلیں تینوں ایک ہیں تین ایک کی تائید مل کرے ہیں اور مطلب بناتے ہیں تو کیا وہ بھی موصد ہو جائیں گے۔ نیز عیسائی رب دین کی بھی تائید مل کرے ہیں۔ باقی تو یہاں بنیاد اعتراض اولاً دعوتے خدائی اور اس کا یقین اور پھر وزین و آسمان اور آدم و انسان کو پیدا کرنا وہی الفاظ جو خدائے قدس نے خلق کے بعد یا اسی وقت استعمال فرمائے استعمال

کرنا اور عیاذاً باللہ خدا کے مد مقابل ہو کر اس کا منہ چڑھا رہے لہذا یہ تاویلیں محض بے کار ہیں جب تک یہ خدائی کے دعویٰ کا کشف جو نہایت اعتراض ہے۔ شیطانی نہ مانا جائے اور اس کی یقین سے مرزا صاحب کا رجوع اور غیر مشتبہ الفاظ میں مرنے سے قبل توبہ نہ دکھائی جائے بات بنانے کے واسطے تاویلیں تو اور کفر و استداد کو مضبوط کریں گی۔ قرآن پاک پڑھئے۔

يَعْلَمُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةً الْكُفْرِ اِنْ

باقی پطرس اور یسوعا کا حوالہ ادا وہ کتابیں محض اور ناقابل اعتبار ہیں نیز قرآن سے منسوخ ہو چکیں ہر حال اس میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اس کی اصلی و نقلی کیا تہ۔ ہم پڑ قرآن و حدیث مجتہد ہے نہ یہ محرف توراة و انجیل۔ دوسرے یہ حوالہ بیان محض بے ربط ہے اعتراض توبہ ہے کہ پہلے دعویٰ خدائی کا اور اس کا یقین ہوا اور پھر زمین آسمان کی بنا۔ صرف زمین و آسمان کا ذکر کافی نہیں۔ اور محرف توراة و انجیل تو کیا شیطان یقین کی تاریخ میں بھی دعویٰ خدائی کے بعد اس کا یقین اور زمین آسمان کا خلق نہ دکھا سکیں گے۔

فرعون نے بھی اناس کا یہ کہہ الا علی کہا مگر خلق زمین آسمان چاند و سورج کا دعویٰ نہ کیا اور جب موسیٰ نے اپنے ایک مخالف خدا کا ان صفات سے تعارف کرایا تو جواب رہ گیا۔ مگر چودھویں صدی کے مدعی نبوت اور اس کے متبعین پر حیرت ہے کہ اتنی بد بھی البطلان چمپیر برہمچے ہوئے کمال مضبوطی سے تاویلات کر لیکر کر رہے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں  
موجہ جہت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ہاں اگر مرزا صاحب یہ نہ فرما دیتے کہ میں وحدۃ الوجود اور صوفیاء و کرام کی یہ اصطلاح پر نہیں کہہ رہا تو ہم درہمہ دوست "پر ضرور نیک نیتی سے محمول کہہ لیتے مگر انہوں نے تو کفر کے وہ مضبوط ستون قائم کئے ہیں کہ ساری عمر مرزائی کو شش کرین کفر و دغ نہیں کر سکتے۔ باقی مثنوی صبح امید سے علامہ شبلی کے یہ اشعار سے بحث مدعا علیہ۔

ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ وہی قیدی عادت ہے کہ جب قرآن اور حدیث نیز کسی منقول دلیل سے یا بندگان کے قول سے مرزا صاحب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ اڈیٹر ان اخبار۔ شعراء زمان کی آڑ میں جاتی ہے۔

میں عدالت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشف و الہام و دیار صالحہ وحی وغیرہ کا ذکر ہے وہ کشف

وہی جس کے متعلق بہت سے کہے

بہجو قسطنطنیہ منزہ اشش داغم  
از خطا ہا ہیں است ایمنہ

(دو تین)

یہ کسی شاعر کے شاعرانہ تخیل کی آڑ کافی نہیں نیز علامہ شبلی کے کلام میں نئے آسمان وزمین کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اسی قدیمی چرخ کی نئی اداؤں اور سیاروں کی نئی چمک اور فلک کے موسمی بہار زندہ کرنے کو مجازاً نئی صورت زمین وزمین پیش کر رہی ہے۔  
آسمان فضا کے تکرار و صفائی اور تغیرات کو شعرا برابر زمین و آسمان کہا کرتے ہیں۔  
نظامی فرماتے ہیں۔

زستم ستوران دران بہمن و ہشت  
زین شش شد و آسمان گشت ہشت

لوکب :-

بام پر پڑھنے کے ابر کو دیکھا  
ایک نیا آسمان نظر آیا

باقی اس کشف کے آخری الفاظ آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۶ سے جو الفاظ نقل کر کے اس کی شرح بتانا چاہا ہے۔ وہ محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ بنیاد اعتراض راہتخی فی المقام عین اللہ و تیقنت انتی ہو ہے کہ اولاً دعویٰ خدائی اور اس کا یقین تمام جب تک اس سے ثابت نہ ہوں کوئی تاویل قبول نہیں (زمین و آسمان کے تکرار ملاتے رہیں)۔

باقی مختار مدعا علیہ کہنا کہ دریں شاید مختار مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کر کے عدالت کو مغالطہ دینا اس کو ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے کہ اس کے فہم کا قصور ہے مثلاً اعتراض ہی یہ نہیں بلکہ دعویٰ خدائی کا اور پھر زمین و آسمان پیدا کرنا۔ یہ تشریح دعویٰ خدائی اور اس کے یقین سے غیر متعلق ہے۔

رہ گئی ثقہ شاہد کی حیثیت اس کے واسطے میری بحث کا جہیز تک گواہان مدعا علیہ کا پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی بحث سے کاپی حینا مات تاکہ مدعا علیہ کے گواہوں کی حیثیت اور عدم ثقہ ہونا واضح ہو جائے۔

باقی تیسرے نمبر کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے دوسری کتابوں میں خدا کو خالق ارض و



سمانا ہے محض بے کار ہے۔ کیونکہ ان بزرگوار کی عادت ہی درجی باتوں کی ہے کیا حمامۃ البشریٰ میں مدنی نبوت ہمہ کثرت نہیں بھی اور دعویٰ نبوت کو کفر نہیں بتایا۔ اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں انہیں دجال قرار نہیں دیا۔

پھر اس کے خلاف بھی سب کچھ کہا۔ مثیل مسیح کا دعویٰ بھی ہے انکار بھی پوری تفصیل میری بحث سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی ایک لسٹ درج ہے ان مغالطہ آمیز اور متعارض مخلوط باتوں سے ایسا انداز ہونا کجا مرزا صاحب کے معیار پر دجال ہونا لازم آئے گا۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت۔

### اللہ تعالیٰ کو تیندے سے تشبیہ ۲۔

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب سراسر مغالطہ ہے۔ تیندے سے تشبیہ کا اعتراف نہیں نہ تمثیل سے اس کا کوئی علاقہ ہے۔ عقیدہ تغلیث کا ہیڈنگ ملتا ہے اور یہ ہیڈنگ در عقیدہ جمیست مل کے تحت میں ہے محل اعتراض صرف ابتدائی حصہ ہے۔ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیریں عرض طول رکھنا ہے۔“

اور خصوصیت سے آخری فقرہ عرض و طول رکھتا ہے۔ قابل غور ہے کیونکہ عرض و طول خدا کی شان کے سراسر خلاف اور خواص جمیست سے ہے۔ اس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے باوجود طول و اطال بحث کرنے کے ایک حرف نہ کہا اور گویا اس الزام کو اپنے اس رویہ سے لاجواب تسلیم کر لیا۔ لہذا غیر متعلق امور کا جواب دینا حالاً مفسد نہیں نہ عدالت ہی اتنا وقت دے سکتی ہے ورنہ اس جواب کی ہر سطر اپنے اندر ایک اوکھا مغالطہ رکھتی ہے جو اہل فہم پر مخفی نہیں۔

### رہنما عاجز

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں لاجواب ہو کر اپنی طرف سے منکھڑت استدلال گھڑ کر جواب کی لامحالہ سچی کی کہ ”مختار مدعیہ نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔ اور اس امر کے لیے ایک فارسی شعر بڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ جنوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہ لفظ فارسی ہے۔ الی آخر۔ حالانکہ مختار مدعیہ کے بحث میں یہ دوسرے نمبر کے ہیڈنگ کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جس کا عنوان شرک فی الالہام ہے۔“

اور بحث یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و اسماء سب لاشریک ہیں اور ہونے یا ہونے نہیں

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے خدا کا ایک یہ اسم تراشا ہے جو ناجائز اور شرک فی الاسلام کے مراد ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے لغو حیلہ ہے کیونکہ توفیٰ اور خلعت وغیرہ کے معنی کے واسطے سیکڑوں لغات دیکھی جاتی تھیں اس کے واسطے ایک لغت بھی نہ دیکھی۔ عربی میں یہ لفظ ہاتھی دانت کے واسطے صرف حقیقتہً استعمال ہوا ہے اور اگر عربی کی توفیق نہ ہوئی تھی تو بوستان کا شعر ہے

ہستے دیدم از عاچ در سومات

مُز صغ جودر جاہلیت منات

پڑھ لیا ہوتا یہاں بھی اسی عربی ہاتھی دانت کے معنی میں مستعمل ہے الخ۔

نہ اس میں اس لفظ کو فارسی بتایا ہے نہ عربی کی الصفات ثابت کیا ہے۔ ہمارا مدعا تو بہر طور حاصل ہے یہ لفظ فارسی بنائے یا عربی مصلح ہو یا باصفیٰ مستثنیٰ ہو یا جلد اللہ تعالیٰ کی ذات پر بلا تشریح علیہ السلام ہے ثبوت کے بولنا جائز نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے اسما ترقیعی ہیں۔ جب تک شرع میں اس کی استعمال کی تصریح نہ ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور بالخصوص اسما مضافیہ میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ اسما باری تعالیٰ توفیقی ہیں کوئی فردی مسئلہ نہیں بلکہ اعتقادی مسئلہ ہے ملاحظہ ہو گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ رباب سماء نونیؒ ہیں امام عبد الوہاب شافعیؒ کا ارشاد ”المبحث الخامس عشر فی وجوب اعتقاد ان اسماء اللہ تعالیٰ توفیقیۃ فلا یجوز لنا ان نطلق علی اللہ تعالیٰ اسماً الا ان دردد فی الشروع۔“

(ایضاً نیت والجر اہرمجہد)

یعنی بعد ہوئی بحث اس بیان میں کہ اعتقاد اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کے اسما توفیقی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بھی اسم استعمال کرنا جائز نہیں جب تک وہ شرع میں ثابت نہ ہو۔ پھر سے مدلل بیان کیا ہے۔ اور اسی متن میں ”و للہ الا اسماء اللہ“ کی یہ تفسیر کی ہے کہ ”یعنی الواردة فی الکتاب والسنۃ“ یعنی خدا تعالیٰ کو انہیں اسما حسنی سے پکارو جو کتاب و سنۃ میں آئے ہیں۔

لہذا شرک فی الاسلام بدستور باقی رہا اور یہ استدلال بھی لا جواب ہی رہا اس کے بعد عقار مدعا علیہ نے اس کے عربی سے ماخذ نکال کر چاہا ہے مگر اولاً تو یہ گزارش ہے کہ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ معنی معلوم نہ ہوئے اور گواہ اس میں معنی ڈال رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کے پیش کردہ معنی واجب درست ہوں گے کریمہ بالتشدید ہو۔ عائشہ یا عاچہ دایع کی طرح ہو حالانکہ اس کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ ظاہر عاچہ ہے جو جلد معنی ہاتھی دانت ہے اور کوئی بھی معنی لکھنے اس کا اطلاق بلا اذن شرع درست ہی نہیں اور شرک فی الاسلام کا اعتراض خصوصاً جب کلمہ سے عربی مائیں۔ اور بھی اٹل ہے۔

(۵)

## انت مئی بمنزلہ توحیدی و تقریدی

یہاں بھی نقل استدلال میں مبالغہ و مبالغہ اس کا عنوان ادعائی یکتائیت سے یہاں ہرگز یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو توحید و تقرید میں شریک کیا۔ یہاں تک یہ لاٹال کا باب قابل توجہ رہا یہاں تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا صاحب نے آپ کو مندرجہ الذکر کی توحید و تقرید کے قرار دیتے ہیں یعنی اس طرح اس کی توحید و تقرید یکتائیت مرزا صاحب بھی یکتا ہیں پھر صرف اس کو توحید نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے موید اور قرآن ہیں مثلاً انت مئی بمنزلہ لا یملک الخلق اربعین برس

لا مجھ سے ایسے مرتبے پر ہے کہ ساری مخلوق اسے نہیں جان سکتی۔ مرزا صاحب کی اربعین برس کی تشریح جو لوگوں کی گرت کے بعد گھڑی ہے اور بھی قباحت و دہالہ ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی توحید و تقرید اس کی ذات سے غیر نہیں بلکہ عین ہے تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب میں ذات باری کی طرح ہو جائیں پھر بڑا سوال تو یہ ہے کہ اگر مخلوق کے واسطے یہ استعمال جائز تھا تو کسی اور نبی حتیٰ کہ سید المرسلین علی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرمایا۔

تینوں فقروں کو اربعین برس ۲۵ جس حوالہ سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں جو واضح قرینہ ہے۔

(۱) انت مئی بمنزلہ توحیدی و تقریدی - انت مئی بمنزلہ مری۔

انت مئی بمنزلہ لا یملک الخلق۔

اس سے صاف واضح ہے کہ اپنی نہ صرف یکتائی بلکہ وہ مرتبہ ثابت کر رہے ہیں جو مخلوقات کے علم سے بالاتر ہے یہ خدائی ملک پہنچنے کا تیرا زینہ ہے بتدریج دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت دوسرے دعاوی میں ہے۔  
باقی مرزا صاحب کی کتب میں توحید کے تذکرے بھی ہیں اور شرک کے بھی ان کی عادت ہی متضاد بیانی کی ہے جس کے نمونہ کے لیے بحث میں ایک لسٹ دے چکا ہوں نیز جو جرح میں مفصل مذکور ہیں۔

(۶)

## انت اسمی الاعلیٰ

یہ الہام بھی اربعین برس ۲ سے نقل کیا ہے مرزا صاحب نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ”اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا غلام احمد اللہ کا سب سے بڑا نام ہے یعنی اسم ذات اللہ سے بھی بڑا پس جو شخص اپنا نام خدا کے تمام ناموں حتیٰ کہ اللہ سے بڑا سمجھے لا الہ الا اللہ پر کیا ایمان رکھ سکتا ہے؟۔  
باقی یہاں اسم اعظم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جس کے کیلئے متضاد عامل نے تریاق القلوب کی تشریح پیش کر کے مفاد اللہ

دینے کی ناجائز سعی کی ہے ان مغالطوں سے جواب نہیں ہونا اور نہ اسے کوئی عقلمند جواب قرار دے سکتا ہے الحمد للہ کہ اب تک مختار مدعا علیہ نے ہمارے پیش کردہ پوائنٹ میں سے ایک کو بھی چھوڑا نہیں اور ان شاء اللہ کبھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔

(۷)

## انت منی بمنزلہ لا یعلمہا الخلق

یہ فقہ ادا عادیث انت منی بمنزلہ تو حیدری و تہیدی کی تائید میں ذکر کیا گیا ہے مستقل کوئی عنوان نہیں دیدہ و دانستہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختار مدعا علیہ نے غیر مرتب جواب دینا شروع کیا ہے تا کہ اصل مدعا ضبط ہو جائے اور یوں مغالطہ کی تکمیل ہو سکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے خود مرزا صاحب کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے تو وہ مقام و مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی (اربعین)۔۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ یہ ترجمہ بھی ملایا لیجئے کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری تو حید و تہید پھر یکتائی کے ادا کے ثبوت میں کوئی کمی رہ جاتی ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کی توحید کی طرح سمجھتا ہو وہ بھی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پر ایمان دار شمار ہو تو پھر کافر کون ہوگا۔

بریں عقل و دانش بباہر گریست

(۸)

## انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون

یہ ایک کھلا ہوا شرک تھا اور اس کے بعد ناممکن تھا کہ مرزا صاحب کا ایمان لا الہ الا اللہ پر ہو سکے اس لیے حسب عادت اس کو دلانے اور اس میں دیدہ و دانستہ مغالطہ ڈالنے کی ناکام کوشش مختار مدعا علیہ نے تم کر لی مگر الحمد للہ جواب تو کیا ہونا نامطلوبی ہی رہی۔

مختار مدعا علیہ نے عدالت کے رد پر یہ الہام شرک فی الامر کے تحت میں پیش کیا ہے اور مدارا اعتراض انما امرک ہے یعنی کن کی امر کی سوائے اس کے کوئی شان۔ ہونا کہ سب بھی وہ کسی بیزار ہونا چاہے اور کہے کہ ”ہو پس وہ فی الفور ہو جائے“ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص خصوصیت ہے اس میں کوئی نبی ولی مرسل ملائکہ شریک نہیں کسی کو شریک ماننا شرک فی الامر و التکوین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولما الخلق والامر پیدا کرنا اور امر کا مالک ہونا صرف اس کی شان ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون اور اس آیت اور اس کے ترجمہ و مطلب کا مختص ہونا ذات الہی کے ساتھ جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے وہ لکھتا ہے کہ کن فیکون کے کامل اقتیارات کہ جس بات کا ارادہ

کسے وہ فی النور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (یعنی مرزا صاحب) حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو پس ساتھ ہی ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے (جنگ مقدس ص ۱۱) جب کہ اس آیت کا مضمون و ترجمہ باری تعالیٰ سے مختص رہا تو یہی مضمون کی اور کے واسطے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اقرار کرنے کو یہ صرف خدا ہی کی شان ہے سب سے پہلے استفتاء سے یہ پیش کیا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن ینکون۔ استفتاء ص ۸۶ یہی مترجمہ اس سے قبل حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵ پر بھی ہے اس سے پہلے براہین احمدیہ وغیرہ میں بھی یہاں گواہ مدعا علیہ نیز مختار مدعا علیہ نے اسے شرک تو تسلیم کر لیا ہے صرف اپنی طرف سے یہ (ناجاوڑ) تاویل کرتا ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ مراد ہے اور ضمیر (ک) خطاب خدا تعالیٰ کی طرف ہے ملاحظہ ہوں الفاظ گریہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بالکل صحیح تھا چنانچہ وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی ص ۱۱ میں ہے۔ الی قولہ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی النور ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو مختار خطاب ہیں وہ بحباب الہی کے متعلق ہیں الخ اس کا شرک اور مختص بحباب الہی ہونا ماہر النزاع نہیں بلکہ اس کی شرح یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ اس ضمیر سے خود باری تعالیٰ مراد ہیں۔

مرزا صاحب کی براہین احمدیہ حصہ پنجم جس کو مرزا صاحب نے ان تمام قابل اعتراضات الہامات و نشانوں کی تشریح کے لیے لکھی ہے اس میں تشریح و تصریح فرماتے ہیں کہ اس الہام میں میں خود مراد ہوں اور یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ اب جب مصنف نے خود اس الہام کی تشریح کر لی اور اس کے ساتھ مختص کر لیا اور ضمیر خطاب سے اپنے آپ ہی مراد لے لیا۔

نیز گواہ مدعا علیہ نے بھی بحجاب جرح ۲ مارچ ۱۳۳۳ء تسلیم کر لیا کہ "لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔"

پس ثابت ہو گیا کہ وہ خصوصیت الہی جو صرف الٰہی کو زیبا سے جس کی تعمیر۔ انما امرک اذا اردت شیئاً ان یتقول لہ کن ینکون۔ یا انما امرک الخ ضمیر غائب یا متکلم سے خدائے اپنی کامل اختیار کے اظہار کے لیے قرآن پاک میں اختیار فرمایا جسے گواہ اور مختار مدعا علیہ نے بھی استفتاء کے اندر ضمیر خطاب سے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص قرار دیا اور مرزا صاحب کو شرک سے چھاننے کے لیے جھوٹی تاویل کی۔

مگر مرزا صاحب نے تشریح اپنے واسطے ثابت کر کے ایسا اٹل اقراری شرک تسلیم کیا ہے جس کا جواب قیامت کی صلیح مرزا صاحب یا کسی مرزائی سے ناممکن ہے۔ اس سے یہ امر بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا اعتراض اسی استفتاء یا حقیقۃ الوحی اور براہین یا یہاں بھی یہ الہام ہے اس پر ہی ہے براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۸۔

مختار مدعا علیہ یا اس کے شاہد کی انکھی طبع زاد تاویل کو باطل کرنے کے واسطے پیش کی ہے تاکہ توجیر الغول بمالایر منی بد قائلہ - اور مدعی سمیت و گواہ چریت کا نظارہ ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ اس بحث کا ابتدائی حصہ کس قدر بد معنی ہے -

## اولیاء اللہ پر صریح بہتان

باقی اولیاء اللہ اور مقربان باری تعالیٰ (ہمارا شہر ان کے ساتھ فرمائیں) کبھی کن کہیں اور وہ چیز باذن یا حکم الہی بچائے یا کوئی نبی مرد کو تم باذن اللہ کہے اور وہ زندہ ہو جائے وہ بطور کرامت یا اعجاز کے احیائے دائمی نہیں مذہب معنی ہیں کہ اس امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہیں کہ جب ہی وہ کسی چیز کو چاہے ہو جائے اور کہے کہ ہو جائے وہ فی الفور ہو جائے۔  
انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون  
اور یہ کامل اختیار کس کے امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہ ہو خدا ہی کے لائق ہے کوئی اس میں اس کا شریک نہ ہو۔  
بد قسمتی سے مختار مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے بحث کے مندرجہ ذیل کو تیش (Quotation) ملاحظہ ہوں۔

- (۱) کہ کن فیکون کے لیے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا کو حاصل ہے - الخ (محوالہ ہنگ مقدس صفحہ ۱۰۵)
  - (۲) یاد رکھنا چاہئے کہ جو تکون کشتگان محبت الہی سے صادر ہوتی ہے اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکوین میں فرق ہے ایسے انسان کا کن کہنا ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا الخ۔
  - (۳) ”اذا ارادت شیئاً سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہر وقت مقربان بارگاہ الہی کو یہ مقام دیا جاتا ہے۔“
  - (۴) ”پس اسی طرح کامل انسان کا کن دائمی طور پر نتیجہ نہیں کرتا بلکہ الخ۔“
- اس کامل طور پر اور دائمی کے مقام حاصل ہونے کی تعبیر بتصریح مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ہے ملاحظہ ہو کو تیش (Contraction)
- محوالہ ہنگ مقدس ملکی انما امرہ یا انما امرنا یا انما امرک کے اضافہ کے صرف کسی کے کن کہنے سے کسی چیز کا کبھی ہونا دائمی اختیار تکوین اور مقام تکوین حاصل کرتا نہیں کہلاتا بلکہ انما امرک اذا ارادت شیئاً کے صرف اتنا لفظ ہوگا کہ نقول للشیء کن فیکون -

خلاصہ یہ کہ اعتراف صرف ان الفاظ اور اس کامل اختیار پر ہے جو انما امرک اذا ارادت شیئاً میں جو خدا کے سامنے مقصود ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ الخ انما امرنا اذا ارادنا شیئاً ان نکون لہ کن فیکون (قرآن حکیم)۔

پس مرزا صاحب کی عبارت والہام میں بعینہ وہ تعبیر ہے کہ انہما امرک اذا اردت شینا ان تقول لہ

کن فیکون (بحوالہ، سبق)

مگر حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ عنہ ان کے طریقے پر چلائے کی عبارت میں متفقہ قابل اعتراض دائمی اور کامل مقام تکوین پر دلالت کرنے والے خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مفرد فقرہ انما امرک اذا اردت شینا کا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ وہاں تو صرف بطور کرامت کبھی کسی کے یہ صرف نقول للشی کن فیکون ہے (ملاحظہ ہو فتوح الغیب مقالہ ۳۱)۔

اسی طرح علم الاشراف مطبوعہ ایران کی ص ۱ کی جو طول لا طائل عبارت پڑھی اس میں کہیں بھی انما امرک اذا اردت شینا کا شاہدہ تک نہیں اس میں صرف یہ لفظ ہے پس وہ خدا کے نور کو نفس اشارہ کرتا ہے پس وہ چیز اشارہ سے موجود ہو جاتی ہے کسی کے اشارہ سے مخصوص حال میں بطور کرامت کسی چیز کا ہو جانا اور چیز ہے اور یہ کامل اختیار دائمی ملنا کہ انما امرک اذا اردت شینا ان تقول لہ کن فیکون اور بات ہے ان مقدس و مقربان الہی کی عبادت سے یہ مطلب سمجھنا مدعا علیہ کی قلت و رائتہ کی کسلی نشانی ہے اور اولیاء اللہ کو بلا وجہ ہدف ملامت بنکر اپنی عاقبت بگاڑنا ہے اور وعید من عادی ولیا فقد اذنتہ بالحراب کا مصداق بن کر دنیا و آخرت کا دائمی خزانہ خرید لیا ہے۔

جو بشتوی سخن اہل دل ملکہ خطا است

سخن شناس نہ دبر خطا اینجا است

مگر ایسی جماعت سے کیا بعید ہے جو حضرت سید الطائفہ کو عیاذ باللہ مرزا صاحب کے مقابل اس قدر ذلیل سمجھتے ہوں کہ۔

سرچشم بنائے تیری خاک پا کو

غوث اعظم شہ جیلان رسول قدنی (رسالہ مولانا محمد الیاس برنی فاروقی)

رسول قدنی کے وزن پر مرزا صاحب رسول قدنی ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہے کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر عی الدین جیلانیؒ مرزا صاحب کے پیر کی خاک سرسہ کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ استغفر اللہ باقی رہا (رسالہ برنی) ہمارا عقیدہ تو بالفاظ آقاؐ کے کائنات صلعم یہ ہے کہ دہ مغیرہ فریغ۔ بالا لبوا حب لہوا قسمہ علی اللہ

سعدی - خاک سازان جہاں را بحقارت منسگر  
 تو چہ دانی کہ درین گرد سواست باشد  
 در بہاراں کے شود سر سبز سنگ  
 خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ  
 مردان خدا خدا نباشند  
 لیکن ز خدا جدا نہ باشند

### انبیاء کرام پر بہتان

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکارِ دو عالم صلعم کے کچھ معجزات بھی اسی مرزا صاحب کے شرک کی تائید میں نقل ہیں۔ الحیاذ باللہ شعر العیاذ باللہ کہاں معجزات جو اپنے اختیاری نہیں بلکہ باذن اللہ ہوتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ما کان ان یأتی بآیتہ الا باذن اللہ اور کمال مالک امر و ارادہ کن فیکون ہوتا۔ لہٰذا یہ صرف اسی کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی گند سے گندا عقیدہ یا الہام یا واقعہ مرزا صاحب کا پیش کیا جاتا ہے تو فوراً وہ کسی نبی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی غیرت اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ غلامی کو مجروح کرنے کے واسطے آفاقی دوجہان جاسے ماں باپ اُن پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے چسپان کرتے ہیں مگر ادب ہم یہ کہتے کہ مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتے

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے  
 مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

اور اگر احتیاط نہ ہوتی تو ستارچ کے خود ذمہ دار ہیں

ہم اس کے متعلق صرف اتنا واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ مقربان الہی قطبِ نبوت ابدال اور العزم انبیاء کرام حتیٰ کہ اللہ کے پیارے حبیب سید الاولین و الآخرین خاتم النبیین رحمۃ اللعین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں بلکہ بیستہزار شوقِ عادت کرامات معجزات صادر ہوئے۔ جس مخلوق سے جو کہا وہی ہوا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے کسی نبی رسول ولی قطبِ نبوت کو یہ نہ فرمایا کہ انا امرک اذا اردت متنبیان تقول لہ کن فیحکون۔ ساری دنیا میں ایک نظیر نہیں مل سکتی کہ انا امرک اذا اردت متنبیان الخ خدا کے سوا کسی کے واسطے استعمال ہوا ہو۔ یا خود خدا نے کسی کے واسطے کسی الہام یا کتاب یا صحیفہ میں فرمایا ہو۔ یہ ایسا کھلا ہوا مشرک اور کفر ہے کہ اگر ایک بھی کفر یہ نہ ہو تو بھی صرف یہ ہی ایک وجہ ان کے لا الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی آفتاب سے زیادہ روشن و بین دلیل ہے ان اقوال و الہامات کے بعد دعویٰ اسلام کیونکر باور ہو سکتا ہے



ہرگز مبادی اید ز روئے اعتقاد  
ایز ہمہ با گفتن و ایز ہمہ داشتن  
شیطان اور دجال نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند نہ کیا کہ یہ الہام تراشے کہ خدا نے مجھے فرمایا انما امرک الخ۔  
فاعتبروا یا اولی الابصار

### (مدعا علیہ کی قابلیت)

ایک جگہ اسی بحث میں یہ بتایا ہے کہ یہ تفسیر شرطیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مہملہ ہے جو فقرہ میں جزیرہ کے ہوتا ہے اور اکمال شرح مسلم کے حوالہ سے (إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا) الخ کی عبارت سے استدلال کیا ہے اولاً یہ خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ مہملہ انصاف امر کے پراعتراض ہے نہ کہ صرف اذا اردت پر اور مثال صرف اذا احب کی ہے دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ منطلق اہل فقہ میں بھی وہی مغالطہ دیا جو مذہب میں کیونکہ ہمارے مدارس عربیہ کا ادنیٰ طالب علم مبتدی بھی جانتا ہے کہ اذا سے قبل انما آنے سے کیونکہ بنجاتا ہے اور ایک نظیر بھی اس کے مہملہ ہونے کی نہیں مل سکتی۔ فیما۔۔۔۔۔ للعجب دلغیعة الادب۔

نیز مطلق کا کوئی ابتدائی رسالہ صغریٰ مرقات بھی دیکھی جاتی تو معلوم ہو جاتا کہ تفسیر مہملہ محصورہ طبعہ وغیرہ اس تفسیر کے اقسام ہیں۔ جن کا موضوع کلی ہو اور بیان موضوع امر کے جزئی اور شخصی ہے یہ مہملہ میں مندرج بھی نہیں ہو سکتا۔

(۹)

## مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونا

(۱)

مختار مدعا علیہ کے جواب کا خلاصہ -

- (۱) اس بیگونی کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں۔
- (۲) آپ کو تحفہ گولڑویہ میں غلے نے آدم کی مثل کہا ہے اور حدیث میں ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہے۔ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ لہذا مرزا صاحب گویا کہ خدا کے مشابہ ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب آدمؑ کے مثل ہیں اور وہ اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے ہیں۔
- (۳) میکائیل کے معنی چونکہ خدا کے مانند ہیں اس لیے تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رو سے میکائیل فرشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ مشرک قرار پائیں گے۔
- (۴) پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خدا کا آنا قرار دیا گیا چنانچہ استثنا ۳۳ کی بیگونی کہ خدا فاران پر ظاہر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی گئی چنانچہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان سرسید الخ وغیرہ وغیرہ نے یا ہے۔ (مقبول و مسلم کا لفظ خلاف ضابطہ ہے)۔

جواب

- (۱) اول کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ کہ ”میں خدا کے مثل ہوں“۔ اگر مرزا صاحب نے نہیں فرمائے تو یہ ان سے پوچھیں یہاں تو مطلب واضح ہے۔ کہ ”اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل لکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند الخ۔ حاشیہ اربعین ص ۵۷
- اب مرزا صاحب اپنا نام دانیال کے حوالہ سے میکائیل بتاتے ہیں اور اُس کا معنی خود ہی خدا کے مانند کہتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود کو خدا کے مانند ہونا بہت پسند ہے بلکہ دعویٰ ہے۔
- دہلیہ امر کی میکائیل کے معنی عبرانی میں یہ ہیں اس کے واسطے یہ گزارش ہے کہ نہ تو مرزا صاحب عبرانی جانتے تھے نہ مختار مدعا علیہ عبرانی کجا مرزا صاحب باوجودیکہ سلطان القلم اپنی جماعت میں مسلم ہیں اور اردو یہ ہے کہ حیفہ کی آمدن ہونے والی ہے۔

البشریٰ مج ۱۳۳ - ۳

اور عربی بالخصوص قصیدہ العجازیہ کی علاوہ بے شمار عربی نحوی غلطیوں کے یہ ہے

۱۔ انا حسین فاذا کروا دمنت کربلا ۔۔۔۔ الخ (قصیدہ العجازیہ ہے دلی ہذا القیاس اور زبانیں۔ چونکہ مجھے غیر متعلق امور مختار مدعا علیہ کی طرح ذکر کر کے طول دینا نہیں درز کئی ہفتاسی پر ہو سکتے ہیں۔

البتہ مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ اقرب الموار کا پیش کر دیا ہے۔ جس کی تحقیقت واضح کرنا ہے

جواب یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ایمان کا حوالہ پیش کرتے تو ہم بھی دیکھتے۔ ایک متعصب عیسائی کا جدید حوالہ پیش کر دیا کیونکہ یہ عیسائی کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ ہوا اکتفاء الفتوح عما ہو مطبوع ۳۲۹ اور یہ اصول گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے۔ کہ لغت زبانی محاورات کا نام ہے۔ لغت اور ڈکشنری کی کتابیں چونکہ اپنے اپنے عقائد کے تحت میں لکھی جاتی ہیں۔ لہذا جب تک کوئی مسلم شاعر محاورہ و خبر کا حوالہ پیش نہ ہو صرف کسی لغوی کا لکھنا معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ علیہ ۔۔۔۔۔ اور یہاں کوئی شعر وغیرہ کی سند نہیں لہذا لغو باطل ہے۔

نیز۔ محمود نصاریٰ نے اس قسم کے تشابہ الفاظ خدا۔ ابن۔ اب وغیرہ کا عبرانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے تخیل فاسد کی بنا پر سخت دھوکہ کھایا ہے۔ اور ان کی اتہما اکثر انہیں لوگوں پر ہے جن کا معنوں کے ہیر پھیر سے گمراہ کرنا اور کلام الہی میں تحریف کرنا ایک پسندیدہ فن تھا اور محبوب شیوہ تھا ملاحظہ ہو بیضاوی صفحہ ۱۱۲۔۔۔ بحر فون الکلم عن مواضع الخ معہ تفسیر۔

بخلاف اس کے مسلمانوں نے ہرگز یہ معنی قبول نہیں کئے۔ بلکہ عبرانی صحیح معنی لئے۔ کثرت حوالیات موجب طوالت ہیں۔ میں صرف اسی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جسے مختار مدعا علیہ بار بار بڑے القاب اور شدو مد سے پیش کرتا رہا ہے۔ کہ میکائیل کے معنی عیہ اللہ کے ہیں۔ بلکہ اصول باندھا کہ جس کے آخر لفظ ایل ہو اس سے مراد خدا کا بندہ ہی ہوگا۔ اور قول بھی ایسے مسلم بزرگ کہ ہے جو تمام امت میں جبر الامت تصور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمزادہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے متعلق اللہ علیہ السلام کتاب والحکمۃ کی بشارت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے کے اہل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ص ۱۳۱)۔ اخذ ہوا ابن جریر من طرق حکومتہ عن ابن عباس قال جبریل عبد اللہ ومیکائیل عبد اللہ وکل اسم فیہ اهل فهو عبد اللہ الخ یعنی ابن عباس نے فرماتے ہیں کہ جبریل کے معنی عبد اللہ اور میکائیل کے عیہ اللہ ہیں لہذا یہ معنی مرزا صاحب اور مختاران مدعا علیہ کی نادان فنی یا محافلہ پر مبنی ہیں ورنہ خدا کے کلام میں میکائیل کے ہرگز یہ معنی نہیں بلکہ عیہ اللہ کے ہیں۔ یعنی خدا کا ادنیٰ بندہ اس سے مت کا بھی جواب معلوم ہو گیا کہ تمام مسلمان با اتباع حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ دین و بورگان اسلام میکائیل معنی خدا کا ادنیٰ بندہ قرآنی رو سے سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں۔

البتہ بعض لوگ عیسائیوں کے اتباع میں میکائیل کو خدا کی مانند یا خدا سے بھی بڑھ کر سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ میکائیل کجا مخلوقات میں کوئی بھی سچی کہ اشرف المخلوقات باعث الکل سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خدا کے

مثیل نہیں۔ ایسے کمنشلہ شئی۔ لاقتصر جوا۔ اللہ الا مثالی۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تظنونی کما ظنرت الیہود و النصارى الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کی طرح مبالغہ مدح کو وصال کے وقت تک سختی سے رکھے جواب :-

(۲) تحفہ کوڑوید کا سوالہ اڈیشن اول کا جو ختم اور نایاب ہو چکا صرف مختار مدعا علیہ کو تنگ کرنے کے واسطے دیا گیا۔

اب ہم وہ اڈیشن کمال سے لائیں اور باوجود تلاش کے اس موجودہ اڈیشن میں اس کے قریب قریب بھی مدعا مگر ہم ان کی خاطر تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں۔ کہ مثیل آدم ہونے سے خدا کے مثل کیونکر ہو گئے اور اگر اپنے اس الہام سے خدا کے مثل سمجھتے ہیں تو اور اچھا ہے یہی ہمارا مدعا ہے ملاحظہ ہو جو بھی الہام تراشتے ہیں وہ مشرک نہ۔

باقی رہا حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورۃ ہمارے آقا و مولیٰ مدنی تاجدار محبوب کر دگار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے سر آنکھوں پر مگر یہ دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسے آقا سے نکلے غلاموں سے جوڑنے والے کو پناہ نہیں دے سکتا۔

کاش کسی محدث کی کشف برداری کا فخر حاصل ہوتا تو اس کی نورانیت سمجھ میں آتی یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو تمام مخلوق کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے۔ اس حدیث پاک صاحب ولایت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانی بخش تحقیق تو بعد میں پیش ہو گی اولاً ان بزرگ کا سوال پیش کرتا ہوں جن کی محض کرامت سے گواہ مدعا علیہ انہیں مسلم مان گیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک مطلقاً مسلم صرف مرزا صاحب اور ان کے ہر دو خلفاء ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ علیکم تاریخ ۱۹۳۳ء میں ابن عربی مجدد الف ثانی امام عبدالوہاب شمرانی وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ ہاں مسلم بزرگ ہیں کتاب البیواقیۃ والحواسر۔ ص ۱۱۸ مصنفہ حضرت العلامة امام عبدالوہاب شمرانیؒ فان فی الحدیث تا فاہم یعنی حدیث میں کہ خدا نے ہر ایک مخلوق کا ایک نقشہ عرش کی ساق میں قبل پیدائش کھینچا جس صورت پر اسے پیدا کرنا تھا پھر آدم کو اسی صورت پر جو اپنی پہلی کھینچی ہوئی تھی آدم کو پیدا کیا اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو اسی میں ارشاد ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورۃ یاء علی صورۃ الرحمن۔ یعنی آدم کو اللہ نے اسی صورت پر پیدا کیا جس کو عرش یا لوح میں قبل پیدائش آدم کو کھینچی تھی۔ درباری تعالیٰ و تقدس کی کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ وہ تمام مخلوق سے جدا گانہ و لگانہ ہیں تعالیٰ اللہ عما یعقول الضالون علوا کبیرا۔ پس آدم خدا کی صورت پر نہیں بلکہ اس کی تجویز کی ہوئی صورت پر پیدا ہوئے پھر بعض مفسرین حدیث نے ضمیر آدم کی طرف پھیری ہے یعنی آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا جو کہ ان کے نمایاں شان تھی اور تمام مخلوق سے ممتاز۔

مگر اہل اللہ کی یہی رائے ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا جس کے یہ معنی کہتے ہیں کہ اپنی مرغوب و پسندیدہ و برگزیدہ شکل پر۔ اور فرماتے ہیں کہ جہی تو خواب میں باری تعالیٰ کی زیارت سوائے انسانی شکل کے اور کسی شکل

ہیں نہیں ہوتی حالانکہ درحقیقت ان کی کوئی بھی شکل نہیں نیز اپنی طرف باری تعالیٰ انسانی اعضاء کا نام بوجہ محبوب ہونے کے منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی ذات اس قسم کے اعضاء اور ان کی مشابہت و کیفیت سے پاک ہے قال اللہ تعالیٰ دینہنی وجہ دیک - ید اللہ ذوق اید یہم یوم یکشف عن ساق - وغیرہ وغیرہ۔

ہی پر ہمارا ایمان بلا تفصیل کیفیت ہے کیونکہ اُن کی شان لا نظیر لہ ولا مثال لہ - ولا ضد ولا ند - سبحانه ما اعظم شأنہ لا یحد ولا یتصور ہے چونکہ یہاں اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے طول نہیں دیتا صرف یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ مصلحت نیست کہ ان پر وہ برون افتد راز ، دورہ در محفل زندان خیرے نیست کہ نیست

جواب :-

(۴) باقی پیش گوئی میں خدا کا فاران پر اترنا اولاً انجیلی اصطلاح میں خدا و خداوند کا نظیر برابر نبی کے معنی میں متعل ہے اور ترجمہ میں وہی تحریف منسوی متحقق ہے۔

فاران پر خدا کے اترنے سے اس کی وہ تجلیات خاصہ اترنا مراد ہیں جو کسی نبی کے وجود سے اترتی ہیں۔ چنانچہ کہ کوئی کہے کہ طور پر خدا اترایہ ہرگز مراد نہیں وہ نبی خدا یا خدا جیسا ہو گیا نہ کسی نے یہ مطلب مشرکانہ لیا نہیں پیش کردہ حوالہ جات کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے بجا خدا کا کوئی علاج نہیں من یود اللہ بلہ خیراً یفقتہ فی الدین ۔

پس مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونے کا خیال بھی گویا لا جواب اور مسلم ہونے کے قریب لا جواب ہے۔ کیونکہ جو اس مشرکانہ بات کے واسطے اڑیں ڈھونڈتی تھیں اور تلاش کی تھیں۔ وہ سب بھرا اللہ بے نقاب ہو گئیں۔ باقی مرزا صاحب کے دوسرے عقائد اور تعارض باتیں نقل کر کے صفائی بے سود ہے۔

(لا جواب) انا نبشروا لعلامہ مظهر الحق والعلی وکان اللہ نزل من السماء

مختار مدعا علیہ نے دراصل میرا مفہوم ہی نہ سمجھایا سب عادت اپنے لفظوں میں اعتراض نقل کر کے جواب دے ڈالا۔ بہر حال میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب اسی قسم کا ہے جو بحث کے جواب میں لا جواب ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مختار مدعیہ کی بحث میں یہ الہام عقیدہ مثلیت کے تحت میں مذکور ہے۔ اور نوٹس میں اسی مسئلہ کی عقیدہ مثلیت کے تحت میں اولاً اس سے ماقبل کا حوالہ اربعین ہے اور پھر یہ حوالہ۔

اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا انا نبشروا الخ یعنی ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق و بزرگی کو ظاہر

کرنے والا ہو گا گویا ہو۔ ہو خدا آسمان سے اتر آیا۔ خدا کے ساتھ غیر خدا کو اس کے ہو ہو قرار دینا ہے جو کھلا ہوا شرک بلکہ شرک عظیم ہے۔ منشا اعتراض کا ان اللہ کا تشبیہی لفظ ہے جو کمال تشبیہ یعنی کسی کے ہو ہو دہی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ لفظ نزل اور نزول باری کی کیفیت و معنی پر۔ مختار مدعا علیہ نے اسی اعتراض لفظ کا ان اور تشبیہ بلیغ سے آنکھیں بند کر کے لفظ نزول کے معنی شروع کر دیے۔ کہ نزول سے مراد رحمت خداوندی کا نزول یا جلال و تجلی وغیرہ ہے۔ اور اس کے واسطے تبلیغ رسالت آئینہ کالات۔ مشکوٰۃ۔ حاشیہ مشکوٰۃ کے پانچ حوالے نقل کیے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کا ان کی تشبیہ کا اعتراض کردہ بیٹا وہ ایسا ہو گا جیسے ہو ہو خدا آسمان سے آگیا۔ مرزا صاحب سے اٹھا سکتے۔ یا اس کے متعلق کوئی بھی حوالہ دیتے۔ گویا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر اس کفر کو بلا ہون و چرا تسلیم کر لیا۔

کچھ اس اداسے کیا میں نے شکوۃ الحاد  
نگاہیں جھک گئیں ان کو نہ کچھ جواب آیا  
نوٹ ہے۔ چونکہ نزول کی بحث غیر متعلق تھی اس لیے اس کے متعلق مفصل ضرورت نہیں اگر تفصیل مطلوب ہو تو فتح الباری  
مدۃ القلہی شرح بخاری نیز نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱۱)

(لا جواب) متعلقہ نشان ۱۳۱ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵۔

اس میں بھی اسی قدیمی مغالطہ سے کام لیا ہے کہ اعتراض کچھ اور جواب کچھ یہ نشان بھی عقیدہ جمیعت کے ہیڈنگ کے تحت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور بتلایا تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خدا کی ذات و صفات میں جمیعت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل نشان ۱۳۱ کا الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نشان ۱۳۱۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تاخیر کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو پھر کا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ روشنائی آجاتی ہے تو اسی طرح بر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اسی وقت میاں عبد اللہ ننودی مسجد کے حجرے میں میرے پیر و بارہا تھا کہ اس کے رد و رد و غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گئے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے بھاٹنے کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھ گا اور شک کرے گا کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہو گا۔ مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ

میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

عبداللہ جو اس رویت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کمرہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جواب تک اس کے پاس موجود ہے تحقیقہ۔ (الوحی ص ۲۵۵) محل اعتراض خط کشیدہ الفاظ ہیں خدا کو خواب یا کشف میں دیکھنا محل اعتراض نہیں۔ بلکہ یہ کہ سرچی سے دستخط کرنا اور صرف یہ بھی نہیں بلکہ روشنائی پھر کنا اور روشنائی کا کپڑے پر گرنا پھر اس کپڑے پر عالم بیداری میں روشنائی کا باقی رہنا اور پھر اسے تبرک بنا کر اس عقیدہ سے رکھنا کہ یہ خدا کے قلم کی روشنائی ہے اور صرف خواب نہ سمجھنا۔ لا حول ولا قوت الا باللہ اعتراض تو تھا یہ اس کا جواب لا جواب سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا اور جواب یہ دے رہے ہیں کہ

”بطور تمثیل خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ہرگز قابل اعتراض نہیں“ پھر اس کی تائید میں بحر المعانی۔ اور سوانح مولانا ناتوی رضی اللہ علیہ۔ دو جدید کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں۔ جو نہ مسل پر ہیں نہ عدالت کے سامنے آئے مطالبہ پر بھی پیش نہ ہوئے جواب یہاں خواب میں دیکھنے پر اعتراض کیا ہے اعتراض تو روشنائی پھر کنا اور کپڑے پر پڑنے اور باقی رہنے اور تبرک بنا کر اس اعتقاد سے رکھنے پر کہ یہ خدای کی روشنائی پڑی ہے اس پر ہے جس کے ایک حرف کا ہی جواب نہ دیا بلکہ زبان پر بھی نہ لائے اور اسے بھی بالکل لا جواب مان لیا۔ درمیان میں اپنی عادت کے مطابق علماء دیوبند کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور ان کی جماعت پر ذاتیات کے حملے کیے ہیں جنہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ پھر غیر متعلق۔ نزول کے حوالہ مشکوٰۃ۔ قرندی۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ نیز رویت کے متعلق بحر الرائق بروایت۔ بحر المعانی کے پڑھے جن کے متعلق اپنی اپنی جگہ پر آئے گا مگر ان کا مقصد ان غیر متعلق اور اکثر جدید مسل کے باہر خلاف قانون حوالوں کی بھر مار سے مقدمہ اور مسل کو طول دینا اور مدعیہ کو بلا وجہ تنگ کرنا تھا۔ فالی اللہ الشہی۔

(۱۲)

## انت منی بمنزلہ ولدی

خلاصہ استدلال مضاردا علیہ۔ یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہے اصل ملاحظہ ہو۔ ۱۸ دسمبر ۱۳۳۵  
جو ایا گندارش ہے کہ میرا استدلال توڑ موڑ کر اپنے الفاظ کے رنگ میں ڈھال لیا تاکہ جواب مضابطہ کا دیکر لوگوں کو حسب عادت مغالطہ میں ڈال سکے حالانکہ یہ بھی انہیں اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب تاقیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔  
اور اس شریکہ بلکہ عظیم الشان ناقابل عفو جرم سے جب تک مرزا صاحب کی توبہ و رجوع غیر مشتبہ الفاظ میں نہ





اس لیے اُسے اور بھی شہود سے قرآن حکیم نے ذکر فرمایا۔ تکاد السموات يتفطرون منه وتنشق الارض و  
تخر الجبال هذا ان دعوا للرحمن ولدا الآية — البطل

اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں استعمال یا کسی طرح یہ لفظ وَلَدًا آج تک کسی مسلمان کسی عالم ولی ابدال قطب  
غوث نبی رسول حتیٰ کچھ ائمہ نے یا وجود حبیب خدا ہونے کے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کیلئے استعمال کیا بلکہ تمام عمر توبہ  
فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی پیارے سنی کہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس سے زائد کوئی اللہ کا پیدا نہیں  
ہو سکتا خود بھی فرماتے ہیں انا اکرم ولد بنی آدم ولا غیر۔

جی کے کمال پیار و تقرب کا نظارہ شب معراج کے نقشہ سے فرمائیں۔ خدا نے آپ کے واسطے بھی منزلتہ و لدی کا  
لفظ نہ فرمایا۔

دعویٰ یہ تھا کہ لفظ ولد کی نسبت ایک عمارہ بھی گویا عمارت ہو مسلم یا غیر مسلم کا ہو آدم سے قیامت تک کسی سے  
دکھادیں۔

مگر محمد اللہ نہ دکھائے لہذا لا جواب ہے۔

اُسی وقت میں نے یہ پوزیشن صاف کر دی تھی کہ طفل وغیرہ الفاظ میں گفتگو نہیں کر مثنوی سے۔

ع۔ اولیاء اطفال حتیٰ اند اسے پسر۔ یا اور اسی قسم کے الفاظ کے محاورہ پیش کروائے جائیں۔

مگر پھر بھی ان کی آڑی اور مندرجہ ذیل تاویلات رکھیں کہ بھی عدالت خود جواب بحث اصل بحث سے ملا کر  
ملاحظہ فرمائے۔

کہیں ایک استعمال بھی لفظ وَلَد کا فرضی ہی نکل آئے تو ہمارا استدلال باطل و در نہ باوجود صفحہ کے صفحہ سیاہ کرنے کے  
یہ اعتراض بھی بالکل لا جواب ہی رہے گا۔ کیونکہ منشاء اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا جواب کیا دے سکتے۔

### خلاصہ تاویلات

(۱) فاذا کوواللہ کن کر کہ اُجاء حکو۔ مجازی طور پر اب بمعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر اسے باپوں  
کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے رنگ میں وَلَد اور ابن کے قائم مقام نہ ہونے  
کی کیا وجہ۔

(۲) مرزا صاحب نے استعارہ کے رنگ میں اسے بمعنی طفل استعمال کیا ہے اور اطفال حتیٰ کے الفاظ اولیاء کے سنی ہیں استعمال  
ہوئے ہیں۔

(۳) کوئی کسی کو انجی اور ولد استرانا کہہ دے تو اس کا وارث نہ ہوگا۔ معلوم ہوا ولد استرانا و تقرابا بولتے ہیں۔ (بواقیت)

(۴) فوراً بکیر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ازالہ ادہام مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر کی سے لفظ ابن کے مجازی سے استعمال معنی عزیزِ بزرگ نقل کیا ۔

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے بحوالہ حجت الاسلام نقل کیا کہ جیسے رعیت کے لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کو بوجہ مزید انصاف مان باپ (مجازاً) کہہ دیا کرتے ہیں ایسی ہی اگر گاہ بگاہ (کسی حالت میں) کسی بزرگ نے خدائے تعالیٰ کو باپ کہہ دیا تو اس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ ان پر مہربان ہے نہ تحقیقی الوت و بیعت الخ۔

اولاً مجھے جواب کیا اس کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک حوالہ میں بھی لفظ دلہن میں گفتگو ہے استعمال ہی نہیں۔ اور نہ ساری دنیائے اسلام میں ایک نظیر مل سکتی ہے کسی بزرگ نے سکر اور جذب کے حال میں بلا اختیار بھی اسے استعمال نہ فرمایا۔

چونکہ عدالت حوالجات بالا سے ملاحظہ فرما سکتی ہے ۔  
پھر بھی چونکہ دوسرے رنگ میں ان بزرگوں کے (اللہ ہمارا اور آپ کا حشر ان کے ساتھ فرمائے) دامن تقدیری کہ مرزا صاحب کی آڑ لیکر : آلودہ کر کے کی سچی گئی ہے ۔ اور باری تعالیٰ نے بزرگوں کی ناموسی کے حفاظت کرنے والے کے لیے میدان حشر میں حفاظت ناموس کا زبردست وعدہ فرمایا ہے ۔ اس تقرب و ثواب کی نیت سے جواب عزم ہے ۔  
اللہ تعالیٰ قبول فرما کر دینِ ہرگز نہ فرمائیں ۔

## جوابات مرتب

(۱) پہلی آیت سے یہ مراد لینا کہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کہنے والے ولد ہو گئے صرف مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کہیں دور کا بھی اس سے تعلق نہیں ۔  
ترجمہ آیت اور مطلب کسی بھی مترجم قرآن اور اردو تفسیر سے دیکھ لیا جائے ۔ تاکہ اس ترجمہ اور مطلب کی خیانت بھی واضح ہو جائے ۔

واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اہل مکہ ایام جاہلیت میں مکہ معظمہ کے مخصوص مقامات پر بڑے بڑے شہر و مد بڑے فخر و مہابت کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے محلہ و مناتب ذکر کیا کرتے تھے ۔ اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم شہر و مد سے اپنے آباؤ کا ذکر کرتے تھے ۔ بھلے اُس کے اس اہتمام سے اللہ کا ذکر کرو ۔ بلکہ اس سے زائد شہر و مد سے ۔ خدا کر و اللہ کن کر کہہ آجاء کہہ او اللہ ذکر و مختار مدعا علیہ نے دید و دانستہ آیت کا آخری محذو کاٹ کر نقل کیا تاکہ مغالطہ دے سکے ۔ اور اصل حقیقت بے نقاب نہ ہو ۔ تقریباً اکثر حوالے ایسے ہی بے ربط

تقطع و برید سے پُر کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ بحث میں گذر چکا۔

(۲) **عَلَىٰ** میں لفظ طفل یا اطفال یا ابن بمعنی عزیز استعمال ہونے سے لفظ ولد کا استعمال جو ولادت اور تولد کے معنی کو مشعر تھے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ نہ ہمارے مدعی پر اس سے کوئی زد آتی ہے۔

پھر بھی لفظ ولد - طفل - ابن کا فرق پیش کرتا ہوں۔ لفظ ولد لغت میں جننے کے معنی میں آتا ہے چنداں حوالہ درکار نہیں۔ ولادت یا تولد کے محاورہ سے ہے۔ اسی وجہ سے کسی طور پر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

(الف) اور لفظ طفل طفولت سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی 'جننا تمہیں بلکہ ناز پر درودہ کے ہیں ملاحظہ ہو محاورہ طفل طفالنہ و طفولنہ نرم و ناز پر درودہ گردید۔ (مثنوی الارب)

پس طفل بمعنی ناز پر درودہ اولیاء اللہ کے حق میں متعلق ہے۔ جس میں جننے کی طرف لغوی بھی اشارہ نہیں اور کون اولیاء اللہ کے ناز پر درودہ بارگاہ ایزوی ہونے سے انکار کر سکتا ہے ان کے ناز پر درودہ مسلم کرنے کے واسطے ان کے حالات و تذکروں کا مطالعہ نیت تقرب کر کے دیکھا جائے کہ دل نور اور سرور سے کسی قدر معمور ہو تا ہے۔ میں تو اختصاراً ایتیں اور حدیثیں تبرکاً بلا ترمیم نقل کرتا ہوں۔

(۱) **اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ**

(۲) **اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اِنْ لَا**

**تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبَشِّرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ۔**

(۱) **(قَالَ صِلِ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ) مَنْ عَادَ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنَتْهُ بِالْحَرْبِ**

(الحديث القدسی مشکوٰۃ)

(۲) **دب مغبر ص فوج بالا بواب لوا قسم علی اللہ لا بدّہ** (مشکوٰۃ ترمذی)

بس مختصراً اتنا کافی ہے ورنہ مقربان الہی کے تذکروں کو تو زمین و آسمان کے دفاتر بھی کافی نہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ

عنہم ورضوا عنہ : ے

طوفان نوح لانے سے اسے شتم فائدہ ،

دوا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ،

(ابوالوفاء)

(ب) ابن جس کی اصل بنو یا بنی ہے جو بنا سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کے بنانے یا اس کے ہم معنی کے ہیں۔

بیٹا بھی باپ کی مجازی ساخت ہے۔ لہذا اس کی طرف منسوب ہوا اور یہ ابن یا بنت کا لفظ ولادت اور بننے کے معنی میں لغت عرب میں ملتا دشوار ہے بخلاف اس کے نہ صرف عربی بلکہ اردو فارسی میں بھی کثرت سے درج ہے

معنی میں مستعمل ہے : ملاحظہ ہو۔ ابن الوقت - ابتداء زمان - ابن الارض - ایک قسم کی ترکاری ہے بنت الکرم - بنت الرز - شراب - نبات الکرم حوادث زمانہ - نبات الفکر اشعار نبات اللیل حوادث وغیرہ وغیرہ - ملاحظہ ہو قاموس لسان العرب - تاج العروس وغیرہ -

## ایک ضمنی اعتراض کا جواب

رہا یہ کہ علیٰ علیہ السلام کے لیے ابن اللہ کہنے والے کافر ٹھہرائے گئے - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو انہیں ولد کہتے ہیں اور ان کا مذہب و اصطلاح متعین ہے کہ ولد کی نسبت وہ جائز سمجھتے ہیں - لہذا اس قرینہ سے ان کا لفظ ابن بمعنی ولد مراد ہو کر کفر ہو جائے گا - جیسے کہ مرزا صاحب استعمال اور خدا کی طرف نسبت جائز سمجھتے ہیں - لہذا ان کا لفظ ابن استعمال کرنا بھی سراسر کفر ہوگا - بخلاف ان مسلمانوں کے جو ولد کی نسبت خدا کی طرف کسی طرح بھی جائز نہیں سمجھتے - اگر کسی حال میں لفظ ابن استعمال کر جائیں گے تو ایسا کہتے نہیں تو معنی عزیز و مخلوق یا جاسکتا ہے - کیونکہ مراد مشکم خارجی قرآن سے متعین ہے - مگر لفظ ولد - میں جو صریح ہے کوئی قرینہ درکار نہیں قرینہ کنایات وغیرہ میں درکار ہوتا ہے -

## پانچویں تاویل کا جواب

حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کا سوالہ اس سے بالکل غیر متعلق ہے اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ولی مقرب بارگاہ جس پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نظر عنایت ہو اور اس خصوصی التفات کی وجہ سے کبھی کسی مخصوص حال اور سر میں خدا کی نسبت لفظ ابن استعمال کر جائے تو اسے کفر نہ سمجھو نہ حقیقی معنی مراد لو دیکھو تمہارے بول و چال میں بوجہ کثرت التفات بادشاہ و سلطان کو کہہ دیتے ہیں کہ تم ہمارے ماں باپ ہو یعنی بیٹے مہربان - اسی طرح اسے سمجھو -

یہاں کہیں لفظ ولد کا جو ما بہ النزاع ہے پتہ تک نہیں - پس ثابت ہو گیا کہ یہ محاورہ یہ تصریح قرآنی و بیجا امت کفر و شرک و باطل ہے - اس کا کوئی جواب اور کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی - اللہ ہدایت اور توفیق تو بہ رحمت فرمائے باقی اس میں ہماری اور فریق کی نسبت جو تیز کلامی ہے اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ اللہ انہیں ہدایت از سرِ یفانہ اخلاق کی توفیق مرحمت فرمائیں -

(ابوالوفاء)

(نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کرنا جن پر شریعت شاہد نہ ہو زندہ سے خالی نہیں اور نہ

صرف علماء ظواہر کی رائے ہے بلکہ سید الطائفہ غوث اعظم سید عبدالقادر عیسیٰ فی رضی اللہ عنہ جو امام الصوفیہ اور ان کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں کہ حقیقتہً لانتہما لہما الشریعۃ فہی ذنبا قتلہ جس حقیقت پر شریعت شاہد نہ ہو وہ چھپا ارتداد والحاد ہے فتوح الغیب مقالہ سنیہ اصول ملحوظ خاطر ہے دوسرے مقامات پر بھی کارآمد ہے۔

(ابوالوفاء)

(۱۳)

## اسمع ولدی

اس کو چونکہ جرح میں صاف کر لیا تھا اور یہ حوالہ البشری عدالت نے نوٹ نہیں کیا تھا بحث کے وقت مختار مدعا علیہ خود ہی کہتے تھے کہ اسے بھی پیش کرو مدعو کے مختار اور عدالت نے کہا کہ جب وہ کوئی نہیں تو کیوں پیش کیا جائے اور ادھر سے پیش نہ ہوا پھر بھی مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے کہ وقت گزاری ہو بلا وجہ اسے بھی لکھ دیا۔

ہم صرف ان کی تسلی کے لیے نہ کہ جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مقالہ ہے یہ تو کہتے ہیں کہ مؤلف نے اس کے خلاف اعلان شائع کر دیا ہے مگر باوجود شدید مطالبہ کے جرح میں پیش نہ کر سکے کہ جرح سے اس کی حقیقت کھل جاتی اور خود بالو منظور الہی نے آخری ایڈیشن میں جو حال میں شائع ہو ہے ایک صحت نامہ دیا ہے اس میں بھی اس کی اصلاح نہیں اب یہ کہنا کہ اصل منقول عنہ میں نہیں یہ بھی زیادہ قابل لحاظ نہیں مختلف ایڈیشنوں میں الفاظ کا ہیر پھیر بھی ممکن ہے جرح میں شہادت کے وقت پیش کرتے تو معلوم ہوتا جو لوگ مسلمانوں کی مسلم کتابوں میں قطع مزید کریں ان کا اپنے گھر کی کتابوں میں کیا اعتبار کہ محمودی قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے تصانیف و عقائد میں روز تبدیلیاں کرتی رہتی ہے عدالت چاہے تو میں خود ہیرا کر کے پیش کر سکتا ہوں اور یہ کتاب لاہوری جماعت کے آدمی کی مرتب کی ہوئی ہے۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہماری طرف سے غلطیوں اور مقدمات میں گزرت مونی اور اعراض ہوا تو اس سے پروہیگنڈہ کے واسطے کوئی تحریک شائع کرا دی ہو وہ ہمیشہ جھٹ نہیں ہم نے تو کتاب پیش کی ہے۔

نیز جرح میں گواہان مدعا علیہ نے یہ کہہ کر اس البشری کو ٹال دیا کہ جب تک اصل کتاب منقول عنہ سے نہ پیش ہو ہم پر جھٹ نہیں اور خود کہتے حوالے اسی سے بحث میں پیش کئے جو معائنہ مثل سے واضح ہوں گے۔

## اخطی و اصیب

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ (۴) امور ہیں -

(۱) مرزا صاحب کی یہ نیت نہیں ظاہر معنی مراد نہیں ہے -

(۲) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے -

(۳) حدیث میں لفظ تردد خدا نے استعمال ہے -

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ان دبی لا یغل ولدیخی ولا یخفی علی اللہ خافیہ - و  
انه یعلم الرواخی - الخ وغیرہ بھی موجود ہیں جو خدا کے قدس و تنزہ پر  
دال ہیں -

(جواب)

میری غرض یہ نہیں کھڑکی مراد لیا مطلب تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی بعید  
یا اپنے ظاہری معنی سے اُس کی شان گھٹاتے اور شایان شان نہ ہوں ہرگز جائز نہیں بلکہ سراسر توہین اور اس کی جلالت  
توحید کے خلاف ہے -

مرزا صاحب یا محمد مدعا علیہ کی نسبت کیسی تاویل معنی سے لفظ خطا و غلطی کو منسوب کیا جائے تو چرچا ہو  
جائیں اور جوابات دیں مگر خدا کی طرف منسوب کر کے تاویل نکالیں - پھر جس اصل مذہب اس کے اس قدر مندرجہ بالا صریح  
اور لا جواب کفریات سے واضح ہو چکا ہو - اس کے لیے تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کا حوالہ  
اس ہیڈنگ کے تحت اور اُس کا اس کے تحت خلط ملط کر کے اسی لیے جواب دیا ہے تاکہ میری قائم کردہ ترتیب میں جو  
صریح قرائن ہیں وہ مختلط ہو کر عدالت کی توجہ سے اوجھل ہو جائیں اور وہ مغالطہ دہی میں کامیاب ہو سکیں بہر حال میرا  
یہ اعتراض بھی صرف لفظ خطا کی خدا کی طرف نسبت کرنے پر تھا - جو بھی نیت ہو صریح نظر توہین میں نیت کا  
اعتبار نہیں -

اس کا جواب تو یہ تھا کہ کسی اسمانی کتاب و صحیفہ و کسی حدیث یا بزرگ یا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے استعمال میں  
دکھا دیتے - کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت لفظ خاکی یا خطا کا استعمال کیا ہے اور میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی  
خدا کی طرف خطا کی نسبت سوائے مرزائی لٹریچر کے نہیں مل سکتی - کیونکہ ایسے جاہ جلال -

فَعَالٍ لَمَّا يَرِيدُ عَلَامَ الْغَيْبِ - کی نسبت کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو بندہ کہتا ہو اور اسے مالک سمجھتا ہو کیونکر کر سکتا ہے۔

اور پھر یہ کہے کہ یہ خدا کا الہام ہے ایسے الہام روحانی نہیں بلکہ شیطانی ہوتے ہیں جیسا کہ فتوحات وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو حکایتاً نقل کرنے سے ہی روئگئے کھڑے ہوتے ہیں حاشاً للہ عیلاً ذابا للہ . شہ عیلاً ذابا للہ . خدا بھی مظلوم کرنے لگ جائے تو عیوب پھر کون کرے گا ہمارے نزدیک تو نبی بھی معصوم اور ولی بھی محفوظ ہوتا ہے۔ جب کہ اس لفظ خطا کی نسبت جو مراۃ تنقیص جلالِ توحید ہے ایک عداورہ بھی نہ پیش ہو سکا تو گو اور بہت سے غیر متعلق حوالوں سے کاغذ سیاہ کیا جو یہ اعتراض بھی لا جواب ہی رہا۔ یہاں نیست اور مراد پر اعتراض ہی نہ تھا بلکہ استعمال لفظ پر تھا۔ جو بدستور قائم ہے۔

### تاویلات ریکہ پر ایک سرسری نظر

گو اس توضیح کے بعد ہمیں مدعا علیہ کی پیش کردہ تاویلات کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مگر اس کے شائع ہونے پر کوئی نا سمجھ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اس لیے اس کی حقیقت بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے پس مختصر یہ گزارش ہے۔

تاویل مشارع مدعا علیہ۔

(۱) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(جواب)

نوٹ کے ابتدائی الفاظ میں ”اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی“ پھر تردید کی مثال دے کر لکھتے ہیں کہ انہی طرح یہ وحی الہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں کبھی انہی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہے ہوتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱)

عبارت بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔

ہمارا اعتراض ان الفاظ کی نسبت اور ظاہری معنی پر ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہیں کہ ”میں خطا بھی کروں گا“ یا یہ کہ در کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہوتا ہے۔

باقی جو تاویل کی ہے وہ خود ایک مستقل کفر اور عظیم الشان کفر ہے۔ اولاً الفاظ مکرر ملاحظہ ہوں۔

”کبھی میں اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔“ (تفصیل کفریات)

(۱) پہلا کفر اس میں یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کو منسوخ اور ایسا مانا ہے کہ کبھی نہیں بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف اور سر اسر کفر ہے قال اللہ تعالیٰ - انما امرہ اذا اراد شئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ اس کے امر کا یہ حال ہے کہ جب بھی کبھی کسی چیز کا ارادہ بصورت کن کرتا ہے وہ چیز فی الفور ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کے ارادہ اور چیز کے ہونے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا کہ منسوخ یا کبھی نہ پورا ہونے کا احتمال ہو اور یہ مطلب کہ ارادہ کے ساتھ ہی فی الفور ہو جانا یو اقیقت والحواہر میں جو ان کے بھی مسلم امام عبدالوہاب شمرانی کی ہے موجود ہے مزید براں مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ جنگ مقدس طبع سوم ص ۱۵۱ ملاحظہ ہو حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو جاوےں ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے بھی بحث انما امرک الخ کے تحت میں مانا ہے کہ خدا کے کن والا وہ ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے۔

پس یہ مانا کہ کبھی اس کا ارادہ پورا نہیں ہوتا کھلا ہوا کفر ہے۔  
(۲) دوسرا کفر اس میں یہ ہے کہ کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے۔ یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ جیسا چاہا ہوتا ہے اور کبھی جیسا چاہا نہیں ہوتا مسلم کفر ہے۔ یہ تو انسان کا حال ہے۔ جیسا چاہا ہو کبھی ہو کبھی نہ ہو خدا تو وہ ہے کہ جب بھی جو چاہے جیسا چاہے فی الفور ویسا ہی ہو یہی معنی ان اللہ علی کل شئ قدير کے ہیں۔ قدير کہتے ہی اسے ہیں جو چاہے جیسا چاہے ویسا ہی ہمیشہ ہو اگر ہمیشہ نہ ہو یا ویسا نہ ہو تو قدير کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا اسی لیے یہ صفت مجتہد باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو تفسیر پیرضاوی تحت آیت ان اللہ علی کل شئ قدير - والقادر وهو الذی انشاء الفعل وان لم یشاء لم یفعل والقدير الفاعل لما یشاء وعلی ما یشاء ولذلك فلما یوصف بہ غیر الباری تعالیٰ۔

یعنی قدير جو فعال ہے کہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسی لیے غیر خدا کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔  
(۳) تیسرا کفر یہ ہے کہ خدا کا ارادہ منسوخ اور نہ ہونے والا کہا حالانکہ ارادہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتا نسخ صرف وقتی احکام کا ہے وقت پر ختم ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جیسے آج کل کی اصطلاح میں ہنگامی آرڈیننس کہا جاتا ہے نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے اختیار قدرت ادرات عقائد و ذات صفات باری تعالیٰ میں ماننا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معنی نسخ و حکم نسخ کے واسطے پیرضاوی تحت آیت ما ننسخ من آیتہ الخ اور بیان نسخ شرح عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ۔

(۴) چوتھا کفر آیت انما امرک اذا اراد الخ کے مفہوم کی مخالفت اعتقادی۔

(۵) پانچواں کفر صفت قدير کا انکار۔



## لفظ تردد کی آراء

اس لفظ اور لفظ خطا میں بڑا فرق ہے تردد صرف تامل کا نام ہے اور یہ توہین کے حق میں ایسا صریح نہیں جیسا کہ لفظ خطا کہ ایسی صریح توہین پر دال ہے کہ انسان کے واسطے بھی اگر اس نے ارتکاب خطا نہیں کیا اس کا استعمال کیا جرم ہے کہ بخلاف کسی معاملہ میں تردد و تامل۔

باقی اس حدیث کی شرح کا یہ موقع نہیں اس کی شرح کے واسطے اس کے تحت۔ فتح الباری و عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجر مکی و علامہ حافظ بدر الدین عینی رحمہما اللہ تعالیٰ یا نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اس میں کوئی لفظ خطا یہ اس کا ہم معنی ہوتا تو زیادہ تفصیل کی جاتی۔

## مرزا صاحب کے بعض الہام بطور شرح

باقی مرزا صاحب کے یہ الہام ان بی لایصل و کاینسی۔ لایخفی علی اللہ خافیہ۔ انذیل السور و اخفی الخ جو اربعین ص ۳۱ البشری ج ۱ ص ۳۳ البشری ج ۲ ص ۵۸ سے پیش کیے تو یہ تو قرآن پاک کی آیات ہیں جو بطور الہام مرزا صاحب۔

مکرر نقل کرتے ہیں اس سے ان کے عقیدہ کو کیا تعلق

(۱۵)

## الارض والسماء معك كما هو معي

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ۔

(۱) ”ہو اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا ترجمہ مخلوق ہے“

(۲) ”ہو کی خبر واحد بتاویل مافی السموات والارض ہے“

(سراج منیر صفحہ ۸۱)

(برائین جلد ۱ ص ۴۸)

گو اہ مدعیہ ص ۱ نے اس الہام سے مرزا صاحب پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر بنا ہے حالانکہ نہ تو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو ”الہ“۔

(۳) اس الہام کا وہ مطلب ہے جو برائین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان سے آپ کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوئے

آسمان بار و نشان الوقت مے گوید زمین الخ تو نے طاعون کو بھی بھیجا مری نصرت الخ۔

(۵) ”اس قسم کی معیت سے شرک مراد لیا حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس سے شرک لازم آیا تو جو خدا کی معیت کا مدعی ہو زیادہ مشرک ہونا چاہیئے“ الخ (آیات)

(۶) مشابہت تمامہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ صداقت کے نشان ہیں۔

(۷) اس میں حاضر و ناظر ہونا مراد لینا بعید از عقل نہیں بلکہ برسرے وجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

جواب

(۱) یہ گواہ مل مدعیہ کا ہرگز استدلال نہیں عدالت خود گواہ مل مدعیہ کا بیان ملاحظہ فرمائے وہاں اس تقریر کا نام نشان بھی نہیں۔

اور دراصل جو اس سے استدلال کیا گیا ہے اور بحث میں متعدد مرتبہ تذکرہ آیا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکا ہے ان ہی صفات اور تمام امور میں۔ پس کسی چیز کی خدا سے تشبیہ دینا خواہ وہ کسی قسم کی تشبیہ ہو مومن متیقن و شرک ہے اور دوسرے مشرکانہ عقائد کی روشنی اور منکظم کے دیگر اقوال کے قرینہ سے یہ بھی ایک مشرکانہ عقیدہ ہو جائے گا۔

اِس الْإِلَهِامِ مِلَّ كَمَا هُوَ مَعِي۔ یعنی زمین و آسمان تمہارے (یعنی مرزا صاحب کے) ساتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ۔

کسی قسم کی معیت ہو خواہ علی خواہ کوئی اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی چیز ہے اسی طرح کسی اور سے معیت ثابت کرنا خدا کے ساتھ شرک نہیں تو توحید کا کونسا حصہ ہے۔ مفصل جواب تاویلات

(۲) مختار مدعا علیہ نے اولاً ضمیر جو کی بحث کی کہ مخلوق مراد ہے الخ۔

جواب۔ جواب خواہ مخلوق مراد ہو یا ہر ایک زمین و آسمان اعتراض تشبیہ کا کہ خدا جیسی معیت کو بدستور باقی اور شرک ثابت کرنے کو کافی و دافی ہے۔

(۳) براہین حصہ پنجم صفحہ ۲۱ پر عدالت خود ملاحظہ فرمائے اس الہام کا کوئی مطلب بیان نہیں کیا گیا اس سے استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی خوش عقیدگی سے یہ مطلب اگر نکلتا ہو تو وہ نہ کسی پر محبت ہے نہ مرزا صاحب کی مراد۔

(۴) یہ کہنا کہ اس سے مراد صداقت کے نشان ہیں اور چند مثالیں دینا معنی غلط ہیں یہ تمام صداقت کی مثالیں محض غلط اور جھوٹ اور خدا تعالیٰ لا پرا فتر ہیں مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان بھی مدۃ العمر صداقت کی کوئی پر نہ اترا مومنوع بحث نہیں ورنہ مفصل عرض کرتا نیز اس کھلے ہوئے مشرکانہ عقیدہ سے مراد صداقت کا نشان قرار دینا صرف مختار مدعا علیہ کی ذاتی اور غلط رائی ہے یہ تو ایسا مشرکانہ قول ہے کہ اسلام میں ہم کیا ہمارے باپ دادا نے

نہ سنا ہو گا یہ صداقت کی دلیل ضرور ہیں۔

مگر مرزا صاحب کی نہیں بلکہ ہر مسلمان مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کرنا دجال و کذاب کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے کہ۔

لا تقوم الساعة حتى تبعث دجالون کذابون یا نونکم من الاحادیث ما لکم تسمعون  
انتم ولا آباءکم فایاکم وایامکم لا یصلونکم ولا یعتنونکم۔

(ترمذی شریف و مسلم شریف)

یعنی قیامت نہیں آسکتی جب تک اس قسم کے دجال و کذاب نہ اٹھیں کہ تمہیں وہ باتیں کہیں جو تم نے اسلام میں سیں اور نہ تمہارے آباؤ اجداد ان سے بالکل علیحدہ رہنا۔ دیکھو تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ پھنسا لیں۔ اس سے محتار مدعا علیہ خود فیصلہ کرے کہ کیا مطلب ہے۔

(۵) محتار مدعا علیہ کا اس میں سخت کلامی کے بعد یہ ارشاد ہے کہ اگر میرے آسمان وزمین سے شرک ہو تو جس سے خدا کی معیت ہو وہ بھی مشرک ہو گا۔

جواب۔ یہاں معیت کا اعتراض ہی نہیں بلکہ تشبیہ کا ہے کہ جیسی خدا کی معیت ہے ویسی کسی کی نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ زمین و آسمان میرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ یس کدشہ شیخی کی ایک تائیدی کڑی ہے اور وہاں تمام قرآن بھی مجتمع ہیں اُسے کات کے علیحدہ جواب ہی اس لیے دیا گیا تاکہ خلط ہو سکے اور مغالطہ کا موقع مل جائے۔

(۶) تاویل قول مختار مدعا علیہ۔ مشابہت تامہ مراد نہیں بلکہ صداقت کے نشان مراد ہیں الخ۔

جواب مشابہت تو تسلیم ہی کرنی جو موجب شرک ہے خواہ تامہ ہو یا ناقصہ خدا کے ساتھ مخلوق کسی طور پر مشابہت نہیں رکھتی۔ تامہ کا تو شاید کفار کو بھی خطرہ نہ گذرا ہو۔ ناقصہ کی وجہ سے وہ بھی مشرک ہیں ورنہ کوئی کافر اپنے معبود ان باطل کو خدا کے مشابہت تامہ نہیں مانتا۔

باقی میں بتا چکا کہ یہ صداقت کا نشان یا اس کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دجال و کذاب ہونے کی نشانی ہے۔ جواب تو بن نہ سکا محتار مدعا علیہ نے الفاظ ذیل میں اپنا دل ٹھنڈا کر لیا کہ یہ مطلب مراد لینا حد درجہ کی نادانی پر لے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ ہے، جس پر ہم کچھ غرض نہیں کرتے۔ یہ ان کی تیز کلامی ہمارے سرانگھوں پر۔

## اصلی و اصوم اسہم و انام الخ (البشری ص ۹)

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہیں اور آیت لا تلحدوا سنة ولا نور کے مخالف ہیں اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ پہلے حصہ میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ مہلم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسرے حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور سے تجھ میں دکھلاؤں گا اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی وجہ سے پہلے حصہ الہام میں مہلم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت، صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں

جواب :- جواب البشری کا حوالہ مذکور عدالت کے حضور پیش ہے یہ حوالہ الہامات ۱۹۳۳ء کے ہیڈنگ کے تحت درج ہے اور اس کا نمبر ۲۳۹ ہے اصل عبارت مع ترجمہ البشری درج ہے اپنا ترجمہ بھی نہیں۔

اصلی و اصوم اسہم و انام واجعل لك انوار العقاد و امر و اعطيك ما ید و عرنا اللہ مع الذین اتفقوا۔ (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لئے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیزیں تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (البشری ص ۹) ملاحظہ ہو یہ خدا کا الہام ہے مرزا صاحب مخاطب ہیں خدا تعالیٰ متکلم۔ پھر کس قدر دلیری ہے ایسی کھلی ہوئی چیز میں یہ کہنا کہ ایک حصہ سے مرزا صاحب کی حالت مراد ہے اور وہ متکلم ہیں اور ایک سے خدا مراد ہے اصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب خدا کی جسمیت کے قائل ہیں چنانکہ بحوالہ توضیح مرام گذر چکا کہ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے الخ۔

جس کا مختار مدعا علیہ نے یہ تک جواب نہ دیا کہ یہ غلط ہے اس کے بعد کے غیر متعلق فقرہ کی تاویل میں کہیں مگر ان کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا لہذا مرزا صاحب چونکہ خدا کے جسم و حدوث کے قائل ہیں اسی تخیل پر خدا ان سے یہ بھی کہتا ہے کہ ”تو سوتا ہوں اور جاگتا ہوں“ (البشری بحوالہ مذکور)

اور خدا کے واسطے سونا کجا او نگھ بھی ناممکن ہے اس کی توحید کا ایک جزو اعظم منصوص مصرح یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ لا اله الا هو الحي القيوم لا تلحدوا سنة ولا نور الخ

اور جس صفت سے خدا تعالیٰ اپنی پائی کا صراحتہ اظہار کرے اور اپنے واسطے تنقیص اور عیب ٹھہرائے اسے حقیقت

یا مجازاً و تاویلماً کسی طرح اس کی طرف منسوب کرنا اس کی توہین اور شرک اور لالہ الا اللہ کی توحید کے بالکل خلاف ہے۔ خدا کی شایان شان جو چیز نہ ہو اسے صرف اس کی طرف منسوب کرنا ہی کفر ہے عقیدہ ہو یا نہ ملاحظہ ہو ہرج گواہ مدعا علیہ نمبر ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء کو الہامی عالمگیری ص ۱۱۱ پر ”کہ وہ شخص کافر ہو گا جو خدا تعالیٰ کو ایسی چیز سے موصوف کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا کے نام کے ساتھ ہنسی کرے یا بیٹا بنائے یا بیوی بنائے یا سے جہل کی طرف نسبت یا عجز کی طرف نسبت کرے اور نقص کی طرف“ الخ۔

اور لالہ الا اللہ کے لوٹس کے ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب نے مذکورہ بالا کلمات سے نہ صرف ایک دو بلکہ ان سب کا معنی شئی زائد از کتاب فرمایا ہے اس الہام کا یہ مطلب لینا کہ آپ شریعت اسلام کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں کس قدر مضحکہ خیز اور بے ربط تاویل ہے الہام مع انہیں کے ترجمہ کے اوپر درج ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ مندرجہ ذیل عبادت لکھی ہے۔

”کہ آنحضرتؐ کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات خدا کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سونگا نہیں اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں بھی نکاح نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے (بخاری کتاب النکاح ص ۳۳)۔

تو اس بات کا الہام کہ پہلے حصہ میں مہلم کی زبان پر ذکر کیا گیا ہے (ابن راہ کہ تو مے روی بترکستان است) کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور جاگتا ہوں اور سوتا بھی ہوں یعنی میں خدا کی دعا و عیدار نہیں ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں اور ایک مسلمان بندہ ہوں۔“

جواب میں حیران ہوں اور غالباً عدالت کو بھی تحیر ہو گا کہ گفتگو تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب پر ۳۱ فروری ۱۹۵۷ء کو یہ الہام فرماتے ہیں کہ ”میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں“ اور جواب میں مختار مدعا علیہ یہ حدیث پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ میں روزے رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے اصل ضروری عبارت حدیث ملاحظہ ہو۔ ”تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے“

اس میں کس جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں“ اس میں تو آپؐ صحابہ کو خطبہ یعنی وعظ فرما رہے ہیں کہ میں یہ افعال کرتا ہوں باوجودیکہ تم سے زائد خدا کا خوف رکھتا ہوں تم میری

سنت پر چلو اور رہبانیت اختیار مت کرو۔ اس کا کوئی بھی جواب گو غیر معقول ہی ہو مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے اور اُدھر کی بے ربط باتیں اور کبھی کبھی پیش کرتا ہے جو خود اس کی پرگندگی خاطر اور تحیر کا نمونہ ہیں مختار مدعا علیہ نے غالباً خود اس جواب کی لغویت کا خیال فرمایا اور ایک اس سے زیادہ بے معنی اپنی طرف سے جواب اور پیش کیا کہ وہ یہاں قلع محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قلع محذوف ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے۔

جواب۔ یہ وہی قدیمی عادت ہے جو اعتراض مرزا صاحب پر ہو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو ان کے الہام یا وحی پر جو قرآن پاک جیسی بے مثل و بے نظیر خدا کی پاک اور آخری اور ہمیشہ رہنے والی کتاب پر کر دیا جاتا ہے اللہ انہیں ہدایت اور سمجھ دے تاکہ یہ بلا وجہ مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔

اچھا جواب یہ ہے کہ قلع کے محذوف ہونے کی کیا دلیل کہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہاں قلع محذوف ہے پھر یہ ایک ہی الہام میں نصف حصہ کے واسطے قلع محذوف اور مرزا صاحب کا کلام اور نصف میں قلع نہیں خدا کا کلام آخر کچھ تو لگتی ہوئی تاویل ہونی چاہیئے سورۃ فاتحہ میں دیکھ لو اگر قلع محذوف ہے تو ساتوں آیتوں میں یوں ہی اور جہاں جہاں ہے یہ تو نہیں کہ آدھے ٹکڑے کا قائل اور آدھے کا اور۔ اور پھر کوئی قرینہ نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب کا اصل عقیدہ ہے کہ خدا کے پیششار ہاتھ پیر ہیں طول و عرض بھی رکھتا ہے جسے مختار مدعا علیہ بھی لا جواب تسلیم کر چکا ہے اور ایک طرف بھی جواب نہ دیا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کو مجسم سمجھتے ہیں۔ اور سونا جاگنا خدا ہی کا مراد ہے۔ البشریٰ سے الہام مذکور مع ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایا جائے کوئی بھی تاویل کارگر نہیں۔ اور کھلا ہوا کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ جب کہ مختار مدعیہ کے اعتراض سے لا جواب رہا تو اُس نے گواہ مدعیہ نمبر الف پر ایک بے معنی اعتراض کر دیا تاکہ ان کی شہادت جو نہایت معتبر و معزز اور جس طرح سے سالم ہے۔ یوں ہی محذوف ہو جائے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”جیسے مختار مدعیہ نے ہم کے صریح اقوال کے خلاف الہام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور اس الہام کے لیے البشریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے اور جس طرح میں قدیم انبیاء ہوں اس طرح میں نے تیرے لیے اذیت کے انوار کر دیے ہیں اور تو بھی اذلی ہے حالانکہ نہ الہام کا مطلب ہے اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے اور تیرے لیے ..... تا ..... اختیار کرتے ہیں کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے وہ اس قابل ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے“

اس میں عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ البشریٰ سے لکھا ہے اور یہ قلع ہے البشریٰ کا

ترجمہ اس کے معافی ہے۔  
 جواب - اولاً یہ ترجمہ نہیں۔ بلکہ اپنا استنباط اور مطلب ہے۔ جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو ٹویشن  
 مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ۔

”اور اس الہام کا البشریٰ سے حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے۔“  
 صرف البشریٰ سے الہام کا حوالہ ہے نہ ترجمہ کا اور مطلب یعنی اپنا استنباط لکھوایا ہے نہ ترجمہ۔ لہذا  
 اعتراض ہی لغو ہے۔  
 نیز البشریٰ کا ترجمہ نہ تو مرزا صاحب کا ہے نہ کسی معتبر عربی دان کا پھر اگر وہ خود صحیح ترجمہ اس عربی کا کر دیں  
 تو کوئی قباحت ہے۔

یہ ترجمہ مؤلف البشریٰ بابو منظور الہی کا ہے جس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے ۱۸ دسمبر کی بحث میں اسع و لدی کی  
 تحت میں یہ لکھا کہ ”اس کے مؤلف بابو منظور الہی ملازم محکمہ تارریلوے نے دیباچہ میں لکھ دیا ہے۔ کہ وہ کوئی عربی  
 دان نہیں۔“

پس ایک جاہل آدمی کا ترجمہ کسی عربی دان عالم پر کیا جنت تمنا وہ غلط تھا اپنا صحیح ترجمہ مطلب خیز پیش کر دیا یہ  
 اور گواہ کے علم و فضل و دیانت کی دلیل ہے کہ غلط ترجمہ پر بنیاد نہ رکھی بلکہ صحیح پیش کر دیا اسے مختار مدعا علیہ مغالطہ سمجھ کر گواہ  
 کو ناقابل اعتبار کہے یا مختار مدعیہ اور گواہ مذکور کے واسطے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے اس کی خوشی عدالت کو نہ اس  
 سے مغالطہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ بے لوث غیر مجروح شہادت اس طرح مجروح ہو سکتی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کا  
 مسلمانوں جیسا عقیدہ براہین وغیرہ سے خدا کے متعلق نقل کیا ہے اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ وہ عقیدہ ابتدائی ہے جب  
 دعویٰ نبوت اور یہ تمام کلمات نہ تھے کیونکہ براہین تو بڑی مقدم کتاب ہے جب تک تمام مسلمان اسی کے ساتھ تھے  
 اور بقول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دشمن اور مرتد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مداح ہے اور ان کا یلوواں  
 پر موجود ہے یہ الہام ۱۹۰۵ء کا ہے اس کے بعد کا کوئی حوالہ اس کے خلاف یا تردید کا نہیں کر سکے لہذا یہ بھی لاہول  
 کفر رہا۔

(۱۷)

اعطیت صفة الاحیاء و الافناء من الرب الفعال

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ۔

(۱) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا کہ مرزا صاحب نے اس قول سے اپنے

آپ کو خدائے تعالیٰ کی صفت محی و محیث میں شریک مانا ہے۔

(۲) پھر مختار مدعیہ پر حسب عادت بہت ناراضی اور تیز کلامی کا اظہار فرما کے لفظ اعطیت من الرب الفعل - کا اپنی مراد پر قرینہ بتانا چاہا ہے۔ اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ کے واسطے لفظ من الرب الفعل - نہیں ذکر کیا۔

(جواب)

اس جواب میں بھی ہمارے اعتراض کو اپنے الفاظ میں غلط نقل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ کسی کا خدا کے اذن سے بطور معجزہ و کرامت مردہ زندہ کرنا اور حیض نہ ہونے اور مائے جلائی کی صفت اور قدرت حاصل ہو جانا اور چیز ہے یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ انبیاء اولیاء نے باذن الہی بعض مرتبہ مردہ زندہ کیا مگر دائمی صفت مارنے جلائی کی نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں مائیں جب چاہیں جلائیں۔

پیدا کرنا۔ رزق و اولاد دینا مارنا جلائی یہ وہ صفات ہیں کہ یہ اتفاق اہل سنت والجماعت غیر اللہ میں بطور صفت کے نہ ذاتی ہو سکتے ہیں نہ عطائی۔

باذن اللہ کسی کے ہاتھ پر مردہ زندہ ہو جائے۔ مگر اس صفت کے مالک نہیں کر دیے جاتے کہ اللہ نے یہ صفت دیدی جب چاہیں اپنے اختیار سے کام لیں جیسے کہ صفت بنائی عطا فرمائی جب چاہیں اس سے دیکھیں۔ صفت سماعت بخشی۔ جب چاہیں سنیں۔

صفت ملنا دہی کہلاتا ہے۔ کہ سننے کے بعد استعمال کا ہر وقت ہر طرح مجاز ہو۔ اور معجزہ میں اختیار کو کوئی دخل نہیں یہاں قال اللہ تعالیٰ ما کان لنبی ان یناقی بادیۃ ۱۰ یا ذت اللہ (قرآن حکیم)

پس مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مائے جلائی اختیار و افناء کی صفت عطا فرمائی ہے سراسر کھلا ہوا شرک ہے۔ یہ صفت صفات مختصہ باری تعالیٰ سے ہے کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔ ہوا الذی یشی و یمیت صرف اللہ ہی کی شان مارنا جلائی ہے تمام کتب عقائد اس سے پڑھیں کہ یہ اور اس قسم کے صفات مختص بذات باری تعالیٰ ہیں۔ پس مرزا صاحب اپنے آپ کو اس صفت میں خدا کا شریک مان کر لالہ اللہ پر مومن رہے۔

(۳) اور یہ کہنا سراسر افتراء ہے کہ مختار مدعیہ نے لفظ من الرب الفعل حذف کر کے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اولاً تو میرے نوٹوں میں موجود ہے نیز جرح میں کل نوٹ کرایا گیا اور بحث میں اصل کتاب سے اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوا کہ اگر شبہ ہو تو کہہ لیں۔ باقی جواب مابقی سے واضح ہو گیا کہ لفظ اعطیت اور من الرب الفعل کی آڑ شرک سے بچا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ صفت ذاتی تو کسی کو کیا ہوتی۔ عطائی بھی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔



جنہوں نے مردہ زندہ کیے سنگرزوں نے جن کا کلمہ پڑھا اُن جن کے واسطے سسکیاں بھر کر دیا اُنہوں نے بھی نہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفت امتیاد و امامتہ و افتاد دی ہے اور تمام انبیاء صحابہ کرام - ائمہ دین - صوفیائے کرام ابدال قطب - غوث کسی سے ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے نہ پیش کی جاسکتی ہے۔  
اللہ کے پاک بندے اس سے متبرک و منفرد ہیں۔ باقی سادہائیں خواہ خطبہ السامیہ سے ہوں یا کہیں اور سے محض لغو ہیں۔

(۱۸)

### نئی زندگی نیا خدا

تزیان القلوب صفحہ ۳۹۔

اس کا کچھ بھی جواب مختار مدعا علیہ پیش نہ کر سکا اصل الفاظ جواب مختار مدعا علیہ یہ ہیں۔ اس عبارت سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نمود با اللہ، خدا تعالیٰ کو متغیر و متبدل مانتے ہیں اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کو ازلی وابدی غیر متبدل مانتے ہیں اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پُرانا ہو گیا تھا۔ اور اب نیا ہو گیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب انسان خدا کی طرف جھکتا ہے اور ایک نیا رنگ عبودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلی فرماتا ہے اور بندہ اسے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے۔ اہم مختار مدعا علیہ نے یہ اپنی طرف سے ایک معنی باہر سے ڈالے ہیں جن کا وہاں کہیں پتہ نہیں نہ کوئی خارجی سیاق و سباق میں نام و نشان ہے۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش کر سکا نہ پیش کر سکتا تھا۔ مرزا صاحب کی عبارت اس شریکہ میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے نیز دوسرے کفریات سے ملاکر تو عظیم الشان کفر ہو جاتا ہے جس سے مخلوق کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰؑ اور مریمؑ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا تیار ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں اور کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں۔

(تزیان القلوب صفحہ ۳۹)

باقی اللہ کے متعلق مرزا صاحب کی خوش عقیدگی جو کشتی نوحؑ اور اشتہار طحہ شہادت القرآن سے پیش کی ہے۔ اور

اس سے اس کی شرح چاہی ہے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب کی عادت ہی کھلے ہوئے متعارضات اور اختلاف بیانی کی ہے۔ محض بے سود ہے جو شخص برابر متعارض کلام بولتا ہو اس کا ایک کلام دوسرے کی شرح نہیں ہوا کرتا۔

### نمونہ ملاحظہ ہو

#### متعارض اقوال

ایک قول۔  
 مسیح موعود ٹھیل مسیح کے متعلق  
 (۱) میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔  
 (تحفہ گوڑیہ صفحہ ۱۹۵)  
 نبوت مسیح موعود (۲) وہ ابن مریم آئیوا لاہے کوئی نبی نہیں ہوگا  
 (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰)  
 مسیح کا امتحان (۱) یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اہل امت کے شمار میں آگئے ہیں۔

(ازالہ اوہام دوم صفحہ ۶۲۳)  
 مہدی کے متعلق (۱) اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پائیوا لاہے اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلعم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں (تذکرۃ الشہادین صفحہ ۲۰)

#### پہلے قول کا متعارض

(۱) اس صاحب جو ٹھیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کہ ہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔  
 (ازالہ خورد صفحہ ۱۹۵ کلاں صفحہ ۶۹ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۸ گواہ نمبر ۱۹۵)  
 (۱) میں نے صرف ٹھیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف ٹھیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ ٹھیل میرے جیسے اور دس ہزار بھی ٹھیل مسیح آجائیں۔

ازالہ صفحہ ۱۵ کلاں ۸۳

(۲) جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی ہے

(تحقیق الہی صفحہ ۲۹)

(۳) حضرت علیؑ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔

(ضمیمہ برائین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۹۲)

(۱) الف دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ول فاطمة و عترتی وغیرہ ہے۔

(ضمیمہ برائین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۸ گواہ نمبر ۱۳)

نوٹ۔۔۔ مرزا نے یہ تفسیر اس لیے کیا کہ ہم لوگ ابتدائے مرید ہو جائیں اور ہندوستان کی ذہنیت پر کے متعلق یہ ہے کہ پیر من خض است الخ اعتقاد من ہی است پھر جو چاہا سنوایا۔

(۱) ہمداد دعویٰ ہے کہ رسول دینی ہیں اخبار بدر ۱۹۰۸ء -

(۲) نبی کا نام پانے کے لیے ہی مخصوص کیا گیا ہوں (تحقیقہ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۳) سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

نوٹ۔۔۔ باقی حوالوں کے لیے شیخ الجا معہ گواہ مدیر نمبر الف کا بیان ملاحظہ ہو۔

ہمارا مذہب قیود ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ موجود مردہ ہے۔۔۔۔۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ اس لیے ہم نبی ہیں بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء تحقیقہ النبوت صفحہ ۲۷۲)

مگر باوجود اس شد و مد کے خصوصاً ۱۹۰۸ء کے بعد کھلا ہوا دعویٰ نبوت ہے۔

### تکفیر مسلمان

(۱) خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی میرا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتم صفحہ ۶۲)

(۲) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری حق پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے تحقیقہ الوحی

(دب) میں خدا سے حکم پاؤں۔ کہتا ہوں کہ میں نبی فارسی ہوں بموجب اس حدیث کے جو اکثر افعال میں درج ہے نبی فارسی بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشتی حالت میں اپنی لالہ پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

ضمیمہ تحقیقہ النبوة حصہ اول ۲۲۶  
دعویٰ مہیت و نبوة (۱) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ مہیت کا دعویٰ ہے جو خدا نے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الزالہ اہام صفحہ ۵۳ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۵۳۔ و قریب منہ توضیح موسوم صفحہ ۵۹ حمامۃ البشری صفحہ ۵۹)  
(۱) دماکان لی ان ادعی النبوة و اخبر من الاسلام و الحق بقوم الکافرین اور یہ مجھے کہاں پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں۔۔۔۔۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا دعا کروں۔ صفحہ ۵۹ حمامۃ البشری طبع آڈل،

(۲) اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار و دھماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا میں نبوت کا دعویٰ بنا۔ (حمامۃ البشری صفحہ ۸۳)

(۳) میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ (حمامۃ البشری صفحہ ۵۹)

(۳) خطبہ نام عبدالمکرم مرتد حقیقۃ الہی صفحہ ۱۵۱

(۴) ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدی کو مسلمان نہ سمجھیں۔  
(انوار خلافت صفحہ ۳۵)

(۵) سو مہر کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(۴) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ استنصار ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء حقیقۃ النبوة صفحہ ۸۹۔

(۵) ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کہہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت ج ۴ صفحہ ۱۲۲)

تکفیر مسلمین۔

(۱) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنی دعوائے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان بیہودوں کی نشان دہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعہ کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی بتائے الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت کمالہ البیت سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

(تزیان القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳)

لہذا یہ بطور کلیہ کے ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے کہ جس کی عادت اس قسم کی خلاف پیمانی کی ہو اس کی حبات ایک دوسری کی شرح نہیں ہو سکتیں۔ اور مختار مدعا علیہ نے جو دروازہ کاربے ربط اور بلا قہر نہ کچھ اس قسم کے متغایات میں تاویلات کر کے تطبیق کی شکل نکالی ہے۔ وہ محض لا حاصل اور بے معنی ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا اور عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

## تشابہات

قول مختار مدعا علیہ :

”اُن اعترافات کا جواب دینے کے بعد جو مختار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے شایان نہیں ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک حکم دوسرا متشاہد اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الذین فی قلوبہم ذیقہ فیتبعون ما کتبا بعد ابتغاء الفتنۃ جن کے دلوں میں زلیخ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ حکمت کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ پر پا ہوا اور لوگ حق سے معذور ہو جائیں چنانچہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے اور بعض کو تہ اندیش متشابہات کو ظاہری مضمون میں لے کر جادہ متین سے معذور ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک جسم جیسی طرح سمجھنے اور اس کے لیے ہاتھ آئیکہ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ واقعی عرش پر وہ ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے لیکن سمجھدار اور عاقلانہ الہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا۔ اور ان کے ایسے معنی کئے جو حکمت کے مخالف نہ تھے“

جواب :- عبارت مذکورہ بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہیں جس میں اصول ٹھہرایا ہے کہ کلام الہی ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک حکم دوسرا متشاہد۔

مگر واضح رہے کہ یہ اصول مرزا صاحب کے کلام پر اس وقت چسپان ہو گا کہ ان کے تمام کلام یا الہامات کو الہی کلام اور الہام تسلیم کر لیا جائے اور انہیں دعویٰ نبوت میں سچا اور ان کے الہامات وحی الہی مان لیں حالانکہ یہ چیز خود بابہ النزاع ہے ہم تو یہ سارے اقوال والہامات یا تو خود ساختہ ملتے ہیں یا دوسروں شیطانی وہ ہرگز کلام الہی نہیں ہو سکتے تاہم یہی نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ عورت کی چال (ایلی ایلی لما سبقتانی بربیت اذا کففت عن بنی)

اسرائیل۔ (مکاشفات صفحہ ۵)

(۲) ”ہیضہ کی آمد ہونوالی ہے۔“ (البشری ص ۱۳۲ نقل از بدجلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۴)

(۳) ”غلام احمد کی بیٹے۔“ (البشری ص ۱۳۲)

(۴) ”برید دت ان یروا طمشک“ (یعنی وہ تیرا جیٹ دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں) اس الہام کی تشریح خود مرزا صاحب کی زبانی اس طرح ہے بالوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا جیٹ دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ

تھے اپنے انعمات دکھلائے گا تو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ پھر ہو گیا ہے جو منتر لہ ایتال اللہ کے ہے“  
(تممہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۲)

(۵) ”ہو شغلنا“ (یہ الہام شلید عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھے) ”البشریٰ ص ۳۶“ نقل از بندہ جلد دوم نمبر ۱۴ مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۹۰۲ء از حضرت مسیح موعود۔

(۶) پیر لیٹن عمر براٹوس یا بلاطوس۔ (نوٹ) انری لفظ براٹوس ہے یا بلاٹوس ہے باعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اس جگہ براٹوس اور پیر لیٹن کے معنی دریافت کرنے میں کر کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔

(البشریٰ ص ۱۱) نقل از مکتوب احمدیہ ص ۶۱

(۷) غم غم غم غم لہ دفعہ الید من مالہ دفعۃ دیالیا اس کو مال اس کا چانک (البشریٰ ص ۳۶) نقل از الکلم جلد ۲ ص ۲۶۷۔

(۸) آئی لُو لُو (ترجمہ) میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ (A) I love you.

آئی اَیْم وڈ یُوڈ (ترجمہ) میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (B) I am with you.

آئی شیل ہیٹپ یُوڈ (ترجمہ) میں تمہاری مدد کروں گا۔ (C) I shall help you.

آئی کین ڈاٹ آئی ول ڈو (ترجمہ) میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ (D) I can what I will do.

وئی کین ڈاٹ آئی ول ڈو (ترجمہ) ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ (E) We can what we will do.

وئی اِز مائی اینی (ترجمہ) یہ میرا دشمن ہے۔ (F) This is my enemy.

ان الہامات کے نزول کے وقت ایسا الجھ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے بشریٰ ص ۱۱ نقل از بواہن احمدیہ ج ۴ صفحہ ۴۸۔

(۹) ”خاکسار پیپر منٹ“ (کشف ۱۵ الکلم جلد ۱ نمبر ۱ البشریٰ ص ۹۴)

(۱۰) ”وَرْدُ اَیْنْدَ لُو کَرْنِس“ (ترجمہ الہامی) ایک کلام اردو لڑکیاں (البشریٰ ص ۱۴۱)

(۱۱) ”کیسا کی طاقت کا نسخہ“ (البشریٰ ص ۱۱ بدر جلد نمبر ۱۹ ص ۱)

(۱۲) ”اب تک بیچا نہیں چھوڑی“ (البشریٰ ص ۱۱ کشف نمبر ۲۲۹)

(۱۳) ”کسٹرن کا بیڑا خرق ہو گیا“ (البشریٰ ص ۱۲)

(۱۴) ”اُمین اللک بے سنگھ بہادر“ (البشریٰ ص ۱۱)

(۱۵) ”خنیر“ (کشف نمبر ۲۲۹ بدر جلد ۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۳ البشریٰ ص ۱۱۹)

(۱۶) اے اگلے گویہ ابن مریم چون شدی  
 اے خدا سے قادر و رب العباد  
 مدتے بودم بزرگ مرئی  
 ہچو بکرے یافتم نشو و نما  
 بعد ازاں اے قادر رب المجید  
 پس بہ نقش رنگ دیگر شد عیان  
 زمین صلب شد ابن مریم نام من  
 بعد ازاں از نفع حق عیسیٰ شدم  
 ایں ہمہ گفت است رب العالمین

ہست او غافل ز رازِ ایزدی  
 در بر این نام من مریم نہاد  
 دست نادادہ نہ پیران زنی  
 از رفیق راہ حق نا آشنا  
 روح عیسیٰ اندران مریم دیدہ  
 زاد تراں مریم مسیح ابن زماں  
 زانکہ مریم بود اول گام من  
 شد جائے مریمی برتر قدم  
 گر نیدانی بر این را بمبین

(حقیقۃ الہی صفحہ ۳۴)

(حقیقۃ الہی صفحہ ۷۷)

(۷۷) بر زمین اوقات سے مقابلہ چھا نہیں۔

پس ہر عقل نہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کلام ہرگز الہام الہی یا کلام ربانی نہیں ہو سکتا۔  
 دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی دعویٰ سرے سے غلط ہے کہ ہر الہی کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ حکم و تشابہ۔ بلکہ یہ  
 صرف قرآن حکیم کی خصوصیت ہے جیسا کہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت ہی سے واضح ہے جس کے ابتدائی ادا آخری  
 حصہ کو صرف اسی معاملہ دہی کے واسطے کاٹ کر پیش کیا ہے ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔

”هو الذی انزل علیک الذباب منہ آیات محکمات من ام الکتاب و اخو عتشنا بجات“  
 اسی اللہ نے آپ پر قرآن اتارا جس میں کچھ آیات حکمت ہیں جو اصل اصول کتاب ہیں اور کچھ تشابہات “اس میں تصریح  
 ہے کہ یہ تقسیم صرف قرآنی آیات کی ہے حتیٰ کہ تورات و انجیل کی بھی نہیں۔ یہاں تک مرزا صاحب کے کلام کے واسطے  
 گنجائش نکالی جائے۔

دوسرے اصطلاح قرآنی میں تشابہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کے لیے  
 رموز و اشارات ہیں جنہیں کسی اور کے سمجھانے کو نہیں اتارا ان کا حکم یہ بتایا کہ علماء بھی اس میں غور و غوض نہ کریں بلکہ بلا تامل اسے  
 خدا کی طرف سے سمجھ کر بلا تاویل کی فکر کے اس پر ایمان لے آئیں جیسے حمصہ حسی۔ کلبیہا عسی۔ استوی علی

الحدیث۔۔۔۔۔ وغیرہ

حالانکہ مرزا صاحب کا کلام نہ قرآن منزل علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ اس پر بلا تامل ایمان لانا اور تاویل تک نہ  
 کرنا ضروری ہے۔

خود مختار مدعا علیہ بھی اس میں تاویلات کر کے یہ ثابت کر رہے کہ یہ متشابہات نہیں کیونکہ اسی آیت پیش کردہ کائناتی صبر ہے اسی مخالفہ کے لیے قطع کر دیا ہے کہ ”وَمَا يَحِلُّهُ تَأْوِيلُهُ“ الآية

متشابہات کی تاویل کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور علماء راسخین بھی خدا کی طرف سے مان کر اس پر اکتفا کرتے ہیں پس یہ متشابہات نہ ہوئے۔

یہ کہنا بھی سراسر لغو ہے کہ یہ مرزا صاحب کا کلام متشابہات سے ہے اور جن کے دلوں میں زلیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ قلم پر یا کرنے کے واسطے اس کے پیچھے پڑتے ہیں الخ  
کیونکہ اگر اس جیسے کھلے ہوئے کفریات اور لا جواب مشرکانہ خیالات کسی کو کفر سے بچا سکتے ہیں تو مختار۔

مدعا علیہ کے اصول پر فرعون و نمرود ابولہب

بلکہ شیطان نعیمی کے کلام کو بھی متشابہات میں مان کر عین ایمان کلمات بتلنے پڑیں گے فرعون کا۔ انارکیم الاعلیٰ۔ نمرود کا۔ اناچی دامیت۔ ابولہب کا۔ بتالک۔ یہود کا۔ اسام علیکم شیطان نعیمی کا۔ انانیر منہ الخ  
کیا یہ اسی اصول کے کلمات نہیں کہ تاویل ہو سکے۔ بلکہ مرزا صاحب کے کلام سے اس میں زیادہ آسانی سے تاویل ہو سکتی ہے۔

اول دونوں نمبر۔ انا ربکم الاعلیٰ انا احب وادبیت کے مقابل مرزا صاحب کا انت اسی الاعلیٰ اور اعطیت صفتہ الاحیاء والافناء من الرب الفعال کا مقابلہ کر کے تاویلیں دیکھ لی جائیں۔ اگر یہ کہیں کہ مذکورہ بالا اشخاص کا کفر دوسرے ادلہ سے متفق علیہ ہے۔ تو مرزا صاحب کو دنیا سے اسلام کا کونسا فرقہ مسلمان مان رہا ہے عرب ہوں یا عجم۔ ہندوستان ہو یا افغانستان مصر ہو یا شام۔ غیر مقلد ہو یا مقلد۔ خفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی صوفیہ کا گروہ ہو یا علماء ظواہر کا دیوبندی ہوں یا بریلوی۔ اہل سنت والجماعت ہوں یا شیعہ حضرات و اہل قرآن غرض کوئی ان کا کفر واضح ہونے کے بعد انہیں مسلمان نہیں سمجھتا۔

اور اس قدر آفتاب سے زیادہ روشن و واضح کفریات کے بعد یہ عمل اور متشابہ کفریات بھی مختار مدعا علیہ کے اسی تشریف اصول کے تحت کفر ہی پر محمول ہونگے۔ نہ اسلام پر۔ اور متشابہات کا حکمت پر محمول کرنا متفقہ اصول قرار دینے سے اور ہم نے بھی اولاً بنیادی طور پر حکمت سے کفر ثابت کر کے تاہد میں ان گول مول اہلکات کو پیش کیا ہے اصل بنیاد کب یہیں دیکھیے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تحت میں سب سے ادلہ والوہیتہ تہتموہر فی بنیادی اصول ہے کہ اس کی الوہیتہ میرے اندر موجزن ہے۔ اور جس میں الوہیتہ ہو وہ اللہ کہلاتے گا اور جس میں ربوبیت ہو وہ رب پھر حبیب کوئی شخص اپنے کو بھی اللہ مانے اور منوائے۔ اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ایک مرتبہ کیا کر ڈرتے ہرگز ایمان دار نہیں ہو سکتا



کیونکہ لا الہ الا اللہ میں صرف ایک اللہ الہ ہے اور یہاں نہ بھی اللہ ہے۔ نیز اس کے سارے مریدین جن میں مدعا علیہ عبد الرزاق بھی ہے ان کے اس قول پر کلمۃ الوحیۃ تترجمہ فرمائی۔ ایمان رکھتے ہیں ربی لا الہ الا اللہ بظاہر پر ظہر کہ بظاہر الوحیۃ کا حصہ صرف خدا تعالیٰ میں مانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے اندر بھی الوحیۃ محسوس ہے۔ پس جب کہ خدا کے سوا کسی ایک میں بھی الوحیۃ مان لی۔ تو کلمۃ توحید پر جس کا مطلب صرف ایک خدا ہی کے اندر الوحیۃ منحصر کرنا تھا ہرگز ہرگز ایمان دار نہ ہے۔ اس سے زائد کیا وضاحت چاہتے ہیں اور اس سے زائد حکم کیا ہو گا کہ اور دن کا الٹا سیدھا ربط بے ربط جواب تو دیا مگر اس کے جواب کا باوجود سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے نام تک نہ لیا۔

ہو اسے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں  
زیلعخانے کیا خود پاک دامن شاد کنغاں کا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کاملین امت مجیدہ کو مشابہات ورنہ میں ملے۔ جی پر خشک ملاؤں نے یہاں و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے مورد دل کو کافر و مرتد و واجب القتل ٹھہرایا الخ“  
تمام علمائے کرام حتیٰ کہ علمائے حرمین شریفین کثر ہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور تمام صوفیاء کرام اور بلا استثناء تمام فرق اسلام نے مرزا صاحب اور ان کے اذباب و اتباع و مریدین و معتقدین کو بلکہ ان کفریات پر مطلع ہونے کے بعد۔  
مرزا صاحب کو مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

اب مختار مدعا علیہ کی خوشی جی چاہیے انہیں خشک ملا جا بل و نادان کہے یا اس سے بڑھ کر کوئی گالی دے جب کہ ان کے مقتول تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل بیت کرام و صحابہ علیہم السلام کو سب کچھ انہی کہہ ڈالی تو ان سے یہ کوئی غیر متوقع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور ان کی امت کا یہ شیوہ ہی ہوتا تھا ورنہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد یا تو نکھر من الاحادیث ما لہم تسمعون انتم ولا اباء کھرا کیونکہ ہوتا اگر یہ نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق کی یہ بیگانگی غلط ہو جاتی اور دین درہم برہم ہو جاتا۔ الغیاء اللہ صدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قول مختار مدعا علیہ۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں متشابہات مثل ید التواء .... بنا .... (صحیح بخاری) میں تھے (مقامات امام ربانی صفحہ ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرزا استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانی کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متشابہات الہامات سے آپ کے منشاء اور کھلی کھلی تشریحات



باقی مجدد صاحب کی عبارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں بالکل عبارت بے غماہ ہے کوئی ان کی تائید نہیں محض اپنی طبیعت سے بہتان باندھا ہے۔ رہی حدیث ان اللہ خلق آدم حلی ص ۱۸۵ - اس کا مفصل جواب اوپر بحوالہ انہیں کے مسلم اہم مجدد وہاب شمرانی کی زبانی البیواقیت والنجواہر ص ۱۱۸ سے گذر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔  
قول مختار مدعا علیہ۔

”یہ سب امور موجب کفر و ارتداد ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش و فوجان کی شکل میں دیکھا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کی عجیب و غریب مگر خلاف اہل اسلام طرف استدلال کے رو سے خلو مجسم ٹھہراتے ہیں چونکہ بے ریش فوجان اور اس کا ہاتھ اھاس کی ٹھنڈک وغیرہ امور مجسم کو چاہتے ہیں اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو بہنوں نے یہ حدیث نقل کیا ہے۔ نفوذ باللہ مشرک و کافر مرتد نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ نفوذ باللہ دور دور اور بہت دور تک نوبت پہنچائی ہے دیوبندی مولوی بظاہر تو مجدد الف ثانی کو بدیہی شد و مد سے اپنا قبلہ و کعبہ بتلاتے ہیں مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق نور کرتا ہے تو ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔“

اس میں جس قدر سونہ لہجہ اور تیز گامی ہے وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جوابات کس جذبہ علالت کے تحت میں دیے گئے ہیں اور ان کی اصولاً کیا حیثیت ہے میں اصل مدعا یعنی حدیث ”میں نے مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک بے ریش فوجان کی صورت میں دیکھا“ - کا جواب پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ خدا کا مجسم ہونا انکارنا چاہتا ہے۔

### جواب

اولاً اس حدیث کو تمام مسلم ائمہ جرح و تعدیل جیسے امام بیہقی ابن سید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور ابن معین وغیرہ اس حدیث کو مختلف طرق سے مجروح بتاتے ہیں بلکہ علامہ ابن جوزی تو اسے موضوع قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال نیز تذکرۃ الموضوعات ملا علی قاری وغیرہ اور مجروح حدیث تو مختار مدعا علیہ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے (ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۸۴۲ء) حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر ہوگی (ازالہ ملل ص ۳۰)۔

نیز حنفیہ میں اگر مجروح نہ بھی ہو تو بھی قطعیات کا اعتبار ہے اور متواترات کا اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث معتبر نہیں چڑھتے احاد مجروح ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ص ۱۸۳ نیز جرح گواہ ص ۱۸۳ خارج ۱۹۳۳ء صرف بلال الدین سیوطی (دعویٰ کو ان کے زمانہ کے علماء اور معلم ائمہ علامہ سبکی وغیرہ حارث لیل طیب دیا لیس جمع کرنے والا قرار دیتے ہیں

اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار تصحیح کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات امام جرح و تعدیل نہیں اور ہر فن میں صرف

اسی فی کے اہل اور امام کی رائے معتبر ہوتی ہے جو مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۸ مارچ ۱۳۳۲ء باقی صاحب تذکرۃ الموضوعات کا ابوزرعہ سے حدیث ابن عباس کی تصحیح نقل کرنا تو اذل تو وہ اور حدیث ہے دوسری ایسی میں یہ بھی اسی جگہ منقول ہے کہ راہ بنوا دہ کر یہ دل اور قلب کا دیکھنا مرا ہے نہ انکھوں کا حتیٰ کہ مجسم ہونا لازم ہے۔ اسی تذکرۃ میں مطلب حدیث یہ لکھا ہے۔

”حدیث اگر خواب میں دیکھے پر محمول ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول کریں۔ تو ہمارے استاد کمال الدین ابن ہمام <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> نے فرمایا کہ خدا کا دیکھنا نہیں بلکہ حجاب صوریہ کا دیکھنا ہے جو باری تعالیٰ کے مجاہدات سے ہے اصل عبارت والحديث ان حمل علی رویتہ الملتام فلا اشکال وان حمل علی یقظۃ فاجاب استاذنا کمال الدین ابن ہمام بان هذا حجاب الصورة الخ (تذکرۃ الموضوعات مصری ص ۱۲۳)

اور مختار مدعا علیہ کے یہی مسلم امام ابن عربی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی صورت نہیں دیکھی بلکہ اس کے آئینہ جلال میں خود اپنا نقشہ دیکھا جیسے کہ آئینہ میں ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی صورت ہوتی ہے نہ آئینہ۔ ملاحظہ ہو (ابواب ایت والجوہر ج ۱ صفحہ ۱۲۳) اصل عبارت۔

فان قلت فاذا ما دای العبد الا صودة نفسه في مراة معرفة الحق وما دای الحق حقيقة قلت نعم وهو كذلك فحكمه الانسان الذي دای وجهه في المراة المحسومة فانه يرى صودة نفسه حاجبة له عن مشهود جوارح المراة۔

اولاً مرزا صاحب کے کلام پر جو ہمارا اعتراف تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجدد صاحب وغیرہ پر دہرایا پھر وہی اعتراف خدائے قدوس اور اس کے پاکیزہ کلام پر پسپاں کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل آیات پیش کر کے — وہی اعتراف دہرایا ہے۔

### آیات

استقری علی العرش ۛ جعل عرش ربك فوقہ ید مئذ ثمانین ید ۛ مبدوہ مبسوطتان ان آیات کی تفسیر جو مکہ میں ہے غیر متعلق ہے اور طول طویل ہے جس کی عدالت کی جانب سے اجازت نہیں جنہیں دیکھن ہو تفسیر پیر صادق۔ کشاف تفسیر ابن عربی تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔

باقی مختار مدعا علیہ کے حوالہ بالکل مفید نہیں کیونکہ ہم نے مرزا صاحب کی یہ کلام کو بنیاد قرار دیا ہے (الوجہ متموج نے) لا

طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لہذا اس قسم کے متشابہات کی آڑ ہی بے کار ہے اسی پر اصغر العرش وغیرہ کو قیاس فرما لیں قول مختار مدعا علیہ آخر میں اتنا کہیدنا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی محکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے یعنی معلوم کے متشابہ الہام کے معنی..... خود بیان کر دیے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکا کہ وہ ان معنوں کے خلاف کوئی اور معنی نکالے متشابہ الہام تو الہام ہے کسی بہم یا ذوالوجہ عبارت کے معنی بھی منشاء محکم کے خلاف نہیں نکالے جاسکتے اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے ابن شیر خدا علی المرتضیٰ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ ۲۳ بھی بضرر دہل اس کی تصدیق و تائید کا اعلان فرما ہے ہیں چنانچہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ اب اپنی طرف سے خلاف منشاء محکم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون (السماب المدرار صفحہ ۴۴) علاوہ انہیں تصنیف رامصنف نیکو کند بیان جب مصنف خود فرماتے ہیں۔ کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون و چرا کی گنجائش کیا ہے (السماب المدرار صفحہ ۵۵)

اور مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع گواہ مدعیہ ۱ نے بھی ۲۰ اگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو بہم قول مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔

### الجواب

اسی مسئلہ متفقہ اصول پر ہم نے بھی مرزا صاحب کی کلام کی تاویلات جو مختار مدعا علیہ نے کیں نا قابل التفات سمجھتے ہیں اور اس کے الہامات کا مطلب والوہیت متصور فیہا۔ اور طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لاجواب اور صریح اقوال کی روشنی میں مراد لے کر کفر کا حکم لگاتے ہیں ورنہ خواہ مخواہ ہمیں کوئی ان سے ذاتی عناد نہیں کہ کافر بنائیں اور عاقبت خراب کریں یہ ضرور ہے کہ کافر کو کافر نہ سمجھنا اور اس کے کفر پر راضی رہ کر دنیا کو مغالطہ میں رکھنا یہ بھی کفر اور رضائے بالکفر ہے۔

(نوٹ) آخر میں یہ بھی گزارش کر دوں کہ یہ بلاوجہ متشابہات کی بحث صرف اس لیے چھیڑی گئی کہ ہمارے جذبات مجروح ہوں کیونکہ اس سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ان کا کلام قرآن پاک کی طرح ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

سے آنچہ من مشنوم نہ دجی خدا بخدا پاک داتمش زخطا ،  
ہیچو قرآن مسنوم نہ دجی داتمش ازخطا با ہمیں است ایسانم ، (درشتیں)  
اگر حسن ظن کو مختار مدعا علیہ کی نسبت ہم کام میں لائیں گواب اس کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو یہ عرض کر دیں کہ مختار مدعا علیہ کو یہ بحث پھیرنے میں مغالطہ ہو گیا ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو حضور کی طرح اور ان کی کلام کو قرآن پاک کی طرح

سمجھ لیا ہے۔ ورنہ کبھی وہ حکم جو هو الذی انزل الیک الکتاب منه آیات محکمات الخ میں ہے جو صراحتہً صرف کتاب اللہ قرآن حکیم سے مختص ہے مرزا صاحب کی کلام پر پوچھیاں نہ کرتا۔

اب میں اپنے لاجواب حوالوں کو جو اس ہینڈنگ میں ہیں حسب وعدہ فہرست اپنے جواب کی تائید و تکمیل کے لیے عرض کرتا ہوں کہ باوجود اس طول طویل و دراز کار تاویلات کے ہمارا مدعا بدستور ثابت رہا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین خواہ کتنی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ نمائشی زبان پر لائیں مگر ان عقائد کفریہ منافی تو حید کے ہوتے ہوئے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ان کا ایمان ثابت نہیں ہو سکتا لا الہ الا اللہ کے خلاف بالکل لاجواب حوالے جن کا ذکر تک نہ کیا۔ تمہیداً جرح گواہ مدعا علیہ ص ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

- (۱) ادعائے الوہیت و الوہیتہ تتموجز فی وحی - اور اس کی الوہیت مجھ میں موزن ہے
- (۲) تمہید عنایت - انت فی وانا منك - داغ البلاء صفحہ ۶ (ایضاً کمالات و کتاب السیرہ)
- (۳) عقیدہ جمہیت - اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے۔

(توضیح المرام صفحہ ۷۷)

- (۴) تحسین و تاویل عقیدہ تثلیث - اور ان دونوں بحثوں کے کمال سے ..... اس کا نام پاک تثلیث

ہے اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لیے بطور ابن اللہ کے ہے (توضیح مرام صفحہ ۴۱)۔

- (۵) شرم و انگیز ہونا - لیکن تعجب کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے کہ مرزا نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب کہا

ہے ..... اور پھر دوسرا تعجب یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا

نام ظاہر کیا جائے۔ مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم و انگیز ہو گئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر

لانے سے اُس کو روک دیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵۶)

- (۶) صیاد کے ساتھ تشبیہ - اب سے پہلے خدا خاموش بیٹھا رہا اور اسی طرح بیٹھا رہا جس طرح صیاد جال کے نیچے

وانڈ ڈال کر بیٹھتا ہے۔ (تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

- (۷) تنقیص امر باری تعالیٰ - یتیم امرک ولا یتھامری - وہ لاجواب حوالے جن کا جوابی بحث میں مذکور ہے

مگر اعتراضی پوائنٹ نظر انداز کیا گیا۔

- (۱) شرک فی الاسم - اعنقر و ادھر من السماء ربنا عا ج - (برائین احمدیہ ص ۵۵)

- (۲) ادعائے یکتائی - انت بمنزلتہ تو حیدی و تقویدی - (اربعین ۳۳ شاعر صفحہ ۲۵)

- (۳) شرک فی الامر - انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون (استفتاء معبر برائین حصہ پنجم صفحہ ۱۰)

و جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶

”لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے“

(۴) عقیدہ تثلیث - انا نبشرك بغلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء نشاء (مستفاد صفحہ ۷۵) منشاء اعترافی کا ان کی تثلیث و تشبیہ ہے۔

(۵) عقیدہ جصیت - روشنائی چھڑکنے والا نشان - حقیقتہ الوحی صفحہ ۴۵۵ -

(۶) نسبت ولایت - انت فی بمنزلتہ و لدی حقیقتہ الوحی

(۷) عقیدہ الوت - ان الله يبشرك بغلام مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء

(بحوالہ مذکورہ)

(۸) خطا و صواب کی نسبت - انی مع الرسول اجیب اخطی و اصاب (حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۰۳)

(۹) خدا کا اسم اعلیٰ ہوتا - انت اسم الاعلیٰ (اربعین ص ۳ صفحہ ۳۴)

(۱۰) استعمال لفظ خواب و بیداری - اسہر و انتامر سوتا بھی ہوں جاگتا بھی (البشری ص ۹۷)

(۱۱) نیا خدا - بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۳۹۷ - جو گزر چکا۔

(۱۲) صفۃ الاحیاء والافناء - اعطیت صفۃ الاحیاء والافناء من الرب الفعّال۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳)

محقق ارداعلیہ نے سیکڑوں تائید کے نام پر اور اس کی آڑ لے کر تائیدی حوالے پیش کئے ہیں اور میں صرف ایک حوالہ اس جواب کی تائید میں پیش کرتا ہوں جس سے حضرت باری تعالیٰ جل و علاء شانہ کی نسبت مرزا صاحب کا نظریہ واضح ہو جائے گا اور تمام ان کے اجمالی الہامات کفریہ کے حل کرنے کو معیار ہوگا۔ نیز اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا کشف اور عظیم الشان کفریہ کیلئے ممکن نہیں ہوگا۔

(۲۰)

کشف مرزا صاحب - ایک مرتبہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ نے طاقت رجولیت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے (کشف مرزا صاحب منقول از اسلامی قربانی قاضی یار محمد صاحب بی لے پلیڈر - بحوالہ صدع النقاب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی = وعشرہ کاملہ۔

قاضی یار محمد صاحب مرزا صاحب کے مرید خاص ہیں اور مرید کی شہادت باقرار مرزا غلام احمد صاحب پیر کے حق میں سب سے ناگزیر معتبر ہے ملاحظہ ہو۔

(حقیقتہ الوحی)

آنچہ من بشنوم زدی خدا،  
بخدا پاک دانش ز خطا،

سے ہی جو قرآن منزہ اسش دانم از خطا با ہمیں است ایسانم  
ایسا شخص اگر ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ بے شمار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے ہرگز ہرگز ایمان دار اور کلمہ توحید کا قائل  
اور اس پر مومن شمار نہیں ہو سکتا درہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ شیطان لعین بھی عیاذ باللہ کلمہ گو مسلمان ہے کیونکہ اس کا صرف  
ایک کفر یہ ہے اور عدالت خود مقابلہ کرے کہ ان کی نسبت کس قدر ہلکا اور کتنی آسانی سے قابل تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان  
کے مقبوعین کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔

## استدعا

یہ حصہ ثابت ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب اہل ان کے مقبوعین جن میں مدعا علیہ بھی منسلک ہے ایمان کے بنیادی  
اور سب سے زیادہ ضروری جزد کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہیں مقدمہ بحق مدعیہ و گری ہونا چاہیئے گو کسی اور چیز کا جواب  
نہ دیا جائے اور نہ کوئی اور کفر یہ عقیدہ ثابت کیا جائے بلکہ لا الہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی صورت میں گو تمام ایمانیات  
اُس میں مکمل اور متفقہ طور پر موجود ہوں پھر بھی کافر و مرتد ہی رہے گا اور مدعا علیہ کو اپنے مرزائی احمدی ہونے کا اقرار ہی  
ہے پس مدعا علیہ باقرار خود مرزائی ہے اور مرزائیت سے لا الہ الا اللہ پر کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا لہذا اس سے  
نہ صرف ازداد بلکہ کھلا ہوا متفقہ ازداد لازم آیا۔

جس سے یقیناً نکاح فسخ ہونا چاہیئے کیونکہ ازداد پر فسخ نکاح کا حکم ہونا نہ صرف فقہ حنفی کا مسلم قانون ہے بلکہ  
عمران لا کا بھی۔ اور گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ سٹیک مارچ کے الفاظ اگر مرتد ہو جائے تو  
عام فتویٰ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اور ملاحظہ ہوں الفاظ گواہ مدعا علیہ سٹیک مارچ ۲۱ مرتد ہونے سے تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ  
بجھا جائے گا۔ تعامل سے تمام مسلمانوں کا تعامل مراد ہے۔

سے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں  
زیلعانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعال کا

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ أَكْثَرُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى حَبِيبِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا  
کلمہ توحید کے جواول لا الہ الا اللہ کا جواب ختم ہوا۔



## کلمہ توحید و سرِ حصہ ،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قول مختار مدعا علیہ :

”مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی مرزا صاحب کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی اور اس لغو و باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ لغو و بالذات آپ کلمہ کے جزو دوم کے بھی منکر ہیں جو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کی پہلی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو ہے۔“

### الجواب

پہلے کی بحث کا جواب مفضل عدالت کے سامنے آپکا اور واضح ہو چکا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر سوال لا جواب پھوڑ دئے اور سوائے ایک توالہ کے کسی میں بھی مختار مدعیہ کے اعتراض کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے مل کے خلاف غیر متعلق امور سے بحث کے حجم میں زیادتی کی ۔ اور وہ ایک توالہ بھی جس کا بزم خود جواب دیا ہے ۔ وہ جواب اس کے اور مرزا صاحب کے مسلمات کی روش سے بالکل لغو و باطل و مخدوش ہے جو قابل التفات بھی نہیں کیونکہ خود مصنف کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں ۔

قول مختار مدعا علیہ :

”میل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک الہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس کے معالفتوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی متشایہ یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء کے خلاف نکلے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو۔“

### الجواب

اسی اصول کے تحت میں اصل بحث کی بنیاد منہج کی نہایت واضح اور مصرح قول پر رکھی تھی جو اس کی نیت پربران قاطع تھا۔ اور جس کا جوابی بحث میں جواب کجا مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا جیسا کہ مفضل اوپر گزر چکا۔ اب دوسرے حصہ میں بھی ان شاء اللہ وہی ملاحظہ میں آئے گا۔

کفر و اسلام کے نازک مسئلہ کی بنیاد ہم نے تو معتبر مسلم کتب اور مرزا صاحب کے قطعیات پر رکھی تھی بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اس نے غیر مسلم خلاف واقع غیر کاتب شدہ زید عمر و دیگر کے رسائل و قصہ کہانیوں پر رکھی ہے ۔ ع ۔

بہیں تفاوت راہ از کجاست تا بمکجا

ع

قول مختار مدعا علیہ :

لیکن مختار مدعی نے نہ تو پہلی جزو کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار توجید باری تعالیٰ موجود ہو اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی صاف عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار رسالت نکلنا ہو۔ بلکہ منشا بہ الہامات تشریحات مبہم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکال رہا ہے کہ نفوذ بائد آپ کو کلمہ کی دونوں جزووں سے انکار ہے الخ۔

الجواب

انکار توجید اور لا الہ الا اللہ کا اس سے صاف کیا ہو گا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ ہی میں ہے نہ کسی اور مخلوق میں اور مرزا صاحب اپنے اندر سر تپا الوہیت کا صاف اعلان فرما رہے ہیں والوہیتہ تہتموج فیہ جس کا مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی جواب نہ تھا۔ اور اس کا نام تک نہ لیا باقی لا جواب حوالہ ادب پر گزرنے کے ملاحظہ ہوں۔ اسی طرح ثانی جزو کے متعلق تھا مگر چونکہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو تقلید انبی اور معصوم اور تمام انبیاء سے افضل مان چکا ہے بلکہ اُس کا ذریعہ معاش ہی یہ ہے کہ دنیا کو مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت اور یہ تمام کفریات موائے اُسے میری بحث میں صراحت بوجہ تعصب نظر ہی نہیں آسکتی۔ مگر غیر متعصب وغیرہ جانبدار منصف مزاج کے واسطے اُفتاب سے زائد روشن عبارت ہیں جن کی موجودگی میں مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد میں شبہ کرنا بھی ایمانی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

اس مذکورہ تقریر کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”مختار مدعیہ کو کوئی صریح حوالہ نہ ملا اس کے خلاف حوالے ہیں“ بدشمار عبارتیں ہیں ”علالت کو مغالطہ دیا گیا ہے یہ متشابہات ہیں“ یہ سب اپنے اپنے اوصاف متعین کو خوش کرنے کو ممکن ہیں کافی ہوں مگر دلائل وبراہین کے میدان میں یہ خطابت کے الفاظ محض بے سود و بیکار ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

”کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو متشابہ مبہم ذوالہوہ عبارت پر کسی طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔“

جواب۔ ہماری جانب سے محمد اللہ بالکل صاف صاف واضح عبارات پیش کی گئی ہیں جن کے مقابلہ میں کیا ایسے شخص کا جو کسی شخص یا جماعت کا کسی کے جاوید بچا پروپیگنڈے کے لیے ملازم؛ اپنے آقا یا جس جماعت کا ملازم ہے اس کی طرف سے تاویلات اور کھلی ہوئی تشریحات کو متشابہ اور مبہم قرار دینا چاہیئے تب تب نہیں وہ معذور و مجبور ہے مدعا علیہ ایک بھی گواہ یا مختار جماعت مرزائیہ کا غیر تنخواہ دار پیش کرنا تو شاید قابل التفات بھی ہوتا۔ ان کی شبہاتیں قانوناً جو وقت کبھی ہیں وہ

عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

باقی رہا یہ قول کہ

”کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو، کیا مختار مدعا علیہ بہ بتانے پر قادر ہو سکا کہ اس کے خلیفہ برحق ثانی یعنی جناب مرزا محمود صاحب تادیبانی کلبہ فتویٰ ”موسم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں“ (ایضہ صدقات ص ۳۵)

”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ یکے کا کافر ہیں عدالت خود غور فرمائے کہ یہ فتویٰ کسی صریح عبارت پر دیا گیا ہے اور اس کی رو سے چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم علماء و مفتاح سلاطین و لوایان اسلام جو بھی مرزا کو رسول نہیں مانتا یا بیعت میں شامل نہ ہوا وہ نہ صرف کافر بلکہ کافر کفار ہوئے۔ اور مرزا صاحب نے خود اپنے تمام نمائندوں کو جتنی قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں مختار مدعا علیہ کو چاہیئے تھا کہ اس قسم کی دیک تادیلات کی آرتلاش نہ کرنا اور اگر ان تادیلات میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ تھا تو اسے اسی اصول کے تحت میں کہ کفر اور الکفرین ضروری جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم بلکہ مسلمہ فریقین ہے مرزا صاحب اور خلیفہ محمود کے کفر اور ارتداد کا اقرار کر کے ثابت ہو جانا چاہیئے تھا۔

واللہ اعلم بالصواب

مختار مدعا علیہ اس کے بعد کچھ جرح گواہ مدعیہ کے کربط حوالہ جن کا جواب اوپر گزر چکا ہے لکھ کے فٹاتے ہیں۔ چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور جمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑے ہیں وہ آپ کی منشاء و تفسیر حیات کے بالکل خلاف ہیں اور صرف خلاف نہیں بلکہ ان کے خلاف آپ کی بہت سی عبادتیں موجود ہیں اس لیے اس نے مرزا صاحب کی متناقض باتیں ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر امر کے متعلق مرزا صاحب کے کلام میں تناقض موجود ہے اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول موجود نہ ہو لیکن یہ اس کا سرسر مغالطہ ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات و جمل اقوال کے غلط جوئی اس نے گھڑے ہیں وہ صحیح قرار پائیں اور آپ کے اقوال اس کے ان گڑھے ہوئے غلط معنی کے خلاف پیش کئے جاویں وہ متناقض و متعارض تصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں حضرت مسیح موعود کے کلام میں درحقیقت کوئی متناقض فقرات نہیں ہے“

## الجواب

اب مختار مدعا علیہ کو یہ جواب بالکل ہی مفید نہیں ہو سکتا جب کہ بنیاد اعتراض پر جید نگ کے صریح اور غیر مشتبہ الفاظ پر ہے اور میں اوپر محمل و متشابہ کے متعلق عنوان متشابہات کے تحت میں اس آٹھ کی حقیقت اپنی طرح آشکارا کر چکا ہوں ایسی صریح واضح عبارات کے ہوتے کسی جگہ کی عبارت سے اس کے خلاف مختار مدعا علیہ کا استنباط ناقابل عفو ہے اور پھر یہ اصول قرار دیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی عادت ابتدا سے متعارض و متہانت اقوال و دعادی کسی ہے اور جیسا موقع دیکھا و سنا ہی کہہ دیا۔ مسلمان - سنی - شیعہ - عیسائیوں کے واسطے مسیح موعود و مہدی مسعود آریوں ہندوؤں کے واسطے گوپال سری کرشن مہاراج آریوں کے بادشاہ سکھوں کے لیے بے سنگھ بہادر جو نبی ماننے سے گھبرائیں۔ اُن کے واسطے محدث و مجدد مبلغ اسلام جیسے لائبریری پارٹی جو غیر تشریفی ماہیں جیسے قادیانی پارٹی کے لوگ ان کے واسطے غیر تشریفی اور جو مستقل صاحب کتاب صاحب شریعت بدین و قبلہ جدیدہ و کلمہ جدیدہ پر تیار ہو جائیں اُن کے واسطے مرزا صاحب کی وحی کتاب اللہ - ناسخ قرآن اور ان کی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ناسخ بجائے کعبۃ اللہ کے قادیان قبلہ اور اسی طرف - نہ کر کے نماز پڑھیں بجائے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مرزا صاحب کا جدید کلمہ لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ موجود جیسا کہ مرزا بیوں کے تیسرے فرقہ اروپائی کے سلسلہ میں خود بانی فرقہ ظہور الدین اروپائی مرزائی کے حوالہ سے اوپر آچکا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ ص ۲۱ مارچ ۱۳۳۱ء ایسے شخص کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی بلکہ اس کا کفر اور کنارے کفروں سے خطرناک و مخدوش ہوگا اس کی وضاحت معہ سٹ متعارفات اوپر مستقل گزر چکی۔

قول مختار مدعا علیہ :

”مرزا صاحب کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اس بحث میں ظاہر ہوگا۔“

جواب :

بحث سے تو تعارض نہ اُٹھ سکا جیسا کہ جواب الجواب سے واضح ہو چکا اور آگے آگے گا البتہ مختار مدعا علیہ کے اس قول اور اصول سے گواہان مدعیہ پر متعارض کا الزام تھا اس کا جواب انہیں الفاظ کو دہرا کر عدالت کے سامنے پیش ہے۔

قول ”گواہان مدعیہ کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے اُن کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اسی بحث میں ظاہر ہوگا“

ان شاء اللہ تعالیٰ

## تفصیل جواب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ معہ جواب

(۱) مختار مدعیہ نے پہلا مغالطہ یہ دلی ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے ؟ جواب: اگر یا مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ آخری نبی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے نہیں بلکہ مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے۔ یہی دراصل خصوصیت آخری نبی ہونے کا انکار ہے جو علاوہ مستقل کفر ہونے کے گواہ ۱۔ ۲ راجح ۳۳۳ کی جرح کے جواب سے عین ذات نبوت کی انکار کے مرادف ہے الناطق ملاحظہ ہوں۔

”خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے“ انکا و خصوصیات انکار ذات ہے، ”جرح ۲ راجح ۳۳۳۔ اب ہم اسے ذمہ صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ آخری نبی کا مفہوم اور لفظ آخر نبی آخر الانبیاء وغیرہ آپ کے خصوصیات سے ہے کسی اور نبی کے واسطے قرآن و حدیث صحابہ کرام و ائمہ نقباء عظام کی عبادت میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ جب ہی ہوا آپ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہوا یہی معنی کسی سے کسی نفع یا معنی کے محض ہونے کے ہیں۔

## تفصیل دلائل

- مفہوم آخری نبی کا محض بذات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا۔
- (۱) دلکی رسول اللہ وخاتم النبیین۔
  - (۲) قل یا ایہا الناس افری رسول اللہ الیکم۔
  - (۳) والذین یدمنون بما انزل الیک وما انزل من قبک۔
  - (۴) واخذ اللہ میثاق النبیین الایۃ۔
  - (۵) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایۃ
  - (۶) فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والی رسول الایۃ
  - (۷) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا۔
- ان پر تفصیلی تقریر کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ نمبر الف و ست و نیز بحث مختار مدعیہ۔

میں نے صرف ثبات آیات کے حوالہ پر اکتفا کی جو مسل پر مفصل موجود ہیں اور انہیں ان کا یہی مطلب ثابت کرنے کو نہ صرف صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال پیش کئے ہیں بلکہ مرزا صاحب کے صحابی خاص محمد علی صاحب لیم اے احمدی کی بھی یہی تفسیر درج ہے جو غیر احمدی ہونے کے الزام سے بری ہیں۔ اگر میں چاہوں تو محمد اللہ صریح کم از کم (۱۰) آیات پیش کر سکتا ہوں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت فی القرآن مولانا محمد شفیع صاحب اور یہ ٹکڑے بھی نمونہ ہوں گی ورنہ تمام قرآن شریف اسی سے پُر ہے احادیث اس مفہوم پر شہادتوں میں احادیث متواترہ کا دعویٰ غیر مجروح گزر چکا معہ دلیل اور گواہ مس نے دوسو سے زائد عدد کی تعداد ظاہر کی ہے جس پر بھی کوئی بُجوح نہیں اور (۷) احادیث اعلیٰ صحیح متقل مرفوع نمونہ شہادت میں پیش کی جا چکی ہیں جن کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو سکا ملاحظہ ہو شہادات گواہان مدعیہ اور بالخصوص علامہ احمد مس دہشت۔

### اجماع و اقوال صحابہ

فیصد صدیق کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجماع صحابہ مدلل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مس دہشت میں گزرا تفصیل کے واسطے آیت خاتم النبیین کے تحت میں ابن جریر ملاحظہ ہو (۶۴) سے زائد آثار صحابہ نقل ہیں۔  
انار سلف صالحین،

(۶۶) ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ مفسرین (۱۵) حوالہ شہادت گواہان مدعیہ ملاحظہ ہو۔

ائمہ لغت

قاموس مجمع البیمار مفردات امام راعب (جس جیسی کوئی کتاب قرآنی لغات میں بقول علامہ سیوطی) روئے زمین پر نہیں نظر الجھتا تھی الارب مسجد کے حوالے گواہان مدعیہ نے شہادتوں میں پیش کئے اور دواہم حوالہ لسان العرب اور تاج العروس کے بحوالہ انری نبی مؤلفہ محمد علی صاحب ایم اے جو مسل پر آپکے ہیں اور یہ وہ دونوں کتابیں ہیں کہ مرزا صاحب کو یہ مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گو مس ۲۶ مارچ ۱۹۳۳ء تاج العروس۔ خاتم النبیین ۱۶ ای آخر ہم یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں۔

(۲) لسان العرب میں و خاتم النبیین او اخرهم قال وقد قرأ خاتم النبیین یعنی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں اور خاتم کی جگہ خاتم بھی پڑھا گیا ہے آخری نبی محمد علی ایم اے مس دہشت۔

### فیصلہ ائمہ مجتہدین

(۱) بحر الرائق۔ مسلمہ فریقین۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۷۷ مارچ ۱۳۳۳ء۔

(۲) شرح اشباہ -

(۳) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری -

(۴) فتاویٰ عالمگیری -

(۵) فتاویٰ ابن حجر مکی -

(۶) رد المحتار -

(۷) اشباہ و انظائر -

ایک پچھلے حوالہ کی اصل عبارت بطور نمونہ ترجمہ پیش ہے -

”اذا لم یعرف ان محمداً صلى الله عليه وسلم آخر الانبياء فليس بمسلم لانه من ضروريات الدين -  
یعنی اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانا تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ آپ کا آخری نبی ہونا اور ان کا ماننا  
ضروریات دین سے ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و محنت مختار مدعیہ اس حوالہ میں آخری نبی ہونا نہ صرف  
خصوصیات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ضروریات دین سے ہے جس کا نہ ماننے والا منفقہ کافر ہے۔  
حوالہ جات لفظ آخری نبی یا آخر الانبیاء کی تخصیص کے متعلق احادیث صحیحہ -

(۱) قال النبو صلى الله عليه وسلم انا آخر الانبياء و انتم آخر الامم

(مسلم کتاب الفضائل شہادت گواہ مدعیہ نمبر ۴)

(۲) في حديث المعراج قال تعالى --- جعلتك اول النبیین خلفنا و اخرهم بعثنا -

(ابو نعیم حفاٹس کبریٰ ص ۱۹۶)

(۳) كنت اول النبیین فی الخلق و اخرهم فی البعث

(کنز العمال ج ۳ ص ۱۱۶ گ الف)

(۴) كنت اول الناس فی الخلق و اخرهم فی البعث -

در بحوالہ صدر

(۵) انا اخر الانبياء و مسجدی اخر مساجد الانبياء - (کنز)

یہ وہی پانچوں لا جواب حوالے ہیں جو بحث میں اور شہادتوں میں لپکے اور باوجود ان کے اس قدر واضح ہونے کے محنت  
مدعا علیہ یا اس کے گواہان نہ مجروح کر سکے نہ کچھ جواب دیا۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ کا ایک حوالہ آخر الانبیاء کے لفظ کا تھا اُس  
کے بعض راویوں کے متعلق بعض محدثین کے اقوال گو وہ قول فیصل نہ ہوں نہ ہی وہ مسلم ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ہوں قطع  
برید کر کے پیش کیا جس کے برعکس بڑے بڑے ائمہ اور ماہرین فن جرح و تعدیل کی رائے موجود ہے۔ ان راویوں کو معتبر

ٹھہرا رہے ہیں اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماحصر کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔ (برکات الدعاء ص ۱۲)  
نیز جرح گواہ مدعا علیہ۔

اولاً تو یہ حدیث مجروح نہیں رادیوں کی توثیق موجود ہے جیسا کہ اپنی جگہ پڑائے گا۔ دوسرے اس مخصوص سند کی حدیث ابن ماجہ کو اگر کوئی مختار مدعا علیہ کی خاطر نظر انداز ہی کر دے پھر بھی مذکورہ بالا چار اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں (جس میں مسلم شریف جیسی اعلیٰ پایہ کتاب کی بھی حدیث ہے جو صحیحین میں شمار ہے جس کی احادیث جرح و تعدیل کی محتاج نہیں موجود ہیں جو انشاءً "وکنایت" بلکہ صریح واضح الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت مطلقاً بلا کسی تفصیل و تفسیر کے آخری نبی یا آخر الانبیاء کے ساتھ کر رہی ہیں اور جمع معرف باللام کی طرف مصنف ہونے سے تفسیر کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ یہ احادیث احاد ہیں بالکل ناواقف ہے بلکہ یہاں تو اثر ثابت ہے۔ گو اہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حضرت علامہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ملاحظہ ہو کہ و بذلك و ددت الاحادیث المتواترة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شہادت گو اہان مدعی) بھی نقل حافظ ابن کثیر سے بھی موجود ہے۔

اب ایک طرف صرف مختار مدعا علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ احادیث احاد ہیں۔ باوجودیکہ حافظ حدیث اور امام حدیث بلکہ کسی مسلم در کس گاہ کا سند یافتہ بھی نہیں۔  
دوسری طرف، ایک نہیں ذو مسلم ائمہ حدیث و تفسیر بلکہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیر و علامہ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ ہے۔

کہ اس بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں عدالت خود ہی تو ازل فرمائے کہ مختار مدعا علیہ عدالت کو کس قدر مغالطہ دینا چاہتا ہے یہ کوئی نئے حوالے نہیں تقریباً کل مدعیہ کے شاہدوں نے پیش کیا ہے بحث میں متعدد مرتبہ پیش کیا گیا اسے لا جواب کہے کہ جواب بحث میں مذکور تک نہ آیا۔ (قلل الحمد)

## صحابہ کرام کی تصریحات

مفصل اور کثیر التعداد حوالے گو اہان مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حافظ ابن جریر طبریؒ کی تفسیر میں ملاحظہ ہو ج ۲۲ ص ۱۱ میں صرف ایک نمونہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) عن قتادة روى قال قال رسول الله و خاتمة النبیین ای اخرهم یعنی خاتم النبیین کے معنی تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں ابن جریر ج (۲) ص ۱۱



## ائمہ مفسرین

- (۱) مسلمہ فریقین رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری ج ۲۲ تفسیر ابن جریر۔
- (۲) حافظ حدیث امام التفسیر علامہ ابن کثیر ج ۸
- (۳) ابن کثیر جلد سوّم۔
- (۴) ابن کثیر جلد چہارم۔
- (۵) تفسیر کبیر ج ۶ و ۲۔
- (۶) تفسیر بیضاوی۔
- (۷) تفسیر کشاف۔
- (۸) تفسیر روح المعانی۔
- (۹) تفسیر ابی السعود۔
- (۱۰) تفسیر درمنثور۔

میں نے انہیں حوالوں پر کنٹاک کیا جو شہادت مدعیہ کی طرف مثل پر آپکے ہیں درجہ جدید حوالے بشمار موجود ہیں۔

## ائمہ لغت

اور لسان العرب و تاج العروس کے حوالہ سے گزر چکا کہ غائم النہین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور بھی سات محلے وہیں ذکر تفصیل لکھی اپنی جگہ پر آئے گی نیز گواہان مدعیہ کے بیان میں موجود ہے

## اجماع اُمت

اجتمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره من دون تأويل و تخصيص الا  
جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بلا تاویل و تخصیص اس کے ظاہری معنی (یعنی آخری نبی)  
مرا ہیں اور بلا شک و اشتباہ اس کا منکر قطعاً و سماً کا فر ہے یہ مضمون بشرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ وغیرہ میں موجود ہے۔  
شعار علامہ قاضی عیاضؒ (۲) ملاحظہ ہو۔  
شہادت گواہان مدعیہ۔

### فیصلہ ائمہ عقائد ،

- (۱) اول الانبیاء ادم و اخرهم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)  
یعنی پہلانی آدم علیہ السلام اور تمام نبیوں کے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔  
(۲) مواہب لدنیہ (۳) صبح الاعشی (۴) عقیدہ طحاوی (۵) غیۃ الطالبین (۶) شرح فقہ اکبر (۷) کتاب الفضل  
(۸) نسیم الریاض (۹) انصار السلول (۱۰) الملل والنحل (۱۱) شفاء قاضی عیاض، شرح شفاء ملا علی قاری (۱۲)  
(۱۲) (۹ و ۳ و ۲) -  
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و محنت مختار مدعیہ۔

### فیصلہ ائمہ مجتہدین ،

- اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا آخری نبی نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات  
دین سے ہے الاشباہ والنظائر، ۲ شرح فقہ اکبر (۳) شرح اشباہ (۴) قاضی ہندیہ (۵) بحر الرائق جو مسئلہ فریقین  
سے (۶) درمختار -  
تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و محنت مختار مدعیہ۔

### فیصلہ صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم

- (۱) محی الدین ابن عربی سید الطائفہ -  
(۲) علامہ امام عبد الوہاب شعرائیؒ یوا قیلت ج ۲ صحت ۳۵ صفحہ ۱۲۵ -  
(۳) سید الطائفہ غوث اعظم حضرت سید شاہ عبدالقادر جیلانیؒ جو بیستمیوں حضرت مسلمان فریقین ہیں -  
ملاحظہ ہو جرح گواہ ملایم مارچ ۱۳۳۳ -  
(۴) انسان کامل یہ بھی مسئلہ فریقین ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حوالے ہیں تفصیل کے واسطے شہادت گواہان مدعیہ و محنت  
مختار مدعیہ ملاحظہ ہو۔

### شہادت قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فریدؒ

اس کے آخر میں مسئلہ فریقین شہرہ آفاق صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت پیش ہے جو بقول گواہ  
مدعا علیہ ۲ بھی ہزار ہا شہادتوں سے زیادہ با عظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے جو صلوات اللہ علیہ

اور اسلام کو رگزار میں ہے۔ پنجاب کے علاوہ اس کی جلالت نشان ہندوستان میں بھی ملتے ریاست بہار اور پور کے رہا بد راہی کے دوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر کا نقش فی الحجر ہے جو ہر شخص نواب صاحب بہادر فرما کر لے بہار پور اور آنکھوں کے بھی واجب التعظیم ہیں ان کے اپنے کلمہ کی بھی ہوئی تبرک کتاب نسخہ شریفہ فوائد فریدی صفحہ ۱۲ ملاحظہ ہوا رشاد ہے کہ ”مسئلہ نبوت آدم“ سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ ”سب سے پہلے نبی آدم صلی اللہ اور سب سے آخری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کی وہ تو سمجھ جسے اس نے سخت میں برابر دہرایا ہے کوئی یہاں منطبق کرے کہ مرزا بیوں کے اصول پر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاذ باللہ! آخری نبی کی حقیقت منمو منکشف نہ ہوئی ہو بوجہ کوئی نظیر نہ ہونے کے جیسے کہ کمال وغیرہ کی نیز صحابہ برابر ان کے اصول پر غلطی کرتے ہیں (عیاذ باللہ) ائمہ دین و صوفیائے کرام کو بقول مرزا صاحب وہ حصہ کثیر وحی الہی و مکالمہ و مخاطبہ کا عطا نہیں ہوا تھا جو مرزا صاحب کو عطا ہوا۔ بس آخری نبی کی حقیقت صرف مرزا صاحب پر منکشف ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں یا اس میں یہ قید اور یہ تخصیص اور ان معنی کا اضافہ ہونا چاہیے نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد جو ان کی بیعت میں شامل نہیں وہ سب کافر اور پکے کافر ہیں اور کافر کی شہادت مستبر نہیں لہذا مرزا بیوں کے مسلم کسی شخص کی شہادت ہونی چاہیے پس ہم مرزا صاحب کے خاص الخاص مرید بلکہ صحابی کی شہادت پیش کرتے ہیں جسے احمدی ہونے کے ساتھ مرزا صاحب کی صحابی اور ایک بڑے فرقہ کے امیر جو نیک فخر حاصل ہے میری مراد امیر جماعت ائمہ مدینہ محمد علی صاحب ایم۔ اے ہیں ملاحظہ رسالہ آخری نبی کے مندرجہ ذیل اقتباسات اور یہ حوالہ بھی دینا نہیں ”آخری نبی“ رسالہ مسلم میں درج ہے۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تعلیم قرآن و حدیث آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا سولے اس کے کہ بطور مجازی یا استعارہ کوئی اس لفظ کو استعمال کرے اور اگر کوئی قطعی شہادت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہے تو بلاشبہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا ہمارے سامنے سوال نہایت مختصر ہے جس کو حل کرنا ہے یعنی یہ تو میرا اور میاں صاحب دونوں کا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے سخت صرف اس قدر ہے کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں میاں صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ میرے نزدیک اس کے معنی ہیں آخری نبی میاں صاحب نے دعوے سے بیان کیا ہے کہ جو معنی وہ کرتے ہیں ولغت میں لکھے ہوئے ہیں اور جس طرح وہ مننے کرتے ہیں اسی طرح لکھے ہوئے ہیں مابہ انحراف خاتم النبیین کے معنی ہیں یعنی وہ الفاظ کی کوئی تاویل قطعاً نہیں کرتے۔ اور آخری نبی شخص میں معنی نہیں چنانچہ ان کے بیان کے الفاظ ان کے اخبار الفضل میں شائع شدہ بیان کے مطابق یہ ہیں ”ہمیشہ سے اُس کے یہ معنی لے جاتے ہیں ہم اس کی تعبیر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ معنی لغت کے ہیں بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی بھی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں۔“

(الفضل ۲۶ جون ۱۳۳۳ء)

اب میں لغت سے میاں صاحب کی نئی تفسیر کی رو سے محاورہ عرب ہی مراد لیتا ہوں تو یہ تو میاں صاحب نے بھی مان لیا کہ وہ اپنے معنی محاورہ عرب میں بغیر کسی تاویل کے صفائی سے لکھے ہوئے بتا دیں گے اور بالمقابل میرا بھی یہ دعویٰ ہے کہ جو معنی میں کرتا ہوں وہ میں محاورہ عرب میں صفائی سے لکھے ہوئے بتا دوں گا اول میں اپنے حصہ کو لیتا ہوں اور لغت تین طرح پر میں دکھا دوں گا کہ محاورہ عرب کے کو سے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں یعنی اول اس طرح پر کہ خود ان الفاظ خاتم النبیین کے معنی لغت یا محاورہ عرب کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر کہ عرب نے خاتم القوم کا محاورہ عربی کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر خاتم القوم کا محاورہ جس کے مطابق خاتم النبیین ہے صرف ایک ہی یعنی آخر القوم میں بولا جاتا تھا دوسرے اس طرح پر کہ لفظ خاتم بمعنی آخری عرب میں استعمال ہوتا تھا میاں صاحب نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ لغت عرب کا ہمت ساحل علم ہمیں کتب لغت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد صفحہ ۵ - ۶ - ۷ پر متعدد عربی انگریزی ہے مستند لغت کے حوالے نقل کر کے ص ۸ پر ابن حبان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۳) من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا ينقطع --- فهو ذنديق يجب قتله - اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت الکتسابی ہے جو منقطع نہیں ہوئی ہے تو وہ زندیق ہے جس کا قتل واجب ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنی وہ بھی آخری نبی کرتا ہے نہ کچھ اور یہ میاں صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خاتم کے معنی ہمارے کر کچھ اور معنی خاتم النبیین کے بن جاتے ہیں۔ ص ۸۔

”اب اس قدر لغت اور تفاسیر کی شہادت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر ہوتے ہوئے کس قدر جرات ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ لغت میں یہ معنی خاتم النبیین کے نہیں اور یہ سب لوگ غیبت کا ایک بات کو ماننے لگے پیچھے معنی بنائے۔ ص ۸۔

پھر ہمت سی اسی معنوں پر صحاح کی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

”میاں صاحب نے اپنی تائید میں صرف ایک حدیث پیش کی ہے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے ”اس اجماع کے خلاف رسول کریم کی آواز۔ کیا تعجب نہیں کہ چالیس حدیثوں میں میاں صاحب کے کان کے پردہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہ پڑی اور اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ کی اور ایک حدیث کی آواز نہ ہونے سن لی یہ رسول کریم کی آواز نہیں یہ اپنے نفس کی آواز ہے میاں صاحب ان تنکا دو کھنے والوں میں سے ہیں جن کو شہتیر نظر نہیں آیا کرتا جو اچھی کو ٹھکل جاتے اور مکھی پر گھبراتے ہیں بھلا اگر رسول کریم کی آواز کی میاں صاحب کو کوئی پروا تھی تو اس قدر کھل آوازوں کی کیا پروا کی جن میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صورت میں نبی نہیں ہو

سکتا اس شخص کی مثال ہے جس نے کہا تھا کہ قرآن شریف کے اوامروں سے کچھ کواط مشرک و باہرے اور نہیوں میں سے لاتعلو الاصلہ اگر چالیس حدیثوں کی کھلی شہادت کو ایک حدیث رد کر سکتی ہے جس پر بظاہر مضمون اور بظاہر روایت دونوں طرح حرج ہوتی ہے تو شاید ہمارے میاں صاحب کل کو قرآن شریف کو بھی غیر محفوظ مانیں گے“ (آخری نبی ص ۱۴۲)

پھر تمام ان دلائل کا مفصل جواب دے کر جو مرزاؒ پیش کیا کرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں۔

”خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے معنی لغت میں آخری نبی نہیں اور جو معنی وہ خود کرتے ہیں \_\_\_\_\_ یعنی ایسا نبی جس کے اتباع سے نبی بنا کریں گے وہ صراحت سے اور بلا تاویل لغت میں موجود ہیں مگر میں نے لغت کی قریباً سب کتابوں سے اور احادیث سے اور اقوال ائمہ سے دکھایا ہے کہ وہ سب کے سب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور یہی معنی حضرت مسیح موعودؑ بھی کرتے ہیں میاں صاحب نے اپنے معنی پر ایک ٹوٹی ہوئی سند بھی پیش نہیں کی نہ لغت کا محاورہ پیش کیا نہ ہی حضرت مسیح موعودؑ کا قول کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے خاتم کے معنی مہر ہوں یا آخری خاتم النبیین کے معنی دونوں صورتوں میں آخری نبی ہیں اب یا تو میاں صاحب اپنے معنی کی حدیث سے ثابت کریں یا کم از کم ائمہ دین کے اقوال سے ہی دکھادیں یا یہ دکھادیں کہ لغت عرب میں یہ محاورہ تھا کہ وہ خاتم القوم کے معنی کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس کے اتباع سے قوم اپنے اور ایک قوم کا آخری شخص اس کے معنی نہ کرتے تھے صرف اسی صورت میں وہ اپنے بیان میں پسے ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسی بحث سے مسئلہ نبوت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے تو پھر حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا“ (آخری نبی ص ۱۴۳)

ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ اس سلسلہ میں رسالہ مذکورہ کا ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ان قطعی اور مسلم دلائل کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ جانا چاہیے قرآن مجید و احادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تہی معنوں کی رو سے آخری نبی ہونا ثابت ہے ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کیا الخ“

نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے بہر حال یہ تو مان لیا کہ انکار آخری نبی کا ضرور ہے مگر اس معنی سے نہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں۔

مگر میں نے مفصل قرآن و حدیث و دیگر مستند دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ معنی کی کوئی تفصیل نہیں آخری نبی کا انکار مطلقاً کفر ہے مرزا صاحب بھی قبل دعویٰ نبوت فرماتے تھے۔

”اور پرانے یلٹے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تقریق موجود ہے“ (ابام الصلیح ص ۱۴۴)

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک عبارت کشتی نوح ص ۱۲ کے حوالہ سے ”نوع انسان کے لیے ..... بتا .... کے لیے زندہ ہے“ نقل کی اور خلاف عادت مغالطہ کے لیے صرف حوالہ نقل کیا حالانکہ غیر متعلق طویل عیادتیں نقل کرتا رہا ہے اور اس حوالہ سے اس امر کے ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے قائل ہیں۔

اولاً جواب کے لیے اصل عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ سے نقل ہے۔ ”نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کو شمشین کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دونا آسمان پر تم نجات یافتہ کچھ جاؤ ادب یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلائی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا صبح ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریفی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیضسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا“

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں بجملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ماننے کے اس کے خلاف تصریح موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود مانتے ہیں جو بقول مرزا صاحب نبی بھی ہوگا۔ گو غیر تشریفی ہو۔

اور اس نتیجہ کے طور پر ممکن تھا کہ کوئی دو روزہ کار تاویل کر کے اس کا مطلب یہ بنانا کہ اس سے مراد بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت اور مرنے وقت تک اسی پر قائم رہنے نے تاویل کا دروازہ بند کر دیا ملاحظہ ہو البد ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

”ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول“۔

نیز خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء جو ۲۳ مئی کو اپنی وفات سے تین یوم قبل لکھا ہے۔

(افتخارات)

”میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں“

”سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں“۔

”اور جس حالت میں خدا میرا نام ہی رکھا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ

اس دنیا سے گذر جاؤں۔

اب خواہ وہ کسی معنی سے ہو جب کہ مرزا صاحب خود بھی نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً تمام نبیوں میں آخری مبعوث ہونے والے نبی نہ رہے جو بدلائل سابقہ آپ کی خصوصیات اور ضروریات دین میں سب سے جس کا منکر اجماعاً کا فر ہے۔

اور خصوصیت کا انکار یعنی اس کا انکار ہے ملاحظہ ہو جو جرح گواہ مدعا علیہ تاریخ ۳۳۲ھ۔

پس بعد انکار خصوصیت محمدیہ جس سے تسلیم گواہ انکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے مگر کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں کر ثابت رہ سکتا ہے پھر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب آخری نبی مانتے ہیں مختار مدعا علیہ نے حسب ذیل اشعار براہین سے پیش کئے ہیں۔

اول آدم آخر شال احمد است  
اسے خنک آنکس کہ نہ رہ آخرے

دوسرا ارشاد۔

احمد آخر زمان کو دین را جلتے فخر  
آخرین را مقتدا و بلیا رکب و حصار

جواب۔ یہ ماں احمد کو آخر زمان بتلایا ہے اور احمد سے خود مرزا صاحب مراد ہیں چنانچہ نہ صرف یہاں بلکہ و مبدشا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بھی جو خصوصیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے محمد کی طرح احمد بھی ایک نام ہے مرزا صاحب کو حقیقی مصداق بنایا جاتا ہے اور مرزا صاحب کا نام احمد بتلاتے ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ملاحظہ ہو۔

”یہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد ٹھہرایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صفہ کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ اسمہ محمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کا احمد کہنا آپ کی جھک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھنا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لیے تیار ہوں حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لیے بھی تیار ہوں اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے۔

(انوار خلافت صفحہ ۱۸)

اس تصریح کے کبھی جواب کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ احمد آخر زمان سے خود مرزا صاحب مراد ہیں۔ چنانچہ اپنے مرید خالص شاہزادہ عبد المجید صاحب سے اپنی شان کا ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کے دو شعر یہ ہیں۔ سے  
 طور جلال خدا عرش بریں و لت      نور جمال خدا صوتت ... ملے رہنما  
 امت احمد کہ بود بسترہ جور و جفا      احمد آخر زمان کہ دزد بندرش رہا۔

(ایام الصلح ص ۱۳۲)

مرزا صاحب کے احمد آخر زمان ہونے کی ساف تصریح ہے اگر کوئی سمجھے کہ پہلے شعر میں۔

اول آدم آخر شان احمد است۔

میں آدم سے احمد تک ذکر ہے۔

تو جواب ہے کہ مرزا صاحب آدم بھی ہیں اور احمد بھی نیز دین کی تکمیل بھی اپنے پر مانتے ہیں۔ لہذا آخر ہی ہوئے  
 ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب سے

آدم نیز احمد مختار۔      در برم جامہ ہمہ ابرار،  
 روزنہ آدم کہ تھا وہ ناکمل اب تک      میرے آنے سے ہوا کامل بجلد برگ و بار۔ (درغین)  
 بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا محمد رسول اللہ کہنا جب کہ مرزا صاحب خود محمد رسول بھی ہیں زیادہ  
 قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو درغین سے

میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

نیز ایت محمد رسول اللہ والذین معہ الہ کے مصداق بھی مرزا صاحب ہیں جس کا کہ آگے کہا ہے پس خود محمد رسول اللہ  
 بن بیٹھے اس کا ایمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پھر آئینہ کمالات کا یہ حوالہ چالاکی سے مختصر پیش کیا ہے ”مگر دود ملائک اور  
 ان کے منسی خدمات کے ماننے کے بعد اس قدر تو ضرور دریافت کر لے گی کہ ان کا کوئی فعل عیث اور بیہودہ طور پر نہیں اس  
 اقرار کے بعد اگرچہ عقل منسلقا تھا شعب کی ان اغراض کو دریافت نہ کر سکے جو ملائک کے ارادہ اور تمیز میں ہیں لیکن اس قدر  
 اجمالی طور پر تو ضرور سمجھ جائے گی کہ بے شک اس فعل کے لیے بھی مثل اور افعال ملائک کے دہرہ اور اغراض و مقاصد ہیں پس وہ  
 بوجہ اس کے کہ ارکان تشبیلی سے عاجز ہے اس تفصیل کے لیے کسی اور ذریعہ کی محتاج ہوگی جو خود عقل سے بڑھ کر ہے اور وہ  
 ذریعہ وحی اور الہام ہے جو اسی غرض سے انسان کو دیا گیا ہے تا انسان کو ان معارف اور حقائق تک پہنچا دے کہ جن تک عقل  
 پہنچا نہیں سکتی اور وہ اسرار و قوت اس پر کھولے جو عقل کے ذریعہ سے کھل نہیں سکتے اور وحی سے مراد ہمارے وحی قرآن ہے جس نے



ہم پر یہ عقیدہ کھولایا کہ استقامت شہد سے ملائکہ کی غرض جم شیطانی ہے۔

ملاحظہ ہو اس میں کہیں آخری نبی کی نبوت کی کوئی بحث ہی نہیں نہ معلوم مختار مدعا علیہ نے یہ حوالہ کس عالم سے نقل کیا ہے

پھر یہ پیکار حوالے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۰۱ء کے بعد کے (۳) حوالے بزرع خود مختار مدعیہ کی مخالفت اندازی المشرق کرنے کے واسطے پیش کئے ہیں۔

اور اسی مخالفت اندازی سے مختصر نقل کئے ہیں ناکہ اصل مدعا کا بتر نہ چلے۔

(۱) حقیقتہ الہی صفحہ ۴۴ اور تمام بیوں نے جو بنی اسرائیل میں آئے ہے اس بیگونی کے ہی معنی سمجھتے تھے کہ وہ آخر الزمان بنی اسرائیل سے پیدا ہوگا الخ۔

جواب ۱۰ اس میں تو اپنا عقیدہ مرزا صاحب نے نبی آخر الزمان کے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ تمام ان بیوں کا عقیدہ اور سمجھنا مذکور ہے جو بنی اسرائیل میں آئے ہے۔ مرزا صاحب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کہا ہو۔ اس کا ایک حوالہ کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ پھر خود مرزا صاحب کیسے نبی کاذب بن سکیں گے۔

(۲) سو تقویٰ کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے بیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ (حقیقتہ الہی صفحہ ۴۴)

یہاں بھی اپنی رائے کچھ نہیں بلکہ یہودیوں اور ان کے بیوں کے الفاظ میں آخری نبی کا لفظ ہے مرزا نواس کے منکر ہی رہے اور مرتے وقت تک نبی بنے رہے۔

(۳) اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ (حقیقتہ الہی صفحہ ۴۴)

اس میں لفظ آخری نبی تو نہیں مگر یہ ہے کہ سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ اس سے استنباط بھی آخری نبی نہیں ہو سکتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کو سی نبوت رسالت پر رونق افروز ہیں اور نہ صرف نبی بلکہ تمام انبیاء سابقین کے ہم پل بلکہ بڑھ کر ہیں۔

سے انبیاء گریہ بودہ اندیسے من بعرفان نہ کترم نہ کسے

آئینہ و داست ہر نبی لا جام داد انجام لاملا بہ تمام

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد اور سب احادیث مسلم و کثر الخصال وغیرہ ترک کر کے ایک مخصوص سند کی اپنی باہر کی حدیث پر غیر مسلم ترح نقل کی جس کے متعلق میں اوپر کہہ آیا ہوں اور مفصل آگے ختم نبوت کی بحث میں آئے گا۔ مختلف معنی سے جو آخر میں بے سود تاویلیں کی ہیں وہ اوپر کے دلائل سے ثوابت ہو چکیں لہذا مکمل اس پر کچھ کہنے

کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

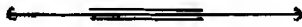
”مختار مدعیہ اپنے مسلمہ عالم کا قول پڑھے مولوی غلیل احمد صاحب لکھتے ہیں۔ اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ظنیات کا الخ (برائین قاطعہ صفحہ ۸۹)۔

نوٹ مسلمہ عالم کا لفظا خلاف تالون ہے۔ کہیں مسل میں پترہ نہیں۔ اسی اصول پر ہم نے خصوصیت مجزیہ لفظ آخری نبی اور اس کے مفہوم کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث قطعیہ متواترہ۔ اقوال صحابہ۔ ائمہ مفسرین۔ صوفیاء کرام حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمہ اللہ کی حسی کہ مرزا صاحب کے صحابی خاص الخاں جناب محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ سے پیش کر دیا۔ بلکہ شاید مختار مدعا علیہ آپ کو معلوم نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی آخر الزمان ہونا نہ صرف قرآن پاک بلکہ کتب منقولہ کا مصرع مسلم مسئلہ ہے۔ ملاحظہ ہو تورات مقدس۔“

جو شخص آخر الزمان نبی کو نہیں مانے گا میں اُس سے مطالبہ کروں گا (تورات استثناء باب ۱۸) ترجمہ میں شک ہو تو مرزا صاحب کی گواہی پیش ہے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۱۔

اب نو آخری نبی یا آخر الزمان نبی کی خصوصیت قرآن و حدیث کتب سابقہ سادہ سب سے ثابت ہو چکی اور اس سے انکار کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ”اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ گواہان مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر ایمان لانا ضروری مانا ہے یہ ایک مغالطہ ہے گواہان مدعا علیہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو خصوصیات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور نہ کسی حدیث متواترہ سے بلکہ گواہان نے اپنی طرف سے چند مفروضات گھڑ کر ان کا نام خصوصیات رکھ لیا ہے۔ ان پر بھی ایمان لانا ضروریات دین میں سے شمار کیا جائے“

یہ صرف مضحکہ خیز بلکہ محض مغالطہ ہے جو کہ عدالت برہنہ شدہ نہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیات اور تمام خصوصیات قرآن پاک احادیث اقوال صحابہ و ائمہ بلکہ اسحاق امت سے ثابت ہیں پس ان کا انکار تو متفقہ کفر ہو گا۔



## خاتم النبیین کے معنی

قول مختار مدنا علیہ :

”مختار مدینے مرزا صاحب کے کلمہ کے دوسرے جزو کے انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین کے منکر ہیں“

جواب

مختار مدنا علیہ نے یہ وجہ محض اپنی طرف سے تراشی ہے خاتم النبیین کے متعلق اس موقع پر کچھ نہیں پیش کیا گیا بلکہ آخری نبی کے لفظ اور اس کے جہنم کے متعلق تھا اور دوسرے یہ زندگی کے تحت مفصل گزیر چکا مگر اب ہم اس کی غلطی اس کے متعلق بھی بہت ہی مختصر عرض کرتے ہیں۔

مختار مدنا علیہ نے بیانات کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ ”مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بعد دل یقین کرتے ہیں“

جواب

خاتم النبیین معنی آخری نبی میں گفتگو ہے نہ کہ صرف لفظ خاتم النبیین میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہل حبیب اللہ کہ مرزا صاحب کی نبوت سے پیروہ نہ اٹھا تھا۔ جب بھی مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتے تھے اور بیعت کے الفاظ میں بھی تھا اور بعد کو نجی آئینک، خاتم النبیین کا لفظ مخالف فرماتے تھے لیکن معنی بدل ڈالے اور پہلے مسلمانوں اہلسنت کی طرح تھا اور اب معنی لغویہ رکھ لئے کیونکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اس کے معنی مسلمانوں کے مطابق یہ کرتے رہے ملاحظہ ہوں اصل الفاظ مرزا صاحب۔

(۱) اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم النبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور عناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ختم ہوگی“

(دین الحق صفحہ ۲۷ بحوالہ حقیقۃ النبوت)

حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ کو بھی ۱۹۰۱ء سے پہلے خط لکھا ہے جس میں مصرع ہے کہ ہا ہر نوحۃ را بردش افتام۔ (اقتباسات پیام صلح)

(۳) ”ہم اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی بابت ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے اور اگر فرض بھی کریں کہ حضرت عیسیٰ امتی ہو کر لوٹیں گے تو شان نبوت تو ان سے منقطع نہیں ہوگی گوا متیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں دنیا میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیہ میں آگیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن نبوت کا کمال نصریح ذکر ہے اور پرانے یاسے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں بہ تفریق موجود ہے اور حدیث لابی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر دیر کی اور گستاخی ہے کہ خیالات دیکھ کر یہ پروہی کر کے نصوص صریح قرآن کو مٹا دیا جائے۔ اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا اور بعد اس کے بودی نبوت منقطع ہو چکی تھی بجز سلسلہ وحی نبوت کا جاری کروا جائے کیونکہ بس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔“ (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

خصوصیت سے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

(۴) ”کیف مآلی ان ادعی النبوة و ادخر من الاسلام و الحق بقوم کا ذریعہ  
ترجمہ: ”مجھے یہ کب پہنچتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل کر کافروں میں مل جاؤں“ (حاشیہ الفشری)  
”مجھے نبی ماننے والے دجال ہیں۔“ (حاشیہ الفشری)

(۵) ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کہیم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا کیا ہو یا پرانا“ (نشان آسمانی صفحہ ۳۰ جون ۱۹۹۲ء بحوالہ حقیقۃ النبوت صفحہ ۹۳ حصہ اول)  
اب ۱۹۱ء کے بعد کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

اب اپنی نبوت سے پردہ اٹھ چکا ہے۔ بنائے اس کے کہ۔  
جمع۔ ہر نبوت مابعد شد اعتقاد۔ اور کسی قسم کا نیا یا پرانا نبی آنا خاتم النبیین کے منافی ہے گناہ مکرر اور قیودات و ناپہلوئیا کا اضافہ ہے گو لفظ تو وہی خوش آئند منالطہ اخیر خاتم النبیین ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔  
”و نو من بانه خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ الا الذی“ (۱: ۵۱)  
مواہب الرحمن ۶۷۶ھ جنوری ۱۹۵۷ء۔

یعنی ہم ایمان لاتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہ ہوگا مگر وہ جو آپ کا فیض یافتہ ہو ملاحظہ ہو کہ یا تو لابی بعدی مطلق تھا کسی قسم کی تخصیص شرارت اور قرآن و حدیث کے خلاف جیدیتی تھی جیسا کہ ایام الصلح ص ۱۴۶

ہرے یا رب تخصیص شراعت نہ رہی اور ایک ”مگر“ لگا کے تخصیص خلاف حدیث و قرآن کر دی کہ آپ سے فیض یافتہ امتی نبی آ سکتا ہے۔

اس کے نتیجے کا تشریحی نوٹ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کا بھی پروگواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے حقیقتہ النبوۃ ص ۹ سے ملاحظہ ہو۔

(۳) ”تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔“ چشمہ معرفت ص ۳۲ حقیقتہ النبوت ص ۸۵ اس قسم کے صدا ہوا حوالہ موجود ہیں جس کو تفصیل منظور جو دقتیۃ النبوت مرزا محمود صاحب کے ہینڈنگ۔  
”دستاویز کے بعد کے حوالجات“ کے تحت صفحہ ۹۷ سے صفحہ ۱۱۸ تک ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ جواب یہ کہ لفظ خاتم النبیین کا اقرار تو آخر تک ہے مگر سلسلہ سے پہلے حسب قول گواہ مسلمان تھے تو اسلامی معنی بھی ہیں جیسا کہ یام الصلح ص ۵۸ نشان آسمانی ص ۱۹۳ درن الحق صفحہ ۲۷۲ ازالہ صفحہ ۳۱۰ پر تصریح ہے بعد ۱۹۰۱ء اول تو صرف لفظ ہی استعمال میں ہے جیسا کہ فارم بیعت پیش کردہ گواہ مدعا علیہ منسلکہ مسل سے واضح ہے اور اگر معنی کہیں کچھ کئے تو یا وہ اسی دلیل کے ساتھ گول مول اور اگر وضاحت کی کبھی ہمت کی تو وہی کفریہ معنی بیان کئے ہیں جو کہلا ہوا انکار بلکہ موجب مزید نوہن ہے ملاحظہ ہوا مستفاد، عربی صفحہ ۲۳ و سرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق (یہ مغالطہ وہی منوکی تھا کیونکہ جیسے آقا و مولیٰ کی پیشگوئی میں تمام ایسے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کو دجال و کذاب بتایا گیا ہے) انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ دار نبوت اگر ایسا مغالطہ نہ کرے تو عیاذ باللہ صادق و مسدوق جمیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف اُجلائے جو متفقہ فریقین محال و ناممکن ہے۔  
قل مختار مدعا علیہ۔

”اور اس کے جو معنی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ اور ائمہ اور لغت عرب کی رد سے ثابت ہوئے ہیں ان پر ایمان رکھنے ہیں“

### جواب

مضغ غلط اور مغالطہ ہے مرزا صاحب کے قائم کردہ معنی کو جس کی کامل پیروی و اتباع سے نبی بنا کریں جس کی اتباع نبی تراش ہو نہ کسی ایک آیت میں صریح نہ کسی انشاء و کناہیہ نہیں مدعی ایک حدیث میں گو ضعیف سے ضعیف بھی نہ کسی مسلم امام کے مغیر قول میں نہ کسی لغت کی کتاب یا مدارد عرب میں پائے جاتے ہیں۔

مخلاف اس کے ہمارے پیش کردہ معنی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخری نبی تمام نبیوں سے پیچھے آنے والے ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہی سکتا نہ آپ کے بعد اب یہ منصب نبوت کسی کو عطا ہوگا تقریباً یکصد

آیات دوسو سے زیادہ احادیث حوالہ گواہ مدعیہ مس ۶۴ سے زائد آثار صحابہ ۲۶ اقوال سلف صالحین دس عظیم الشان مفسرین کے فیصلہ آٹھ نہایت ہی مستند لغات تقریباً چھ نہایت ہی معتبر کتب فقہ برمتعد حوالہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ مرزا صاحب کے بھی فیصلہ ۱۹۰ کے پہلے کے پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی جس کے بعد کسی قسم کا نبی نہ بن سکے اور اسلامی سلطنت ہو تو بفرمان رسول اکرم بتصریح امام محمد بن عبد بن عربی قابل گردن زنی ہے جو وہ اس شریعت کے متبع ہو یا مخالف ملاحظہ ہو۔ (برائیت ج ۲، صفحہ ۳۵ صفحہ ۳۸)۔

سواء دافق شوعنا او خالف فان كان مكلنا صوبنا عنقه والاصفحنا عنه صفحا۔  
مفصل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور آگے اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گا۔

(۳)

## معراج جسمانی کا انکار،

قول مختار مدعا علیہ :

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب اور اس کی جماعت کے کلمہ جزوفانی سے منکر ہونے کی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہوئی تھی جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں اگر کوئی اپنے یا کسی اور کے لیے معراج مانے تو شرک فی الرسالہ ہوگا اور مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا اور ایسے کشف میں خود مولف بھی صاحب تجربہ ہے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لیے ایک نہیں بلکہ کئی معراج ثابت کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے اس لیے آپ کلمہ کی ثباتی جزو کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے لہذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔

الجواب

حسب عادت یہاں مختار مدعا علیہ نے مسئلہ کو جو خطا ملے کرنے کی سعی کی ہے اور جس تہمید پر یہ اعتراض مبنی تھا اسے دیدہ و دانستہ ماسبق کی طرح نظر انداز کر دیا۔

بیان یہ کیا گیا تھا کہ آقا و مولیٰ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ باری تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوقی کمالات کے منبع و مخزج بتصریح اننا قاسمہ واللہ یعطی۔ نیز تمام کمالات میں بے نظیر و بی مثال ملکہ قدرت نے ان کمالات کا نہ کوئی پیدا کیا نہ آئندہ کبھی پیدا کرے گا تمام مخلوق جن والہ اولیا و ابدال غوث و اقطاب اولو العزم انبیاء کرام بلکہ مقررین کی بعد و پیشمار تعداد مصادق لا یعلم جنود ربک الا هو۔ سب کے تمام کمالات ایک پیلے میں رکھے

جائیں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک ذرہ ایک پہلو میں رکھا جائے تو یہی ایک ذرہ شان محبوبیت، بڑھ کر ہوگا بلکہ یہ تمام مذکورہ بالا اولیاء اور ملکہ مقربین انبیاء کرام علیہم السلام ان کے مرتبہ علی کو کیا پہنچتے۔ ان کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہاں تک اس سید علی فخر کل فی الکل صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے قدم اور نعلین شریفین پہنچائے ہیں۔ کسی کا سر بھی نہیں پہنچتا۔ جبرئیل علیہ السلام بھی باوجود انتہائی اورا علی تقرب کے ہم رکابی میں ایک مخصوص مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ پھر وہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اللہ کی رحمت کی محبت میں وہاں تک جاتے ہیں جس کو دنیا داسے یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

کس ندانست کہ منزل گہم دلدار کجا است

ایں قدر مست کہ بانگے جو سے می آید

مگر دراصل ہمارے نظروں میں اس کی تعبیر ہی ناممکن ہے۔ شعر دنا فندلی فکان قناب قوسین ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔

سے بیچ کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا  
پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ تزیہ  
بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچیا  
البد سے زینت نری وہ عرش معلّا

جو رہے ترا نقش کف پائے محمدؐ

باری تعالیٰ بھی وحدہ لا شریک لہ اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی، وحدہ لا شریک لہ فرق یہ ہے۔ کہ باری تعالیٰ اپنی خدائی میں وحدہ لا شریک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہونے میں وحدہ لا شریک شان کی خدائی میں کوئی شریک و ہم نہان کی شان محبوبیت و کمالات میں کوئی شریک ان کی الوہیت میں شریک ماننا شرک فی الاوہیۃ ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و کمال محبوبیت میں کسی کو شریک ماننا شرک فی الرسالۃ ہے۔ شرک فی الاوہیۃ کے بعد جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا لا الہ الا اللہ کلمہ کے پہلے جز پر ایمان ناممکن ہے۔ شرک فی الرسالۃ کے بعد (جسے بھی مرزا صاحب نے نہ چھوڑا) کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ بتلایا تھا۔ کہ جو کلمہ سلسلہ معراج جہانیت نہایت طویل الذیل ہے۔ اس لیے میں اس وقت اسے نہیں چھیڑتا۔ اور وہ تو سرسید علیہ الرحمۃ کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور کشفی رنگ کا سمجھتے رہے مگر ایسا کشف جو نہ کسی نبی کو ہوا نہ ولی کو نہ کسی کو ہو سکے لیکن مرزا صاحب نے یہ کیا۔ کہ کشف بتا کہ یہ کہہ گئے۔ کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ یہ حبات کھلی ہوئی شان رسالت و محبوبیت کے شرک پر دال ہے اور شرک فی الرسالۃ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر نبی کو کسی نہ کسی رنگ میں معراج ہوئی ہے۔ کسی کو آگ کے بھڑکنے ہوئے شعلوں

میں کسی کو کوہ طور پر کسی کو کشتی میں۔ کسی کو چاہ کنعان میں اور کسی کو شکم ماہی میں اور وہ سب بیداری اور جسم کی حالت میں تھی۔ مگر ہم اے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اقدس کے ساتھ عرش اعظم پر ہوئی۔ اس میں آپ کا کوئی بھی شریک و شریک نہیں اور کشف مان کر بھی اس جیسا کسی کو کشف ناممکن ہے۔

پس اعتراض صرف تنبیہ پر تھا۔ مسئلہ کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور بنا پر اعتراض صرف یہ فقرہ کہ ”اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تبرہ ہے“ قرار دیا تھا۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ نے باوجود شدید احتجاج غیر متعلق ہونے کے اصرار کو پورا مسئلہ طول و طویل تقریباً پندرہ صفحات پر سپرد قلم کیا ہے جس کی بناء پر ہم بھی مفصل جواب دینے پر مجبور ہوئے۔  
قول مختار مدعا علیہ :

”مختار مدعا علیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں (الف) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی (ب) اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے اس کا مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ اجمالاً پہلے حصہ الف کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔

جواب :

مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شرعانی اور ابن عربی کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں جنہیں مختار مدعا علیہ جواب جرح ماریج سکتا ہے میں مسلم مان چکا ہے۔

” قَالَ الشَّيْخُ وَكَانَ هَذَا الْإِسْرَاءُ بِجِسْمِهِ الشَّرِيفِ وَلَوْ كَانَ الْإِسْرَاءُ بِرُوحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَكُونُ رُوحًا هَا كَمَا يَرَى النَّاسُ فِي نَوْمِهِ وَانْكَرَاهُ مِنْ قَرْلِيْشٍ وَلَا تَذَعُهُ قَبِيْهِ وَانْسَاءُ افَكَرُوا عَلَيْهِ كَوْنَهُ عَلَيْهِمُ أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِجِسْمِهِ الشَّرِيفِ فِي تِلْكَ الْمَوَاطِنِ الَّتِي خَلَّيْهَا كُلُّهَا رِفَانٌ قُلْتُ فَكَمْ كَانَتْ إِسْرَاءَاتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فان جواب) كَمَا قَالَهُ الشَّيْخُ فِي الْبَابِ الْوَاحِدِ عَشْرٍ وَثَلَاثُمِائَةٍ اِنْهَا كَانَتْ اَرْبَعَةً وَثَلَاثِينَ مَرَّةً وَاحِدَةً بِجِسْمِهِ وَالبَاقِي بِرُوحِهِ رُوحًا رَاهَا قَالَ وَمَهَادِيْدُكَ عَلٰى اَنْ الْإِسْرَاءَ لَيْلَتُهُ فَرَضَ الصَّلَاةُ كَانَ بِالْجِسْمِ مَا رَدَّ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْحَدِيثِ اِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْحَشَ لِمَازَجِهِ فِي النُّوْمِ وَلَمْ يَرْمَعْ اَحَدًا اِذَا الْاَرْوَاحُ لَا تُوصَفُ بِالْوَحْشَةِ وَلَا بِالِاسْتِيْعَاشِ قَالَ وَكَذَلِكَ مَهَادِيْدُكَ عَلٰى اَنْ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِجِسْمِهِ مَا وَقَعْلُهُ مِنَ الْعَطَشِ فَانِ الْاَرْوَاحَ الْمَسْجُوْدَةَ لَا تَعَطَشُ -

(روایت ص ۳۳)

امام عبد الوہاب شرعانی فرماتے ہیں کہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی حضور علیہ السلام کو جسم سمیت ہوئی



اور اگر صرف رد مانی اور ایک کشف یا خواب ہونا جیسا کہ لوگ یمن میں دیکھتے ہیں۔ تو کوئی بھی قریش میں سے انکار کر کے نہ ٹھکرتا بلکہ ان کا انکار صرف اس بنا پر تھا کہ وہ ان تمام مقامات (قریش سے قریش تک) آپ کا رات میں جانا جسمانی یقین کرتے تھے۔

پھر تعداد معراج کا سوال کر کے شیخ منی الدین عربی کا فیصلہ فتوحات کے صفحہ ۱۴۳ باب سے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو پوچھنا کہ معراج میں ہوئی ہیں ایک فخر بھائی اور اپنی روحانی کشتی۔ پھر فرمایا کہ وہ معراج کہ جس میں بیچگانہ نماز فرض ہوئی جسمانی ہے اور سجدہ دیگر دلائل جسمانی کے اس کے جسمانی ہونے پر ایک دلیل ہے کہ حدیث میں استنشاق کا لفظ بھی آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تو حشر ہوا حالانکہ ارواح تو حشر کے سبب متعصف نہیں کیجاتی۔ یوں ہے ایک اس کے جسمانی ہونے کی دلیل منجملہ اور اور کے یہ ہے کہ آپ کو پیاس لاتی ہوئی اور صرف روح کو کبھی پیاس نہیں لگ سکتی؛ معلوم ہوا کہ یقیناً یہ معراج جسمانی تھی۔

ایسے واضح اور کھلے نئے مسلمہ بزرگ کی شہادت کے بعد سر سیدؒ اور سید سلیمان ندویؒ مولوی شہداء اللہ تمسریؒ کی اذہمایت لغو اور ناقابل انکشاف ہے۔ خصوصاً جب کہ اصل پر ان کا تذکرہ تک نہیں۔ اور عدالت تو اصل کی پابند ہے۔

دوسرے حصہ کے جواب کہ اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف اور تمام علماء اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے۔ مفصل جواب تو لگے آئے گا۔ صرف دو حوالے نقل کئے جاتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ اس معراج کے جسمانی ہونے پر تمام سلف و خلف کا اتفاق ہے۔

(۱) امام محمد بن حنفیہ حنفی فرماتے ہیں۔

و جمہور السلف والخلف علی ان الاسراء کان بعدہ درجہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تمام اگلے پچھلوں سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ یہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت نفعی نہ صرف روحانی (عمدة القاری شرح بخاری شریف باب الاسراء) تاقضی القضاۃ ابو الفضل عباس ابن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ۔

ذهب معظم السلف والمسلمین الی انہ اسراء بالجسد وفي الیقظہ وهذا هو الحق وهو قول

ابن عباس وجابر والنس وحذیفۃ وعم وجابر ویرۃ ومالك ابن صعصعة وابی حمیہ البدہی۔۔۔ الخ شفاء شریف قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ معہ شرح شفا ملا علی قاری (یعنی جمہور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین و جمہور مسلمین کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت یداری اسحیج کے ساتھ معراج ہوئی اور یہی حق ہے اور یہی مذہب حضرت ابن عباسؓ اور جابرؓ اور حذیفہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور ابو ہریرہؓ اور مالک ابن صعصعہؓ اور ابو حنیفہ بدریؓ اور ابن مسعودؓ اور شاکؓ وسید بن جبیرؓ اور قتادہؓ اور سعید بن مسیبؓ اور ابن شہابؓ اور ابن زیدؓ اور حسن بصریؓ اور ابراہیمؓ اور مسروقؓ اور مجاہدؓ اور عکرمہؓ اور ابن جریرؓ اور ابی جریرؓ اور امام احمد بن حنبلؓ رضوان اللہ علیہم ورحمہم اللہ اور مسلمین کی جماعت عظیمہ کا یہی عقیدہ ہے۔ یوں ہی فقہاء ائمہ مجتہدین و محدثین و متکلمین و مفسرین کا مذہب ہے۔ الخ)

انتہا زیادہ واضح فیصلہ اور ان ائمہ اور اکابر کو چھوڑ کر سید سلیمان ندوی و مولوی شہداء احمد اترسری و سرسید کی پیروی کرنا جی میں سرے سے بعض معجزات اور کرامات کے قائل نہیں اور بعض تقلید ائمہ سلاسل اولیاء اللہ کے بلکہ پیغمبری یا وہابی ہیں کہیں تک یہ رہا ہے۔ ہمارے مسلم بھی صحابہ و ائمہ و سلف صالحین ہیں۔ سید سلیمان ندوی و مولوی شہداء احمد اترسری سرسید علی گڑھی ہمارے مسلم بزرگ نہیں۔ نہ مسل برائے کوئی تذکرہ یا نہ مختار مدعا علیہ نہ جرح میں پوچھا ہاں ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم ہوں کہ ان کے قول سے سند لانا ہے۔ تفصیل آگے اپنی جگہ میں شاء اللہ لگے گی۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۲) گھیا میلے انبیاء میں سے یا اولیاء امت میں سے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی؟

جواب۔ اس طرح ہرگز نہیں ہو سکتی نہ کسی کو آدم سے عیسیٰ تک کسی کو دہلی میں تو بھی شرک فی الرسالہ لازم آئے گا جیسا کہ میری تہمیدی تحریر سے واضح ہے۔ مختار مدعا علیہ ہی ایک حوالہ نہ پیش کر سکے اور تو مخالف رہا ہے۔ وہ آگے اپنے مقام پر آئے گا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۳) ”کیا سرنا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح معراج ہوئی؟“

جواب۔

یقیناً لکھا ہے۔ مختار مدعا علیہ کو ان کے تنخواہ دار ہونے یا ان کے امتی و پیرو ہونے کی وجہ سے نہ نظر آئے اس میں میرا کیا قصور ہے۔

حوالہ مکرر پیش ہے۔

۱۔ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کاشف تھا..... میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگترین مقام ہے جو حقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ آہستہ اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ ازالہ اوہام کاں صفحہ ۲۲ ملاحظہ ہو کہ معراج جہانی کو کشف قرار دے کے اسی قسم یعنی معراجی کشفوں میں اپنے آپ کو صاحب تجربہ فرما رہے ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”پہلی بات کے متعلق خود مختار مدعی نے سرسید احمد خان صاحب کو مسلمان سمجھنے چھوٹے اور ان کے نام کے ساتھ علیہ الرحمۃ کا فقرہ استعمال کرتے ہوئے جو بزرگ دین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اتر لیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جہانی کے منکر تھے اور اسے رؤیا مانتے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں سراج طور پر لکھا ہے اگر ہماری یدِ رائے صحیح

نہ ہوا اور ابن عباس نے عین کالفظ رؤیا کے ساتھ اسی مقصد سے بولنا ہے کہ رؤیا سے رؤیت یا تعین فی البیظہ مراد ہے تو وہ بھی مخفیہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی البیظہ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گروہ میں نہیں جو واقعہ معراج کو عالمتا خواب میں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷) جب مختار مدبر کے نزدیک سرسید احمد خاں معراج جسمانی کے منکر ہو کر صرف مسلمان نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں جو خطاب علیہ الرحمۃ کے مستحق ہیں تو وہ اسی بنا پر کسی اور کو دائرہ اسلام سے خارج اور کلمہ شہادتین کے منکر کس طرح قرار دے سکتا تھا۔ جیسا تو اس تفسیر پر رد مخالف کی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں جوئی کہ مرزا صاحب نے جو مرجع موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور قدیم نوشتوں کی بنیاد پر ضروری تھا کہ زمانہ کے مولوی سداور قصص کی وجہ سے انہیں کا فرد مرتد کہتے ہیں۔ الخ یہ پچھلے لفظ حسب ضابطہ مسل سے کلمے کے لائق ہیں میں خصوصیت سے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں۔

#### الجواب

جواب میں کوئی اور دلیل جیسے کہ میں نے دلائل قاطعہ پیش کئے ہیں مدعیوں کے سکا صرف سرسید احمد صاحب رائد اس پر دم کرے، ان کی غلط فہمی اور مختار مدعا علیہ کا ان کے لیے علیہ الرحمۃ کے استعمال کرنے کو دلیل سمجھ لیا مگر مختار مدعا علیہ کو واضح ہونا چاہیے کہ یہ دلیل نہ قرآن کی ہے۔ نہ حدیث کی نہ اقوال سلف نہ ائمہ ہدای کی۔

سرسید احمد صاحب ہرگز کوئی مذہبی پیشوا نہیں بلکہ ایک دنیا دار نیچری خیال کے آدمی ہیں جو معراج جسمانی معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء اللہ وجود ملکہ جن شبیا طین پلصراط کھنڈے امور ہیں جن میں تاویلات کرتے ہیں اور صحابہ کرام اور عامہ مسلمان کی طرح غافل نہیں پس سرسید کی تحقیق دینی معاملہ میں اور ان کی تفسیر اللہ کی مراد بیان کرنے میں محض غلط اپنی ذاتی رائے کسی پر رجحان نہیں۔ باقی علیہ الرحمۃ کالفظ مسلم بزرگان دین کے ساتھ محض نہیں ہر شخص اپنے والد استادا اپنے بزرگ زندہ کو صاحب وغیرہ اور مدظلہ دام بیکانہ اور مردہ کو مرحوم اور رحمۃ اللہ۔ علیہ الرحمۃ کہتا ہے جیسے ہم کہیں مولانا محمد علی مرحوم اس کو ان کی بزرگی اور مسلم ہونے کا اشارہ نہیں اسی طرح علیہ الرحمۃ اور رحمۃ اللہ علیہ بھی عربی زبان میں مرحوم ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ذرہ کافرق نہیں۔

اولیٰ نور سید احمد نے آخری عمر میں ان تمام خلاف شرع عقائد سے رجوع کر لیا ہے اور ان تاویلات پر ندامت و معذرت پیش کی ہے۔ جس کے واسطے تفسیر العقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جس میں ان کی خطہ کتابت کا اکثر حصہ چھپا ہے۔ اور امیر الروایات امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ کی ملاحظہ فرمائی جائے اور میں نے اپنے مستند اکابر سے بھی ان کے رجوع کی معتبر روایت سنی ہے لہذا مجھے حق ہے کہ انہیں مسلمان سمجھ کر مرحوم اور اس قسم کے لفظ سے یاد کروں مگر مسلمان ہونا اور چیر ہے۔ اور مسلم ہونا اور۔ بول اگر مرزا صاحب کی الی کفریات سے کوئی توبہ اور اس سے رجوع مختار مدعا علیہ دکھا

دیتا تو ہم مرزا صاحب کو بھی مروج - علیہ الرحمۃ وغیرہ اسلامی نام والی القاب سے یاد کرتے -

دوسرے یہ کہ سر سید احمد صاحب مروج کی سمجھ میں نہ آیا اور اپنی غلط فہمی سے معراج جسمانی کے قائلین سے علیحدہ ہو گئے مگر کسی قسم کی گستاخی یا شرک فی الرسالہ کا ارتکاب نہ کیا - جیسا کہ ان کی دوسری تصانیف نقایہ براہمدیہ وغیرہ سے واضح ہے -

نیز یہ عبارت ضرور ملاحظہ ہو - اور خصوصیت سے طرز خطاب میں لحاظ ادب -

(تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷)

کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی گستاخی بارگاہ نبوت کی ملاحظہ ہو -

”سیر معراج جسم کشف کے ساتھ نہ تھا“

اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے -

(ازالہ اوہام) -

جسم کو کشف کہہ کر اس کی معراج نہ ماننا اور اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مقابل اگر ہماری یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے عین کا لفظ دیا ہے اسے ساتھ اسی مقصد سے لولا ہے کہ دیوار سے روست یا تعین فی البقظ مراد ہے تو وہ بھی مجمل اس گمراہی کے ہوں گے جو معراج فی البقظ کے قائل ہوئے ہیں مگر ہم اس گمراہی میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سر سید صفحہ ۱۰۷) - کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی عبادت ملاحظہ ہو -

سیر معراج جسم کشف کے ساتھ نہ تھا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے -

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۲)

معراج پاک جیسے کشفوں میں بارہا صاحب تجربہ بنا کر کس قدر کھلی ہوئی گستاخی ناقابل معفو ہم ہے - پس میں نے یہ عرض کیا کہ مدار اعتراض اس مشارکت پر ہے - صرف جسمانی اور روحانی پر نہیں اور سر سید کو یہ نہیں سوجھا بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاللت کا کوئی ثانی و شریک دہیم نہیں سمجھتے - ان کی دوسری تصانیف و مضامین ملاحظہ ہوں -

لہذا مرزا صاحب اس توہین اور شرک فی الرسالہ اور اس کے توہین نہ کرنے کی وجہ سے لا الہ الا اللہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان دار نہ رہے - بخلاف سر سید صاحب کے اتنی کہ اولاً کوئی گستاخی نہیں دوسرے آخر میں ان سب سے رجوع کیا ہوا ہے -

قول مختار مدعا علیہ -

”دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ ذریعہ مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کردوں علامہ سید سلیمان

ندوی سیرۃ النبی جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ میں بذیل عنوان الخ:

الحجاب

مختار مدعا علیہ نے کذب بیانی کی حد کر دی۔ سید سلیمان صاحب ندوی فریق مدعا علیہ کے نزدیک مسلم عالم ہونا ایسا سفید جھوٹ ہے۔ جس کی نظیر تمام عالم میں نہ ملے گی۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ سید صاحب کا تذکرہ تک تمام کا دعوائی مقدمہ میں مسل پر نہیں نہ یہ دلو بندی ہیں کہ اس آٹھ میں تاویل کر کے کام نکالا جائے۔ بلکہ دلو بندیوں سے ان مسائل میں ان کے اور ان کے استناد شبلی صاحب کے اختلافات مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے القاسم در جدید اور العرف الثقی علی الترمذی اور تعزیرات بخاری حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہوں۔

پس ان کی اگر فریق مدعا علیہ پر جھٹ نہیں۔ مرزا یوں کی مسلم ہوں ہیں اعتراض نہیں ہم اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ نے سیرۃ النبی جلد ۳ کی عبارت صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۳۰۶ تک تقریباً ۳۴ صفحوں کی نقل کی ہے۔ جس کی غرض محض طول دینا ہے۔ میں ان کے استدلال کا خلاصہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں نقل کر کے مختصر جواب اولاً پیش کرتا ہوں تفصیلی جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) خلاصہ دلیل د ما جعلنا الرویا التي ادينك الا فتنة للناس الایۃ اور رویا عام طور سے خواب کے معنی میں ہوتا ہے۔ الخ

رویائے معنی کی بحث بعد میں آتی ہے یہاں تو یہ تسلیم سید صاحب رویا عین میں ہے یعنی خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

ملاحظہ ہو بخاری شریف باب المعراج۔

• عن ابن عباس ہی رویا عین ابیہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رویا سے خواب کے معنی مراد نہیں بلکہ رویا سے رویت عین یعنی مشاہدہ بعری مراد ہے۔

اور ابن عباس رضی عنہ علاوہ خبر امت اور صحابی خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم الناس بالتفسیر القرآن۔ ہونے کے مختار مدعا علیہ کے نبی مرزا صاحب کے دلہنے بازو اور مسلم صحابی مولوی محمد اسحق صاحب امروہی کے اصول پر ایسے

لے : ان کی توثیق مرزا صاحب ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ۔

”مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں۔ ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کا آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں انکی نظر بہت محیطا و دقیق معلوم ہوتی ہے۔ ان کے دلائل علمی“

مسلم ہیں کہ ان کے مقابل کسی مسیح موعود مہدی مسعود کی بات معتبر نہیں چونکہ یہ بالاتفاق قریش میں اور قریش کے متعلق ارشاد ہے -

اب خلاصہ تفسیر سورۃ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالقرآن تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں - کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے - خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود - الخ (الفرقان مولوی احسن اسروہی صفحہ ۸)

اب اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کا بھی ان کے مقابل حوالہ نہ دینا چاہیئے - چہ جائے کہ سید سلیمان ندوی اور مولوی نثار اللہ امرت سہری و دوسرے سید وغیرہ -

عبارت سیرت البتی -

”صحیح بخاری صحیح مسلم مسند ابن جنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا خواب و بیداری دونوں پہلوؤں میں سے خاموش ہیں یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری اور یا یہ کہ ان میں خواب مقام اور رویا کی تصریح ہے بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطے سے یہ تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا“

الجواب

چونکہ سید صاحب نیز شبلی صاحب صرف مورخ تھے محدث نہ تھے اس لیے احادیث اور تطبیق میں سخت غلطیاں کی ہیں - خود اسی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی حدیث بدر پر ناواقفی سے بدر صغریٰ کو بدر کبریٰ پر قیاس کر کے انکار کر دیا ہے جس پر محدثین نے گرت کی ہے اور بھی احادیث کے متعلق غلطیاں کی ہیں جس کے واسطے تقریر بخاری شریف حضرت سید اور شاہ صاحبؒ ملاحظہ ہو -

بہی دیکھ لیا جائے کہ راوی شریک کی روایت کو معیار اور مدار ٹھہرایا ہے - حالانکہ اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں -

”قد جاء في رواية شريك في هذا الكتاب او هام انك عليه العلماء قد ذنب مسلم على ذلك بقوله فقدم واحد و زاد و نقص منها قوله الخ

(شرح مسلم نووی صفحہ ۹۱)

یعنی معراج کی روایت جو شریک نے کی ہے - اس میں بہت اوہام ہیں - جن پر علماء کے سخت اعتراض ہیں امام مسلمؒ

نے مسلم شریف میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ کہ ان بزرگ نے اسی روایت میں تقدیم و تاخیر اور کسی دبیادنی کر ڈالی ہے۔ پھر اگر تفصیل میں یہ تمام امور انہیں غلطیوں میں شمار کئے ہیں جن میں سید صاحب معیار حل احادیث فرماتے ہیں: اس سے ملاحظہ فرمائیں کہ جس حدیث میں محدثین اوہام بنائیں اسی کو معیار قرار دینے والا حدیث کے متعلق کیا فیصلہ دے سکے گا۔

### تحقیقی جواب

اب ان متعارض احادیث کی تطبیق مجھ سے سینے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سہ معجزین ہوئی ہیں جن میں ایک معراج جسمانی ہے جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی ہے باقی (۲۳) روحانی ہیں پس جن روایات میں فاستیقظ وغیرہ کے الفاظ ہیں روحانی یا منامی پر دلالت کرنے والے ہیں گو سطح ظاہری ایک جیسی اور روایات میں الفاظ راویوں کے متناہ اور مختلط ہو گئے ہوں۔ اور جہاں جہاں جسمانی کی تصریح کی ہے وہ سب اسی ایک معراج جسمانی کے متعلق ہے۔ جس پر قریش نے انکار کیا اور ابو جہل مکذیب کر کے ابو جہل اور سیدنا ابوبکر صدیق کر کے صدیق اکبر بنے یہ اپنی توجہ ہم نہیں بلکہ مختل مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شعرانی اور امام الصوفیہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے (ملاحظہ ہو کتاب یواقیت والنجوہ ص ۲ ص ۳۵ بحث ۳۴) حوالہ اوپر مفصل نقل ہو چکا۔

تعب ہے کہ مرزا صاحب کے الہام و اقوال کی تطبیق کے واسطے بڑی بڑی نادرا و نادر کتب تلاش کی جائیں اور سرکارِ دو عالم سید الاولین والاخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال باقی رکھنے اور ناموس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے اپنے مسلم بلکہ مسلمہ فریقین بزرگ کی کتاب تک نظر انداز کر دی جائے۔ فیا سرتناہ۔ اس مختصر تقریر سے احادیث حضرت ابوبکرؓ، انس بن مالک، مالک ابن معصنہ الانصاریؓ وغیرہ کے جس قدر حوالے مسند احمد بخاری وغیرہ سے آئے تھے سب کا جواب آگیا تفصیل آگے آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

قول سید سلیمان ندوی بحوالہ مختار مدعا علیہ۔

» دلائل پہنچی ہیں ایک روایت ہے جس میں ابوسعید خدریؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت خانہ کعبہ میں سو رہا تھا ایک آنے والا (جبریل) آیا اور اس نے مجھے اگراٹھایا اور میں اٹھا۔ اور اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے۔ لیکن اس کا دوسرا راوی ہی جو تھا دروغ گو اور ناقابل اعتبار ہے اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں وہ سب بتایا لغوی ہیں۔

جواب

اس کے راوی کو دروغ گو اور ناقابل اعتبار کہنا ایک شخص کی رائے ہے کسی امام جرح و تعدیل کا فیصلہ نہیں دوسرے محدثین کے نزدیک وہ راوی قابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال وغیرہ جہاں اس راوی کے متعلق تمام اقوال توثیق و تعدیل

منقول ہیں پھر دوسرے صحیح صریح احادیث اس کی مؤید ہیں چونکہ اس روایت سے صریح سید صاحب کے مدعا کے خلاف نکلتا تھا کہ ”جبرئیل نے مجھے اگر بیدار کیا اور میں اٹھا“ اس لیے اسے مجموعہ قرار دیا اور اس سے زیادہ متاکیہ جس روایت شریک راوی میں تھے اُسے حل احادیث کا معیار بنا گئے ہیں۔ جبکہ الشیء یعنی ویسہ۔ باقی اس میں معراج کے واقعات کو غرائب ائود اور سرتاپا لغو بنانا یہ وہی پیچیدہ ہے کہ عقل میں نہ آئے تو ان سے انکار کرنے لگے اور ایک اصولی حلالاؤ ان کا یہ بھی اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک ہر ایت و عقل و روایت و نقل پر مقدم ہے (جو اصولی روپ کی تاریخ نویسی کا ہے) اور ہمارے نزدیک صحیح نقل سے ثابت ہو جائے خواہ ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے اُسے درست مانیں گے کیونکہ روایت نقل صحیح و روایت عقل کی کوئی پر مقدم اور افضل ہے۔

## قول سید صاحب

”ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر سورۃ اسرار میں حضرت حن بصری سے اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سورہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں ہلا کر مجھے اٹھایا الخ لیکن اس کا سلسلہ حن بصری سے آگے نہیں بڑھتا“

جواب

سید صاحب کو معلوم نہیں کہ جس سے جو سلسلہ آگے نہیں بڑھتا اس کے واسطے حضرت حن بصری نے قاعدہ بنا دھا ہے کہ میں جہاں کہیں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا وہاں مراد یہ ہے کہ یہ روایت بواسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہے میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ انکا نام نامی زبان پر نہیں لاسکتا (مراد زمانہ حجاج ظالم ہے جو حضرت علیؑ کے نام لینے پر نفل کرتا تھا) ملاحظہ ہو خلاصۃ الہتمذیب صفحہ ۷۷ حاشیہ اور اتحاف الفرقۃ بوسل الخرقۃ لیسو علی صفحہ ۲)۔

پس اصل سند یوں رہی کہ ملا سلسلہ صوفیاء کرام حضرت حن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں فخر د عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس سے صحیح سند اور کیا ہو سکتی ہے کوئی علم حدیث سے واقف نہ ہو اس کا کیا علاج۔

## قول سید صاحب بحوالہ مختار مدعا علیہ

بہر حال جیسا کہ پہلے ہم نے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں یا مطلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطے سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بزرگوار معراج کو روحانی اور رؤیاء صلوٰۃ کہتے ہیں صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۶، پھر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں روکیا ہے ..... تا ..... الخ الحن البصری و نحو ذلک الخ



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل کیا ہے کہ دونوں نے کہلہ سے کہ معراج میں آپ کی روح بجاں لگئی اور آپ کا جسم گواہ نہیں گیا یعنی وہ اسی دنیا پر اپنی جگہ پر موجود تھا اور حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔  
الجواب

جو کہ سید صاحب کی عقل میں معراج کا واقعہ نہیں آتا اس لیے جو بھی روایت کے نام سے صحیح غلط ملے مگر ان کے مدعا کے لیے ٹھیک ہو وہ ان کے قائم کردہ عقلی معیار پر صحیح ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ ”ما فقدت جسدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج“ کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اظہر میں نے کم نہ کیا یعنی ستر پر موجود تھا۔ اور یوں ہی قول حضرت معاویہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نقل کرتا ہوں مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

## قول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں معراج جسمانی پر اور تمام صحابہ کرام اتفاق نقل کیا ہے اور صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو کہ۔

باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں۔

(ازالہ اوہام کلاں ۱۹۱ صفحہ ۲۴۲)

دوسرا حوالہ :-

”اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ نبوت المقدس پر گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک رویہ صالحہ تھے۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۲۹۲)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانے کے متعلق تمام صحابہ کا اعتقاد اور ان کا منفقہ مجمع علیہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے جس میں صرف جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا سہارا ملے رہا ہے۔ پس اگر میں نے عقلی و نقلی درایت و ردائتہ ان کا یہ بنیاد ہونا ثابت کر دیا تو مرزا صاحب کے اقرار سے بھی اجماع صحابہ ہو جائے گا جس سے ایک مستثنیٰ نہیں اور بالاتفاق اجماع صحابہ قطعی حجتہ اور اس کا منکر بلاشبہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ایک مائتہ ۳۳

وحدثنا هذا البس بالثابت عنه أنها في عتقه من العلة القادرة وفي سنده من انقطاعه وارجو حمل  
وقال ابن دحية في التنوير انه حديث مرفوع عليها وقال في معراج الصنف قال امام الشافعي  
ابو العباس ابن شريح هذا حديث لا يصح وانها وضعه دد الحديث الصحيح ----- وكان المعراج للمفسر  
الروح جيعا زكاني شرح مواهب مقصد ج ٥ ص ١١١

صحیح حدیث حضرت عائشہؓ اس کے خلاف ہے

(در منشور ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸)

حضرت عائشہؓ سے بنا۔ یہ صحیح حاکم ابن مردودہ بیہقی نے روایت کیا کہ جب معراج کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معراج ذکر فرمایا تو بہت سے لوگ (باوجود کسے) متردد ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑ کر پہنچے کہ ہم کسے دوست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں..... (اکثریں ہے کہ) حدیث اکبر نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ جب میں اس سے زیادہ مستعد اہل عقل میں نہ آنے والی آسمانی چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس کی تصدیق کیونکر کرتا ہوں؟

اسی پر آپ کو صدیق کا لقب باگاہ نبوت سے عطا ہوا۔ (ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۸)  
 ملا حنظلہ ہو کہ اگر خواب ہی تھا اور معراج جسمانی نہ تھی تو بہت سے مسلمانوں نے مستبعد و سمجھ کر ازداد کیوں اختیار کیا۔  
 اور صدیق اکبر نے تصدیق میں کیا نوکھی بات کی جس پر صدیق کا خطاب ملا۔  
 حضرت صدیق سے بہت سی روایتیں صحیح معراج جسمانی کی ہیں جن کے ذکر میں طوالت ہے میں زرقانی کے فیصلہ پر انکفاء کرتا ہوں کیونکہ وہ ارباب نقل میں نہایت معتبر امام ہیں ان کی نقل پر کسی کو لب کشائی کا موقع نہیں۔

### امام زرقانی کا فیصلہ

بل الذی یدل علیہ صحیح قولہا انہ بعسد الشریف لانکارہا دو بیتہ ربہ دو بیتہ  
 عین ولو کانت عندها مناما لم تنکرہ۔۔۔۔۔ الخ (زرقانی ج ۴ صفحہ ۴۷)  
 یعنی حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صحیح قول یہی ہے کہ معراج پاک جسم شریف کے ساتھ ہوئی کیونکہ در حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضہ عظمیٰ باری تعالیٰ میں اختلاف رکھتی ہیں اگر ان کے نزدیک معراج روحانی یا خواب تھا تو اختلاف روایت  
 کی کوئی بھی وجہ نہ تھی۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۴ صفحہ ۴۷)

### (درایتہ حدیث عائشہ پر تنقید)

نقل و درایتہ کے لحاظ سے بھی ان کا یہ ارشاد کہ شریعت جسم اطہر کو میں نے مٹوایا تو بستر پر نہ ملا ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ  
 اسی معراج کے وقت جنابہ صدیقہؓ کی عمر شریف بقول ملا علی قاری (۳) ملا اور بہ تحقیق بیس سال کے اندر ہی تھی۔  
 جس وقت نہ تو یہ شعور ممکن ہے نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں ان کا شب گذرنا کیونکہ چھ سال کی عمر میں ان کا  
 بیہوشی ہو گیا اور نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جا کر ہجرت کے بعد نوے سال کی عمر میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر قدم رنجہ  
 فرمایا۔ لہذا یقیناً یہ واقعہ کسی نے اپنے طور پر خلاف واقعہ بنایا ہے۔

### امور تنقیح طلب۔

- (۱) معراج کا سنہ کیا تھا۔
- (۲) جنابہ صدیقہؓ کی عمر اس وقت کیا تھی۔
- (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اول اول کہاں اور کس سنہ میں تشریف لے گئیں اور محرم رات تھیں۔

## (جواب ثبوت،)

ادل کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تعین سنہ معراج میں چودہ کے قریب قابل لحاظ اقوال ہیں اور کانی اختلاف

نفسیل -

(۱) قبل نبوت (روایتہ شریک)

(۲) نبوت کے ۱۵ ماہ بعد -

(۳) نبوت کے تین سال بعد - قول ابن اسحاق -

(۴) نبوت کے پانچ سال بعد - قول امام زہری -

(۵) مکہ اور تبائل میں اسلام شائع ہو چکا تھا (ابن اسحاق)

(۶) ہجرت سے ۶ ماہ قبل ۸ ماہ - ۱۱ ماہ - ۱۲ ماہ - ۱۴ ماہ - ۱۵ ماہ - ۱۷ ماہ - ۱۸ ماہ قبل اٹھواں اقوال یہ ہیں پس  
تیسرا تو یہ ہوئے ۱۴ سال قبل -

## (فیصلہ)

بادیود اس اختلاف کے مسئلہ کمزور نہیں ہو سکتا کیونکہ جانچنے کا صحیح معیار موجود ہے یہ غلط ہے کہ اختلاف کسی مسئلہ کو کمزور کرتا ہے بلکہ اکثر پرکھنے اور پڑتال کا موقع نکل آتا ہے اور حق واضح سے واضح تر ہو جاتا ہے۔ ورنہ ناقابل التفات اختلاف تودو باری تعالیٰ - نبوت رسالت حجت و درج قیامت یہی ہیں۔ پہلی روایت شریک بالکل غیر معتبر ہے خصوصاً لفظ فیصلہ کہ معراج یک آپ کے نبی ہونے سے قبل ہوئی۔

(نودی شرح مسلم ص ۹۱)

دوسرا اور تیسرا قول بھی روایتہ "درابنہ" نہیں آگے معلوم ہو گا نیز ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹ چھٹے قول سے جو درہوں تک علاوہ روایتہ کمزور ہوں گے اس لیے مجھے ناقابل قبول ہیں کہ محدثین میں کسی کو بھی اس امر میں اختلاف نہیں کرام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ نے؟ پ کے ساتھ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد پڑھی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین بلکہ پانچ سال قبل ہوئی ہے ملاحظہ ہو نودی صفحہ ۱۹۔

پس اب صرف قول سالم رہ جاتے ہیں۔

(۱) نبوت کے پانچ سال بعد قول زہری -

(۲) اسلام مکہ اور تبائل میں پھیلنے کے بعد اور دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے کیونکہ تین سال تو تبلیغ کا زیادہ موقع ہی نہ

نخا آب معہ اہل و عیال شعبہ اہل طالب میں محصور تھے اور آپکا مکمل بائیکاٹ تھا پونے سال سے تبلیغ کافی شروع ہوئی اور پانچویں سال اکثر قبائل میں اسلام پہنچ گیا۔

## فیصلہ

امام دہری کے صحیح قول کے موافق معراج ۷ نبوی یعنی نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

## پیدائش حضرت عائشہ رضی

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۷۱۱ھ نبوی کے بعد یعنی پانچویں سال نبوت کے ہے ملاحظہ ہو درزقانی بر دیار طبقات ابن سعد نیز اس کی تصریح سیرۃ النبی شریف میں بھی ہے جو خود مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ہے۔  
پس ۷۱۱ھ معراج اور ولادت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہی یعنی پانچواں سال نبوت ۷۱۱ھ نبوی رہا۔ اب عدالت خود ہی غور فرمائے کہ چند ماہ کی بچی جن کا چہرہ کوئی دربار رسالت سے نہ ملتا تھا نہ وہاں شب باشی سے نہ کچھ سمجھ سکتی تھی اسے پس کہ معراج کی صبح میں نے جسم مبارک کو بستر ہی پر پایا۔ پس یہ قول درایت و دلالت کسی طرح بھی درست نہیں۔ لہذا فیصلہ یہ رہا کہ تمام صحابہ کرام ۷۱۱ھ معراج کے صبح میں ہی پیدا ہوئے۔ اس پر اجماع رہا کہ معراج جمالی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانا ہوا اب تو اس کے متحرک کافر بلاشبہ اختلاف ثابت ہو گیا۔

## ایک اور گزارش

اگر باوجود ناقابل قبول ہونے کے اس قول کو کوئی تسلیم بھی کرے تو پھر اس معراج جمالی کے سوا کوئی اور (۳۳) روحانی معراجوں میں ہوگی کیونکہ اس قول و تحقیق کے لائق وہ ہجرت کے بعد ہوئیں اس وقت روحانی معراج معتقد ہوئی ہیں۔

## حضرت صدیقہ کے مقابل ان کے والد بزرگوار کا صحیح فیصلہ

تعجب ہے کہ سرزانی یا دوسرے منکرین معراج ایک موضوع قول چند ماہ کی بچی کا لیکر اڑ بکرتے اور اسے حجت بناتے ہیں مگر خاندان تہذیب کے رکن دین تمام اُمت سے افضل صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار جنابہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبر کے صاف اور صریح قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو درشتور نحو الہ سابق۔

اخبرہ البزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردويه والبيهقي في الدلائل وصححه

عن شداد بن اوس قلنا یا رسول اللہ کیف اسری بک۔۔۔۔۔ الی ان قال ابوبکر یا رسول اللہ این كنت اللیلۃ قدر التمسک فی مکانک الخ یعنی شداد بن اوس سے

باسناد صحیح مروی ہے کہ شب معراج کی صبح تذکرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کو رات بہت تلاش کیا مگر حضور (رستہ پر) نہ ملے اس پر فرمایا کہ مجھے رات معراج ہوئی الخ۔  
(درمثور ابن کثیر ج ۲ ص ۷۷)

شفاء قاضی عیاض ج ۲ کے صفحہ ۸۷ پر ہے۔

”عن ابی بکر بوایتہ شداد بن اوس انه قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلتہ اسلوی یہ طلبتک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البأرحۃ فی مکانک فلم اجدک فأجابہ ان جبرئیل حملہ الی المسجد الاقصی الخ“

یعنی صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شب گذشتہ حضور کو حضور کی جگہ پر تلاش کیا آپ موجود نہ تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس اور آسمان پر لے گئے تھے“ الخ۔

(شفاء شریف ص ۷۷)

ملاحظہ فرمائیں انہی وضاحت ترک کر کے موضوعات کو حجت بنانا یہی نہیں تو ادھر کیا ہے یہ فیصلہ صدیق اکبر۔  
مختار مدعا علیہ بلکہ تمام مرزاؤں کو مسلم ہونا چاہیے کیونکہ صدیق اکبر نہ صرف قریشی بلکہ مایہ ناز قریش اور بعد ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب امت سے افضل ہیں  
اور زفر بیٹن کے متعلق ان کے مسلم بزرگ جن کی شان میں مرزا صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔ بیٹنی فی اللہ مولوی سید محمد حسن صاحب امر وہی مہتمم مسارف ریاست بھوپال۔

مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید و دعویٰ میں یکمال متانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم و تنبیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور دقیق آدمی ہیں انہوں نے نہ ہدایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیے ہیں ناظرین اس کو ضرور دیکھو۔“  
(الارادہ ص ۳۱۱ و ۳۲۰)

## فیصلہ مولوی احسن امروہی

قریش بالضرور تمام دنیات میں مقبوع اور مقتدا ہیں کہ الفضل للمنتقم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو۔  
پس اس حدیثی فیصلہ کے مقابل مرزا صاحب کا قول بھی ناقابل التفات ہے گو وہ بزعم خود مہدی و مسیح موعود کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ سید سلیمان ندوی و مولوی تنہا اللہ و سرسید وغیرہ۔

## تنقیح نمبر دوم

ادیر کی تحقیق میں بحوالہ طبقات ابن سعد و زقانی گزر چکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت معراج چند ماہ کی تھی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

## تنقیح نمبر سوم

اوپر ثابت ہو چکا نیز مسلم ہے کہ حضرت حدیثہ کی رخصتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آبادی ہجرت کے پہلے سال ہوئی جب کہ ان کی عمر سال نبوی اور چھ ماہ آپ کی مسیح معنی میں محرم راز ہوئیں (تفصیل کے واسطے طبقات ابن سعدین حضرت عائشہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو)

## حضرت معاویہؓ کے قول کا جواب

چونکہ مرزا صاحب نے اجماع صحابہ سے صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس لیے اس کے جواب میں اتنی تفصیل کی گئی باقی حضرت معاویہؓ کا معراج جسمانی پر عقیدہ ہونا مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ وہ جسم سمیت آسمان پر شرب معراج جانے کا عقیدہ بلکہ حس سے یہی عقیدہ سوائے حضرت عائشہؓ کے سب صحابہ کا نقل کرتے ہیں بلکہ اجماع صحابہ بنیابہ سے ملاحظہ ہوا ازلہ کلاں صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۱۔

پس مرزا صاحب بھی حضرت معاویہؓ کو معراج جسمانی کے معنفدین کی فہرست میں منسلک کرتے ہیں۔

والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

لہذا بجائے زیادہ تفصیل کے صرف اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ اہل توبہ انکا قول قابل اعتبار سند سے ثابت نہیں بلکہ مجرد ادعا قابل اعتبار ہے۔ دوسرے شعبہ نبوی تک توبہ ایمان دلائے تھے۔

بلکہ یہ تو ہجرت کے بہت بعد قریب فتح مکہ تقریباً ۱۲-۱۵ سال واقعہ معراج کے بعد ایمان لانے میں پھر ان کی اس دقت کے متعلق شہادت کہ آپ کا جسم شب معراج بستر ہی پر تھا یا غلط یا سنی سنائی بات ہوگی پھر صحیح مانتے پر یہ شہادت اسی معراج کے متعلق ہو سکتی ہے جو (۳۳) روحانی ہیں نہ کہ پچیسویں سوسنی جیسا کہ یواہقت سے گزر چکا۔

### ( شہادت حضرت ابی سفیان )

حضرت امیر معاویہ کا غیر ثابت شدہ ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع قول تو کیا حالانکہ سزا سب کی تصریح کے بھی خلاف تھا مگر ان کے والد برر گواری نہایت صحیح شہادت جو ہر قتل شہیدنا، دم کے دربار میں بادشاہ کے حضور میں کی تھی نظر انداز کر دیا یہ کہاں کی دیانت ہے۔

ابن کثیر وغیرہ میں صحیح سند سے موجود ہے کہ ابوسفیانؓ نے ہر قتل شہادہ دم کے رد پر معراج جسمانی کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ اسے مستبعد سمجھ کر متنفر ہو جائے گا اس کے سر ہاتھ بیت المقدس کا چابی بردار موجود تھا اس نے کہا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، بادشاہ نے وجہ دریافت کی اس نے عرض کی کہ میں حسب دستور جو وقت اور تاریخ یہ بتا رہے ہیں بیت المقدس کو محفوظ کرنے لگا تو کواڑ بند نہ ہوئے اعزہ سے مدلی کا میاب نہ ہوا راہوں کو دکھایا معلوم ہوا کہ اس کا ایک پتھر نیچے سرک آیا ہے بلا توڑنے دروازہ بند ہی نہیں ہو سکتا اسی طرح کھلا چھوڑ کر چلا گیا صبح آیا تو آدمی کے آنے کے نشان تھے اور جس پتھر سے انبیاء سابقین اپنے جانور باندھا کرتے تھے اس میں ایک مزید حلقہ کا اضافہ اور جانور بندھنے کا نشان تھا اور دروازہ بالکل درست پتھر ہی بلکہ برتھا جس سے میں نے یقین کیا کہ ضرور نبی آخر الزمان پیدا ہو چکے الخ۔

### ( حسن بصریؒ کے قول کے متعلق )

حسن بصریؒ کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت محض غلط وہ کسی روحانی معراج کا تذکرہ کرنے ہوں گے گو اس قول کی سند بھی ناقابل التفات ہے شفاء تاضی حیامنؒ کے صفحہ ۸۶ سے حوالہ نقل کر چکا۔ جس میں حضرت حسن بصریؒ کو معراج جسمانی بحالت بیداری میں ماننے والوں سے منسلک کیا ہے نیز ایک حدیث بھی ابن جریرؒ کے واسطے بسند حسن بصریؒ یہاں واضح گذر چکی کہ معراج جسمانی تھا اور اس پر انقطاع کا ہوا اعتراض تھا اس کا جواب بھی وہیں دیدیا کہ وہ حسن بصریؒ حضرت علیؓ اور وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کیونکہ جہاں وہ انقطاع کریں وہاں حضرت علیؓ مراد ہوں گے۔

( خلاصۃ الشہدایہ حاشیہ صفحہ ۷۷ )



## حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ کی طرف بھی انکار معراج جہانی کی نسبت صحیح نہیں حضرت حذیفہ کی تصریح اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے نیز اس نقل کی سند ناقابل اعتبار ہے کسی معتبر محدث نے تصحیح نہیں کی اور شفاء قاضی عیاض صفحہ ۸۶ پر تصریح ہے کہ حذیفہ ابن یمانؓ معراج جہانی بحالت بیداری کے قائل ہیں۔

## نتیجہ

تقریر بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جن بزرگوں کی طرف انکار معراج جہانی کی نسبت کی ہے اولاً صحیح نہیں دوسرے ردحانی (۳۲) معراجوں کے متعلق ہے جس میں ہماری گفتگو نہیں اس معراج جہانی کے متعلق جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی کسی ایک کا بھی سلف صالحین صحابہ و تابعین سے اختلاف نہایت نہیں اور یہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔

## لفظ روایہ کی بحث ،

بلادہ اُس آیت وما جعلنا الرویا التي ادینا لك الا فتنة للناس کی تحت ایک حاشیہ کا اضافہ کر کے لفظ روایہ کی بحث کا اضافہ کر لیا کہ روایہ کے معنی خواب کے ہیں۔ پھر شہاب تفسیل البیان۔ مجمع البحار حریری وغیرہ کے قطع برید کر کے کچھ حوالے نقل کئے ہیں

## الجواب

بہیں اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جب کہ مخصوص اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فیصلہ موجود ہے کہ یہ روایہ یعنی مشاہدہ معراج کہے ردحانی و منافی۔

(بخاری باب الاسراء فتح الباری ج ۷ صفحہ ۱۷۱)

اور چونکہ ابن عباسؓ علاوہ خبر امتہ اور قرآن کے متعلق تمام امت سے ناقد و اذوق ہو سکے بوجہ اس کے کہ قریشی ہیں ایسے مسلم ہیں کہ ان کے مقابل دوسرے عالم شہاب حریری وغیرہ کی ہمدی مسعود اور مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو۔

(الفرقان مولوی اسحق صاحب امرہی صفحہ ۸)

پھر یہی تیسرا صرف ایک حوالہ ہدایت ہی مستند لغت سے جس میں معصومہ اول زبان یا گیا ہے پیش ہے۔

(توال لسان العرب ج ۱۴ صفحہ ۹)

قال ابن بوی وقت سیاء الرویا فی المیقظة قال الراعی ذکیر للرویا دھش

فَرَادِه د بَشَر نَفْسًا كَان قَبِيل يَلُو هَهَا --- الخ

امام لغت ابن بری فرماتے ہیں کہ لفظ رَوِيَاء بیداری کے منہاد پر بھی مستعمل ہے اور عرب کے مشہور مستند شاعر جابلی طاعی کا شعر سندن میں پیش کیا ہے الخ۔

اب یہ نہ صرف مستند دکنشتری کا حوالہ ہے بلکہ محاورہ عرب اور شعر بھی معتبر شاعر کا پیش ہے جس کو گواہان مدعا علیہ بھی لغت اور معتبر لغت کہتے ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعا علیہ و ترجمہ تاریخ سلسلہ۔

## ایک عظیم الشان مغالطہ اور اس کا جواب

علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص نواسیہ ہے جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنے جملہ اللہ الی اللہ میں معراج کی تحقیقت ان الفاظ میں لکھی ہے و امری بہ سے لے کر واللہ اعلم تک۔

ترجمہ: آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سردارہ المنتہی اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیے جسم پروردگار کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح ہر واقعہ حضرت حزیق اور موسیٰ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو ربیاء میں ان کو معلوم ہوئی واللہ اعلم کتنا بڑا عظیم الشان مغالطہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر سفید جھوٹ اور بدترین بہتان ہے جو نادانی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ لگایا گیا ہے اگرچہ ترجمہ میں بنیائیں بھی ہیں مگر میں مختار مدعا علیہ ہی کا پیش کردہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب کے دامن قدس کی صفائی کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

”آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سردارہ المنتہی اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا۔“

عدالت ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کتنے واضح الفاظ میں تشریح فرمایا ہے میں کہ یہ تمام واقعہ جسم مبارک کے لیے حالت بیداری میں ہوا۔ نہ کہ کشف و خواب میں۔ پس کس قدر جرات اور دیدہ دلیری ہے کہ ان کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی جائے اور اسے عظیم الشان مغالطہ کے بعد مختار مدعا علیہ کی خبیثیت حدالت پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لیکن سے واللہ اعلم تک اپنے مذاق متعلق اس معراج جسمانی کا ایک فلسفہ ضویانہ

اصول پر بیان فرمایا ہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ عالم ظاہر اور عالم مثال کے درمیان کا ہے جو مقام جامع کہلاتا ہے یہاں جسم پر ایسی لطافت طاری ہو جاتی ہے کہ اس پر روح کے احکام یعنی سرعۃ حرکت رفع الے السماء وغیرہ جاری ہو سکتے ہیں اس مقام میں اُس جسم لطیف کی حرکت اور سرعۃ اور رفع الے السماء وغیرہ کوئی مستبعد نہیں جس طرح روح کے متعلق یہ امور مستبعد نہیں۔

پھر ان امور کے جواب نے معائنہ فرمائے نتائج فلسفیانہ بیان فرماتے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ یا وہ بزرگ جن سے اُس نے نقل کیا ہے خوش فہمی سے تعبیر خواب سمجھ رہے ہیں بعینہ یہی فلسفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

### مولوی ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

مختار مدعا علیہ نے تفسیر ثنائی ج ۵ صفحہ ۲۶ سے دو عبارتیں قطع برید کر کے نقل کی ہیں جس کے جواب میں اولاً یہ گزارش ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مدعیہ یا اس کے فریق یا کسی دیوبندی عالم کے مستند و مسلم نہیں بلکہ سخت اختلاف ہے اور نہ صرف فروعی امور میں بلکہ تقلید جیسے اہم مسئلہ میں یہاں تک اختلاف ہے کہ وہ ائمہ کرام کی تقلید کو شکر قرار دیتے ہیں اور سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کی شان گرامی میں زبان درازی کرتے ہیں جہاں ان کے مناظرہ اختلافات اختلافی رسائل تمام پنجاب و ہندوستان میں شائع و ذائع ہیں ممکن ہے کہ یہ بزرگ مرزا یوں کے مسلم ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا وہ مقابل تھے اور مرزا صاحب نے ان کے متعلق آخری فیصلہ میں اعلان کیا تھا کہ میرے اور ثناء اللہ میں یہ فیصلہ ہے کہ گھوٹا پیسے کے آگے مر جائے گا۔ ہر حال ہم پر ان کا قول حجت نہیں ان کی ذاتی رائے ہے۔ نیز اگر غور کیا جائے تو وہ بھی تو یہی فرماتے ہیں ”پس ان بزرگوں کے (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب) کلام سے جو امر ثابت ہوتا ہے خاک اُسے ماننا ہے“ باقی آگے اُس کی تعبیرات کا دست بڑھنا اپنی غلطی ہے خود ان کی جماعت اعلیٰ نے اس تفسیر پر سخت تنقید و تبصرہ کیا ہے اور اس سے ان کے ایمان میں شبہ کیلئے اُس تنقیدی رسالہ کا نام انکا ثناء اللہ جمیع اجزاء امت بالذہب ہے پس جب اُن کی جماعت کو وہ تفسیر خود مسلم نہیں تو ہم پر کیا حجت ہوگی۔

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس مسئلہ پر سرحدی و ہندو گنگ و عنوان ملاحظہ ہو۔

”اسراء اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں بحسبہ الشریف ہوئے ہیں۔“

پس جب مصنف کا داغ مذہب اس ہندو گنگ سے معلوم ہو گیا تو عبادتیں قطع و برید کر کے مدعا کے خلاف نکالنا صریح بہتان ہے اصل یہ ہے کہ سرسید اور سلیمان ندوی مولوی ثناء اللہ سے اس کا جواب مرزا صاحب کی طرح نہ بنایا اور مخالفین کے خوف سے تاویلیں کرنے لگے جیسے کہ مرزا صاحب صاف منکر ہو کر توہین پر اتر آئے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”بہر حال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ و ائمہ نے معراج کو اس بسم غفری سے تسلیم نہیں کیا؟“

الجواب

یہ محض غلط اور بہتان ہے تفصیلاً جواب عرض کریں گا تمام صحابہ کا اتفاق عمدۃ القاری اور شفاء شریف سے پیش کر چکا۔

چار عادل شاہد اور پیش ہیں۔

(۱) ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۴۱ -

(۲) نودی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۱ -

(۳) ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳ -

(۴) زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۰۲ -

ہر علامہ عصر حافظ ابن کثیر اور امام نووی محدث اور امام ابن جریر طبری اور حضرت حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم تصریح فرمایا ہے ہیں کہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت ہوئی اور یہی مذہب تمام سلف صالحین اکابر صحابہ و ائمہ معتدین و متذکرین کا نقل فرمایا ہے۔ جس کے بعد یہ ریک تادیلات مختار مدعا علیہ قابل التفات بھی نہیں۔

اور مرزا صاحب بھی سوائے حضرت عائشہؓ کے تمام صحابہ کا منفقہ اجتماعی عقیدہ یہی نقل کرتے ہیں کہ معراج جسم سمیت ہوئی (ازالہ کلال صفحہ ۱۲۱ و ۱۱۹) خوالہ معہ اصل عبارت گزریں گا اور حضرت عائشہؓ کے قول کی بھی حقیقت واضح ہو چکی پھر مختار مدعا علیہ کا یہ قول مذکورہ بالا محض غلط اور بلا دلیل ہے۔

انبیاء سابقین،

دیگر انبیاء کی معراج روحانی جو سیرۃ النبی ج ۴ صفحہ ۲۷۱ اور صفحہ ۲۷۲ سے نقل کی وہ بالکل غیر متعلق ہے ہم خود علاوہ ایک مطرغ جسمانی کے اور آنحضرتؐ کے واسطے بھی روحانی مانتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دوسرے حوالے

حماۃ البشری وغیرہ سے جو حوالے مرزا صاحب کے گول مول ذوالوجہ پیش کئے ہیں وہ بے سود ہیں کیونکہ اُس میں تو بعد خاتم النبیین مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے اور دعویٰ نبوت کو کفر اور اپنے کو نبی ماننے والوں کو دجال کہتے ہیں اور پھر یہ

سب امور بزد ایمان ہو گئے لہذا اس کا کیا اعتبار میں نے تو صریح توہین اور انکار کا تو الہ ازالہ اوہام کا پیش کیا ہے جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے بھی تو وہ یہ بہتان انکار معراج جہانی بزرگوں پر باندھ رہا ہے۔

### حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز دہلویؒ

قول مختار مدعا علیہ۔

”حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

از سرم تا صوب اقصیٰ می روم	گر چو احمد و شب معراج وصل
بر براق برق آسمی روم	از زمین تا سدرہ و از سدرہ بعمرش
از دٹے سونے سدا می روم	از فلک بگذشت و از اس و ملک
بے حجب تاحق تعلل می روم	قاب تو سین است و او ادنیٰ حجاب

(دیوان خواجہ معین الدین چشتی صفحہ ۲۵)

چو نور باد کو خورشید کردست اکتساب	نور شمس ان مجسم گشتہ در ذات نبی
در شب اسرا چو آرد پائے ہمت در رکاب	نقرہ تنگہ جرج از از مہ کشد ز بریں نگام
ستیا با دخی گنجید در ضمیر جسم ربیل (۴-۵)	گشتف اسرا لہ فی کے کشف ام الکتاب

(دیوان معین صفحہ ۲۵ نیز صفحہ بھی ملاحظہ ہو)

گر عروج جان معین بایست ہر نہ تا فلک در رکاب خواجہ لولاکی بایست شدن (دیوان معین صفحہ ۲۵)  
 باوجودیکہ یہ دیوان صرف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی طرف منسوب ہے ورنہ دراصل یہ ملام معین الدین کا شنی مصنف  
 معارج النبوت کا ہے جیسا کہ المعارف میں سید سلیمان ندوی نے اس پر کافی تنقید کی ہے مگر میں اسے تسلیم کر کے جواب  
 پیش کرتا ہوں۔

### الجواب

اس سوال کے نقل میں اگر مختار مدعا علیہ خیانت و قطع دہریدہ کرنا تو ہرگز یہ شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا ہر حال اس کا  
 پہلا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ”ہمداد دست“ اور وحدۃ الوجود کے صوفی مشرب بزرگ ہیں جس پر اسی دیوان کے مندرجہ  
 ذیل اشعار دلیل ہیں

کیکہ عاشق معشوق خواجہ چشتیؒ ہمداد دست خلیف خلوت و ساقی انجمن ہمداد دست

اگر بیدیدہ تحقیق بنسگری دانی  
 کہ نالز دل منظور جان و تن ہمارے دست  
 اگر تو خترہ ہستی خویش پارہ کنی  
 نظر کنی کہ درں زیر سر ہستی ہمہ اوست  
 زجام عشق نہ مفسوز خود اکر دلس  
 کہ دار نیز ہر بیگفت بار سن ہمہ اوست  
 ملوک کثرت اشیا فیض وحدت گشت  
 تو دقتیت اشیا نظر نگر ہمہ اوست  
 تعینیت گلزار اعتبار ما و نیست  
 اعتبار گزر کنی کہ ما و سن ہمہ اوست  
 من نیگویم انا الحق یاری گوید بگو  
 یوں نیگویم یوں مراد لاری گوید بگو  
 (دیوان معین ص ۳۴)

زیادہ تفصیل کے واسطے دلیل العائن ملاحظہ ہو۔  
 پس یہ ہمہ اوست اور وحدۃ الوجود کا رنگ جو منکر و بخودی کہے اس میں جو بھی زبان پر جاری ہو وہ قابل موازنہ نہیں  
 جیسا کہ ایسی میں دعویٰ انا الحق در غیر موجود ہے۔  
 دوسرا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ اشعار دیوان پاک میں ”قطع“ کے ہیئت نگ کے تحت میں مندرج ہیں اور دنیا  
 جانی ہے کہ قطع وہ اشعار کہلاتے ہیں جو سب مل کر ایک مضمون بنیں اس میں قطع و برید نہیں ہو سکتی مگر مختار مدعا علیہ کی خیانت ملاحظہ  
 ہو کہ اس کا صرف آخری شعر باوجود قطع ہونے کے حذف کر دیا اور باقی پیش کیا تاکہ مغالطہ دے سکے حالانکہ وہ شعر اصل معاملہ پر نہایت  
 صفائی سے روشنی ڈال رہا ہے کہ یہ تمام کلمات عالم بخودی کے ہیں اصل کتاب ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے تاکہ اصل بے ایمانی کا  
 پتہ چل جائے وہ شعر یہ ہے۔

من نمید انم دریں بحر عقیق  
 نشتر ام اسنادہ ام یا میروم

کس قدر مدہوشی کی تصریح ہے اس سے واضح ہو گیا کہ عالم بخودی پر ہے جس پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ اور مرزا صاحب  
 وحدۃ الوجود وغیرہ کے خلاف ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ دوسرے شعر میں فرما رہے ہیں جس پر کوئی اعتراض ہی نہیں۔ عالم صحوہوش میں معراج  
 پاک کے متعلق ارشاد ہے۔  
 قول مختار مدعا علیہ =

”تیسری بات کہ کیا مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح کئی معراجوں کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے  
 سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی اور  
 جس عبارت سے غلط استدلال کر کے مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر یہ افتراء کیا ہے سہ معراج اس جم کشف رعنصری خاکی۔  
 شمس ... ... مولف خود صاحب تجربہ ہے ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۲۔ مختار مدعا علیہ نے اس حوالہ کو ایسے طریق پر پیش کیا ہے

جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے کشفوں کے مقابلہ پر معراج کو استغناء کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ مختار مدعیہ کا دیوہ والستہ عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

الجواب

یقیناً معراج کو ایک کشف بنا کر اسی قسم کے کشفوں میں اپنے کو صاحب تجربہ کہنا مختار مدعیہ کے نزدیک توہین نہ ہو مسلمانوں کے نزدیک نہ قابل برداشت توہین اور شرک فی الرسالہ ہے جو صریح محمد رسول اللہ کے افسار کے منافی ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک تو کھلی ہوئی تنقیص و تشبہ بھی توہین نہیں مرزائیوں کے ایک مشہور بزرگ ان کے ارگن رسالہ نتیجۃ الاذہان قادیان کے اڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل فرماتے ہیں۔

محمد پھر آئے ہیں ہم میں اور بڑھ کر پہلے سے ہیں غزوات میں،

محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل غلام احمد کو دیکھنے قادیان میں

پھر مختار مدعیہ نے اس الزام کو بھی متنازعہ عبارت کی تاویل کی ہے اور حاشیہ میں اپنی طرف سے ذاتی وصفاتی تقسیم اور ذاتی تشبیہ کی شرط لگا گئے پھر آگے فرماتے ہیں: ”اور مرزا صاحب کے اس قول سے کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے یہ مراد نہیں کہ آپ کو ایسے ہی معراج ہوئی جیسے آنحضرت صلعم کو اچ“

مطلب بالکل واضح ہے تاویل محض بیکار ہے عدالت اصل عبارت مکرر ملاحظہ فرمائیں کہ۔

سیر معراج جو کشف کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔۔۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ اور اس میں صرف کیا تاویل کریں گے مرزا صاحب تو اپنے آپ کو تمام صفات میں ان کا نقل اور بروز بتاتے ہیں اور اللہ احمد کے اصول پر پہلے سے بڑھ کر جیسا کہ خطبہ الہامیہ و حقیقۃ النبوت کے حوالے سے آگے اپنے عمل پر آگے گا جس میں مدلل اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کیا ہے پھر مختار مدعیہ نے کشف ویداری کی تاویل اور اہل و اصناف کی بحث شروع کر دی مگر عالی جاہ۔ جو بھی ہستی جسمانی نہ سمجھی اعلیٰ ہوا اصنافی و اخفی ہمارا اعتراض تو دراصل اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے یہ ہرے بود ستور شرک فی الرسالہ کی یقین دلیل لا جواب موجود ہے جس کے ہوتے ہوئے کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتا۔

کیا معراج جسمانی کا منکر کاف ہے

و اجمعنا ان من انکر المعراج الی بیت المقدس یصیر کافرا ثم یھتد ثلثة اشياء الاسراء والمعراج والاعراب فاما الاسراء من مکة الی بیت المقدس فھذا مما لا ینکرہ المعتولۃ ومن انکر یصیر کافرا لان هذا ثبت بالنص الخ (تمہیدہ الوالت شکر صفحہ ۱۳)

یعنی ہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے معراج جسمانی کا ہیئت المقدس تک کا انکار کیا وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر یہاں تین امور ہیں اسراء۔ معراج اعرج۔ اسراء جو مکہ سے بیت المقدس تک ہے اس کا انکار تو معتزلہ بھی نہیں کرتے اور جو انکار کرے گا کافر ہوگا کیونکہ آیت قرآنی سے نصاً و صراحۃً ثابت ہے۔

(۲) و فی کتاب الخلاصۃ من انکار المعراج ینظر ان انکار المعراج ھو کذا فرائض (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبع احمدی شاہد روہ)  
تقریباً مضمون سابق کی طرح منکر معراج جسمانی پر کفر کا فتویٰ خلاصہ سے نقل کر کے اس پر دلائل پیش کئے ہیں۔  
پس دو شاہد عادل امام شہادت کے لیے کافی ہیں

طوفان نوح لانے سے پہلے فائدہ،

ددا شک بھی بہت ہیں جو کچھ فائدہ کریں ابو الوفاء

گو مسند ایک حد تک اجمالی رنگ میں آپ کا مگر مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور لگا دیا کہ۔

”اور اگر معراج کے واقعات پر بھی غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔“

الجواب

معراج پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف کے ساتھ بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں پر ہوتے ہوئے سدرۃ المستنسیٰ اور پھر عرش اور لامکان تک پہنچنا مختار مدعا علیہ کے نزدیک خلاف واقعہ ہے اس کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا کہ سوائے کشف یا خواب کے عالم اعیان میں جسم کے سانحہ یہ واقعہ ہو۔

مگر مرزا صاحب کا ابن مریم بننے کے واسطے پہلے مریم کے رنگ میں پیدا ہونا پھر حاملہ ہونا پھر در دزدہ کی شدت سے نو ماہ بعد تنے کھجور کے نیچے جانا اور پھر اپنے سے خود ہی پیدا ہو جانا ادویوں ان کا مریم اور ابن مریم دونوں بن جانا قرین قیاس اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی نظم صفحہ ۳۳۶)

ہست او غافل ز راز ایزدی	انگہ گوید ابن مریم چوں شدی
در بر این نام من مریم نہاد	آن خدائے قادر در رب العباد
دست نادادہ بہ پیران زنی، ؟	مدتے بودم بزرگ مسیحی
از رفیق راہ حق۔ نا آشنا	ہنچو بکرے یا نفتم نشود نما۔
روح عیسیٰ اندران مریم دمید	بعد ازان آن قادر در رب مجید
زادان مریم مسیح ابن زمان	پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیان



نہیں سبب شد این سریم نام من      زانکہ سریم بود اول گام من  
بعد ازان از قلع حق عیسے شدم      نذر جائے سریمی برتر قدم  
ایں ہمہ گفت است رب العالمین      گرنیدانی براہین راہین  
حکمت حق را زہا دارو یلے      نکتہ مستور کم نہد کسے  
خیر ہیں ان کے ذاتی عقائد سے اس وقت سروکار نہیں۔

### معراج کے متعلق عقلی طور پر قابل غور امور

۱) سرعۃ حرکتہ - (۳) ارتفاع جسم خاکی (۳) کوہ تار و زمہریر یا زمہر بل ہوا کا حائل ہونا (۴) آسمان میں شگاف و خرق الیقام کیونکہ ہو سکتا ہے (۵) شق صدر (۶) رویت باری (۷) رویت انبیاء (۸) رویت جنت و دوزخ وغیرہ تفصیل تو اس موقع پر ناممکن ہے اجمالاً گزارش ہے کہ ان میں سے کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ عقل سلیم کو اس کے بار آورنے میں متامل ہو بلکہ میں تو مذہب اسلام اور ان کے تمامی جزئیات کو تصریح قرآنی نظرۃ اللہ اور عقل کے مطابق سمجھتا ہوں مگر نظری ہوں گے یہ معنی نہیں کہ انہیں سرف عقل سے ثابت کیا جادے۔ ثابت تو وہ نقل ہی سے ہوں گے البتہ سمجھے عقل سے جائیں گے۔

اور عقل بھی تعلیم کیونکہ ایک تو عقل نظری ہے اور ایک مخصوص ماحول سے متاثرہ سوسائٹی شرائع اور احکام عقل نظری کے مطابق ہیں نہ سوسائٹی کے جس کا فرق واضح ہے مثال سے واضح ہو۔

ایک بدری کی عقل یہ ہے کہ البعبیرۃ تدل علی البعبیر والافار علی المسیر والو کہ ایک میگنی اوزٹ کا اور قدم کے نشان قائلہ کا پتہ دیتے ہیں پس یہ زمین و آسمان وغیرہ ایک علیم وغیرہ کا پتہ کیوں نہ دیں گے اور ایک دہری کہتا ہے اے صی الاحیاء تنال الدنیا نموت ونحی لما یملکنا الا الدھو کہ خدا کوئی نہیں سب دہر زمانہ و گردش زمانہ کے کرشمہ ہیں۔

اب گزارش یہ ہے کہ ایک کسی شئی کا امکان یعنی ہو سکتا ہے اور ایک وقوع یعنی حقیقت ہوئی بھی یا نہ۔ عقلی دلیل تو صرف ہو سکتے پر قائم ہو سکتی ہے باقی یہ امر کہ ہوتے بھی یا نہ صرف روایت اور نقل سے مل سکے گی۔

### نمبر وار مرتب اجمالی جواب

۱) ”سرعت حرکتہ“ اس کے امکان میں کہ ان کی آن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک فرش خاکی سے عرش تک کیونکہ پہنچا۔ نہ فلسفہ قدیم یونان کی بنا پر کوئی اشکال ہے اور نہ جدید سائنس کے اصول پر۔

## فلسفہ قدیم یونانی

کیونکہ فلسفہ قدیم میں یہ امر مسلم ہے کہ جتنی دیر میں آتشاب کی ٹیکہ جرم شمس بتماہ طلع ہوتا ہے (ہر چہرہ منٹ ۱۲ دقیقہ کا وقت ہے) اتنی دیر میں فلک الافلاک فلک اعظم جو اعظم ترین مخلوقات سے ہے پانچ لاکھ پندرہ ہزار پچھ سو (۱۵۶۰۰) فرسخ مسافت قطع کرتا ہے جس کے (۱۵۵۸۸۰۰) پندرہ لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو میل چوتھے (روح المعانی ج ۳ صفحہ ۷۷۷) پس اتنے برسے تمام مخلوق سے وزنی جسم کی اس قدر سرعت حرکت مستعد نہ ہو اور ربہ الادلین بحود رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو کثیف بنا کر سرعت حرکت کے استبعاد پر معراج جسمانی کو ناممکن اور کائنات پر ناجائز

بہ سوخت عقل زحیرت کہ این بہ لواعیست

## فلسفہ جدید اور سائنس

فلاسفہ جدید اور سائنس دانوں میں یہ مسلمہ اصول ہے ایک ساعت میں برق بجلی زمین کے گرد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ زمین کے گرد چکر لگائے اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جاتی ہے پھر برق سوار کے متعلق کیا استبعاد ہے مونا گرامی فرماتے ہیں کہ قضا گیر و قدر گیر و ازل گیر و ابد گیر و رکائش و اعنائش و راعنائش و ارکائش را سوار برق شد ماہر فلک و مدعان گیرش رکائش پوسد بر پا زد ملک بوسد رکائش را یہ تو ان کے واسطے در مثالیں اختصاراً پیش کر دیں جو عقلی دلیل کے دلدلہ ہیں باقی خدا پرستوں اور موحیدین کے واسطے قرآن پاک کی صرف ایک آیت کافی ہے

وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتيک بہ قبل ان یوقد الیمک طرفک فندما راہ مستقر اعندہ قال ہذا من فضل ربی لیبلو فی الاشکو امر اکفر ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کویہ

مگر بلیس کے تحت منگلنے کی سیدنا سلیمانؑ نے سروریت محسوس فرمائی تو ایک جن نے دربار کے برخاست ہوئے کا وقت نصف دن مانگا مگر ان کے وزیر اصف ابن برخیا نہیں خدا تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا نہ کیا کہ میں طرفہ العین میں لا تاہول اور بیک مانتے ہی وہ عظیم الشان تخت انصاف میں سے ہزار ہا میل کی مسافت پر انفسائے شام میں لاپیش کر دیا کہ تعجب جان اللہ ما اعظم شانہ بخود برہا نہ - پس ایک خدا کا ادنیٰ بندہ تو صرف اس کا نام لے کر یہ کر سکے اور مستبعد نہ ہو مگر خود قدرت والا خدا کرے تو عقل میں نہ آئے و اوجباۃ -

## ارتقاء جسم غالی ،

قمری حرکت کے نواسفہ قدیم بھی قائل ہیں اور آج بھی مشاہدہ اور سائنس دان بلکہ اب تو کسی ہندوستانی کے واسطے بھی جلتے تعجب نہیں ہوئے۔ چہاڑ خصوصاً وہ اگر نمبر ۱۰۱ بونہاہ ہو گیا ستر آدمیوں مع ان کے ضروریات زمین سے اس قدر بلند سرفاگ پانی یا پٹرول کی اسیٹیم سے ایک ناجز انسان لے جلتے اور جسم خاکی بلکہ اجسام خاکیہ مرتفع کر دیتے مگر خدائے قادر و توانا اپنی لازوال اور بمثال قدرت کے کرشمہ سے اپنے پیسہ پاک کے جسم بلیف کو زمین سے بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی قائل ہو تو ہرگز دیوانہ عقل اس پر تمسخر اڑائیں۔ ہر بریں عقل درائنش بیاید گرست اہم سماؤں کے واسطے نہ جدید فلسفہ کی ضرورت نہ قدیم کی صرف تران پاک کی ایک بہت کافی ہے۔

شہر (قرآن مجید)

وسیدمان الریدر غددہا شہر دس احما شہر

کہ حضرت سیمان کے نابالغ حوا کر دی تھی ان کا تخت ہوا بر صبح کے تیل ترین لمحہ میں ایک ماہ کی مسافت اور شام کے ٹائم میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے۔

## کرہ نار یا زہریر یا زہریرلی ہوا کا حاصل ہونا

(۱) کون عقل مند نہیں جانتا کہ آگ کا جلانا ٹھنڈک کا ضرر سال ہونا ایک مخصوص وقت تک جسم کے اس میں پھنسنے پر منحصر ہے ورنہ تنور میں باورچی روزانہ ہاتھ ڈالتا ہے اور نکالتا ہے مگر جلتا نہیں۔ پس مذکورہ بالا سرعہ پر ضرر نامکن ہے۔

(۲) طب قدیم اور جدید میں ایسی دوائیں اور لباس ایجاد ہو چکے ہیں جن پر آگ اور سردی بلکہ ہندوئی کی گولی تک اثر نہیں کرتی سردی کے ملازم ایک مخصوص لباس پہن کر برف کے بہاؤ دل کی بیانیٹس کو وہاں تک جاتے ہیں جہاں آگ ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ پس انسانی دوا اور لباس و ایجاد تران حضرت کو روک لے مگر وہ جنت کاپانی بو خدا نے شب، سراج، غسل کو بھیجا اور وہ حلقہ نورانی جو زیب تن فرمانے کو جہریرلی لائے تھے اگر کرہ نار اور زہریرلی جواؤں سے بچا لیا گیا تو استیجاب کیا ہے۔

(۳) آگ کا کام جلانا اور ٹھنڈک زہریر کا دکھ دینا ضرر ہے مگر یہ خاصیت ان کی اپنی خلہ زاد نہیں بلکہ خدا داد ہیں پس جس طرح خزانہ شاہی کا پہرہ دار سنتری خزانہ کی طرف ہانکے دالے کو رد کیا اور اسرار پر گولی کا نشانہ ضرر اور ہمیشہ بناتا ہے مگر شہزادی فرمان یا شہنشاہ وزیر اگر کسی کے ساتھ ہو تو بجلتے گولی کے نشانے کے آداب شاہی بجا لاتا ہے پس اگر کسی کے پاس فرمان یا ناکہ کوئی بودا و سلا ماعلیٰ ابراہیمہ اور کسی کے ہمراہ جہریرلی زید القوی دومرتہ اور پروانہ راہ داری جوا اور آگ نہ جلائے یا سردی نہ ستائے بلکہ وہ اور آرام مہیا کرے اس پر تعجب کیا ہے

اور ہم مسلمانوں کے واسطے آدم و حوا کا بننے قرآن اور اس سے اترنا صحف الہدیم و کوسلی کا صبح و سلاک کتاب الگ میں آنا حضرت عیسیٰ پر مائدہ و ستر خوان اترنا کافی ہے۔

### آسمان کا بیٹھنا اور بڑھنا

قدیم فلاسفہ کے پاس سوائے انکل کے ایک بھی دلیل نہیں اور وہ انکل بھی ان کے پاس فرض طبع زاد نجیبی آسمان میں تو شاید نافذ ہو اس خدائی آسمان سے بالکل الگ ہے اور سائنس نے تو آسمان کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے اور حد نظر کا نام بتاتا ہے ہمارے واسطے یہی کافی ہے کہ یقیناً لہذا لا ابواب السماء۔  
کہ آسمان کے دروازے ہیں کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں آسمان بنانے والے کی رائے اور فیصلہ یہ کہ ہم نے دروازے اس میں رکھے نہیں اور عقلاً کی سمجھ میں بھی نہیں آتے اس کا کیا علاج۔

### فتق صدر

آج اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں جب کہ فن برائی کے غیر العقول کرشمے موجود ہیں تنگی وقت ہے مثالیں نہیں دیتا اور ہمارے لیے ایک آیت کافی ہے۔ ”انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون“ (قرآن حکیم)

### جنت و دوزخ

دنیا میں اصول مسلم ہے کہ ہر مرکب کے مفردات کا علیحدہ گلام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص مرکب یا کسی معجون کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس کے اجزاء اپنی اپنی جگہ ضرور موجود ہیں انسان کو اگر بصر عناصر سے مرکب پا کر یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ کائنات عالم میں کرہ ناکرہ ہوا کرہ آب کرہ خاک علیحدہ علیحدہ بھی موجود ہیں۔

پس جب کہ دنیا اور اس محسوس عالم اور مخصوص دائر میں رنج اور خوشی خار و گل سکھ اور دکھ تندرستی و بیماری ساتھ ساتھ ہیں تو عقلاً کوئی ایسی جگہ ضرور ہونی چاہئے جہاں صرف بھول ہی بھول ہوں خار کا پتہ نہ ہو صرف تندرستی ہو اور مرض کا دبوہ نہ ہو صرف خوشی آرام سکھ ہو رنج تکلیف دکھ کا پتہ نہ ہو۔

اور ایک جگہ اور مکان ایسا ہی ہونا چاہیے جہاں صرف خار ہوں گل ناپید ہو۔ صرف غم و تکلیف و بیماری ہو اور خوشی و آرام تندرستی کا فقدان ہو اور لکانام اسلامی اصطلاح میں جنت دوسرے کا نام دوزخ ہے۔

## ایک سوال اور اس کا جواب ،

اب کون سوال کرے کہ کئی دکھاں میں بہتہ دو تو اس سے میں پوچھوں گا کہ یہ ہندوستان کا نقشہ ہے اس میں مکہ مدینہ بغداد کربلائی مصلیٰ لندن امریکہ جاپان دکھاؤ اگر یہ جواب ہو کہ وہ اس محدود نقشہ ہندوستان میں کہاں ملیں گے وہ تمام دُنیا کے نقشہ میں ہیں سارے بیچ سکون کا نقشہ لاؤ دکھاؤں گے پس یہی گزارش میری بھی ہے کہ وہ آپ کے دینیوی نقشہ میں نہیں بلکہ خدائی نقشہ میں ہیں ساری خدائی کا نقشہ جبرئیل کی لائبریری سے لاؤ جنت و دوزخ ان شاء اللہ انگلی رکھ کے بتادیں گے۔

## ملائیک و شیاطین

خُدا نے دلائل کا ایک اصول سکھایا ہے کہ دنی النکام اذ لا یسرون اپنے ہی نفسوں میں دلائل سوچو ایسے زیری اصول پر گزارش ہے کہ جیسے اندر شرکی سلا جنت ہے اور خیر کی بھی بھلائی اور نیکو کاری کی اور بُرائی اور بد کاری کی بھی پس مذکورہ سابق اصول پر ایک مخلوق بھی ایسی ہوتی ضروری ہے جس میں مساویت صرف خیر اور بھلائی اور نیکو کاری کی جو شر اور بُرائی اور بد کاری اُن سے سرزد ہی نہ ہو سکے اور ایک اُن کے برعکس مخلوق ہوتی اسی طرح ضروری ہے۔ اول کو ملک فرشتہ اور دوسرے کو شیاطین کہتے ہیں باقی جہاں سے واسطے قرآنی تسبیحات جنت و دوزخ جس دامن ملک و شیاطین کا پیڑاں ہیں قرآن پاک کا مطالعہ فرماویں۔ خبیہ تبیان لکلی شفی ع سب کچھ اس میں ہے۔

## ایک اعتراض کا جواب

سوال یہ ہو گا کہ جیس دکھاؤں عرض کردن گا کہ پانی اور ہوا کے جراثیم محسوس دکھاؤ دو جواب یہ ملے گا کہ بہت تک امریکہ جاپان مخصوص پاور کے لائنس کا چشمہ استعمال نہ کر دے اسے نہ دیکھو سکو گے پس گزارش یہ ہے کہ جن ملک شیاطین جب تک مخصوص پاور کا بنایا ہوا مدنی چشمہ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین سید شاہ عبدالقادر جیلانی خواجہ غریب نواز کے کارخانے سے حاصل کر کے نہ استعمال فرمائیں گے انہیں مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

اور چار ایمان تو مشاہدہ سے زیادہ ان کے خالق اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر ہے لہذا کشف الغناء لہذا اذ دنا یقیناً مشاہدہ پر کوئی اضافہ نہ ہو گا۔ (رد بیت باری تعالیٰ)

یہ مسئلہ بہت ہی طویل ہے اور اختصار ناممکن ہے اس لیے صرف کتاب یواقیت والحواس ج ۱ صفحہ ۱۱۹ بحث ۲۲ کا حوالہ دانی سمجھتا ہوں جو گواہ مبرا علیہ کو بھی مُسلم ہے سے  
خداوند جہاں را بے جہت دید  
کلام سمدی بے نقل بشنید

## دریہ تہ انبیاء

اور ان انبیاء کرام کے جسم محفوظ رہتے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔ (دارقطنی وغیرہ) کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس جسم کو دیکھنا کیا محال۔ نیز آج مسمریزم کی معمولی پریکٹس سے تو انسان ارداح کو دیکھ لے اور ہم کلام ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے سراقہ کا یہ بھی اثر نہ ہو کہ انبیاء کی رویت وہمکامی ہو جائے۔ نیز جب کہ وہ ذات گرامی باوجود انتہائی لطافت کے ملائک کو دیکھنے اور فرش خاک سے عرش پاک کا جلوہ دیکھتے ہوں انبیاء کی ملاقات و دریہ میں کیا استبعاد ہے۔

## اجمالی کل واقعات کی ایک دلیل

دنیا میں مشاہدہ کہ کسی شہنشاہ یا کوئی معزز مہمان آئے تو اس کی تمام حکومت اور تمام عاملوں تمام کارخانوں و محکموں میں یکدم تعطیل کر دی جاتی ہے تاکہ اس کا اکرام سب پر ہویدا ہو جائے۔ کٹے والی مشین نہیں کاٹتی چلنے والی نہیں چلتی بیسنے والی نہیں بیستی۔ جو کام پورا اور ادھورا جس جگہ ہو وہیں بند ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل ختم نہ ہونے پر وہیں سے یکدم شروع ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ جیسا شہنشاہ مطلق اور سید الاولین و الآخرین خاتم النبیین جیسا حبیب پاک صاحب لولاک سنی اللہ علیہ وسلم معزز مہمان اگر تمام کارخانہ عالم یکدم تعطیل کر کے بند کر دیا جائے۔ نہ آگ جلے نہ سردی سنلے نہ ہوار کے نہ آسمان اور زمین یا چاند سورج دن و رات ساعات و لمحات زما نہ حرکت کریں تو کیا تعجب نہ تو کوئی وقت لگنا چاہیے نہ کوئی گزرنہ بیٹھے گا۔ امکان ہے نہ کوئی اعتراض مگر اللہ بصیرت نہ دے اس کا کیا علاج۔ ہے

تہی دستان قسمت راہد سوزاں را بہر کامل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ دے اکر سکدر را

## نفس مسئلہ معراج پر ایک کلی عقلی دلیل

انسان کے دو وجود ہیں ایک جسم جس کی ترکیب اجزاء عنصریہ سے ہے۔ اور جس کی بقا و ارتقاء بھی عنصری اشیاء سے متعلق ہے۔ دوسرے جزو روح ہے۔ جس کی حقیقت سمجھنا تو دشوار ہے قل الروح من امر ربی وہ مولیٰ کا ایک حکم ہے جس کا ہمیں کماحقہ علم نہیں۔ مگر اتنا مشاہدہ ہے۔ کہ انسانی اعضاء کی شکم ماہرین تکمیل کے بعد ایک برقی طاقت اس کے اندر آکر اسے متحرک کر دیتی ہے۔ اور وہ زندہ کہلانے لگتا ہے۔ اسی برقی اثر کا نام روح ہے۔ یہ ہے تو انسان زندہ ہے ورنہ مومن تمام انسانی افعال کا منبع یہی روح ہے۔ یہ خارج ہو جائے۔ تو انسان بیکار مرد سپر و زیریں کے لائق ہی بناتا ہے پس

انسان دراصل روح ہے۔ اور جسم اس کا کدہ ہے۔ یہ حرکت بنا کر تو انجن کرتا ہے مگر ترک اسٹیم سے ملا اسٹیم انجن ایک انجن حرکت نہیں کر سکتا اور اسٹیم سے ہی کام کرتا ہے۔ اسی اسٹیم کا پاء اور جب زیاہ ہو جاتا ہے۔ تو مسلم انجن مکہ فی اور دھات کافی بوجھ اور کٹنے انسانوں کو اٹھا کر ہوا پر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی طرح انسانی روحانیت کا اسٹیم جب زیادہ تیز اور طاقت ور ہو جاتا ہے۔ یکا ذریعہ باقی عوالم اور تمسک نادرست ہو جاتا ہے۔ تو انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے جس چیز کو انسان جیسا عاجز و بے بس اپنی ناقص عقل اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک لے جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر و توانا اپنی نامحدود قدرت اور لفظ کن کو کام میں لا کر تیز محدود جگہ تک پہنچا سکتا ہے۔

جب انسان مثلاً ہوا لکڑی آدمی وکیل اڑایا جاتا ہے۔ تو یہ خدا کی قدرت میں دوکر ڈر و دستگیر و وارپ اور و ماقدور و اللہ حق قدرہ سے غیر متناہی مسافت پر لے جاتا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان دہم  
وا ز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم  
و قتر تمام گشت و پیا یاں رسید عمر  
ما بچنان در اقل وصف تو ماندہ ایم

## (دفعہ پر دلیل و شہادت)

امکان یعنی ہو سکتا تو مجد اللہ ثابت ہو گیا۔ صرف یہ باقی رہا۔ کہ ہوا بھی یا نہ اس کے واسطے معتبر و معنی شہادت پیش ہیں۔ کیونکہ دفعہ پر سوائے شہادت کے کوئی عقلی دلیل ہی ناممکن ہے۔

## (خدا کی شہادت اللہ شہید بینی و شکم)

سفر معراج کی تین منزلیں ہیں۔

(۱) بیت اللہ الحرام مکہ سے بیت المقدس شام تک۔

(۲) مسجد اقصیٰ سے مدرۃ المنتہیٰ تک۔

(۳) مدرۃ المنتہیٰ سے لامکان اور تقرب فاص تک۔

## خلاصہ جواب

بس ہر شخص اپنے اندر الوہیت بتاتا ہو اور خواہ الہیہ حال نہ گواہ مدعا علیہ ملہ جرح سے مارچ میں تسلیم کر چکا ہے کہ خدا کے سوا کسی میں الوہیت نہیں پائی جاسکتی اور یہ کہنے کے خدا نے مجھے یہ سب سے بے ادب میں سمجھ میں تھے اور خدا نے پاک کے یہ صرف بیشمار باتھریاؤں بلکہ کھینچے ہوئے مصرع لفظوں میں باری تعالیٰ میں طول و عرض کا قائل ہو اور بڑے خرد و بیان سے یہ کہنے کے خدا کو میرا نام لینے سے شرم، انگریزوں اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا جس کے خلیفہ یہ اعلان فرمایا کہ مرزا صاحب کے آنے سے قبل خدا (عیاذ باللہ) ناکام اسی طرح خاموش بیٹھا جیسا کہ حیا دجال پکا کریشمار ہتا ہے جو خدا پر یہ بہتان عظیم باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا کہ تیرا کام پورا ہو گا اور میرا پورا نہ ہو گا جو خدا کا اپنی طرف سے نیا نام خلاف شرع عاج تجو بزرگ کے شرک قبیح الاسلام کا کتب ہو اپنے کو خدا کی قیود و تعزید کی طرح اس سے مقرب سمجھتا ہو خدا کے امر کا اپنا امر کہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن ذیہ کن میں ہے شریک و ہم ہوا اور اپنے لیے خدا پر یہ بہتان باندھے کہ اُس نے مجھے فرمایا انما امرک اذا ارادت شیئاً ان تقول لہ کن ذیہ کن کہ اے مرزا صاحب آپ کا امر اس سے سوا نہیں کہ جب کبھی بھی آپ کسی چیز کا ارادہ کریں اور کُن کہیں وہ ساتھ ہی فی الفور ہو جائے جو اپنے کو یوں کہنے کے گویا یہ بیشک خدا ہو ہو آسمان سے اتر آیا جو اپنی پیش گوئیوں پر کشفی حالت میں خدا سے دستخط کرانے اور زائد روشنائی بچھڑکے جو عالم محسوس میں اس کے کرتے اور ٹوپی پر نمودار ہوا اور پھر اس سرخ واغوں والے کرتے کو خدا تعالیٰ شانہ کی روشنائی سے اکودہ سمجھ کر تبرک بنا کر رکھیں اور یوں خدا کے مجسم ہونیکے عقیدہ کی عملی تکمیل کر دکھائے۔ جو اپنے آپ کو فخر کے ساتھ اُس بیٹے کا باپ سمجھے جو ہو ہو آسمان سے خدا ہو کر آیا ہے جس کے الفاظوں میں خدا کا یہ قول ہو کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی اور جو اپنے نام (غلام احمد) کو جو مشعر عہدیت بھی ہے خدا کا سب سے بڑا نام قرار دے اور خدا کے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی طرح انت اسی الاعلیٰ کا قائل ہو جو خدا کی طرف پیداری و خواب کو منسوب کرے اور جو ایک نئے خدا کا قائل ہو اور بھی کہی اپنے اندر صفات اور قوۃ صلاحیۃ اعیانہ افناء کی بنائے زمین و آسمان کی خلق پر اپنے کو قادر پائے اور وہ لفظ ولذہ جس کی خدا کی طرف نسبت کرنے سے منہ قرآن آسمان منکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو جائے زمین شقی ہونے لگے پہاڑ ریزہ ریزہ ہونے لگیں۔

لیکن فخر و بیان سے بہت نسبت استعمال کرے اور اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ عیاذ باللہ خدا جانے کیا ہے کیا عادی اور پھر ان و سادہ پر یہ ناز ہو کہ یہ سب وحی و الہام الہی ہیں ما یطہق عن الصوری ان ہوا وحی یوحی کے مصداق ہیں نہ صرف یہی بلکہ قرآن پاک کی طرح بلا فرق ایک ذرہ پاک و منزه اور قابل ایمان سمجھے۔



چونکہ معراج پاک کو تمام کائنات عالم انسان جن و ملک زمین و آسمان کے واسطے آیت اور نشان بنایا تھا اِسَلا پہلی منزل وہ رکھی جہاں ہمک وہاں مخاطب انسانوں کا تنگ و دور اور جتنی ان کی دنیا تھی تاکہ اس کو وہ جانچ پڑتال سکیں اور اُسکے کو اسی پر قیاس کر لیں۔  
 دوسری منزل جن و ملک کی جہاں ہمک رسائی اور سدرۃ المنتہی ہے قرار دی تاکہ وہ بھی گواہ ہو جائیں۔  
 تیسری منزل کا کسی کو علم نہ دیا کہ کیا ہوا۔ کیونکر ہوا کیسے ہوا کیا کہا اور کیا سنا۔ عقل بھی متحیر وہم بھی خائب حاسر بس صرف اَمَّا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ہے

### پہلی منزل کے جسمانی ہونے پر قرآنی شہادت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِجَبَدٍ لَّیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الْاٰیۃ شَرْحِی نَوۡت - ۱

”سبح ان“، کا لفظ اہم اور نادر واقعات پر مستعمل ہوتا ہے کوئی خواب و کشف ہوتا تو اس کی ضرورت نہ تھی۔  
 حوالہ ”فالسبیم انہما یکون عند الامور العظام فلو کان مناماً لم یکن فیہ کبیر شہد و لہ یکن مستحظماً۔“  
 (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۴۱)

و اسر علی، اسراء کا لفظ سوائے جسمانی کے کشف یا نوم پر نہیں بولا جاتا ہے۔

حوالہ ”لانه لا یعال فی النوم اسراء الخ شفاء قاضی عیاض ص ۵۵۔“

قرآن میں صرف اسی معنی میں مستعمل ہے۔ فاسد و مآہلک ”فاسد و بعا دی“ ”مطہرنا بعدہ۔“ جب صرف روح کو نہیں کہتے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور بلا کسی دلیل شرعی کے مجازاً روح مرا لینا یہاں درست نہیں۔

### ثبوت

فان العبد عبادۃ عن مجموع الروح و الجسد۔ (ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۱۱۵) ”انزل علی عبدہ“  
 قرآن میں جب کبھی اللہ عبد بولا کیا اس سے مجموع الروح مراد لیا گیا۔

مثلاً ”مَنْ تَوَلَّی عَلٰی عَبْدِی“ ”اِذْ کُنَّا عِبَادًا لِّیُوب“ ”عِبْدًا شُلُوۡدًا“ ”اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِی الْکِتٰبَ“ ”نَزَلَ الْفُرْقَانُ عَلٰی عَبْدِی“ ”اِنَّ عِبَادَی لِّیْسَ لَکَ عَلَیْہِم مَّسْطٰطٌ“ ”کُنُوۡا عِبَادًا لِّیْ“  
 ”الاعباد کَ مِنْہُمُ الْمُخْلِصِیْنَ“ ”وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ عِبَادٌ“ ”وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یُشَوِّقُوۡنَ عَلٰی

الارضیٰ“ فوجد عبدًا من عبادنا“ ادايت الذی ینہی عبدًا اذا صلی ۛ انه لسا  
قام عبد اللہ۔“

اور سینکڑوں مثالیں ہیں۔

## ایک مغالطہ کا جواب

مخبر مدعا علیہ نے عبد کے معنی روح کے لینے کے واسطے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پڑھ کر  
مغالطہ دیا ہے کہ نفس سے کہا جائے گا کہ بندوں کی ارجاع سے مجاہد الخ۔

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے یہاں بھی لفظ عبادی۔ ہم مع الروح کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ قول اس سے قیامت  
میں کہا جائے گا جہاں جسم اور روح دونوں موجود ہوں گے زیادہ تر نین نہ تھی جلالین، ہی دیکھ لی ہوئی،“ و یقال لہا فی  
القیامة فادخلی فی جملہ عبادی الصالحین وادخلی جنتی معہم“ کہ یہ قیامت میں کہا جائے گا الخ۔

چونکہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب بھی حشر جہاد کے منکر ہیں اس لیے انہیں بھی نظر آیا مگر مسلمانوں کے  
نزدیک حشر روح مع الجسد ہوگا جیسا کہ آگے اپنے محل پر آئے گا لہذا یہاں بھی عبد سے مع الجسد مراد ہوگا۔  
ان تشریحی نوٹوں کی بجائے کسی تفصیلی تفسیر کا صرف صحیح ترجمہ پیش ہے۔

سبحان الذی اسرّی بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا  
حولہ لنزیہ من آیاتنا اتمہ هو السميع البصیر ۛ

تمام اعتراضات مشکوک و شبہات سے وہ ذات الہی مبرا و منزہ ہے جس نے اپنے بند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مع  
جسم کے بہت ہی قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی تاکہ اُسے اپنے عجائبات قدرت دکھائے الخ۔

## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب واقعہ کی شہادت

بخاری۔ مسلم۔ ابن کثیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ روح المعانی میں صحیح مرفوع متصل کافی تعداد میں احادیث اور اکثر  
صریح جہانی ہونے کی منقول ہیں۔ چونکہ وہ مفصل اور طویل ہیں۔ لہذا حوالہ پر انکشاف کرتا ہوں۔ اور بعض اوپر پر بقدر کفایت گزر  
چکی ہیں۔

## صاحب خانہ کی شہادت

روی الطبرانی عن امہانی قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسرّی بہ فی

بیق فَعَقَدَتْهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَمَّتْنِي مِنَ النَّوْمِ مَخَافَتِهِ أَنْ يَكُونَ عَرَضٌ لَهُ بَعْضُ قَرِيبَتِي فَقَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جَبْرِئِيلَ أَتَانِي --- اَلْإِنِّ قَالَ وَأَنَا أَدِيدُ أَنْ أَخْرِجَ إِلَى قَرِيشٍ  
 فَأَخْبِرَهُمْ بِمَا رُبِّعْتُ. فَأَخَذْتُ ثُبُوبَهُ فَقُلْتُ إِنْ أَذْكَرَكَ اللَّهُ تَأْتِي قَوْمًا بَكْدُ بُونُكَ وَيَكُونُ مَقَامُكَ  
 فَأَخَافُ أَنْ يَسْطُوبَكَ قَالَتْ فَتَضَرَّبُ ثُوبَهُ مِنْ يَدِي ثُمَّ خَدَّجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَتَاهُمْ وَهُمْ  
 جُلُوسٌ الْحَدِيثُ - (ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت اُمّ عانی رضی جن کے گھر سے معراج ہوئی فرماتی ہیں کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں  
 نے بستر پر نہ دیکھا سخت پریشان ہوئی اور اس دُرب سے میری نیند اڑ گئی کہ ماہِ ادا قریش کی کوئی کارستانی منہر رسانی  
 ہو۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہ سب قریش کو کہنے جا رہا ہوں۔ لیکن دوڑ کر دامن  
 بکڑ لیا اور خدا کی قسم دیگر عرض کی کہ ان سے نہ بیان فرمائیں۔ دشمن جھٹلائیں گے اور ناحق حملہ کریں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 دامن چھڑا کر باہر تشریف لے گئے اور حاضرین کو سارا واقعہ سنا دیا۔

آپنی زبردست شہادت کے بعد کہ جن کے گھر میں معراج ہوا وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پائیں اور حضرت عائشہ  
 کی طرف نسبت کرنا کہ میں نے بستر پر دیکھا جو اُس وقت قبولِ ملائلی قاری پیدا ہی نہ ہوئی تھیں یا چند ماہ کی ننہیں کس قدر ظلم  
 صریح ہے۔ فاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْالْبَصَادِ -

### خاندا فی شہادت

جب شب معراج نبی عبدالمطلب نے آپ کو بستر مبارک اور دو لنگہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کو نکلے۔ اور  
 آپ کے شفیع بچا حضرت عباسؓ تو بے عینی میں وادی ذی طوی تک یا محمدؐ یا محمدؐ یا محمدؐ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم جب تشریف لائے تو عدم موجودگی کا سبب بیان فرمایا کہ مجھ کو معراج ہوئی اور بیت المقدس وغیرہ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۴ صفحہ ۴۶۹)

شعاع قاضی عیاضؒ میں صفحہ ۸۷ پر صدیقی اکبرؒ کا بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

### درمیانی سفر کی شہادت

قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ تمہارا فلاں قافلہ فلاں مقام پر ملا تھا ان کا اس رنگ  
 کا ایک اونٹ جھاگ گیا تھا اس کو میں نے فلاں جھاڑی کی فلاں طرف بانہ دیا تھا جب قافلہ اُٹے وہیافت کرنا۔  
 فلاں منزل پر فلاں ابن فلاں نے ایک کوزہ بانی سرد ہو نیکو رکھا تھا اسے پی کر میں نے الٹ کر رکھ دیا تصدیق کرنا

پھر بیت المقدس وغیرہ کے نشانات بنائے اور تائفہ کی آمد کا وقت سب حرف بحرف صحیح اترا۔  
(روح المعانی درمنثور ابن جریر وغیرہ)

## پہلی منزل کی آخری شہادت

بیت المقدس کے چالی ہزار درالبوسنیان کا واقعہ اوپر نقل کر چکا ہوں جو ہر قل شاہ روم کے دربار میں پیش آیا تھا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

## دوسری منزل کا ثبوت

چونکہ اس کا تعلق ملا اعلیٰ سے تھا اس لیے ستارہ کی قسم کھا کر انجام میں بیان فرمایا  
فاستوی وهو بالافق الاعلیٰ - یا۔ عند مدرة المنتهی عندھا جنتہ السماوی۔  
اذ یغشی السدرة ما یغشی الآیۃ

شیر کی نوٹ ان نمائش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں نہ کہ جبرئیلؑ جیسا کہ بعض کا قول ہے صرف ایک  
حوالہ پیش ہے“ (درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۵)

”انحر ابن مردویۃ عن النبیؐ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتھی الی مدرة المنتهی  
روی خاش من ذہب یلوذ جہا۔ (درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۰، اسی طرح ج ۵ صفحہ ۴ پر بہت صریح قوالہ  
موجود ہے۔

(ترجمہ) پھر آپؐ مسجد اقصیٰ سے شب معراج اوپر اُتی اعلیٰ تک پہنچے۔ ..... اور پھر مدرة المنتهی تک۔

## تیسری منزل

”شردنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ - فاضی الی عبدہ ما ولحی ما کذب الفؤاد

(سورہ نجم پ ۲۷)

ما د (۱) افتما دونہ علی ما یلوی -

(ترجمہ) کسی مترجم قرآن سے دیکھ لیا جائے۔

(تفسیر کی نوٹ) اس امر کے واسطے کہ اس سے مراد جبرئیل نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ روایات ضو

ابن عباس کی ابن جریر ج ۴ شفاء صفحہ ۸۴ روح المعانی ج ۸ صفحہ ۶۵۵ وغیرہ سے ملاحظہ ہوں۔

## (خلاصہ)

الحمد للہ دلائل و براہین کی روشنی میں عقلی و نقلی قطعی دلائل سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی جسم الطہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔ یہی مذہب تمام صحابہؓ، ائمہ ذوالعین اور خلف و سلف سالمین کا ہے جس کے منکر کا ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نیز خناسائیں کبریٰ سیوطی و مواہب وغیرہ سے گزریا کہ یہ خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کو کسی کے واسطے ایسا ماننے والا منکر فی الرسالہ ہے اور کسی طرح اس کا ایمان کلمہ کی جزوئی محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں نہیں ہو سکتا۔ فالحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی حبیبہ وانا متوالیان۔

## معجزہ شق القمر

قول مختار مدعا علیہ۔

”مختار مدعی نے مسیح موعود کے کلمہ کے جزوئی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔  
 لہ خست القمر المتیر وان لی «عسا القمر ان المشرقان اتتکر۔ کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اقویٰ طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمزور کر کے دکھایا ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے لہذا مرزا صاحب کا فرج ہوئے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں۔“

## الجواب

مختار مدعا علیہ اپنی عادت سے مجبور ہے کہ میرے اعتراض اور میری مراد کو اپنے لفظوں میں دھمال کر کچھ نہ کچھ جواب دے۔ اور یہی ایک قسم کا اقرار لاجوابی ہے۔ ورنہ وہ اس طور پر توڑ موڑے میرے مدعا کو مضبوط نہ کرتا۔ جس طرح مسئلہ معراج جسمانی کو بلاوجہ طول دینے کے واسطے داخل کیا گیا۔ حالانکہ اعتراض صرف تقابل برتھا کہ اصل مسئلہ اس وقت زیر نزاع نہیں جو بھی ہو یہاں صرف اس قدر بحث ہے۔ کہ جو چیز سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مرتبہ برقت اقرار ہے۔ وہ اپنے واسطے کم از کم دو چند اور اس سے زائد زور و دائر ثابت کرنا مرزا صاحب کی ایک خاص عادت ہے۔

مسئلہ معراج جسمانی میں وہ جو اسٹ پجی اگر جسمانی اور روحانی کی بحث چھیڑ دی۔ اور یہاں بھی وہ پوائنٹ لاجواب سمجھ کر بدل دیا۔

اس اعتراض صرف یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتلایا۔ جو اس

کی نائفں اور گھٹا تبیر ہے۔ اور پھر اسے آپ کا نشان ثابت کر کے اپنے واسطے اُس جیسے آسانی و دو نشانی یعنی خسوف قمر اور کسوف شمس چاند اور سورج دونوں کا گہن لگنا قرار دیا۔ اس مقابلہ میں سخت ترین توہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ معجزہ کنی القمرون اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اُس کا استحضاف کیا۔ اور ایسے اہم معجزہ کو نہایت معمولی اور اپنے نشان سے کم کر دکھایا۔

اس کے ثبوت میں مختار مدعیہ نے کوئی بحث ہی نہیں کی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اصل شعر مرزا صاحب کے نزدیک سے پیش کر دیا جس میں کسی نادر ل کی گہائیں بھی نہیں مگر ملاحظہ ہو۔

لہ خسف القمر المنیر والی

عنا القمران المشرقان انتصر

ترجمہ: مرزا صاحب کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکا کرے گا نقصان حجاب یہ صفحہ ۷۔

ملاحظہ فرمادیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشان صرف خسوف (یعنی چاند گہن) اور اپنے لیے چاند اور سورج دونوں کے گہن کا نشان قرار دے کر کسی طرح ٹھٹھا سے اس ذات گرامی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس کے مقابلہ کی تعالیٰ نے بن و انس ملک اور کائنات عالم میں کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور قدرت نے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں اس کی نظیر پیدا نہ کی بلکہ یہ امر یقین اور عقیدہ کے حد تک ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ تا قیامت اس کی نظیر ناممکن ہے، مقابلہ اس سے تو اظہر من الشمس ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قائل ہو۔ کہ یہاں خسوف القمر سے شاید کوئی آپ کے زمانہ میں آپ کا نشان چاند گہن ہوا جو اس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہو۔ اور حقیقت شق القمر کا استحضاف نہ ہو۔

تو اولاً یہ گزارش ہے۔ کہ وہ اعتراض تو بحال ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جس قسم کے ایک نشان کا قول ہے۔ اپنے واسطے اسی قسم کے دو چند بتائے جا رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے یہاں خسوف قمر سے معجزہ شمس القمر ہی کو مراد لیا ہے اور اُسی کو استعارہ کی آڑ لے کر خسوف قمر یعنی چاند گہن سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو جاوے اور اپنا مقابلہ اچھی طرح ہو سکے۔ اس ثبوت میں بجائے کسی دلیل کے خود مختار مدعا علیہ کے الفاظ اسی بحث سے نقل کرتا ہوں۔

”جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے“

بحمدی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

مذکورہ بالا تقریر سے اصل مدعا اس طرح واضح ہے۔ کہ کسی اور جواب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قابل اعتراض دو امر تھے۔

(۱) مجمرہ شق القمر اور اس کا محمول کردگانا۔

(۲) آپ کے اس آسمان نشان جیسے اپنے واسطے دشابت کرنا۔

پہلے کا ثبوت اس سے ہے کہ مجمرہ شق القمر کو مرزا صاحب نے خسوف قمر یعنی چاند گہن کا نام دے کر کسی قدر معمولی کر دکھایا ہے۔ اور ایسا استخفاف کیا ہے جس کی نظیر کفار مکہ میں بھی نہ ملے گی۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر خسوف قمر (چاند گہن) نہ بتایا بلکہ اسے جادو قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب نے سرے سے اس کی مابینیت ہی بدل دی۔ اور ایسا معمولی روزمرہ کا خسوف قمر چاند گہن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ جس سے کوئی استعجاب اور اعجاز کی شان ہی پیدا نہ ہو۔ اور دونوں کو ایک ہی میں جمع کر دکھایا جو بہ نسبت اس کے نادر اور قریح اور شان اعجاز رکھتا ہے۔ اس سے زائد تو یہن کیا ہو سکتی ہے دوسرے متعلق قمر مرزا کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ۔  
”اُس کے لیے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔“

(تفسیرہ اعجازیہ صفحہ ۷۷)

عدالت نور ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور اپنے لیے خسوف قمر اور شمس چاند و سورج دونوں کا فرما ہے۔ میں یہ کمال ہونی تو بہن سرکار دو عالم محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ایسی کہ جسکی کوئی اور مخالفت نہ کر سکا جادوؤں انہوں نے کہہ دیا۔ مگر کسی اور میں اس جیسا جادو نہ ثابت کرے اُس کا استخفاف استہزاء نہ کر سکے۔

میرسی مذکورہ بالا تقریر سے عدالت پر واضح ہو گیا ہو گا۔ میرا یہ اعتراض بھی بالکل ہی لاجواب ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا اصرار دھڑکی غیر متعلق باتیں لانا اور اس مخصوص پوائنٹ کو دید و دانستہ ترک کر دینا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے عجز اور اس کے لاجواب ہونے کا کھلا ہوا اقرار ہے۔

### مختار مدعا علیہ کی غیر متعلق باتوں کا جواب

”آخری حصہ کا جواب میں تو صرف اس ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں اس کو سمجھنا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے اس میں صرف اپنے حصہ اور ناراضگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے دھمکی بری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔ باقی میرا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان چاند گہن کا ظاہر نہیں ہوا۔ اس میں بھی عمومی تفسیر کے مطلب و نگار ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان خسوف قمر چاند گہن کا محدثین کے نزدیک ثابت نہیں نہ کسی حدیث کی ایک کتاب میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے سورج گہن کا واقعہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرا یہ دعویٰ اب بھی محمد اللہ ربہ ستور لاجواب ہے جواب جب ہوتا۔ کہ کسی ایک حدیث یا کسی مسلم

محدث کا قول پیش کر دیتے۔ مگر یہ تاقیامت ناممکن ہے۔

کسی ایک محدث نے بھی خسوف قمر کو زمانہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ خسوف قمر آپ کی بعثت کا کوئی نشان ہوتا۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”اس کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا“ تو کسی ضعیف سے ضعیف حدیث یا کسی محدث کے قول میں تو ہوتا۔

مختار مدعا علیہ کی احادیث نبویہ یا سیر اسلامی پر اتنی نظر کب تھی کہ انہیں کوئی ایک حوالہ مل جاتا میں حوالہ پیش کرتا ہوں ”ولہدین کو اسعد من المحدثین خسوف القمر فی عہدہ علیہ السلام الخ“ کسی ایک محدث نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارے کہہ کا تذکرہ نہ کیا۔

(العرف الشدی علی الجامع الترمذی صفحہ ۳۵۵)

دعویٰ تو یہ تھا کہ اس کا نشان میں جیسا کہ مرزا صاحب بتا رہے ہیں ثابت نہیں۔ کیونکہ انہیں بڑا نشان ہو۔ اور محدثین جنہوں نے استہجاب تک کے حالات جمع فرمائے ہیں۔ اس کو نظر انداز فرما با دیں۔ تو الحمد للہ یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

مزید فائدہ کے طور پر یہ بھی ذکر کر دوں کہ حدیث کی کتابیں تو اس تذکرہ سے خالی ہیں۔ علاوہ بریں کتب سیرت میں بھی اس کا تذکرہ عام طور پر نہیں۔ باوجودیکہ وہ احادیث کی طرح قابل استناد نہیں ہوتیں۔ صرف سیرت ابن حبان میں ایک قول اس کا موجود ہے۔ جس کو محدثین نے ناقابل اعتناء قرار دے کر قبول نہ کیا۔ لہذا تذکرہ تک بھی نہ کیا۔

ماہر فن ریاضی محمود شاہ فرسادی نے مستقل اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں خسوف شمس کا ایک مرتبہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونا ضرور مذکور ہے۔ مگر خسوف قمر کا اس میں بھی تذکرہ نہیں۔

(العرف الشدی صفحہ ۲۵۲)

ہر حال میں یہ دعویٰ کہ چاند کے گہن کا نشان ظاہر ہوا بالکل لا جواب رہا کیونکہ اگر نشان ہوتا تو محدثین عظام کیوں ذکر نہ کرتے نشان تو خدا کی طرف سے اظہار ہی کے واسطے ہوتا ہے اس کا پلو شیعہ رہنما باری تعالیٰ کے منشاء اور غرض اظہار نشان کے سرا سر خلاف ہے لہذا نشان ہونا تو کسی طرح ثابت نہ ہو سکا اور نشانوں سے ناواقف نہ صرف مختار مدعا علیہ کی ثابت ہوئی بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب بھی اس سے یکسر ناواقف ہیں۔

## اصول ریاضی کی آڑ اس کا جواب

میرے مطالبہ کے مطابق مختار مدعا علیہ عرب کوئی ثبوت نہ لاسکا کسی حدیث کی مستند کتاب کا حوالہ نہ لاسکا تو یہ کہہ کر مسئلہ کو دلانا چاہا کہ علم ہیئت دورہ ارضی کے قانون اور طبیعیات کے خلاف ہے۔ یہ کہ آپ کے زمانہ میں خسوف قمر نہ ہوا اور پھر اس کے ساتھ



مختار مدبرہ کے حق میں گواہی فرمائی ہے۔

میں اس کا جواب ایسے لفظوں میں نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کے لفظوں میں پیش کر کے یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ تمام الفاظ مرزا صاحب کے واسطے بھرمکڑ پڑھے جا دیں۔

## ”علم ہیئت و ریاضی کے اصول کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ“

”اُس کے بواب میں یہ کہنا کہ ایسا ذوق میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فنون باتیں ہیں“

(ضمیمہ ہفتم معرفت صفحہ ۴۱)

پس یہی طوری پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا۔ کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں۔ یہ غدرات بالکل فنون میں۔

(ضمیمہ ہفتم معرفت صفحہ ۴۲)

”علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس تہ جدہست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جس کے ہمیشہ کچھ بھی سمجھ نہیں آتے۔“

(ضمیمہ ہفتم معرفت صفحہ ۴۲)

پھر اس کے بعد دھماستارہ کے نشان کا تذکرہ لکھ کے فرماتے ہیں۔

”اب کوئی ہیئت دان ہنلا دے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔“ (صفحہ ۴۳)

اب کیا مختار مدعا علیہ یہ جرات کرے گا۔ کہ مرزا صاحب کو علم ہیئت اور طبیعیات اور دورہ الرصیہ کے قانون سے حد درجہ ناواقف اور غافل وغیرہ القاب دے۔

معلوم ہونا چاہیے۔ کہ قواعد واقعات کے تابع ہوتے ہیں۔ واقعات اور مشاہدات کے بعد قانون ردہو جایا کرتے

ہیں۔ خواہ وہ قواعد طبیعیات کے ہوں یا فلکیات کے۔ بلکہ فلسفہ الہیات کے اکثر قواعد کلیہ جو خلاف شرح ہیں۔

ایک تخمینہ اور اٹکل سے زائد حیثیت نہیں رکھتے اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اپنی قابلیت کے اظہار کرتے اور مختار مدعیہ پر بدزبانی کرتے ہوئے ایک حوالہ روح المعانی کا پیش کیا ہے۔ اس حوالہ میں اسی معجزہ شوق القمر اور آیت اقتربت الساعة والنشق القمر کے نزول کا تذکرہ ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ کے زمانہ میں علاوہ اس معجزہ شوق القمر کے کوئی اور شوق قمر چاند گہن کا ظاہر ہوا۔ اسی معجزہ شوق القمر کو ایک راوی حضرت العباس سے تعبیر کر رہا ہے۔ جس کے متعلق وہ مفسر صاحب روح المعانی خود لکھ رہے ہیں کہ ”اسیاق الخبر غریب“ کہ اس حدیث کا سیاق غریب نا قابل قبول ہے یعنی اولاً یہ روایت ہی درست نہیں۔ اور اگر کسی حد تک مان لی جائے تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہوگا کہ معجزہ شوق القمر چودہویں شب کو ظہور میں آیا۔ کیونکہ اکثر چاند گہن چودہویں کے شب کو ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی جگہ بھی مختار مدعا علیہ کا مدعا یا مرزا غلام احمد صاحب کی تائید نہیں۔ محض مغالطہ ہے اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ معجزہ شق القمر جو وہیں شب کو واقع ہوا اور اس امر کی نہ یہاں کوئی بحث ہے نہ یہ مابہ النزاع ہے۔

### بہتانِ عظیم

صاحب روح المعانی پر کس قدر عظیم الشان بہتان ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کسی طرح معجزہ شق القمر کو خسوفِ قمر بتا رہے ہیں حالانکہ اس روایت کا سقم ثابت کرنے اور اس کی تاویلِ حسن پیش کرنے کے واسطے انہوں نے نقل کیا ہے اُن کا اصل مذہب مختار مدعا علیہ لے دیو و دانستہ پیش نہ کیا۔ اور عبارت قطع و برید کر کے پیش کر دی اصل عبارت صاحبِ روح المعانی ملاحظہ ہو۔

(۱) انفصل بعرضه عن بعض فصار فرقتين وذلك على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صرح من رواية الشيخين وابن جرير عن انس ان اهل مكة سألوا عليه الصلوة والسلام ان يريهم آيته فاداهم القمر شقتين حتى راوا حرا وبنيهما واخبر ابو نعيم من طريق الضحاك عن ابن عباس ان اهل اليهود سألوا آيته فاداهم الله تعالى القمر قد انشق لا يعول عليه - وفي الصحيحين وغيرهما من حديث ابن مسعود انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فكانت قرينين هذا مع ابن ابى كعبشة فقال رجل انتظروا ما ياتيكم به السفار فان محمد الا يستطيع ان يسحر الناس كلهم فاجاء السفار فخبروهم بذلك رواه ابو داود والطحاesy وفي رواية البيهقي فسالوا السفار وقد قدموا من كل وجه فقالوا راينا فانزل الله تعالى اقتربت الساعة وانشق القمر الآية

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۴۷)

یعنی اس چاند کا بعض حصہ بعض سے بالکل جدا ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ واقعہ (شق القمر) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا ہے۔ شیخین اور ابن جریر نے حضرت انس سے بسند صحیح یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت علیہ السلام سے ایک معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے غارِ حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور جو ابی نعیم نے صحاک کی سند سے

حضرت عباس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علماء یہود نے آنحضرتؐ سے معجزہ مانگا یہ یہود کا سوال اور اس پر دکھانا معتبر نہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس کے در سے تو آنحضرتؐ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم گواہ رہو اور ان کی حدیث سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرتؐ علیہ السلام کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے اس پر یہ کہا کہ یہ تو ابن ابی کبشہؓ کا آنحضرتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سحر اور جادو ہے۔ ان میں سے ایک شخص گویا ہوا کہ ٹھہر جاؤ اور باہر والے قافلوں کا انتظار کرو وہ اس کے متعلق کیا خبر دیتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں پر جادو کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو انہوں نے اس کے متعلق انہیں خبر دی اور تصدیق کی۔ اس حدیث کے راوی ابو داؤد اور طباطبائی ہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ قریش نے باہر کے تمام اطراف و جوانب سے آئے والے قافلوں سے اس امر کے متعلق دریافت کیا اور ان تمام نے بھی جواب دیا ہے کہ ہاں ہم نے ایسا دیکھا ہے۔ تو اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اقتربت الساعة الیہ۔

والاحادیث الصحیحة فی الاشتقاق کثیرۃ و اختلف فی تواترہ فقیل ہو غیر متواتر فی شہرہ المواقف الشریفی، انہ متواتر و هو الذی اختارہ العلامة السبکی قال فی شرحہ لمختصر ابن الحاجب الصحیح عندی ان اشتقاق القم متواتر منصوص علیہ فی القرآن روى فی الصحیحین و غیرہما من طرق شتى بحیث لا یمتری فی تواترہ انتہی باختصار ۱

وقد جاءت احادیثہ فی روایات صحیحة عن جماعۃ من الصحابة منهم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و انس بن مسعود و ابن عباس و غیرہم۔

روح المعانی ج ۹ ص ۲۴۲

یعنی اشتقاق قمر کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن ان کے تواتر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث صحیحہ غیر متواتر ہیں اور شرح شریفی میں ہے کہ وہ سب متواتر ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور شرح مختصر ابن حاجب میں کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ معجزہ شق القمر متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قمران میں اس کی نص موجود ہے اور صحیحین وغیرہ میں مختلف طرق سے اس کی روایات موجود ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے تواتر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں سے حضرت علی اور حضرت انس اور ابن مسعود اور ابن عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی ہیں۔

پس مذکورہ بالا روایات نے نہ صرف معجزہ شوق القہر کی حقیقت واضح کی بلکہ ثابت ہو گیا کہ یہ اسی طرح نص قدرانی اور متواتر احادیث میں بھی موجود ہے جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں درہ ایمان بھی خطرہ میں ہو جائے گا۔  
ایسی عظیم الشان شہادت کو مختار مدعا علیہ نے حیانہ نقل کیا اور صاحب روح المعانی نے جس قول کو رد کرنے کے لئے نقل کیا تھا اسے اُن کا اصلی مذہب بنانے کے اُن پر بہتان عظیم باندھا اور اُس میں یہی کتنے مغالطہ دیئے۔ جس سے اُس کی نقل مذاہب کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ بلاوجہ بزرگوں کی طرف خلاف واقعہ امور افتراء منسوب کر دیتا ہے جیسا کہ یزیدیاں متعدد مرتبہ عدالت کے دربروا چکیں۔

اس سے یہ امر بوضاحت ثابت ہو گیا کہ معجزہ شوق القہر کوئی استعارہ یا نظر ہندی و کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ دراصل یہ ایک عظیم الشان کھلا ہوا معجزہ تھا۔ کہ آپ نے درحقیقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طور پر متنازعہ کہ وہ ”حرار“ بھی اس کے درمیان میں آگیا۔ البتہ یہ ضرور علماء میں بحث جاری رہی ہے کہ آیا یہ معجزہ صرف آپ کی صداقت کا نشان ہے یا اس چاند کے پھٹنے اور ٹرنے میں قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ اقتربت الساعة والشوق القہر بتلا رہے ہیں کہ قیامت قسریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے فلسفہ اور ہر دو حصہ آیتہ کریمہ کے ربط پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام غزالی نے تقریریں کی ہیں۔ جس سے مختار مدعا علیہ اور بعض دیگر مصنفین اس مغالطہ کی سستی میں نہیں آکر دراصل معجزہ ہوا ہی نہیں۔ صرف نظر ہندی تھی یا ان اکابرین کلام سے مناسبت نہیں۔ اور غلط فہمی ہو گئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ دنیا میں جب کوئی اجلاس قائم کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور جس ذات گرامی کے واسطے وہ مغل منفذ کی جاتی ہے۔ جب تشریف لے آئیں۔ اور خطبہ صدارت میں ہوجا تو پھر گیس یا شمع کی لاٹ کم یا شق کر دیتے ہیں۔ تاکہ حاضرین کو اختتام جلسہ کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ اب کوئی اور مقصد اور رسالت منظور نہیں سوائے اس کے کہ یہ منشور سامان مجتمع کر لیا جائے دراصل جلسہ ختم ہو چکا۔

باری تعالیٰ نے دنیا کے عظیم الشان اجلاس کو سبیا زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کا نیلگوں شامیلہ اُس پر تانا سے مختلف رنگ کے پھوٹے بڑے فمقوس اسے کرسٹہ پر استکیا اس میں روشنی کے دو جہڑے چاند و سورج روشن کئے۔ نیز آہ تمام انتظامات کی تکمیل فرمائی۔ آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام اس کے اعلان کے لیے بھیجے۔ انبیاء کے ہمراہ دعوتی خطوط آسمانی صحائف کی شکل میں روانہ فرمائے آخر میں وہ صدر الانبیاء اور بدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز جلسہ ہوئے۔ اور پیغام الہی اور خطبہ صدارت تو یہ صدارت سب تک پہنچا دیا۔ اور جلسہ کی غرض و غایت اور تخلیق کائنات کی مصلحت پوری ہو چکی۔ تو صدر کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے کرادیے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔ اب صرف سامان منقشرہ کے جمع کرنے کا وقت ہے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت بھی قیامت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ کہ

بعثت انا و الساعة کہاتین یعنی میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ اسی لیے باقی قسطوں نے انشقاقِ قمر کے ساتھ اقترابِ الساعة لگایا۔ کہ قیامت قریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس فلسفہ اور حکمت بیان کرنے سے ان بزرگوں کی غرض معجزہ شقِ القمر کی اور تائیدِ مزید ہے۔ نہ کہ انکار۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے۔

### آراحم القمر فرقتین کا غلط مفہوم

اس حدیث کا یہ غلط مفہوم تھا کہ واقع میں دو ٹکڑے نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انہیں نظر آئے تھے۔ یعنی ایک قسم کی نظر بندی تھی محض پیدہی اور مجرات کے انکار کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کے یہ معنی اور مفہوم ہرگز نہیں صاف اور صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ آپ نے اہل مکہ کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔ یعنی آپ کے اعجاز سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ چاند سالم رہا اور نظر بندی کے طور پر صرف انہیں دو ٹکڑے نظر پڑے۔ کیونکہ انشقاقِ قمر کا مشاہدہ علاوہ عرب کے اطراف کے دور دراز ملکوں حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک بڑے راجہ نے بھی کیا۔

واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔

### مرزا صاحبؒ اور معجزہ شقِ القمر

مرزا صاحب نے اس مسئلہ معجزہ شقِ القمر میں بھی حسبِ عادت اقرار و انکار کے دونوں مسلک اختیار کئے ہیں اور دہل کے معنی ہی یہی ہوتے ہیں۔ کہ دو معنی مشتبہ الفاظ بولے جاویں۔ تاکہ دنیا گمراہ ہو۔ اور سے

خدا بھی خوش رہے اور بت بھی راضی

کوئی ایسا قسیر نہ چاہتا ہوں

کا مصداق جو مختار مدعا علیہ نے تین حوالے پیش کئے ہیں۔

(۱) سرمہ چشمِ کریمہ۔

(۲) آئینہ کالاتِ اسلام۔

(۳) چشمہ معرفت۔

مگر غائرِ نظر سے معلوم ہو گا۔ کہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب تک کھلا ہوا دعویٰ نبوت نہ تھا یا بقول مرزا محمود صاحب نبوت سے پردہ نہیں اٹھایا تھا۔ معجزہ شقِ القمر کا اقرار و اثبات بڑے شد و مد سے اسلامی پیرایہ میں ہے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد

وہ بلند آہنگی کچھ چھٹکی ہے۔ اور اس میں انکار کی جھلک بھی موجود ہے۔ چنانچہ سرمہ چشم اربہ مرزا صاحب کی بہت مہملی کتاب ہے۔ جس کا سنہ تالیف ستمبر ۱۸۹۶ء ہے اس وقت تو مرزا صاحب حیوۃ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے اور صرف اربہ وغیرہ کے مقابل مناظر اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور انہیں کلاست اسلام فردی سلسلہ کی کتاب ہے۔ اس میں معجزہ شق القمر بلا کسی دسیہ کاری کے اسلامی رنگ میں بیان کر رہے ہیں۔ اور کفر کی بنیادیں ہمارے ہیں۔ مگر بہت ہی پوشیدہ۔ لیکن چشمہ معرفت جو بہت آخری کتاب سلسلہ کی ہے۔ اس میں الفاظ تو اقراری بظاہر ہیں لیکن تاویل کر کے اس سے گویا انکار ہی کر دیا ہے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

تمام تقریر کے بعد اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا کہ کوئی امر تھا اس کا نام شق القمر رکھا گیا دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ اگے بات صاف کر دی ہے کہ :-

بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف (چاند گہن) تھا جس کی قزاق شریف نے پہلے خبر دی تھی۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

یہاں ایک قسم کا چاند گہن قرار دیا۔ گو بعض کی اڑلی۔ مگر تاویل کا سلسلہ یوں نکالا کہ قرآنی آیات جو اس کے متعلق ہیں ان میں بیش کوئی بتایا۔ تاکہ بزرع خود انہیں استعارہ قرار دیکر تاویل کر سکیں۔ اور دنیا کی آنکھوں میں اس طور پر دھول ڈالی جاسکے چنانچہ اسی کے بعد آخری اپنی لکھی کا اظہار ان الفاظوں میں کر دیا۔

”اور یہ آیتیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہو گا۔ کیونکہ خسوف قمر و کسوف میں جو تصور پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ بھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر صفائی سے معجزہ شق القمر کا آخر میں انکار کر دیا۔ کہ دراصل چاند گہن خسوف تھا۔ اور خسوف میں گویا پوشیدہ تصور بھٹ جاتا ہے اس لیے استعارہ کے طور پر لفظ شق القمر بول جایا گیا ہے۔ ورنہ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔

محمد اللہ اس سے مرزا صاحب کا شق القمر کے معجزہ کا انکار صاف ہویدا ہو گیا۔ گو لفظ شق القمر بولتے ہیں اسی معنی میں خسوف کا لفظ استعارہ اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ شق القمر کی اعلیٰ کیفیت پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اعتراف عثمان مدنا علیہ کو بھی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”پس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے الخ“

اب اس تقریر کے بعد میرا اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اولاً اسلامی معجزہ شق القمر کو استدعا قرار دیکر ایک قم کا چاند بھی خوف قرار دیا۔ پھر اپنے واسطے مد مقابل چاند اور سورج دونوں کا خوف و کسوف نشان بتایا۔ پس ایک طرف تو معجزہ شق القمر کا استخفاف اور انکار ہے۔ اور دوسری طرف مقابلہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ایسا استخفاف اور مقابلہ توہین کرنے والا کبھی کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

## سیاق و سباق کی تاویل ،

عض مغالطہ کے واسطے دو چار ماضی اشعار نقل کر دیے مگر جب عدالت خود کرے گی تو صاف معلوم ہو گا کہ وہ بھی محض ایک تاویل ہے۔ جو ناقابل قبول ہے۔ اور اصل اس کفریہ مضمون کی تہمید ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ آل قرار دیا ہے۔ جو سراسر اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔  
 ”اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمال کا وارث بتایا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو درجہ پہنچے گا۔“  
 آخر میں لکھتے ہیں۔

”پس دروشتی جو اس میں ہے مجھ میں چمک رہی ہے۔“

ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ ہرگز اللہ کے محبوب کی روشنی کبھی اس قم کے شخص میں نہیں چمک سکتی۔ اس متنازعہ شعر کے بعد پھر قرآن پاک کی عظمت و جلال پر ہاتھ ڈالے۔ کیونکہ کسی نبی پر لیا ہوا کلام اعجاز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ سوائے اس کلام نبی جو اللہ کے آخری نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔ مگر مرزا صاحب بڑے غر سے اسی شعر کے مقلد لکھتے ہیں۔

دکان کلام محجز ۱ آیت ۵۔ کن لک لی خول علی النکل یہو

خود ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اُس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا ہے۔ جو صید غالب ہے۔

قصیدہ اعجاز حمیدہ صفحہ ۷۷

عدالت خود بلا نظر فرم لے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں مشارکت اور مقابلہ کا جذبہ داعی نبوت میں کس قدر موجود ہے۔ اور کوئی بھی صفت نہیں جس میں اپنے آپ کو اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور سیم قرار نہ دیں۔

غمار مدعا علیہ کی سیاق و سباق سے تاویل عقد گناہ بدتر از گناہ سے زائد نہیں۔ بلکہ سیاق و سباق سے اور اس سے بڑھ کر توہین ثابت ہوتی ہے۔ جس کا نمونہ ابھی اوپر عرض کر چکا ہے۔  
 قول غمار مدعا علیہ۔





پس معلوم ہوا کہ یہ نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا ہے۔  
اور اس سے مرزا صاحب کی تصدیق کا کاذب ہونا لازم آتا ہے۔

(عنوان نمبر ۵)

یہ نمبر (۵) اشرک اللہ علی کل شیء ۶۔ اور نمبر (۶) آسمان سے کئی تخت انیس پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ اور نمبر (۷) اقامی ما لحدیوت احد من العلمین۔  
یہ تینوں الہام مختار مدعیہ کے بحث میں ایک ہی عنوان اور ایک ہی ہیڈنگ کے تحت درج ہیں اور دراصل ان پر کوئی مستقل حکم نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تدریجی ترقی دکھانا منظور ہے۔

کہ شروع میں پسندے کو اولیاء اللہ اور صلوات امت و انبیاء کے اولو العزم پر ترجیح دی اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ اور ان کے خصوصیات میں شریک و ہمیں بن بیٹھے۔ اور تمام ان امتیازی خصوصیات میں اپنے کو شامل کر لیا جن میں نہ آدم کو شرکت کا نعر نصیب ہوا نہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو مختار مدعا علیہ نے تینوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل طور سے پیش کر کے اصل استدلال پوائنٹ سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں ایک استدلال قائم کر کے ایک ایک طول لا طائل غیر متعلق جواب دے ڈالا۔

آتنا تو مختار مدعا علیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ان الہامات میں مرزا صاحب اپنے آپ کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر مرزا صاحب بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں ظاہر فرما رہے ہیں غرض اس حصہ کثیر دینی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے ہر ایک فرد مخصوص ہوں اور بس قدر چھتے چھتے اولیاء و اقطاب اور ابدال پر فضیلت اس میں مسلم ہے انبیاء ماضیہ پر فضیلت کا بلباد اعلان ہے۔

اولیاء اللہ اور اقطاب و ابدال پر فضیلت اس میں مسلم ہے انبیاء ماضیہ پر فضیلت کا بلباد اعلان ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بے  
من لبر خاں نہ کمتر از کسی  
آنچرخ داد است ہر بنی راجام  
دادا اک جام را مرا بتمام  
کم نیم زان ہنرمیر وے یقین  
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(درہمیں، نزول المسیح)

پس مذکورہ بالا الہامات ثلثہ کو میں نے ایک تمہید اور نیزہ قرار دیا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مخصوص میں شریک و ہمیں بننے کا کہ اولاً اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دی پھر انبیاء سابقین پر بعد ازاں حب مریدین اور کوثرانہ تقلید کے مقلدین نے اسے تسلیم کر لیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات تک رسائی کا دعویٰ کر رہے گئے۔  
(اس تدریجی ترقی کے ثبوت کے واسطے حقیقۃ النبوة صفحہ ۴۱۱ اور ۴۱۲ ملاحظہ ہو)

لہذا جہاں تک میرے استدلال اور مدعا کا تعلق تھا وہ مختار مدعا علیہ کو بھی خواہ دانستہ یا دانستہ مسلم ہے اور مرزا صاحب کا یہی مسلک اور مذہب ہے لہذا اس طولانی بے معنی بحث کے جواب کی بھی جہاں حاجت نہیں۔ تاہم مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ استدلال کی بنیاد پر ہم کہنے کو تیار ہیں کہ ان الہامات ششہ میں تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تو ہیں یہ کہ کوئی جب بھی کسی کی فضیلت بیان کی جائے تو وہ فضیلت اس کے ہم جنسوں پر ہوتی ہے مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یہ گھوڑا سب سے منتخب ہے تو دنیا پر ہی سمجھی ہے کہ گھوڑوں میں سب سے افضل ہے آدمی اور دوسرے جانور اس میں شامل نہیں۔ بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ انا کہ ما لہ یوت احد من العلمین یا فضلتکم علی العلمین۔ چونکہ مخاطب بنی اسرائیل امتی ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تمہارے زمانہ اور ہم سے قبل کی امت پر اس قدر انعام نہیں کیا اور تم کو تمہارے زمانہ اور زمانہ گذشتہ کے تمام امتوں پر فضیلت بخشی البتہ اس میں انبیاء اور وہ امتیں جو اب تک پروردہ عدم سے منصفہ نہ ہو پر نہیں ایمیں داخل نہیں۔ اگر کسی نبی کے حق میں یہ کہا جائے تو اس کے زمانہ اور اس سے قبل کے تمام انبیاء مراد ہوں گے غیر انبیاء یا بعد کے انبیاء بالذات اس میں شامل نہ ہوں گے۔

مرزا صاحب چونکہ بزم خود نبی ہیں اور نبی کا امتی سے مقابل نہیں بلکہ انبیاء سے ہے چنانچہ انبیاء سابقین پر مرزا صاحب برابر اپنے فضائل کی وجہ زخانی کیا کرتے ہیں پس مرزا صاحب کے ترجمہ کے مطابق الہام نمبر ۱۵ ان شاء اللہ علیٰ کل مشی - خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ مرزا صاحب کا ہر چیز پر برگزیدہ ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز پر برگزیدہ صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس چیز میں آپ کا کوئی بھی شریک اور ہشیم نہیں۔ جو اپنے کو یا کسی اور کو تمام اشیاء سے برگزیدہ سمجھے وہ یقیناً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے توہین کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی پر دھبہ لگاتا ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں ایمان مافی نہیں ہو سکتا۔

اس کے ضمن میں بنی اسرائیل کے متعلق آیات کو استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ وہاں تو اہم سابقہ پر فضیلت دی جا رہی ہے۔ اور ان کا مقابلہ صرف امتوں سے ہے۔ اور یہاں مرزا صاحب خود نبی بن بیٹھے ہیں۔ اور ہر چیز پر اپنی برگزیدگی کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ لہذا اس پر قیاس مع العارق ہے۔

اس الہام کے مابقی و بعد کو قرینہ قرار دینا ہی ناپسند ہے کیونکہ یہ کوئی مسلسل عبارت نہیں۔ کہ سیاق و سباق اس کا تعلق ہو۔ بلکہ مختلف الہامات مختلف اوقات کے اثرے ہوئے۔ مختلف و متغناو معانی رکھنے والے کسی میں مرزا صاحب مراد اور کس میں ذات الہی۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ اظہی و اصیب کے تحت میں خود ہی پیش کر چکا ہے کہ اس ایک الہام کے نصف حصہ میں ضمیر متکلم سے مرزا صاحب اور نصف آخر کے ضمیر متکلم سے ذات خداوندی مراد ہے۔ پس جب کہ ایک ہی جملہ کے سیاق و سباق کا ربط نہیں۔ تو مختلف جملوں اور علیحدہ علیحدہ بے ربط فقروں اور عبارتوں کا سیاق و سباق کیا قائم ہو سکے گا۔

عدالت خود تمام ایمانات کو ملاحظہ فرما کر میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتی ہے۔ کہ وہاں کوئی مسلسل مربوط عبادت نہیں۔ بلکہ بے ربط علیحدہ علیحدہ فقرات مختلف ایمانات بنانے کے یکجا نقل کئے ہوئے ہیں۔

نمبر (۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترتے ہیں۔ نیز اگر مرزا صاحب مدعی ولایت ہوتے۔ اور اپنے آپ کو صرف ولایت کا تخت نشین نہما کر تے تو ان تختوں سے ضرور ہم بھی ولایت ہی کے تخت مروا لیتے۔ مگر مرزا صاحب تو بزم خود دعویٰ دار نبوت ہیں۔ اور گھٹیا یا مجازی نہیں۔ بلکہ بقول مرزا محمود صاحب قرآن نے جو معنی نبوت کے قرار دیے ہیں۔ اُس کے رو سے حضرت صاحب مرگز مجازی نبی نہیں۔ بلکہ حقیقی اور گھٹیا نہیں۔ بلکہ بڑھیا نبی ہیں۔ پس جب کہ مرزا صاحب تخت نشین نبوت ہیں۔ تو یہ آسمانی تخت نبوت ہی مراد ہوں گے۔ اور مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترے مگر تیرا (یعنی مرزا صاحب) تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا اس کی کئی تختی اور کسی نبی کی تخصیص نہیں۔ اور جیسا کہ آگے معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصوصیات تک ہاتھ ملتے ہیں پس بلاشبہ اس مرزا صاحب کے تراشیدہ ایہام میں نہ صرف انبیاء سابقین بلکہ سید الاولین سرور عالم غزنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تو ہیں ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی سیف یمانی یا تقویٰ الایمان و عوارف المعارف سے حضرت سلطان الاولیاء و خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین بہروردیؒ کی اڑ لینا بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ وہاں مقابلہ خدا کے جلال و جبروت کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی مخلوق خدا کے ہم پلہ نہیں۔ بلکہ سب اُس کھانے نہنگوں میں۔ نبی و ولی۔ لن یستدکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملک ثکرت المعترفون حضرت مسیحؑ جنہیں اُن کی قوم خدایا خدا کا بیٹا اور ملائکہ جنہیں یہود اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا کی عبودیت سے منہ نہیں موڑتے۔ بلکہ اتنا ہی مجر و نیاز کا اعتراف کر رہے ہیں۔ خود سید الاولین والاخرین امام النبیین محبوب الایمان صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انما انا عبد و رسول فرماتے رہے اور اُس انتہائی عجز و انکساری و نیاز بارگاہ لیزدی میں پیش فرما رہے ہیں جس کی حد نہیں بخلاف مرزا صاحب کے وہ جو کہ نبی ہیں۔ اور بزم و باطل خود تخت نبوت پر متمکن ہیں۔ پس آسمانی تختوں سے تخت نبوت اور مرزا صاحب کے تخت کا سب سے بالا ہونے سے تمام انبیاء ماسبق اور ان کے تختوں کی کھلی ہوئی تو ہیں ہے۔ جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

بیران پیر سید الطائف عید القادریؒ غرض ازمان اور قطب وقت ہیں۔ اُن کے ارشاد قدھی ہذا علی رقبۃ کل ولی میں ولی کی تصریح خود موجود ہے۔ نیز وہ خدا خواستہ دعویٰ دار نبوت نہیں۔ بلکہ اولیاء اُمت سے ہیں۔ لہذا

اُن پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ باہر سے کوئی تخصیص کی گئی ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور دلی کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور بظہارت فرمایا ہے

انبیاء گمچہ۔ بودہ اندبے      من بحر فان نہ کم ترم زکے  
انچہ دادہ است ہرنی راجام      داد آں جام رامرا بنجام  
کم نیم زان ہمہ بروی یقین      ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(۷)

افتائی مما لحدیوت احد من العلمین

مختار مدعا علیہ دہی بنی اسرائیل کے متعلق جو فضیلت کی آیتیں ہیں۔ اُن کی اڑ چاہی ہے۔ حالانکہ میں اوپر تفصیل سے عرض کر آیا ہوں۔ کہ ہر ایک کا مقابلہ اُس کی ہم جنس وہم مسک سے ہوگا بنی کابنی سے امتی کا امتی سے پس بنی اسرائیل یقیناً اپنے زمانہ اور ماسین کے امتیوں پر افضل ہیں ہاں جو امتیں اب تک معرض وجود میں نہیں آئیں۔ وہ اس سے مراد نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب چونکہ بزم خود مدعی نبوت ہیں۔ اور فرمایا ہے ہیں۔ کہ مجھے اللہ نے وہ جابو کسی کو عالمین سے نہ دیا۔ مقابلہ پر انبیاء ہی مراد ہوں گے۔ اُن کے زمانہ کے ہوں۔ (جیسا کہ آج کل تقریباً اٹھارہ<sup>۸۹</sup> دعیان نبوت پنجاب میں موجود ہیں ڈکو چار سے میں خود مل چکا ہوں۔ اکثر سے مخلوق ثابت ہے۔ خود قادیان میں نور احمد کابلی مدعی نبوت موجود ہے) یا زمانہ سابقہ کے عرض یہ کہ انبیاء کرام پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔ اور اس سے مختار مدعا علیہ نہ معلوم کیوں بچنا چاہتا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب خود بھی کھلے الفاظ میں فرمایا ہے

انبیاء گمچہ۔ بودہ اندبے      من بحر فان نہ کم ترم زکے  
انچہ دادہ است ہرنی راجام      داد آں جام رامرا بنجام  
کم نیم زان ہمہ بروی یقین      ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزدل المسیح صفحہ ۹۹ و ۱۰۰)

باقی رہا اگر یہ شبہ ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شلیلہ اس سے مستثنیٰ ہوں۔ تو اس کا ازالہ اگے کی تقریر سے ہو جائے گا کہ یہ تمام کفر و شرک کی عمارت آہستہ آہستہ قائم کی گئی ہے تاکہ لوگ بدک نہ جائیں۔ جیسا کہ مرزا محمود صاحب نے حقیقتہً النبوت کے صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ پر اس امر کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا ہے۔

اسی سبب قدیمہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے سلوک کیا اور آپ کی جماعت کو بہت سے ابتلاؤں سے بچا لیا اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔۔۔

پچھروس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے۔“

مرزا صاحب کا ترجمہ اس میں بھی وہی عادت ہے۔ کبھی کبھی کچھ کہیں مطلب کفر یہ بیان کر دیا۔ کہیں مجبور ہو کر اسلامی طرز کا اظہار کر دیا۔ اور یہ تو لازماً ہونا تھا۔ کیونکہ بتصریح ارشاد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت و جلال و کذاب ہو گا۔ اور خود مرزا صاحب ہی دجل کا یہ معنی بتاتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے مفہوم کا تائید مندرجہ ذیل حوالے سے ہوتی ہے۔

(۱) ”و جلال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر مسیح کے ساتھ باطل ملا دے۔“

(۲) ”اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس کا نام مرنی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور

چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔“

(تبلیغ رسالت صفحہ ۲۰۰ جلد سوم)

(۸)

### علم نبوی میں مقابلہ

خلاصہ عبارت مرزا صاحب -

”ابن مریم اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی چونکہ سبھے کوئی نمونہ نہ تھا۔ اور اب مرزا صاحب پر وہ جو بہو منکشف ہو گئی۔“

(ازالہ کلاں صفحہ ۲۸۲)

یہ عبارت جس غرض سے پیش کی گئی ہے اُس سے مختار مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ اُسے یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم - دجال - یاجوج و ماجوج کی حقیقت ہو بہو منکشف نہ ہوئی۔ اور کا حقہ اُسے نہ سمجھے۔ بلکہ اُن کی حقیقت سمجھنے میں اجتہادی غلطی رہی۔ اور مرزا صاحب نے کا حقہ سمجھ لیا۔ اور اُن پر امور مذکورہ کی حقیقت منکشف ہو گئی۔ اب نزاع صرف مندرجہ ذیل امور میں ہے۔

(۱) کیا یہ اجتہادی امور ہیں۔

(۲) انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔

(۳) ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تفتیش و توبین نہیں۔

### الجواب

(۱) ابن مریم - اور دجال - دیا جوج و ما جوج کا علم اعتقادیہ میں سے ہے نہ کہ اجتہادیہ میں سے۔ ہر مسلمان اس سے واقف ہے۔ علامات قیامت امور دنیویہ ایمانیہ میں سے ہیں۔ تمام کتب عقائد میں امور اعتقادیہ دینیہ ایمانیہ کے تحت مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے یہ تمام امور دین قرار دیئے ہیں۔ کہ۔  
 ”هذه اجوبیل اتاکم یصلحکم دینکم الخ“ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ جبرئیل تھے۔ ہمیں دین سکھانے آئے تھے۔

اور تمام دنیا رحمتی کہ مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ امور دینیہ ایمانیہ میں انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو عبارت مرزا صاحب۔

”و لیکن امور دینیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی تبلیغ میں متجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے الخ“

(ازالہ کلاں ص ۲۸۱)

ابن مریم کے نزول وغیرہ میں مرزا صاحب اور مرزائیوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی اسے امور ایمانیہ میں قرار نہیں دیتے۔ میں اس کے واسطے گواہان اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شعرائی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ کہ۔  
 ”فقد ثبت: نزول الحق انه دفع بجسده الى السماء والایمان بذلک واجب۔“  
 (دلائل اثبت ص ۱۳)

یعنی عیسٰی کا نزول آسمان سے کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ حق یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسی جسد حنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

لہذا یہ تمام مذکورہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں نبی سے کسی قسم کی اجتہادی غلطی ناممکن ہے۔ اور ان امور میں کسی امتی کا علم نبی سے قائم ماننا کھلا ہو کفر ہے کیونکہ یہ امور غیبیہ سوائے وحی ربانی کے عقل سے معلوم ہی نہیں ہو سکتے۔ اور نبی بلکہ سید الانبیاء اگر ان امور غیبیہ اور اس وحی کے سمجھنے میں غلطی کریں۔ تو اصلاح پھر کون کرے گا لہذا ان امور میں مرزا صاحب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماننے کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ کلمہ کے دوسرے حصہ پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

”انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔“

اس سلسلہ میں بلا وجہ مختار مدعا علیہ نے تیسرا اس۔ فتوح الغیب۔ ہدیۃ الشیعہ۔ اشاعت السنۃ وغیرہ کے متعدد جدید اور قانوناً غیر مسلم حوالے پیش کئے۔

## الجواب

یہاں بواب تو وہی ہے۔ کہ جن امور میں یہاں گفتگو ہے۔ وہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلطی ممکن ہے۔ دوسرے یہ فرقین کو مسلم ہے۔ کہ انبیاء سے اگر خدا خواستہ اجتہادی لغزش ہو۔ تو وہ اس پر قائم نہیں رہتے۔ حفاظت الہی ان کو کسی غلطی پر باقی نہیں چھوڑتی بلکہ متجانب اللہ انہیں اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ان کو خدا خواستہ یہ اجتہادی امور بھی ہوتے۔ تو بھی وحی الہی اس میں متنبہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس علم کو منکشف کر سکتی ہے۔ کسی امتی کو اتنا علم ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال امور دینیہ ایمانیہ میں کسی طرح نبی کے علم پر کسی امتی کے علم کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

## ایک مغالطہ کا جواب

یہ بھی مرزا ٹیوں کا محض مغالطہ ہے۔ کہ ابن مریم اور دجال یا جوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب پر منکشف ہو گئی۔ میں مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر عدالت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ خود توازن کر لے۔ کہ مرزا صاحب یا مرزا ٹیوں کے ادعائی باطل میں ذرہ برابر صدق کا شائبہ نہیں۔

## ابن مریم کے متعلق مرزا صاحب کی رائے

کہ خود مرزا صاحب اولاً مریم کے رنگ میں پیدا ہوئے۔ پھر ان میں عیسیٰ کا محل قرار پایا ہے۔ پھر تقریباً ۹ ماہ بعد دروزہ اٹھا۔ اور تنہ کھجور کے نیچے لے گیا۔ پھر اپنے آپ سے خود ہی پیدا ہو گئے لہذا وہ مریم بھی ہوئے اور ابن مریم بھی۔

آئنگہ گوئد ابن مسیم بچوں شدی	ہست اوغافل زراز ایزدی
آں خدائے قادر و رب العباد	در براین نام من مسیم نہاد
مدتے بودم برنگ مسیمی	دست نادادہ بر بیراں نمی
بچو بکرے یافتم نشود نما	از رفیق راہ حق نا آشنا
بعد از ان آں قادر و رب الحمید	روح عیسیٰ اندان مسیم دید
پس بہ نفعت رنگ دیگر شدی حال	نادان مسیم مسیح ابن زمان
زین سبب شد ابن مسیم نام من	زانکہ مسیم بود اول گلام من

بدرازاں از نفع حق عیسے شدم      شذ جائے مریمی بر ترقدم  
 اس ہمہ گفت است رب العالمین      گرنے دانی براہین راہیین  
 حکمت حق راز ہا داد بے      نکتہ مستور کم ہمد کے  
 (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۹)

مختار مدعا علیہ باوجود غیر متعلق ہونے کے اس بحث میں منع دجگہ ابن مریم دجال یا جوج نہا جوج وغیرہ کی بیہکونی کے مرزا صاحب کے زمانہ میں وقوع اور ہو چکنے کی تصریح کی جس کی بنا پر ہم بھی مجبور تھے کہ ان ہر سہ امور کے متعلق اور ان کے وقوع پر ایک مفصل بحث کریں اور عدالت کے سامنے ایک مکمل مرزا صاحب کے خیالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا نقشہ پیش کر دیں تاکہ عدالت خود توازن فرلے مگر چونکہ عدالت عالیہ کی رائے گرامی میں وقوع وغیرہ کی بحث غیر ضروری اور موضوع مقدمہ سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے میں عدالت کے حکم کی پابندی اور احترام کو مد نظر رکھتے ہوئے جس قدر حصہ وقوع سے تعلق رکھتا تھا حذف کر رہا ہوں۔

اب صرف اس حصہ کو لیٹا ہوں جو مرزا صاحب کی پیش کردہ اصل عبارت میں مصرع اور بابہ التنازع ہے۔  
 عالی جاہا۔ ہمارے آثار و مولانا علم الاولین والآخرین پر مرزا صاحب کا یہ محض بہتان اور اتہام صریح ہے کہ ابن مریم دجال یا جوج و ما جوج کچھ کو حقیقت منکشف نہ ہوئی اور نہ وحی الہی نے اس کی حقیقت کا پتہ دیا بلکہ اشلہ قریبہ اور متناکل و قشبابہ چیزوں سے قہم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں میرا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کی وضاحت اور انکشاف تام کی جس قدر بھی صورتیں ممکن ہیں وہ صاف صاف واضح اور صریح الفاظ میں بیان فرمادیں۔

یسے ابن مریم نے ان کے نزول کی تصریح فرمائی ان کا علیہ شریف درمیانہ قدر رنگ سفید سرخی مائل بال دونوں شانوں تک جہت سیاہ اور چمکدار جیسے نہاتے کے بعد جوتے میں گھونگر والے عروہ بن مسور صحابی سے ملتی جلتی شکل ان کی خوراک کی تصریح کر نو بیابا جوج چیزیں ہلک پر نہ لگیں وہ تناول فرمائیں گے وقت نزول دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے سر پر ایک طویل ٹوپی جسم مبارک پر ذرہ دونوں ہاتھ فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ حربہ جس سے دجال کو قتل کریں گے جس کا فرقہ آب کی سانس پہنچے گی وہ فوراً مرجائے گا شہر دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ و گوشہ پر ان مسلمانوں کی جماعت میں اتاریں گے جو مسلمان مع مہدی دجال سے لڑنے کو مجتمع ہوں گے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو مستورات کی ہوگی وہ لوگ نماز کے واسطے صفیں درست کر رہے ہوں گے امام مہدی ان کے امام ہوں گے حضرت مہدی عیسیٰ کا کوامنت کے لیے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے جب امام مہدی پیچھے مٹنے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو امام بنائیں گے اور وہی نماز پڑھائیں گے وہ نماز صبح کا وقت ہوگا۔ بعد نزول صرف چالیس سال دنیا میں رہیں گے ان کا نکاح حضرت شعیب کی قوم کے قبیلہ میں ہوگا جس سے اولاد بھی ہوگا گسر صلیب و قتل شہر بر فرمائیں گے نماز سے



فارغ ہو کر دروازہ مسجد کھلوائیں گے جس کے پیچھے دجال آدرا اس کے اعوان یہودیوں کے ساتھ جہاد کریں گے اور اسے باب لہ پر قتل فرما کے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے کوئی شے اسے پناہ نہ دے گی درست و قیصر بیکار کے کہے گا کہ مجھے پیچھے یہودی چھپا ہے اس وقت اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے مال و زر لوگوں میں اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ رہے گا مقام فصیح الرحاء میں جائیں گے حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک پر جائیں گے اور سلام کریں گے اور آپ جواب سلام رحمت فرمائیں گے ہر قسم کی دینی دنیاوی برکات نازل ہوں گی سب کے دلوں سے بغض و کینہ نکل جائے گا ایک انارٹاٹاٹا ہو گا کہ ایک جماعت کے لیے کافی ہو گا اور ایک بکری ایک قبیلہ کو پھر نیش دالے زہریلے جانور دکانٹش نکال دیا جاوے گا حتیٰ کہ سانپ کے منہ میں بھی ہاتھ ڈالنا مردہ سال ہو گا شیر و افس بھیسٹر بکریاں مجتمع ہو جائیں گے ساری زمین مسالوں سے یوں پر ہوگی جیسے پانی سے بزنن یہ برکات سات سال تک رہیں گے قرب و فوات لوگوں کو دہشت فرمائیں گے کہ میرے بعد مقصد نامی شخص کو خلیفہ بنائیں اس کے بعد آپ وفات فرمائیں گے اور درودنہ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے آپ کی پوتھی قیمر ہوگی۔

پھر مقصد خلیفہ ہوگا جس کے تین سال بعد قرآن سینوں سے اٹھایا جائے گا اور قیامت نمودار ہوگی الخ۔ اس کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ التفریح مما تواتر فی نزول المسیح جس میں یہ تمام احادیث ہمہ کے قریب مصرح ہو چکی ہیں۔ میں نے مہایت اختصار سے اقتباس کیا۔ تعجب ہے کہ اس قدر انکشاف نام کو یہ کہنا کہ موبو منکشف نہ ہو اور انکشاف نہ ہو متناہیات کے رنگ میں سمجھا گیا۔

اور مرزا صاحب خود ہی اپنے آپ کو مریم اور ابن مریم فرماتے ہیں۔

ہم ہمیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا۔

## دجال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق تو یہ بیان تک فرمایا کہ ہرنبی نے اس سے ڈرایا مگر میں سب سے زیادہ وضاحت سے کہتا ہوں اگر میں ہوا تو خود تمہاری طرف سے مقابل ہوں گا ورنہ ہر شخص خود سمجھ لے اور اللہ میری طرف سے معین و مددگار ہوگا۔ وہ ایک معبود شخص ہوگا (کہ جماعت) شام و عراق کے درمیان ظاہر ہوگا اس کی پیشانی پر کافر بصورت ک۔ ف۔ م لکھا ہوگا وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کی آنکھ میں سخت ناخن ہوگا۔ تمام دنیا میں پھر جائے گا کوئی جگہ باقی نہ رہے گی جسے وہ فتح نہ کرے۔ البتہ حرمین مکہ۔ مدینہ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے حرمین کے ہر راستہ پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا کہ دجال کو روکیں وہ حرمین کے باہر طرب امر میں دھجے شور زمین کے ختم پر جا کر ٹھہرے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس سے منافق مرد و عورت مدینہ سے نکل کر دجال کے ہمراہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ ظاہری طور پر

جنت و دوزخ ہوگی مگر درحقیقت اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کے برابر دو سو ایک ماہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا بانی یام حسب دستور ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے۔ جو لوگوں سے کلام کریں گے۔ جب وہ بادل کو کہے گا وہ پانی برساتے گا جب منع کر دے گا قحط ہو جائے گا۔ مادر زاد اندھے اور ابرص کو درست کر دے گا۔ زمین کے پوشیدہ خزانے اس کے حکم سے باہر آکر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔

ایک نوجوان آدمی کو ہلاک تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا تو پھر اسے بلائے گا تو وہ صبح سالم ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے ساتھ جرأت تلواریں ہوں گی۔ لوگوں کے تین فرقہ ہو جائیں گے ایک دجال کا اتباع کرے گا دوسرا اپنا کاشتکاری میں لگائے گا اور تیسرا دیائے فرات کے کنارہ پر اس کے ساتھ ساتھ جہاد کئے گا۔ مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو کر ایک اندائی لشکر دجال کے پاس پہنچیں گے۔ اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ یا سیاہ یا سفید گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اور یہ سارا لشکر شہید ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔

دجال جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پچھنے لگے گا جیسے نمک پانی میں اس وقت تمام یہودیوں کی شکست ہوگی۔ پھر عیسیٰ اسے باب لہ پر قتل کر کے اپنے نیزہ پر اس کا خون دکھائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

عدالت بلا حلف فرمائے اس انکشاف نام کو بخلاف مرزا صاحب کے کردہ فرماتے ہیں کہ ”مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی یادہ یوں کا گروہ ہے جو ٹنڈیوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے“

(الذوالہام صفحہ ۲۰۶)

”در نصاریٰ کے علماء ہی بیشک دجال مہموم ہیں“

(حاشیہ حمانۃ البشری صفحہ ۶۶)

### یا جوج و ما جوج

قرآن پاک میں کافی ذکر ہے ان باجوج و ما جوج مفسدون اٰلایۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یا جوج و ما جوج کو نکلے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیرے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو کوہ طور پر جمع فرمائیں گے یا جوج کا بعدائی حصہ جب دیائے طہر پر برگردے گا تو دیر کے سب بانی کو پی کر صاف کر دے گا اس وقت بوجہ قحط وغیرہ ایک راس بیل لوگوں کے لیے سودینار سے بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جوج کے واسطے بد دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گلے میں ایک گٹھی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعہ ”مر جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور سے زمین پر اتریں گے مگر تمام زمین یا جوج و ما جوج کے مردوں سے پریدہ ہو

جوگی پھر بدلی کے در ہوئے کی خدا سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمیں وصل جائے گی پھر زمین  
اصلی رنگ پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی وغیرہ وغیرہ سب مسلم شریعتیں سند احمد ابو داؤد دار قطنی وغیرہ میں  
موجود ہیں۔

اس قدر کشف تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و معلومات میں ہے مگر مرزا صاحب کو نظر نہیں آیا اور خود  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس تحقیقات کو ترجیح دے رہے ہیں کہ۔

”یا جوج وکجوج سے مراد وہ نصاریٰ ہی جو روس و برطانیہ کی قوموں سے ہیں“  
اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب کا کس قدر صریح بہتان ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا اور  
اس مقابلہ میں کس قدر صریح توہین تھی جو کلمہ شریف پر ایمان کے سراسر منافی ہے۔

فَبَيِّنَا هُوَ كَذَلِكَ اِذَا هُوَ اِلَهٌ اِلٰى عِيسٰى اِنِّى قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّىْ لَيْدِ اِنْ اِلٰهٌ بَعْتَنَا لَهُمْ فَخُذْ  
عِبَادِىْ اِلَى الطُّورِ وَبَعَثَ اللّٰهُ يٰ جُوجُ وَ يٰ كُجُوجُ وَ هُمْ مِنْ كُلِّ صَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ فَيَمْرُوْا اِلَيْهِمْ عَلَىٰ جَبِيْئَةٍ طَبَرِيَّتِهٖ  
فَيُشْرِبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمْرُوْا اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ لِقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرْءَةٌ مَّا عَثَمَ لِّسِيْرُوْنَ حَقَّ يَنْتَهَوْا اِلَى جَبَلِ الْخَمْرِ وَ هُوَ  
بَيْتُ الْمُقَدَّسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِى الْاَرْضِ هَلُمَّ فَلْيَقْتُلْ مَنْ فِى السَّمَاءِ خِيْرُ مَنْ بَنٰ شَاهِبَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ  
فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نَشَابَهُمْ مَخْضُوْعَةً دَمًا وَ يَحْصِرُ لَبِىْ اللّٰهُ وَ اصْحَابَهُ حَقَّ تَكُوْنُ رَاسِ الشُّرْمِ لِاحَدِهِمْ  
خِيْرًا مِنْ مَائَةِ دِيْنَارٍ لِاحَدِهِمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ بَنِى اللّٰهُ عِيسٰى وَ اصْحَابَهُ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّفْعَ فِى  
رَقَابَتِهِمْ فَيَصْبِحُوْنَ فَرَسٰى كَمُوْتِ نَفْسٍ وَ اَحَدَةٌ شَرِيْهَةٌ بَنِى اللّٰهُ عِيسٰى وَ اصْحَابَهُ اِلَى الْاَرْضِ فَلَا  
يَجِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ مَوْضِعًا شَدِيْدٍ اِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَ نَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ بَنِى اللّٰهُ وَ عِيسٰى وَ اصْحَابَهُ  
اِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَا عُنَاقِ الْبَحْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَنْظُرُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ وَ فِى رَوَايَتِهِ  
نَظَرُهُمْ بِالْاَنْهَامِ وَ لِيَسْتَوِ قَدَمُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قَسَمٍ وَ نَشَابَةٍ وَ جَبَابَةٍ مِنْ بَنِي ثَمَرٍ يُرْسِلُ  
اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ مَدَارٍ وَ لَا دَبْرٌ فَيَقْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتَرَ كَمَا كَا الزَّلْزَلَةُ الْخَمْرَ  
(رواه مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۸)

ترجمہ ورنہ ناس بن سمان نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے کہ ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے.....  
اسی اثناء میں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی مخلوق کو نکالوں گا جس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر  
سکتا لہذا میرے ان بندوں کو تم لوہ کی طرف بے جاؤ۔ اور یا جوج وکجوج کو نکالیں گے جو نہایت عجبت کے ساتھ ساری دنیا  
میں پھیل جائیں گے اہل حصان کا جب بحیرہ طبریہ پر کوئی میل کا لیا و رہا ہے گندے گا تو اس کی پانی پی لے گا پھر پی لیں گے  
تو اس میں ہوگا اور آخر ان کا جب وہاں سے گزرتے گا کہ کبھی یہاں پانی تھا پھر چلے جائیں گے یہاں تک کہ جل الخمر

ہرک پہنچیں گے وہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے پھر کہیں گے ہم نے تمام زمین والوں کو قتل کر دیا اور آسمان والوں کو قتل کر دیں پھر اپنے تیروں کو آسمان کی طرف مائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خوں الودہ کر کے واپس لوٹائیں گے اور اللہ کا نبی اور اس کے اصحاب محصور رکھے جائیں گے تاکہ ملاسل الشرائع کے نزدیک سود جہار سے زیادہ قیمت ہو گا پس اللہ کا نبی ﷺ علیہ السلام اور اس کے اصحاب اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ما جوج پر لعنہ کے جملہ پر بھیج دیں گے پس وہ (یا جوج) زمین پر مگر گر پڑیں گے جیسے ایک شخص کے موت۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ابن مریم دجال یا جوج و ما جوج کی حقیقت کا حقہ کس قدر انکشاف نام سے ہوئی ہے مرزا صاحب کجا انبیاء اولو العزم نے بھی یوں بیان نہیں کیا کہ اس قدر تفصیل کسی آسمانی کتاب میں پائی جاتی ہے پھر بھی مرزا صاحب کا یہ بہتان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال و ما جوج کی حقیقت منمو مکشف نہ ہوئی جیسی کہ پھر پر اس قدر توہین عظیم ہے کہ جس کے بعد کسی طرح ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔  
”ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہوئے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرت کی کوئی انتہا توہین نہیں ہے“

### الجواب

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ علم علوم کمالیہ اور امداد دینیہ ایمانیہ سے ہیں اور مرزا صاحب کلامی تمام مسلمانوں کو انہیں امور سے اختلاف کی بنا پر کافر کہتے ہیں پس ان اہم امور میں کسی شخص کو علمی فضیلت دینا اور اس کو علم پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دینا عدالت خود ہی دونوں تحقیقوں میں توازن کر کے رائے قائم کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کے خیالات محض مجنونانہ ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اپنے علم کو ترجیح نہ دیتے۔

### یا جوج و ما جوج

#### مرزا صاحب

یا جوج و ما جوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ کی قوموں سے ہیں حاشیہ حجامۃ البیہ ص ۸۰ (۸۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیتاً

یہ مسئلہ ایک حد تک قرآن پاک کی دجی الہی نے صاف کر دیا ہے کہا قال اللہ تعالیٰ ان یا جوج و ما جوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لك خراجاً علی ان تجعل بیئنا و بینہم سدا قال ما مکفی فیہ دجی خیراً عینوفی بقوۃ واجعل بیدکم و بینہم رد ما اتونی ذر الحدید حتی اذا سالوا بی بین الصدقین

قَالَ اَنْفَخُوا حَتَّىٰ اِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ اَتَوْنِي مِنْ غَيْرِ عَلِيْهِ قَطْرًا فَمَا اسْتَطَاعُوا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهٗ نَقْبًا - قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّيْ فَادْجَاوْا وَعَدَ رَبِّيْ قَبْلَهٗ دَكَوْكَانٍ وَعَدَ رَبِّيْ حَقًّا -

ان آیات میں کس تفصیل سے یاجوج و ماجوج کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی درخواست پر ذی القرنین کا سد سکندری قائم کرنے اور اُس کے ٹوٹنے یا سوراخ کرنے پر ناقرب قیامت قادر نہ ہونے اور پھر قرب قیامت اُس سد سکندری و دیوار کے حکم خلود کی ٹوٹنے وغیرہ کا اس سے علالت اندازہ کر سکتی ہے کہ روس و برطانیہ اور نصاریٰ کا وہودیجی نہ تھا یہ تو ہیں موجود ہیں اور یاجوج و ماجوج کے نام سے موسوم ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے۔

### ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عَنْ حَدِيْثِيْفَةَ مِنْ اَسِيْدِ الْغَفَارِي قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَنْتَذِرُ فَقَالَ مَا تَذَكُرُوْنَ قَالَ لَذِكْرُ السَّاعَةِ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتَّىٰ تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذِكْرُ الدَّخَانِ وَالدَّجَالِ وَالْاَبَةِ وَطُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَتَنَزُّوْلِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَا جُوبَ مَا جُوبَ - - - اَلَمْ هُمَا قَبِيْلَتَانِ مِنْ وَلَدِيَا فَتٍ مِنْ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۶ باب العلامات میں یہی الساعۃ

ترجمہ :- حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اٹھائے ہم : ذکر کر رہے تھے تو فرمایا : کیا ذکر کر رہے ہو عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا کہ وہ ہرگز نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشان دیکھو گے پس ذکر فرمایا دجوان اور خیال اور دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا اور یاجوج و ماجوج کا آنا الخ۔

یہی السطور حاشیہ میں ان یاجوج و ماجوج کا یا نث ابن نوح کی اولاد سے ہونے کی ہی تصریح ہے۔

(۲) عَنْ النُّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ (قَالَ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ) ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... كَلَّمَا هُوَا كُفْرٌ بِهٖ جَسَ كِي دُنْيَا مِي نَفِيْرٌ نِّهِيْنِ مَل سَكْتِي -

امامان توایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اولین و آخرین کے جامع ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کرا عیلت علم الاولین و الاخرین - تمام وہ علوم جن کا تعلق کمالات سے تھا جن کی شان محبوبیت کے لیے

ضرورت تھی بتا مہا وکبا لہا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں تمام دنیا کے اولیاء انبیاء و ملائکہ اور دیگر کائنات عالم کا علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور سید الانبیاء کا علم نہیں بلکہ ایک ذرہ علم محمد سے ایک پلہ میں رکھا جاوے تو بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ مقررین اس کا اندازہ کیا کر سکیں کسی کا وہم گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا حضرت امام پرمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن جودك الدنيا وضرته  
ومن علومك علم اللوح والعلم

روح قلم کا علم ایک جھلک ہے علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہیں کوئی مسلمان تو اس توہین کو پسند بلکہ برداشت نہیں کر سکتا ہاں مرزا صاحب کے متبعی کے نزدیک مرزا صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علمی فوقیت میں کوئی توہین نہ ہو تو یہی خطبہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دور کو ہلال اور اپنے بروزی رنگ کو بدر کامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگے سلسلہ توہین ابن سناء اللہ آئے گا۔ (ابوالوفاء -

### حضرت مولانا تھانوی اور مولانا سہانپوری پر اتہام

مرزا صاحب کی جماعت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بلصف میں شامل نہیں کرتی تو برگان دین اور علماء برائین اس کی دست درازی سے کب پرہیز کرتے ہیں۔

چونکہ حفظ الایمان اور برائین فاطمہ کی مفصل بحث آگے جہاں پر حجام الحرمین اور بریلوی اور دیوبندیوں کا ذکر آئے گا کہی ہے اس لیے تفصیلاً تو عرض نہیں کرتا صرف مختار مدعا علیہ کا قول نقل کر کے اجمالی جواب کی طرف اشارہ کر کے بہتان عظیم عدالت پر واضح کرتا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

”تجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے مقتدا اور پیروا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صبح ہو تو دیانت طلب امر یہ ہے کہ اس خبیث سحر اور بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور محمول بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے بخیر بخیر ہے“

(حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ص ۷۷)

مختار مدعا علیہ نے تمام مبتدا و خبر استغنا سوال و جواب حذف کر کے درمیان سے ایک عبارت کاٹ کر جو وہ دوسرے کی حکایتہ نقل فرماتے ہیں کہ اگر بقول زید صبح ہے اپنی رائے اور عقیدہ نہیں قطع و برید کر کے پیش کیا اور اس

سے اس ناجائز مغالطہ کی سہی کی کہ خدا نخواستہ حضرت مولانا تھانوی کا مذہب ہے حالانکہ یہ ایک افتر کا جواب ہے جس میں زید کا ایک عقیدہ نقل کیا گیا ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول زید صیح ہو تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آئے گی کیونکہ زید کے اس قول سے لازم آئے گا کہ یہ لفظ عالم الغیب معاذ اللہ جانوروں اور مایوں تک بولا جاسکے حالانکہ یہ سراسر ناجائز و باطل ہے وہ تو زید کے قول پر حکم لگا رہے ہیں اور اس باطل عقیدہ کو رد کر رہے ہیں اور مختار مدعا علیہ عدالت کو یہ مغالطہ دے رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں جیسا بتایا انشا سفید جھوٹ شلیلہ ہی کوئی بول سکتا ہو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو بھی ایسا مغالطہ ہوا۔ جس پر خود مولانا تھانویؒ اس عبارت کے متعلق ایک سوال کیا گیا اور انہوں نے جواب مرحمت فرمایا۔

ہر دو سوال و جواب بحکمہ درج ذیل ہیں۔

در بخند صحت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیو حکم العالمیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حجام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ نسیب کی باتوں کا علم جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر پرچے اور ہر یاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اس لیے امور ذیل دیافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) کیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارہ مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتاً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔

ببینوا و تو جدوا۔  
بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا منہ

الجواب

مشفق مکرم سلیم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ۔

(۱) میں نے یہ نیست مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھتا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کر دیا گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو نیست سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۳) جو شخص ایسا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یا بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم محمد بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تہمید کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مرید توحیح کروں جس کی بنا پر مجھے نہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم فیہ جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حتیٰ تعالیٰ کے ساتھ اور جہول واسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیل قائم کی ہیں ”الح (اس کے آگے بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان فرمایا ہے) (بسط البنان صفحہ ۹ و ۱۰)

آخر کتاب میں فرماتے ہیں کہ ”یفضلہ تعالیٰ میر اور میر سے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المحققات فی جمیع الکالات العلیہ والعلیہ کے باب میں یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔“

ملاحظہ ہو

حفظ الایمان و بسط البنان صفحہ ۱۵

اس دیہود و ناسر بہتان کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اخوض امری الی اللہ تعالیٰ علیہ السلام

قول محتاجہ علیہ۔

”اور کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی مگر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ مؤلف مولوی خلیل احمد فیضی - معتمد مولوی رشید احمد صاحب گلگوچی ص ۱۵) اس میں بیس لعین کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے کیا اس میں آنحضرت علیہ السلام کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سوادی کی مشعر نہیں“

”یہاں اصل عبارت قطع و برید کے سبب منشاء ایک کفریہ مضمون بنایا ہے اگر کل عبارت نقل کر دیتے تو یہ دم نگاہ بھی نہ ہوتا تفصیل تو آگے آئے گی صرف اجمالاً گزارش ہے کہ یہ عبارت یہاں سے شروع ہے وہیں سے پیش کر دوں ایک سطر اوپر سے اگر یہ عبارت لی جائے تو معلوم ہو جائے کہ کس علم میں گفتگو ہے اور یہ اپنا عقیدہ ہے یا کسی اور کا۔“

”در اہل اصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا دیکھ کر علم محیط زمین کا مگر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کوئی ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی مگر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

اصل یہ ہے کہ یہ کتاب براہین قاطعہ ایک اور کتاب انوار ساطعہ مؤلف مولوی عبدالستیع صاحب لاہوری کی شرع ہے



اور وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محیط زمین اور گمراہی وغیرہ کا جو شیطانِ علم سے متعلق ہے یوں ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ علم شیطان کو حاصل ہے جو کمترین خلائق ہے تو سرورِ علی اللہ علیہ وسلم جو افضل المخلوقات ہیں انہیں کیوں نہ ہونا چاہیے حضرت مولانا غلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کفر و شرک سے انہیں منع فرما رہے ہیں نہ یہ کوئی حماقت و جہالت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان یعنی جیسے دشمن خدا پر قیاس کیا جائے بشر شیطان کو علم و جہالۃ ارض کا شیطانِ علم ہے جو نصوص سے ثابت ہے یہ شیطانِ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف قیاس فاسد سے بلا کسی نص سے ثابت کرنا عظیم الشان کفر و شرک اور توہینِ نبوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیطانِ علوم سے ذاتِ گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پاک صاف تھی البتہ رحمانی علوم کے ذوقِ ذوق کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے مختلف مرزا صاحب کے کہ وہ علومِ دینیہ ایمانہ میں اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کجا کوئی بھی اولو العزم نبی مقرب فرشتہ ان علوم میں آپ سرور کائنات سے افضل کیا مادی بھی نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ ہے مولانا غلیل احمد صاحب کا اسی برائین قاطعہ کے شروع صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر و وعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف و کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا۔

اس مخصوص عبارت کے اور اس بہتانِ عظیم کے متعلق حضرت مولانا سے خود دریافت فرمایا گیا ہے سوال اور جواب مرحمت فرمایا۔ بجنہ ص ۷ ذیل ہے۔

”محدث شریف محترم مکرم جناب مولانا مولوی غلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور لکھنؤ اندیشہ حامت برکاتہم بعد عمر بن نعیثہ ناوہ عمر بن ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی مسلم الحرمین میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے کہ آپ نے کتاب برائین قاطعہ میں تصریح کی کہ ایلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے امور ذیل دیا فہم طلب ہیں۔“

- (۱) کیا اس مضمون کی آپ نے برائین قاطعہ یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے۔
- (۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم کے اشارۃ و کنایہ بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔
- (۳) اگر یہ مضمون صراحتہ مفہوم نہیں ہوتا اور محض مفہوم ہوتا ہے تو یہ معنی آپ نے مراد لیے ہیں یا نہیں۔
- (۴) اگر یہ مضمون آپ نے صراحتہ بیان فرمایا نہ کنایتاً اشارۃ آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا کہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ایلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان جانتے ہیں یا کافر۔

(۵) جس عبارت کو خان صاحب برائین سے نقل کرتے ہیں ادا اس مضمون مذکور کو اس کا مفاد صریح بیان کرتے ہیں اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

بینوا و اتوبوا۔

(بندہ محمد رضی الحسن عفی عنہ)

مخلص عبادات جناب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدنیوہم۔

الجواب ومنہ الوصول الى الصواب۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر یہ الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغوی ہے اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۴ میں یہ عبارت موجود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا انتہیٰ خان صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا حساب روز جزا ہو گا یہ کفریہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ ملتا ہے نہ کنایت۔

غرض خان صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذب خالص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو مدت العزیمی و دوسرے بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی دلی فرشتہ آپ کے علوم کی برابری کے سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خان صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہو گا میں اس سے بالکل بری ہوں اور یہ کہ و کفی بآئہ شہید اہل اسلام عبادات براہین کو بغور ملاحظہ فرمادیں مطلب صاف اور واضح ہے۔ حدودہ خلیل احمد وفقہ اللہ للترہ و للعد۔

خلیل احمد

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ یہ کیسا جھوٹ اور اتہام ہے ہم اس کے متعلق کیا لکھیں عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ کس قدر اتہام ہے جو شخص جس عقیدہ کو کفر کہے اس کو اس کے ذمہ مڑھ دیا جائے کس قدر ظلم صریح اور تکفیر کا شوق ہے۔

(قطع التوہین صفحہ ۱۰۹)

جمع دعا علیہ گنگ ۲۹ مارچ ۱۳۳۲ھ

اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ بہتان صرف اپنا عجیب چھپانے کے لیے تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے اقراض کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا مرزا صاحب نے ان امور دینیہ میں ان مریم اور دجال و باجوج و ماجوج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اپنے علم سے کم اور اپنا رد تہ افضل بنا کر وہ عظیم الشان زہرہ گداز توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد مدۃ الامر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہتھی ہیں جب تک صاف نفیوں پر توجہ نہ کریں ایمان دار نہیں ہو سکتے۔



من غلبته: اولی وقتہ وقت المسیح الموعود من الله الرؤف الودود وارحمہم الراحمین  
والیہ اشار فی قولہ تعالیٰ سبحان الذی اسرٰی بعیدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجِد  
الاقصا الذی بارکنا حولہ ففکر فی ہذہ الایۃ ولا غرر کا لفظ فلین۔

ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ فتحِ مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کے پہلے غلبہ سے بہت  
بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدمہ کہ اس کا وقت بیچ الموعود کا وقت ہو اور اسی طرت ندائے تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ  
ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعیدہ اس آیت میں فکر کر اور عالموں کی طرح مت گزر خطبہ الباہیہ ۱۹۳ و ۱۹۴۔  
اب علالت خود ہی ملاحظہ فرماوے کہ مرزا صاحب کس فقرے سے اپنے زمانہ کی فتح کو بزعم خود حضور کی اس فتحِ مبین پر  
ترجیح دے رہے ہیں جس کی شہادۃ باری تعالیٰ نے انا فتحنا لک فتحاً مبیناً دی۔ اور المیوم اکملت لکم  
دینکم و اتممت علیکم الخ سے اس کی رجسٹری کر دی اس فتحِ مبین کی عظیم الشان بشارت آدم علیہ السلام سے لیکر  
عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی کو میسر نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح کے وقت اعلان فرمایا کہ آج شیطان  
اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اللہ کے گھر میں اُن کی پرستش کی جاوے۔ تعجب ہے کہ پچودھویں صدی کے مدعی نبوتہ ادو کفر  
امت جس نے چالیس کروڑ پرستاران کو حیدر اور غلامان سرور و دعوام فخر بنی آدم صلعم کو یکساں محنت صرفہ اپنے نامنے کی  
وجہ سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے نامنے والوں کو سرور حرامی و لدا الزنا بنایا ان کی عنایت مآب متواتر کو  
کیا ان بنایا اسلامی توحید دنیا سے نابود کرنے اور شان رسالت محمدیہ صلعم کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔  
علماء اسلام جو اس کی اس اسلام دشمنی کا بیروہ بے نقاب کرتے ہیں انہیں بد ذات، فرقتہ مولویان، اور گندے گندے  
خطابات عطا کیے غرض بجائے اسلام کی ترقی کے معدودے چند اپنے ہم نوا کفر نواز مسلمان باقی رکھ باقی سب کو کافر  
اور بزعم خود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زعم میں باطل میں اسلام اور خدا کے مشن کو شکست دی جو تیرہ سو سال  
میں کوئی بھی نہ دے سکا اس پر یہ ستم ظریفی کہ سرور دعوام فخر بنی آدم صلعم کی فتحِ مبین پر میری فتح بہت زائد راجح اور  
غالب و ظاہر ہے۔ پھر مبین تک قناعت نہ کی بلکہ اللہ پر بھی افتراء اور بہتان باندھ کر کفر کی تکبیل کر دی کہ میری اس  
فتح پر خدا نے سبحان الذی اسرٰی بعیدہ لیلۃ من المسجد الحرام الخ کی آیت میں اشارہ فرمایا ہے جو شخص  
مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ جانتے ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ جہانی کا بیان ہے جو نہ خود  
مرزا صاحب اس کے منکر ہیں اس لیے اس آیت میں وہی تو ہیں سرور دعوام کا اشارہ بتا رہے ہیں کہ میری فتح حضور  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر بہت زیادہ غالب و راجح ہے اتنی واضح عبارات کے ہوتے ہوئے مختار مدعا علیہ  
کی طول الاطلاق تاویلات قابل التفات ہی نہیں۔ علاوہ اس کے اس کا ناقرار یہ ہے کہ مرزا صاحب کی فتحِ مبین حضور فخر

دو عالم کی فتح پر غالب دراج ہی ہے ہاں یہ تاویل کر رہا ہے کہ مسیح کے زمانہ کا غلبہ سب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہوگا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ صریح منطوق ہے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں اور آپ کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر کوئی بابرکت اور فتح و عزت کا زمانہ ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہیں۔ عید القرون قوفی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (ہماری شریف) میرا زمانہ تمام قرونوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس کے قریب آئے پھر وہ جو اس کے بعد آئے بس۔

صنوبر صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا زمانہ وہ تھا کہ دایع سکون کے مراکز پر پرچم اسلام لہراتا تھا اور علاوہ دینی ترقیوں کے صاحبِ تخت و تاج تھے اور آج مسلمانوں اور اسلام پر جو مصائب و آلام ٹوٹ رہے ہیں اس سے کوئی باخبر انسان ناواقف نہیں جہاں سے کبھی اللہ الیکو مصائب آتی تھیں وہاں آج گر جا کے ناقوس کی آوازیں آرہی ہیں مسجد ابا مصوفیہ اور اسپین کے صرف حالات دیکھنے اور تو اور خود بزمِ خود مسیح موعود نصارے کے مٹانے اور پرچم اسلام لہرانے اور اسلام ہی دنیا میں پھیلانے آئے تھے تمام پرستانِ توہید کو اسلام سے بزمِ خود خارج کر کے خود اور ان کے امتی نصارے کے غلام بننے ہیں اور اس پر اس قدر نازان ہیں کہ نصارے کی تائید میں ستر اکیس لاکھ تھنٹ کر کے بھردی ہیں جب بغداد شریف مسلمانوں سے نکل کر نصارے کے قبضہ میں گیا تو اس پر چار غلام کیا اور مبارک باد خوشیاں سنائیں۔ ملکہ منظرہ کو عیسائی سطوت پر مبارک باد کا عریضہ لکھا کہ یہ عریضہ مبارک باد دی اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو یسوع مسیح کے نام پر طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑنے آیا ہے (نخستہ قیصریہ مل)

جہاد جیسے پاکیزہ مسئلہ کو محض خوشنودی نصارے اور گورنمنٹ برطانیہ کے واسطے خراب بنا کر منوع قرار دیا اور سائل اس کے خلاف عربی و فارسی لکھ کر ممالک اسلامیہ میں صرف خوشنودی نصارے کے لیے شائع کئے ملاحظہ ہو کتاب البربرہ نصارے کی حکومت کو اللہ کی رحمت اور اس زمانہ کو مذہبی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے بڑھ کر بتایا جس کی تفصیل آگے اپنی جگہ آئیگی غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ صنوبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور پھر خلفاء راشدین کا زمانہ ہر لحاظ سے بالاتر ظاہری و باطنی قوت و کمالات سے پر ہے اس سے بڑھ کر ناممکن ہے ہاں حدیث میں ہے کہ خیر القرون کے بعد ایک زمانہ آئے والا ہے کہ جس میں جھوٹ قریب شائع ہو جائے گا اور امانت کی جگہ خیانت رائج ہوگی۔ ثم یاق من بعد ہم قوم یجھون و لا یوقنون (الحديث بخاری شریف)

پھر یہ درمیانی حقے حضرت امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہاتھوں پر اجتماع پذیر ہوں گے۔ یہ آج تک کوئی بھی نہ سمجھا کہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کی قیامت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت پر دراج ہوں گے یہ محض افتراء اور کذبِ غافل ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رح کی منصبِ امامت ۵۶ سے ۵۷ کا کٹکٹیشن کیا علاوہ اس کے قطع برید میں بہت کچھ

اصل مطلب سے فوت ہو گیا پھر بھی اس میں کہیں اس منحوس مسخوں کا پتہ نہیں کہ امام ہدی کا زمانہ یا ان کی فتح آں حضرت علیؑ علیہ السلام کے زمانہ کی فتح میں ہر (راج و غالب ہوگی) وہاں تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا الذی ادسل دسولہ یا ہدی و دین الحق الخ میں علیہ دین و اسلام کا وعدہ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا اگر یہ علیہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا اور جاری رہے گا جب تک دنیا ختم نہ ہو اور جب آخر زمانہ میں دنیا کے ختم ہونے پر امام ہدیؑ ظہور فرما دیں گے۔ تو چونکہ دنیا تمام ہو چکی ہے ان کے ہاتھوں یہ علیہ بھی انجام کو پہنچ جائے گا۔

یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ ان پر اختتام ہو گا لہذا وہ پڑھ گئے اس طرح قرآن مجید میں ہے یا ایہا الناس انی دسول اللہ الیکم جمیعاً حضرت مولانا شہید فرماتے ہیں حضرت کی رسالت قیامت تک کے لوگوں کے لیے عام ہے حضرت نے اپنے زمانے میں خود بلا واسطہ تبلیغ کی پھر اس تبلیغ رسالت کا سلسلہ یونانیو کا بڑھتا ہوا چلا گیا گو بلا واسطہ خلفاء راشدین و ائمہ جہد میں دلاء و رہنمائی و ادایا امت جاری رہا یہاں تک کہ زمانے کے ختم ہونے پر امام ہدیؑ آخر مبلغ اسلام پر سلسلہ تبلیغ ختم ہو گا۔ اس میں معلوم کس طرح مختار مدعا علیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت مولانا شہید رحمہ امام ہدیؑ کے زمانہ یا ان کی تبلیغ یا فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں سے بڑھ کر غالب اور راجح مانتا رہے ہیں محض اس مخالفہ کے لیے یہ عجائبات نقل کر دیں تاکہ اس مخالفہ سے لوگ سمجھ لیں کہ اور بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے حالانکہ بزرگ اس بدیہی بات کے خلاف کوئی منصف مزاج کافر و دشمن بھی لب کشائی نہ کر سکے۔

قول مختار مدعا علیہ

اگر مختار مدعا علیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعہ جو فتوحات اور دین کی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں وہ دلائل اس نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ تکریم و اعزاز ہوتا ہے تو یہ اعتراض نہ کرتا۔

(الجواب)

اعتراض صرف فتوحات پر نہیں گو فتوحات کیا ہونیں مرزا صاحب کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی بڑ تیز ہوئی تار سیخ عالم میں اس کی نظیر نہیں سوائے چند اپنے مریدین کے سب مسلمان کافر اور ولد الزنا و دائرہ اسلام سے خارج اور سو رہنا دئے گئے پچھلے گناہ بیگناہ کتیاں قرار دی گئیں کوئی خدا اور کوئی توہین نہیں جو ان دوست نما دشمنوں کے ہاتھوں عمل میں نہ آئی ہو عیسائیوں کو گندی گالیاں دے کر مجبور کیا کہ باقی اسلام اور ازواج مطہرات ہر وہ ناپاک حملے کریں وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض تو صرف یہ ہے کہ کبھی کس اتنی کی فتح اس کے نبی سرور دو عالم کے اس فتح میں سے بڑھ سکتی ہے جیسے باری تعالیٰ نے انا فتحنا لک فتحنا مبینا کے شان دار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے فتوحات ایک پہلے میں رکھے جائیں اور یہ انا فتحنا لک الخ کی فتح میں

جس میں اللہ کا گھر ہمیشہ کے لیے توں اور شیطان تسلط سے پاک کیا گیا ایک پلہ میں رکھا جائے تو رہی راج اور غالب رہے گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توہمات میں سے ادنیٰ درجہ کی فتح بھی تمام عالم کے فتوحات پر راج اور غالب ہے۔ مگر جس کے قلب سے باری تعالیٰ سرور دو عالم کی عظمت سلب کر کے اس عظمت عظمیٰ و نہت علیا سے محروم کر دے وہ اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہیں آخر ابوہل و ابوہب پر نشانِ مجوسیت کو پوشیدہ ہے خدا کا فیصلہ ہے کہ کیا مست تک واثان محمدی اور پیر و ان لوہی کی جنگ جاری رہیگی۔

باقی خطبہ الہامیہ سے جو ایک ٹکڑہ کاٹ کر پیش کیا ہے میں عدالت کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ وہ خود پورا صفحہ بلکہ ناقص اور ابحد کو ملا کر ملاحظہ فرمائے کہ اس میں تعریض بجا اور توہینِ مکملے کی پیش کردہ عجرات سے پہلے منہ پر بھی یہی موجود ہے وہ اس لئے خدا کے نزدیک اس کا بھی مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور نبی مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور اس کا زمانہ رسولِ کریم کے زمانہ معراج کا منتہا اور خیر الوداع کی روحانی بجلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے، عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنا ظہور ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور اپنا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا منتہا اور تجلیات کا آخری سرا قرار دیا ہے کیا اس سے اور بھی بڑھ کر کوئی فضیلت موجب توہین ہوگی کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کہاں مرزا غلام احمد صاحب اور کہاں ان کا زمانہ معراج زمانی اور کہاں یہ چودہویں صدی سولے کفر و شرک کے اور کیا ہے غرض یہ کہ عنوان بھی درحقیقت لا جواب ہے گو غیر متعلق اس قدر باتیں مختار مدعا علیہ نے پیش کر دیں مگر جب تک مرزا صاحب کا ادعویٰ صاف لفظوں میں اس کفریہ عقیدہ سے پیش نہ کیا جائے کسی تاویل سے مرزا صاحب کا ایمان محمد رسول اللہ پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعی نے مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ ہوالذی ارسل رسولہ بالحدی و دین الحق لیظہرہا علی الدین کلہ۔
- ۲۔ انا اعطیتک النور۔
- ۳۔ عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔
- ۴۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔
- ۵۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔
- ۶۔ وما ینطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔

۷۔ وما دمیت اذ د میت ولكن الله رمی .

۸۔ ما كان الله ليعذبهمذ وانت فيهم .

۹۔ لولاء لما خلقت الافلاك .

۱۰۔ سبحان الذي اسرى ببعد .

ان الہامات کے متعلق مختار مدنی نے یہ اعتراض کیا کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے وہ آنحضرت کی خصوصیات ہیں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اُس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیا وہ اگر نیزہ مرتبہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابل قبول نہیں۔

سوان تمام امور کا جواب گواہ دعا علیہ بنا کے بیان میں مفصل مذکور ہے اور اس میں ائمہ اور اکابر اولیاء امت محمدیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں سے ناص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملہم ہے علی حسب المنزلتہ اس کو نصیب ہوگا اور اس امر وہی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا اس لئے ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ بنا دعا علیہ مشہد ۱۳۳۰ء۔

اولیاء بیان مطبوعہ کوٹ نہیں جس کا حوالہ ہے اکثر جگہ لانا گیا ہے اور اس بحث میں اکثر حوالے اسی سے ہی جو اصل ریکارڈ اصل میں نہیں جیسا کہ آخر میں آئے گا۔

دوسرے مختار مدنی نے حسب ما درجہ مخالفہ کے یہ ان خصوصیات کے دلانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور بلاوجہ غل از وقت اس جگہ اس بحث کو اٹھا دیا ہے کہ کسی کو قرآنی آیات الہام ہو سکتے ہیں یا نہ حالانکہ قرآنی آیات کا الہام ہونا اور امر ہے جس کی مفصل بحث اپنی جگہ پر آئیگی، اور خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر کو شریک مانکر صرف خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے واسطے سے اصل ذات و شان محمدیہ اور ان کی رسالت کا انکار اور امر ہے صرف مدعا یہ ہے کہ ان آیات مثلاً انا اعطینک الکوشہ۔ حسنی انت یبعثک ربک مقام مکہ محمود او ما درسنک الارحمة للعلمین۔ لولاء لما خلقت الافلاك وغیرہ کے مصداق صرف سید الانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ خصوصیات ہیں جو میں آپ کا شریک کائنات عالم میں کوئی نہیں نہ جبرئیل و میکائیل اور نہ ملائکہ مقربین نہ اولیاء اولوا الامر اور نہ انبیاء مطہرین السلام کسی کو شریک ماننا صرف شرک فی الرسالت ہے بلکہ سرے سے آپ کی خصوصیات کا انکار کر کے آپ کی رسالت ہی کا انکار کرنا ہے جس کے بعد کوئی تفتی ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر لائے۔ کلمہ پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

یہاں مندرجہ بالا امور متقی قابل بحث ہیں۔



(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے۔

(۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔

(۳) کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی نبی ولی فرشتہ نے اپنے کو ان آیات کا مخاطب اور ان القابات خصوصیات میں کسی طور پر اپنے کو یا کسی کو شریک و ہمہما بنا ہے۔

الجواب :-

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے اس کے ثبوت میں میں نے تہمدی طور پر گواہ مدعا علیہ ۲ مارچ ۱۳۳۲ء کا حوالہ پیش کیا تھا کہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انکار خصوصیات انکار ذات ہے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں در خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے انکار خصوصیات انکار ذات ہے، (جرع گواہ ۲۴ مارچ ۱۳۳۲ء)

بجملہ اللہ یہ نتیجہ ثابت اور مسلم ہے لہذا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

نتیجہ (۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ سے ہیں، اصل بحث مخصوص لانا القابات اور انہیں خصوصی خطابات میں ہے ذکر ان کا وہ مفہوم ہو اپنے الفاظ میں تو لڑ موڑ کر ڈالو ابے اور مخصوص ان امتیازی خصوصیات، والقابات و خطابات کا مخاطب و مصداق صرف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ کسی مسلمان کے روبرو اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں کون نہیں جانتا لولا انما خدعت الافلاك وما ارسلناك الا رحمة للعالمين انا اعطيناك الكوثر عسى ان يبعثلک ربک مقاما محمودا وغیرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حضور کے سوا اس خصوصی انداز میں کسی نبی یا ولی کو خطابات نہیں کئے گئے مگر اس پر دھویں صدی کے مدعیان نبوت کے دور کی ایک یہ بھی بولاجی ہے کہ ان بیریہات پر بھی دلائل پیش کرنے پڑتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ادھر ادھر کی غیر حقیقی باتیں لاکر معاملہ کو رولانے کی ناکام کوشش کی انہما کہ بہو نچا دی۔ مگر بھلا اللہ ایک حوالہ ضعیف سے منعیف بھی ایسا پیش نہ کر سکا جس میں مخصوص ان القابات و خطابات سے کسی اور نبی یا ولی کو فواد بزرگوار الہام خاص میں سے نوازا گیا ہے کسی بزرگ کا اس مقام سے فیض حاصل کرنا اس سے اپنے قلب کو منور کرنا اور چیز ہے مگر ان خطابات والقابات مخصوصہ کا مصداق و مخاطب ہونا اور بات ہے اولیاء اللہ اور موصوفیائے کرام بعض خدا کی صفت و قدرت سے فیض پاتے ہیں بعض منفعت خلق سے بعض منفعت تزیین سے مگر وہ مصداق تقدیر اور فانی اور رازق تو نہیں ہو جاتے بعض باری تعالیٰ کے مقام جلال سے وابستہ ہوتے ہیں بعض صفت جمال سے مگر اللہ کے جلال و جمال کے مصداق یا اس کے شریک و ہمہما نہیں کہلاتے نہ ان خدائی القابات کے مستحق ہوتے ہیں اس سلسلہ میں مفصل بحث تو نقب کے تحت میں علیحدہ علیحدہ آئیگی اس بلکہ عموماً بحث میں مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق حوالوں سے مغالطہ فرمنا

چاہا ہے اور اُساے بے نقاب کرنا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے نتیجہ کے طور پر اپنے مطبوعہ بیان کے ص ۱۲ و ۱۳ کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ ان صفحات میں اس امر کی تائید میں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت اس میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔

الجواب ان کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت تو اُن کے معلوم ہو جائے گی۔

اور اصراف یہ گزارش ہے کہ ان مقامات سے اولیاء اللہ کو حصہ ملنا اور ان کا اس سے وابستہ ہو کر فیض حاصل کرنا اور بہتر ہے اور ان اتفاقات و خطابات کا مصداق و مخاطب ہونا اور امر ہے جیسا کہ ادب پر عرض کر چکا ہوں۔ ان مقامات سے فیض حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض کا حصہ لینا ہے مگر ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لینے والا عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوتا۔ اس طرح ان مقامات سے حصہ لینے والا ان خطابات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

غالباً مختار مدعا علیہ صوفیائے کرام کے مشاغل اور ذکر اور اشغال سے ناہم ہے صوفیائے کرام کے بیان مختلف استعاروں کے لحاظ سے مختلف مراتبات سے تعلیم ہوتے ہیں، کوئی مقام فنا کا مراتب ہے کوئی مقام ہما و کا کوئی مقام ابراہیمی کا کوئی موسوی کا کوئی یسوی کا کوئی مقام محمود کا کوئی مقام دفنا فتدی کا اور ان سے حصہ ملنے کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقامات سالک پر منکشف ہو جائیں اور ان کے خصوصی فیض سے اُس کا قلب منور ہو جاوے یہ فعل نہیں کہ ان خصوصی خزانے میں اتنا ہی خطابات و اتفاقات کے مستحق یا شریک و شریک ہوں گے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل پابرخ حوالہ مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں، شرح منقوی بحر العلوم ص ۱۷۱ ہدیہ مجددیہ (فتوح الغیب) ص ۱۲۱ دھواں معین ص ۱۵۰ شرح قصص الحکم اس میں حوالہ دیا وہ ہے کہ جرح میں ہر دو گواہ نہ وہ کتاب پیش کر سکے نہ اس کے مصنف کا نام درج کر سکا بنا سکے نہ وہ کوئی مسلم قابل اعتماد کتاب ہے اس کے مصنف ایک معمولی شخص وکیل احمد سکندر پوری ہیں۔

یہی ہے حوالہ (۲) بھی قصص الحکم ایک غیر متعارف شرح کا حوالہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک دوسرے شروح کی طرح مسلم و معتبر نہیں اور نہایت قطع و برید سے پیش کیا ہے۔ باوجود اس کے کسی ایک حوالہ میں یہ نہیں کہ ان خصوص مذکورہ بالا اتفاقات و خطابات سے اسی انداز پر کسی نجی یا ولی کو نوازا گیا ہو۔ لہذا میرے یہ تمام اعتراضات بالکل بدستور لا جواب ہیں۔

تفصیلی جواب۔

حوالہ ۱ شرح منقوی مولانا روم

”پس در آور کار کہ یعنی عدم \* تا یہ یعنی صنع و مانع را ہم۔“

کی شرح میں مولانا عبدالحی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام فتای مصفات کا ہے جو حدیث قریب

الغافل میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کالی آنکھ ہو جاتا ہے اور در سر مقام خائے ذات ہے اور تیسرے مقام جمع الجمع و غائب تو میں اور مقام کمال ہے جیسا کہ آیت ان الذین یبایعونک انما یمینون اللہ سے ظاہر ہے کہ ہر لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور جو تمہارا مقام مقام احدیت جمع اور اس کو مقام ادنی کہتے ہیں دینے خدا سے بہت ہی قریب ہے جو کہ آیت دعا مدیت اذ مدیت ولكن الله رضى میں بیان کیا گیا ہے یہ لکھ کر فرماتے ہیں دین مقام باصالت خاص بخاتم النبیین است۔ اور اشت و کمال متابعت او کل اولیاء را ازین حلقے است (منقوی دفتر دوم حاشیہ ص ۷۸) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے،، (منقول در بیان گمراہ دعا علیہ ص ۷۸)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں مذکورہ بالا دس القابات و خطابات محمدیہ مثلاً لولاء لسا خلقت الا خلا لانا اعطینک الکو ثرو ما دسلنا الا رحمة للخلین عیسیٰ ان یبعثک بل مقام محمود وغیرہ سے کسی ایک خطاب یا لقب کا مخاطب علاوہ ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کو نہیں بتایا گیا کہ کسی کو ان ایٹانازی خصوصیات مذکورہ میں شریک و سبھا نا ہے یہاں تو صوفیائے کرام کے منافع و مراقبات قرب خداوندی کے مدارج و مقامات مثلاً فنا فی الذات، و فنا فی الصفات اور مقام جمع الجمع جن کا دوسرا نام مقام کمال اور مقام احدیت جس کا دوسرا نام مقام ادنیٰ ہے چار مقامات کا ذکر ہے۔

گوں نہیں جانتا کہ سالک مقام ذات میں عین ذات باری اور مقام صفات میں عین صفت خداوندی ہو یا ہی مقام احدیت میں اللہ وحدانیت ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں فنا ہو کر ان کی تہہ اور حقیقت تک بقدر طاقت بشریہ رسائی کر لیتا ہے یا وحدۃ الوجود اور ہر اورست کے رنگ میں رنگ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تقرب کے مقامات تک حقیقی اور اصلی رسائی تو مجوبہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو میر نہیں ہو سکتی البتہ آپ کے خدام اور کمال اولیاء اللہ کو آپ کے صدقہ میں کچھ حصہ بقدر مراتب ان مقامات فنا و رفقاء سے ضرور مل جاتا ہے ورنہ اصل تقرب خداوندی تو صرف مجوبہ خدا کی کو حاصل ہے اب اس بحث کو اصل مدعا یعنی خصوصی القابات میں مشارکت سے کسی قدر ربط و تعلق ہے اسے میں عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں۔ (حوالہ ص ۷۸ مدیہ مجددیہ)

وهو المقام المحمود الذي لا يشترك فيه لمن الانبياء والرسل والاولياء الصالحين  
 ر ہدیہ مجددیہ ص ۷۸ میں ادلاً عرض کر چکا ہوں کہ ہدیہ مجددیہ ہمارا غیر مسلم کتاب ہے اور اس خوف سے باوجود ہدیہ ہم مطالبہ کے نہ کتاب پیش کر سکے اور نہ اس کے مصنف کا نام بتا سکے۔ پس ہم اگرچہ اس کے جواب کے مکلف نہیں مگر صرف اس لیے کہ شاید شائع ہوئے پر بندگان خدا کو اس سے بغا طہ ہو۔ جواب بھی عرض ہے۔

(۱) "مقام، محمود، یعنی مرتبہ شائستگی میں گفتگو نہیں بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے آیت کہ میر عسیٰ ان یبعثک

بلك مقاماً محموداً اصدق اور مخاطب كون ہے مگر ہدیہ مجددیہ کی عبارت میں کوئی بتا نہیں سکتا کہ آیت مذکورہ کا مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی و ولی ہو سکتا ہے بخلاف اس کے قرآن پاک و احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت کریمہ کا خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آپ کے ایسے خصوصیات میں سے ہیں جن میں اولین و آخرین میں سے کوئی نبی یا ولی شریک نہیں ہو سکتا قرآن حکیم و من الدلیل فتہجد بہ نافلة لك عسلو ان یبعثک ربك مقاماً محموداً۔ یہ آیت اپنے بیاق و سباق کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس کا خطاب ہی صرف آپ ہی کو ہے تمام قرآن پاک اور احادیث آثار صحابہ افعال ائمہ اور بزرگان دین کے اشادات میں بھی اس خصوصیت کی تعبیر اور آیت کا استعمال کسی اور نبی و ولی فرشتہ کے واسطے نہیں کیا گیا۔

ہاں مقام محمود کا مراد یہ مونیانے مانا ضرور ہے مگر وہ دیسا ہی ہے جیسا کہ مقام فنا اور مقام دننا وغیرہ جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ سالک پر اس کی تحقیقت تکشف ہو جاتی ہے اور اس کے نبوض و برکات کا اس کے آئینہ قلب برآئعکاس اور پر تو پڑتا ہے اور یہی مطلب اولیاء اللہ کو مقام محمود سے حصہ ملنے کا ہے ورنہ تبصر ہی قرآن حکیم یہ خطاب اور اس آیت کے مصداق نبی رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کوئی بھی اس کا شریک و ہسیم نہیں بلکہ اس میں کسی کو شریک و ہسیم ماننا شرک فی الرسالة ہے جس کے بعد کلمہ شریف کے جزو ثانی پر ایمان ناممکن ہے اور ہدیہ مجددیہ میں باوجود غیر مسلم ہونے کے اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں صرف مختار مدعا علیہ نے مخاطب دیا ہے۔ اگر اس آیت کے خطاب اور اس کے مصداق میں کسی کو شریک مان لیا جائے تو ان احادیث نبویہ کے خلاف ہوگا جو صحت و تسلیم میں اعلیٰ پایہ کی نہیں۔ ملاحظہ کے واسطے نمونہ اس کے متعلق مختصر فیصلہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہے۔

### مقام محمود کے متعلق سید الانبیاء صلعم کا فیصلہ

۱۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فا کسی حلقہ من مل الجنة ثم اقوم عن ینبیین العرش" لیس احد من الخلاق بقومہ ذلک مقام المحمود غیرہ۔ ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدۃ ۱۱۰ اس حدیث کے تحت میں لغات بن شیع رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ مقام محمود ہے جس صاف فطرتوں میں واضح ہو گیا ہے کہ اس موعود مقام محمود میں کوئی بھی مخلوق میں ایسا نہیں جو اس پر فائز ہو سکے۔ سوائے ایک ذات گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو قائم النبیین ہیں۔

(۲) بخاری شریف میں ایک باب پہلے باب قولہ عسلو ان یبعثک ربك مقاماً محموداً یعنی صرف اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق قائم اور مفعول کر کے واسطے متعلق باب باندھا پھر ایک طویل مفصل حدیث نقل فرمائی

ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود۔ یعنی وہ دن ہوگا کہ جس دن اللہ صرف اپنے حبیب کو مقام محمود پر فائز فرماوے گا بخاری شریف ۲۴-۶۸۷۔

(۳) بخاری مسلم میں متفقہ احادیث موجود ہے جس میں مفصل شفاعت نبویہ کے ذکر کے بعد یہی آیت عسیٰ ان یمیتک ربک مقاما محمودا ملاوے فرما کر ارشاد ہے وهذا المقام الذی وعدہ دیکم۔

(۴) دارمی شریف میں اس مقام محمود کی تعریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ دیاب الشفاعة مشکوٰۃ مثلاً

ثم اقوم عن یمن اللہ مقاما یبعظن الاولون والاخرون مشکوٰۃ ۱۱۷ یعنی مقام محمود خدا کے داہنے طرف ہے جو صرف مجھے ملے گا اور اس پر تمام اولین و آخرین الگے پچھلے بلا استثناء غبطہ اور رشک کریں گے۔

(۵) اور افان اور اس کی دعا کی حدیث میں بھی مقام محمود کی تشریح اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص کی تصریح کی ہے مشکوٰۃ ۶۵۳۷

## مرزا محمود صاحب غلیفہ قادیان کا فیصلہ

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کے نزدیک کتاب اللہ اور کتاب الرسول سب مرزا صاحب کے اور ان کے خلفاء کے تابع ہے اور ان کے مقابل دراصل کسی آئینہ یا حدیث کو نہیں مان سکتے ملاحظہ ہو جرح گوہار ۲/۱۹۳۳ء لیکن مرزا محمود صاحب کی تمام تصانیف پر ایمان ہے اور وہ صیب کی سب بلا استثناء مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گوہار ۲/۱۹۳۳ء لہذا میں ان کے غلیفہ ثانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں اگر اس آئینہ کا خطاب اور اس کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور یہ حضور کو انعامات الہیہ میں سے ایک انعام عظیم ہے ملاحظہ ہو انوار خلافت غلیفہ محمود صاحب۔

کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے عسیٰ ان یمیتک ربک مقاما محمودا اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مقام عظیم کے طور پر آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔

ہو اسے یعنی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں  
(اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے)

(۱) آیت عسیٰ ان یمیتک ربک الخ میں وعدہ الہی موت آنحضرت کے واسطے ہے۔

(۲) یہ مقام محمود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا انعام ہے۔

(۳) یہ مقام محمود اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بطور انعام عطا فرمایا۔

نتیجہ

پس مختار مدعا علیہ کے نزدیک قرآن و حدیث قابل اسناد ہوں یا نہ ہوں ان کے خلیفہ دوم صاحب یعنی مرزا محمود صاحب کا فیصلہ بہر حال نالائق ہو گا اس کے بالمقابل بدیہ مجاہد کجا کسی نبی یا ولی کا فیصلہ قابل التفات نہیں۔

بہذا ثابت ہو گیا کہ مقام محمود جس کا وعدہ عسلی ان یبعثک دیک مقاماً محموداً میں ہے خصوصیات محمدیہ اور انقلاب مصطفیٰ سے ایک ایسا امتیازی لغوی ہے جس میں کسی بھی شرکت نہیں ہو سکتی اور کسی کو اس کا مخاطب سمجھا جیسا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کو چیل کیا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اے مرزا صاحب عسلی ان یبعثک دیک مقاماً محموداً یہ ایسا کھلا ہوا شرک فی الرسالہ و مرتبہ توہین ہے جس کے بعد کلمہ شریعت پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے مغالطوں کی بہت سی کی کہ مگر ایک نئی دہلی کچھ کسی عالم صوفی کے قول سے بھی یہ پیش نہ کر سکا کہ اس نے اپنے یا کسی کے واسطے عسلی ان یبعثک دیک مقاماً محموداً کا استعمال تحقیقی یا مجازی اصلی یا نقلی اور فوری کی طرح بھی جائز رکھا اور گفتگو صرف لغوی معنی کے لحاظ سے مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ نہیں بلکہ مخصوص اس آیت عسلی ان یبعثک دیک میں اس کے معنی ادا اللہ ان یبعثک دیک مقاماً محموداً میں۔ پس باوجود اس طویل تقریر کے مرزا صاحب کا کفر و انہاد دور نہ ہو سکتا ان کی بے ربط باتوں سے میری بحث کا کوئی بھی جواب ہو سکتا ہے۔

(۱) حوالہ شرح خصوص الکلم شیخ عبدالرزاق قاشانی کا ہے) فہم المتأمر المحمود شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ

الجواب

(۱) اولاً یہ شرح کوئی معتبر شروع سے نہیں اور نہ ہی ہماری مسلم ہے (۲) خود مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ امام عبدالوہاب شرعانی جن سے زائد شیخ اکبر کا کلام کوئی سمجھ نہیں سکتا میر مرزا محمود صاحب خلیفہ قادریان مقام محمود آنحضرت کے خصوصیات سے متاثر ہے۔ ملاحظہ ہو بواقیت والوار خلافت (۳) مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ نے فہم المقام المحمود کا ٹکڑا ہیرہ و دانستہ کاٹا ہے تاکہ بے ربط ہو کر مغالطہ کے لائق ہو سکے ورنہ آیت عسلی ان یبعثک دیک۔ الخ کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ امام مہدی کا ایک بڑا مرتبہ قابل تعریف ستائش ہے اس کا خلیفہ برگزیدہ نہیں کہ آیت مذکورہ کا موعودہ مقام ان کو دیا جاسکتا ہے یا وہ بھی اس کے مخاطب و مصداق ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ حوالہ یہاں بالکل بے ربط ہے اس میں نا بہ النزاع کے متعلق اشارہ تک نہیں۔

(۴) حوالہ فتوح الغیب کا ہے)

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ وہ ہر

رسول و نبی و صدیق کا وارث ہو جاتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ہم ۲۳)۔

الجواب۔ گو یہ ترجمہ نہیں بلکہ حامل مطلب اور یہ بھی باقی و ما بعد سے یہ ربط قطع و برید اور خیانت سے پر ہے

ہم مختار مدعا علیہ کو ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مختار مدعا علیہ نے یہ نیز متعلق ہوالہ کیوں پیش کیا یہاں نہ تو مقام محمود یا خصوصیات عشرہ کا ذکر ہے نہ کسی خصوصیت سے کسی نبی یا ولی کی شرکت کا ذکر ہے یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ انسان تمام تعلقات غیر اللہ جھڑ کر جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جاتا ہے تو انبیاء و صدیقین کا وارث ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی وراثت نہ تو دینار و درہم میں ہے نہ کسی مقام کی شراکت میں بلکہ وراثت انبیاء کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نبیوں کے علوم سے فیضیاب ہو۔ اس پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود شہادت پیش کرتا ہوں اے العلماء و رشتہ الانبیاء و ان الانبیاء و لہم یورثوا دینا و اولادہما و انما ورنثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحفظہ و اخر (مسند احمد - ترمذی شریف، ابوداؤد شریف - ابن ماجہ واری) مشکوٰۃ کتاب العلم )

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار و درہم وغیرہ میں نہیں ہے ان کی وراثت صرف ایک علم میں ہے اور کسی شے میں نہیں جس میں نے اُن کا علم حاصل کیا اُس نے اُن کی وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یوں ہی بخاری شریف میں بارغ ذکر کے سلسلہ میں ہے کہ۔

ہم انبیاء کے گردہ کی وراثت کسی دینار و درہم میں نہیں جاری ہوتی بلکہ صرف علمی وراثت ہے علم کے سوا اور کسی شے میں وراثت انبیاء و رسل جاری ہی نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت شیخ الطائفہ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ارشاد کہ ہر نبی و رسول کا وارث ہو جاتا ہے صرف اس قدر ہے کہ انبیاء و رسل کے علم سے بقدر مراتب حصہ پاتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔

یہ کفر یہ مطلب ہرگز نہیں جو مختار مدعا علیہ نے کہ عدالت کو مغلطہ دینا چاہتا ہے کہ اُن کے خصوصی مراتب میں شریک و ہمیں ہو جاتا ہے ورنہ پھر ہر ولی کو سید المرسلین خیر بنی آدم شفیع المنین رحمۃ اللعالمین محبوب رب العالمین ماننا پڑے گا اور اسے مرزا صاحب کے مریدین تو تسلیم کرینگے مگر کوئی مسلمان جس کے دلی میں ذرہ برابر ایمان ہو کسی مقرب سے مقرب کو اللہ تعالیٰ کے آفری نبی محبوب خاص سردار دد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و ہمیں تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ اسے سخت ترین توہین بارگاہ رسالت کی خیال کرے گا۔ پانچواں حوالہ دیوانہ بینک

انہی حقیقتیں ذمات ہو گزری شاید کہ نادان فستل صعود خود بینی

الجواب

اس میں کہیں کوئی بھی اشارہ مابہ النزاع امور کی جانب نہیں اور یہ بشرح صوفیاء کرام کی اصطلاح سے ناواقف کی بنا پر عمل مختار مدعا علیہ نے نقل کر دیا۔ ورنہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام قناء اور بقاء کا آخری مقام دنا قندلی ہے اور اس پر مسودے مراد دینیوی تعلقات کا انقطاع اور رب العزۃ سے تعلق کا اتہائی استوار ہونا ہے اس

سے ہرگز مطلب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیاداً بالائے شریک و ہمہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لیے روایت الباء کی پہلی غزل ملاحظہ ہو۔

نیز حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ اور ہمہ ادست سے تعلق رکھنے والے ہی جس بران کے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

کسیکے عاشق و معشوق تو یشتین ہمہ ادست	حریت غلوۃ دساتی انجمن ہمہ ادست
اگر بدیدہ تحقیق بینگوری دانہ	کہ ناخرد دل و منکر زبان دتن ہمہ ادست
ز جام عشق نہ منصور رینجو و آمد و بس	کہ دالہ نیز ہم گفت کہ بارین ہمہ ادست ؟
زانتبار گزیر کن کہ مازن ہمہ ادست الخ	دولان معین مس۱

من نیگویم انا الحق یا ر میگورید بگو	ہوں تو گویم ہوں مراد لار میگورید بگو
خواہ اس پیش کردہ شعر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔	دلوان معین مس۱
اگر بچشم حقیقت وہود خود بینی	قیام جملہ اشیاء بہود خود بینی
پیش کردہ شعر کے بعد تیسرا شعر ہے کہ۔	

بہ بند دیدہ ز ایمان کہ تا ز عین عیانتہ

اور مرزا صاحب صوفیاء کرام کے حدیۃ الوجود سے بالکل دراد علیحدہ ہیں بلکہ اُسے اچھا ہی خیال نہیں کرتے اور اپنے خدائی دعویٰ کی بنیاد بھی اس پر رکھنا پسند نہیں کرتے ملاحظہ ہو آئینہ کمالات (اسلام) میں مرزا صاحب کے کلام کی تائید حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے کہ زانصرت خواجہ صاحب کے مشرب سے نادائق بلکہ خود مرزا صاحب کے مذہب سے بھی نادائق کا ثبوت ہے۔ غلام یہ کہ یہ شعر بھی مختار مدعا علیہ کے لیے مفید نہیں بلکہ مسئلہ تنازعہ سے بالکل بے ربط ہے۔

چھٹا حوالہ کتاب اثبات الہام والہیۃ ص ۱۲۲ مؤلف مولوی عبد الجبار غزنوی، اگر الہام ناشر یک سمجھا جائیگا۔

### الجواب

(۱) مدعیہ اور اس کا گروہ مقلد حنفی ہے۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی غیر مقلد وہابی بلکہ تقلید شخصی کے شرک سمجھنے والوں کے سرگروہ ہیں۔ لہذا ان کا کوئی حوالہ جیب کہ ان سے اصولی اختلاف ہے ہم پر حجتہ نہیں جملہ اسلامی قربانی یا اردپی تصانیف باوجود احمدی مصنف ہوئے ان کے مختار مدعا علیہ نے تسلیم نہ کیا۔

(۲) مولوی عبد الجبار غزنوی کوئی بڑے عالم بھی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے عالموں میں متوسط درجہ میں شمار ہیں۔



(۳) قرآن پاک و احادیث و اقوال بزرگان سے خصوصیت ثابت ہونے کے بعد مولوی عبد الجبار کا انکار محض نحو ہے۔  
 (۴) مولوی عبد الجبار نے اس سلسلہ میں جو آیات نقل کی ہیں وہ خصوصی القاب کی حد کی نہیں گو غیر خطاب مخصوص ہو بخلاف عامی پیش کردہ آیات و ما اسئلنا الا رحمة للعالمین: عسلی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً وغیرہ۔  
 آیات اور اس طرح خصوصی لولاء لہما خلقت الاخلاق وغیرہ خصوصی القاب ہیں۔ جب کہ درزی خطابات و القابات کسی دوسرے کے واسطے بتبادل استعمال کرتا بھی قانوناً برہم ہے تو خداوند تعالیٰ نے جو خطابات اپنے مخصوص حبیب سید الانبیاء فخر بنی آدم کو عطا فرمائے ہیں وہ کیونکر دوسرے کے لیے استعمال ہو سکیں گے  
 ساؤل حوالہ فروع الغیب مقالہ ۲۸ ”ثم ترفع الی الملک الاکبر فتخطب بانک الیوم لدینا مکین امین“  
 یعنی جب تو مرتبہ قنار میں کمال کو پہنچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا اور خدا تعالیٰ تجھے مخالف کرے گا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔

### الجواب

انک الیوم لدینا مکین امین کسی نئی کا خصوصی لقب خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ یہ وہ فقرہ ہے کہ عزیزِ مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جیل سے بلا کر فرمایا تھا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ آج سے آپ میرے نزدیک با عزت اور امانت و اہم ہیں۔

پس نہ تو یہ باری تعالیٰ کا عطا کیا ہوا خطاب ہے نہ کوئی لقب نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ لہذا یہ حوالہ اس بلکہ بالکل بے ربط ہے۔  
 اٹھواں حوالہ مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی ۱۳۶

”مجدد الف ثانی رحمہ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو اہام ہوا تھا“ انا نبشركہ بخلاہ اسمہ یحییٰ اسی روایت سے ان کا نام محمد یحییٰ ہوا

### الجواب

(۱) مقامات امام ربانی غیر مسلم کتاب ہے تو نہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے نہ ان کے کسی مستند تالیف کی بلکہ ان کے سلسلہ کے ایک سربراہ کی کتاب ہے جس میں ان کے کچھ حالات قلمبند ہیں اور اہل سلسلہ کے نزدیک اُس میں رطب و یابس امور بھی ہیں۔

(۲) اس میں کوئی خصوصی لقب یا خطاب کسی دوسرے کو واسطے استعمال نہیں ہوا بلکہ جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دی گئی تھی اس طرح حضرت مجدد صاحب کو بھی ایک بیٹے کی بشارت دی گئی اور بشارت کی مشارکت کا کوئی اعتراض نہیں بلکہ خصوصی لقب اور خطاب کی شرکت کا سوال ہے وہ اور انبیاء کے ساتھ

نہیں بلکہ سید الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ تو علماء امت محمدیہ کو بھی ایک قسم کا ارتباط حاصل ہے جب کہ خود آنحضرت علیہ السلام فرماتے ہیں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ پس یہ ہوالہ بھی امر متنازعہ نہیں ہے غیر متعلق ہے۔

نوائی حوالہ علم الکتاب نو ابھیر و در رحمتہ اللہ علیہ ملا

الحمد لله الذي جعلنا حاكما في المؤمنين ببركة المحمدية الخالصة وقوة النسبة لقرب مع الله ورسوله عليه الصلوة والسلام واهل بيته في قلبي بالهام الخاص ان احكم بينهم من احكام الله تعالى وادعهم الى الطريقة المحمدية بما انزل الله في كتابه من الايات التي هي شهادات البينات على حقيقتك ولا تبتهم اهواءهم واستنقم كما امرت فان تولوا عن طريقتك الحق فقتل حسبي الله انما يريد الله ان يصيبهم بما وعد للفاستقين وان كثيرا من الناس لفاسقون اضعكم الجاهلية بينكم في زمان يحكم الله باياته ما يشاء حسب رضاء في رسوله محمد عليه الصلوة والسلام على لسان محمد بين الخالصين ومن احسن من الله حكما لقوم يوقنون واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله في القرآن واسمعوا كيف اقتبس بالايات وابذلكم دعوت الحق تعادوا كما احدث الى الان على هذا نهج الرضى وتعالوا الى رسوله واخترنا والمحمدية الخالصة التي هي الطريقة الحققة قالوا احسبنا ما وحدنا عليه اباؤنا من الطرق الاخرى ولو كان اباؤهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون هذا امر في الله ببيان وحكمته ان احكم به بينكم فحكمته بينكم بالقسط ان الله يحب المتقسطين واداني ربي آيته الكبرى واعطاني كتابه العلياء واتاني هذا الكتاب وناداني بالخطاب حيث قال لي يا خيفة الله ويا آيات الله في شهادتكم بعبوديتكم فاشهدوا بالوحيق وانك عبدى ومقبولى ومقبول رسولى قلت يا رب انشدها لا اله الا انت واشهد انك على كل شئ شهيد انت الهى ومعبودى وليس سواك مقصودى انا عترة خبيدك وبعدة عند ليبيك وقال يا عبد الله ويا عارف بالله انى جعلتك مظهر اجامع لكل ظهورى الى فاذهب باياق الى كل مخلوقات ودعوتك من الجسم الالهى والجسم المحمدى فمن اطاعك فقد اطاع الله والرسول قلت يا رب قبلت جميع احكامك ودعوت الخلق الى دينك واسلامك فاذهبهم الى والى ابى لا هدى لهم اليك والى رسولى وانت تهدي من تشاء وقال يا مورد الواردات ويا مصدر الايات انا جعلناك اية للناس لعلمهم يرشدون ولكن اكثر الناس لا يعلمون قلت يا رب تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك ان تغفر لهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم وقال قد توكلت على الحقيقة زائدة مما كشتت على لا تظهرها الله

عَلَى لَانَهُ تَعَالَى اَصْعَلُ لِحَى الدِّينِ وَاسْمُهُ عَلَوُ نِعْمَتِهِ وَرَضْنِي إِلَى  
الْاِسْلَامِ دِينًا وَ لَوْ كَشَفْتَ الْقَطَاءَ مَا اُرَدَدْتُ يَقِينًا اِنْ دَبِي لَدُنْوَ  
فَضْلُ عَظِيمٍ ۔

(بحوالہ جرح ۱۱ پارچہ سلسلہ)

اسی جرح میں گواہ مدعا علیہ کے الفاظ ذیل بھی ملاحظہ ہوں ”اس عبارت میں یہ فقرہ ہے ۔ واسمہ محو عمرا  
کیف اقتبس بالایات ۔ (ترجمہ منوہیں کس طرح آیات سے اقتباس کرتا ہوں)۔  
الجواب

اس کے خط کشیدہ الفاظ یا مخصوص ملاحظہ ہوں اس میں کہیں یہ نہیں کیے آیات اُن پر نازل ہوئیں بلکہ یہ تفسیر صحیح موجود  
ہے کہ ”واسمہ کو کیف اقتبس بالایات سنو میں کیسے (جسے تکلف) آیات قرآنہ کا اقتباس کرتا ہوں اور اسی علم الکتاب  
کے صراط پر خود ہی اقتباس کی یہ تہریت فرماتے ہیں کہ ”باید دانست کہ آیات قرآنہ و احادیث نبویہ و امندرج در عبارت آوردن  
و الفاظ و معانی انہا ترا بدریگر حروف مطالب ربط و اودن و با بار کلمات از ان نگاشتن و انتر اعلامت و اشارت بر  
تماش داشتن صفت اقتباس است و الاقتباس هو ان یتخذه من الکلام نظاما و نشر اشینا من القرآن و الحدیث  
و در کلام محققین و فضحائی آید کہ کو ائف علم فصاحت و بلاغت است فی داند و از اینجا کہ بنیاد معارف و مطالب محمدیان  
خالص بر کلام اللہ و احادیث است و نور معرفت کہ ایشان قبض از مشکوٰۃ نبوۃ بہمد ایت عہادی علم و رسول کریم اکثر جا با  
عبارت این متن و شرح ہمیں تم است کہ انہا بر مطالب بکلام اللہ و احادیث رسول و با ارتباط تمام ہاں مقام کردہ  
شدہ ہذا من فضل دبی علی ما اقتبس من کلامہ بلا تکلف و ہو ہذا فی الی ہذا السبیل و ذلک من آیات الباہرۃ  
و تائیداتہ النظارۃ و ان فی ذلک لایات لا دلی الذہنی و السلام علی من اتبعہ الہدای و چر جائے اقتباس از کلام و اقوال کہ او سبحانہ  
سادات محمدیہ را در تمام احوال شرف اقتباس و اتباع وادہ است و ہمان ذات پاک لولاء لہما خلقت الافلاک  
کہ مہموگا باعث ایجاد ہمہ موجودات است خصوصاً نیز عدلت ہستی و وجود ایشان ظاہر و باطناً افتارہ است و تفسیر صحیح  
این معنی برائے اُن کردہ تا کلام جاہل تا و اوقت از حقیقت تہریت و در آیت و حدیث نہ فہمد ۔ د جرح ۱۱ پارچہ سلسلہ  
اس میں صاف تفسیر صحیح ہے کہ کلام اللہ کے فقرہ اور آیات بطور اقتباس کے اپنے کلام میں لائے ہیں نیز صریحاً پیر و اکتب  
الایات فی کتابک و القہ الی الناس شہ تول منهم بالتجاہل العارف فانظر ما ذای و جموت ”یعنی اور  
آیات کو اپنی کتاب میں لکھو اور اسے لوگوں کو پہنچا۔“

پس یہ آیات ان پر مکر نہیں انہیں بلکہ اللہ نے الہا بایہ علم فرمایا کہ قرآن کی آیات کا اقتباس کر کے اپنی کتاب میں لکھو  
کہ لوگوں کو تبلیغ کرو۔

## الحجواب

اس سے مختار مدعا علیہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیات قرآنیہ مکرر الہاماً نازل گان دین پر نازل ہوئی ہیں اور اس میں وہی مخاطب ہو کر تے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بحث مفصل اللہ تعالیٰ وحی کے سلسلہ میں آگئی یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ آیات مندرجہ علم الکتاب الہاماً مکرر ان پر نازل ہوئیں۔ محض حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ علیہ پر افتراء ہے اور بہتان ہے جرح میں اس کے متعلق کافی مواد ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا اور بہت کچھ بحث ابتدائی میں پیش ہو چکا یہاں انہیں دو نو پیش کردہ کوٹیشنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیات قرآن کی اتڑی ہوئی ہیں قرآن ہی سے لے کر اقباس کے طور پر یہاں متعلق ہوئی ہیں۔

مکرر الہاماً نازل نہیں ہوئیں پہلے کوٹیشن کے ابتدائی الفاظ

”ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقة النحمدیۃ بہما نزل اللہ فی کتابہ من الآیات الخ“

”یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ ان مسلمانوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہیں ان آیات سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں“ ملاحظہ فرمائیں کس قدر صاف و صحیح عبارت ہے کہ جو قرآن پاک میں اتڑی ہیں ان کے ذریعہ سے دعوت طریقہ محمدیہ کی مسلمانوں کو دیجئے یہ کہیں نہیں کہ الہاماً مکرر آپ پر آیات مندرجہ قرآن اتڑتی ہیں بلکہ تصریح ہے کہ اپنے وعظ و دعوت میں وہ آیات استعمال کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اتاری ہیں کس قدر عظیم الشان افتراء و بہتان ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ میں یہ ابتدائی تمہید اور اس قدر واضح فیصلہ ہو اور پھر وہ اس سے عدالت کو مغالطہ دہی کی ناجائز سعی کرے۔ عدالت کے روبرو اس عظیم الشان کذب و بیانی کے بعد اس کی گواہی یقیناً ساقط الاقتدار ہوئی چاہیے۔

اور مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے اس کی دوسری باتوں کا بھی اعتبار نہیں ملاحظہ ہو چشمہ معرفت ص ۲۲۲۔

دوسرے حوالہ کے ابتدائی میں ہے ”و اکتب الآیات فی کتابک قرآن کی آیتیں اپنی کتاب میں لکھو، پھر خدا کے ارشاد کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ (اکذبہ ما بقی الخ) یہ سب امور تصریح ہیں اس امر کی کہ وہی قرآنی آیات ہیں جنہیں بطور اقباس کے موقع و محل پر خدا تعالیٰ کے حکم سے اپنے مضمون میں چسپاں کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے یہ خدمت رشد و ہدایت اختیار کی ہے نہ اپنی رائے سے قول مختار مدعا علیہ۔

”ہن آیات قرآنہ کے متعلق خواہر علیہ الرحمۃ نے امر فی قلبی، بالسمع والخاص کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے الخ“ کس قدر سفید جھوٹ ہے امر فی قلبی بالالہام الخاص کے آگے وہ الہام خاص بھی مذکور ہے مختار مدعا علیہ کے قیاس آرائی کی حاجت نہیں ملاحظہ ہو، امر فی قلبی بالسمع والخاص ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الایات الخ“ یعنی میرے قلب میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ الہام فرمایا کہ ان لوگوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ کی طرف ان آیات کے ذریعہ سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔ وہ تو وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے صرف یہ حکم الہام خاص سے فرمایا کہ قرآن میں جو میں نے آیتیں نازل کی ہیں ان کی ہدایات میں دعوت و تبلیغ کیجئے اور مختار مدعا علیہ یہ اٹھل مار رہا ہے کہ ”اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے“

اب یا تو یہ دانتہ ملاحظہ دیا یا ہو ہو گیا۔ یا مختار مدعا علیہ کو اس عبارت کا ترجمہ معلوم نہ تھا عرض حضرت خواجہ میرور علیہ الرحمۃ کا دامن تقدس اس افتراء سے پاک ہے مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور مبالغہ کے بیٹے نقل کیا ہے۔

”ولقد تلقی اللہ علی قلبی ہن آیات دیناۃ مد فی لست بحافظ القرآن الخ“

### الجواب

یہ بھی مبالغہ ہے وہ محض یہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ نے قرآن کی آیتیں یاد کرادیں حالانکہ میں حافظ قرآن نہیں پس میں ان کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گیا جس کے حکم کے مطابق معروف ہو گیا اور اب بلا تامل آیات قرآنہ اپنے مضمون میں استعمال کرتا ہوں زیادہ توضیح کے لیے علم الکتاب منہ ۶۳، ۶۵ و ۶۷ جرح گواہ مدعا علیہ ۷/ ماہرح ۳۳ پر ملاحظہ ہو عرض یہ کہ یہ حوالہ بھی محض بے سود اور کھلا ہوا مبالغہ ہے۔ مفصل بحث دمی والہام کے سلسلہ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱)

هو الذی اسئل رسولہ بالمدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلہ (ترجمہ مرزا از

حقیقت الوحی مک)

مختار مدعا علیہ نے حسب عادت اپنے الفاظ میں میرا مدعا نقل کر کے مطلب خط کر نیکی ناجائز سعی کی ہے۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ یہ مذکور بالا آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے نہ کسی اور نبی اور نبی کے مدعی کے واسطے اس کا ہونا ممکن ہے۔

میں نے اپنے دعوئی کے دو حصہ قرار دیئے تھے۔  
 (الف) اس کا مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور نبی و ولی۔  
 (ب) اس کا مفہوم یہ بتانا ہے کہ اس کا مصداق اور کوئی کسی طرح نہیں ہو سکتا

## دلیل

(الف) بحث میں مفصل قرآن و احادیث و اقوال بزرگان سے یہ تمام چیزیں مدلل کی گئی تھیں چوتھم یہ ہے کہ ان کا اعادہ منقولہ نہیں لہذا صرف ایک آیت کے نقل پر انکشاف کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں جہاں یہ آیت مذکور ہے اسی جگہ تصریح موجود ہے کہ اس کا مصداق صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ہوالذوالاٰدلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الدین علیہ دکنی باللہ شہیدا میں ایک رسول کے بیچنے اور اس کے دین کا تمام ادیان سابقہ پر فوقیت اور سب کا ناسخ ہونے کا ذکر فرمایا۔ ممکن تھا کوئی ناواقف اس سے کوئی اور نبی و رسول یا ولی مراد لے لیتا لہذا باری تعالیٰ نے اس کے متصل ہی اس کا مصداق نامزد فرمادیا کہ ”محمد رسول اللہ“ یعنی وہ رسول جن کی اور جن کے دین پاک کی اوپر درج کی گئی ہے وہ محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس آیت کا مصداق کسی طور پر کسی تاویل سے کسی اور کو قرار دینا علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شرکت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحت تو ہیں ہے اس نص قرآنی کا ہی انکار ہے جس میں نام پاک لے کر اس مصداق کی تعیین ہے۔ لہذا اس میں نہ صرف ایک بلکہ مستقل دو کفر ہیں۔

(ب) اس امر کا کہ اس کا مصداق کوئی اور ہونا ناممکن ہے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس آیت کا غلاف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت یعنی شریعت اور مستقل دین کے ساتھ بھیجا جو تمام دینوں کا نسخ کر نیکو الہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کے امتیوں کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت اور دین جو سابق کا ناسخ ہو نہیں سکتا پس اگر اس کا مصداق کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طور پر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ صاحب شریعت ہو جائے اور اس کا دین ادیان سابقہ کا جس میں اسلام بھی شامل ہے ناسخ قرار دیا جائے جو بالاتفاق کفر ہے۔ بہر حال اس آیت کا مصداق کسی اور کو ماننا نہ صرف ایک کفر بلکہ متعدد کفروں کو مستلزم ہے۔ مختار مدعا علیہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

”یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلام کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت“

مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ“

گویا مختار مدعا علیہ نے ہیرے مدعا کے اصول کو تسلیم کر لیا کہ اسی آیت میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین لے کر سوائے نبی آخر الزمان سید الانس و الجن صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نہیں بھیجا گیا۔

نکسی نبی کو یہ فخر حاصل ہے نہ کسی ولی و فرشتہ کو نیز اس کے مصداق کو قرآن پاک نے محمد رسول اللہ کہہ کے متعین فرما دیا۔  
 پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ ابہام نازل ہوئی الخ“ کھلا ہوا کفر کا اقرار ہے  
 جو کسی تاویل سے ٹل نہیں سکتا کیونکہ یہ وہ آیت ہے کہ مرزا صاحب کبھی کسی اور اولوالعزم نبی پر بھی نازل نہ ہوئی بلکہ کسی اور نبی  
 میں بھی اس کا نزول ماننا کفر ہے۔ (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکبکہ)

بدی اور دین حق کی مختار مدعا علیہ نے کچھ غوثا و ملیں تعصیت کیں اور کچھ مرزا صاحب سے نقل کیں مگر ایسی آیت جس  
 کا مصداق قرآن پاک نے خود متعین فرما دیا ہے کسی اور کو قرار دینا خواہ کسی تاویل سے ہو نص قطعی کا کھلا ہوا انکار اور قرآن  
 پاک کلام الہی کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے نہ صرف کفر بلکہ کفر علی کفر ہے اور اگر اس قسم کی تاویلات سے انسان غلامی حاصل کر سکتا  
 ہے تو پھر عباد اللہ کوئی قرآن پاک کی تمام آیات متعلقہ توحید و صفات باری تعالیٰ و متعلقہ رسالت و خصوصیات محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم اپنے اوپر اسی تاویل سے چسپاں کر سکتا ہے اور کسی قسم کا کفر نہ ہونا چاہیے۔ یوں توحید اور رسالت کا مسئلہ ہی دنیا  
 سے ناپید ہو جائے گا ہر شخص اپنے لیے ندرائی صفات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انقباض استعمال کرتا رہے گا حالانکہ  
 کوئی بھی مسلمان اس کے کفر و بناوت ہونے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے اربعین ۱۳۵۷ اور سراج منیر ۱۳۵۳ سے مرزا صاحب کی کچھ تاویلات نقل کی ہیں کہ ”خدا وہ ہے  
 جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے“،  
 میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن نے اس آیت کا مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو نص قطعی سے  
 ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے کہ۔

”آیت قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہے،، جو اس سابق اب نوکسی جو اب کی حاجت ہی نہیں کہہ سکے مرزا  
 صاحب نے اسی قرآنی آیت کو اپنے حق میں مان لیا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گو الہامی پیرایہ میں یہی اور قرآن پاک  
 کی نص قطعی ہے کہ یہ آیت ہر طرح سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لاجواب  
 رہا اور الہامی پیرایہ کی آکر ہرگز سود مند نہیں ہو سکتی۔

رسول کی تاویل یا مورد فرستادہ مبعوث سے کرنا اور دین سے اس کا غلبہ دلائل سے مراد لینا کہ تمام ملتیں دلائل بینہ  
 کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی وغیرہ وغیرہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد وقعت نہیں رکھتا۔  
 نیز اس اعتراض تو صرف اس قدر ہے کہ یہ آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جو نص قرآنی  
 سے ثابت ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے حق میں یہی آیت قرآنی فرما رہے ہیں۔

پس کوئی بھی تاویل کی جائے جب تک اس آیت کی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ہے کسی اور  
 کو مصداق ماننا ایسا اٹل کفر ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اور خصوصیت کا انکار بالخصوص اس آیت کی خصوصیت مستقل ایک کفر

ہے۔ کیونکہ یہاں خصوصیت نامزد کر کے نص قطعی سے ثابت ہے کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول سے نہیں جس کے انکار کی گنجائش ہو۔

## مرزا اور محتار مدعا علیہ کے دو عظیم الشان بہتان

(۱) مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ”اس آیت میں) وہی پیش گوئی ہے جو ابتدا سے اکثر علماء کرتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے قی میں ہے“ الخ

محض اقراء اور جھوٹا بہتان ہے۔ کسی عالم ربانی نے یہ آیت یا اس کی پیش گوئی علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسیح موعود کے قی میں نہیں بنائی۔

(۲) محتار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ”اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کے حقیقی مصداق اور اظہار دین علی المتألفین مسیح موعود اور ہمدی مسعود کے وقت میں ہو گا۔

یہ بھی محض جھوٹ اور افتراء ہے کسی ایک اسلامی تفسیر میں یہ نہیں کہ اس آیت کا حقیقی مصداق مسیح موعود یا ہمدی ہوں گے بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی مصداق بنص قرآن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عدالت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا، حالانکہ ۱۔ چشمہ معرفت ایک حوالہ منسوب امامت مہدقل کیا ہے کہ در حال اللہ تعالیٰ ہوا الذی ارسل رسولہ بالہدای و دین الحق لم یظہرہ علی الدین مکہ ظاہر است کہ ابتدا سے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و اتمام آل از دست حضرت ہمدی خواہد گردید،

اس میں کہیں اشارہ تک نہیں کہ اس آیت کے حقیقی مصداق ہمدی ہوں گے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ علیہ دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا اور یہ ختم نہیں ہوا بلکہ مذہب اسلام برابر ترقی کرتا رہے گا اور چار دانگ عالم میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی حتیٰ کہ جب تک دنیا ختم ہوگی اور اس امت کے آخری مبلغ امام ہمدی ظاہر ہوں گے۔ تو چونکہ دنیا ختم ہے دین بھی ختم ہوگا اور عیاں کہ حدیث میں ہے جب تک روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی شہرہ کرنے والا ہے قیامت نہ آئے گی جب تمام اہل غیر دینی اسلام ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں صرف اشرار اس باقی رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب السنن و اشرط الاسامہ۔

## (مخلافہ جواب)

اس آیت کے حقیقی مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی ہیں کسی نے بھی کسی اور کو اس آیت



کا مصداق قرار نہیں دیا بلکہ کسی غیر کو اس کا مصداق بنانا کفر اور نص قطعی کا انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مدارج میں شرک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ مرزا صاحب صرف اپنے قیام میں اس آیت قرآنی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیسری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور توہین اس آیت کا مصداق ہے جو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ لا یجوز ان یخبروا عنی شیء الا ان یشاء اللہ تعالیٰ و قد مر فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ اس کا مصداق بنائے اور مرزا صرف تمنا آپ کو۔۔۔ مختار مدعا علیہ دوسرے کے ہم مذہب مرزا صاحب کو اس کا حقیقی مصداق بتاتے ہیں۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کی امت کے کفر میں کسی شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ میرے اصلی پوائنٹ کو نظر انداز کر کے مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں صرف غیر متعلق امور پر اکتفاء کیا۔ پس میرا یہ اعتراض بالکل لا جواب رہا جو مرزا صاحب کے کفر کے واسطے کافی و واقعی ہے۔

(۲)

”اَنَا اعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ“

اس آیت کریمہ اور ان الفاظ کا مصداق جو بھی لیا جائے۔ بلا اختلاف اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کسی اور کو اس لقب سے تو راز ناجی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ اس آیت کی تفاسیر۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر)

(۱) عن انس انه صلى الله عليه وسلم قال اتدرون ما انكرت قلنا الله ورسوله اعلم قال فانه تنهروا عذني ربى هو حوض ترد عليه امتي يوم القيمة الحديث۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں کوثر کا پتہ ہے کہ کیا چیز ہے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا سرے رب نے تجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی۔

(۲) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اَنَا اعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ۔ فی الاحادیث الصحاح هو نهر فی الجنة علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی يوم القيمة انیة عدد الکواکب الخ

ترجمہ: تحقیق وہاں ہم نے تجھ کو کوثر۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہ ایک نہر جنت میں ہے جس میں غیر کثیر ہے جس پر

میری امت قیامت کے دن آئیگی جس کے برتن ستاروں کے شمار میں ہیں۔  
اس سے ثابت ہوا کہ حوض نہر خیر کثیر سب کا حاصل ایک ہی ہے۔  
کیونکہ اس حوض و نہر پر خیر کثیر فرماتے ہیں۔

## ائمہ مفسرین کا فیصلہ

(۱) تمام مفسرین نے کوثر کا مصداق وہی حوض کوثر اور نہر کوثر قرار دیا ہے اور جنہوں نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے وہ یا تو وہی خیر کثیر مراد لیتے ہیں جو حوض کوثر ہے یا دیگر خصوصیات نبویہ کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے کہ کمابین میں خیر کثیر کی تفسیر ہے کہ من النبوة والقرآن والشفاعة ونحوها أما اعطيه النبوة صلى الله عليه وسلم من الفضائل الدينية والاخر وية۔ کہ خیر کثیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوہ قرآن شفاغہ وغیرہ وہ فضائل نبویہ اور اخرویہ مراد ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے ہیں بہر حال اس آیت انا اعطیناکم الکونین سے خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور میں خواہ معنی حوض کوثر ہو مینا کہ متبادر اور احادیث اور تفسیر سے ثابت ہے۔ یا خیر کثیر کے معنی ہیں، ہو۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہی خصوصیات نبویہ میں قرار دیتے ہیں۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال الكونین خير الذي اعطاه الله۔ کہ کوثر سے وہی خیر کثیر مراد ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دہلا شریعت غیرے عطا فرمائی گئی تھی۔  
میں جب کہ مرزا صاحب نے اسی آیت انا اعطیناکم الکونین سے اپنے آپ کو مخاطب اور مصداق مان لیا خواہ وہ پھر از ناوہل ہو خصوصیت محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب امتیازی اور لقب خصوصی میں شرکت یقیناً ثابت ہو گئی ہو کھلا ہوا شرک نے ایسا کہ ہے اور جس کے بعد کسی طرح ایمان کلمہ کے جزو اخیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہو سکتا۔ اب مختار مدعا علیہ کی یہ تاویلات کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا بلکہ کثرت یا خیر کثیر مراد لی ہے الخبہ نے سود اور لغویں۔ اعتراض کسی معنی خاص پر نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ خصوصی خطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں کسی اور کی شرکت ایمانی کلمہ کے منافی ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ پس یہ دوسرا نمبر بھی لا جواب رہا۔

### قول مختار مدعا علیہ

”یہ الہام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی سلمان سمجھتے تھے الخ“ وہاں صرف آیات نقل کی ہیں کہ یہ اسلام کی حقانیت کے دلائل ہیں نہ اس وقت دعویٰ نبوت و رسالت تھا نہ اس کا مصداق اپنے کو قرار دیا تھا۔  
مسلمان اس معاملہ میں تھے کہ ان کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ رسالت محمدیہ کے دلائل ہیں مگر جب نبوت

سے مرزا صاحب نے پردہ اٹھایا اور اپنے کو محمد احمد رسول و نبی بنا کے ان کا مصداق قرار دیا تو نہ صرف علماء بلکہ تمام مسلمان و فرقہ اسلامیہ عرب و عجم کے ان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی جنہیں مختار مدعا علیہ نے یہاں تائید اُپیش کیا ہے تکفیر میں پیش پیش ہوئے۔ اور یہی وجوہات موجب تکفیر قرار دیں ملاحظہ ہوا شاعت السنۃ ج ۷ ص ۷۸۔ در مرزا غلام احمد صاحب کا دینی زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا دین تفصیلی علم نہیں رکھتا، مگر زیادہ تصنیف براہین سے جو بھروسہ ملتا دیکھ کر دینا آپ نے اختیار کر لیا ہے خصوصاً ۱۸۸۷ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں شہر کی ہیں علی الخصوص ۱۸۸۷ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ شہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختار میں فیملی ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔

(اشاعت السنۃ ج ۷ ص ۷۸)

(خلاصہ)

اعتراف صرف انا اعطینا لکھنؤ کے خطاب میں شرکت پر ہے۔ جب تک مرزا صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو شریک مانتے ہیں خواہ کوئی بھی سنی میں شرک بالرسالہ رہینگے اور کلمہ توحید پر ایمان نصیب نہیں ہو سکے گا۔

کیونکہ اوپر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اس کا خطاب اور مصداق ہر منظر سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور۔ مگر مرزا صاحب اس کا مصداق صرف تھا۔ اپنے آپ کو بتاتے ہیں ملاحظہ ہوا مجاز احمدی مٹ کوئی اس آیت کا مصداق ہے پس علاوہ شرک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے سے انکار ہے جو خلاف نص قرآن اور مرجع کفر ہے۔

(۳)

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

قول مختار مدعا علیہ دو مختار مدعہ نے اس الہام سے بھی عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا مسیح موعود نے اس آیت قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے مختار مدعہ نے دافع البلاء ملا کاوالہ دیا ہے اور مٹ پر جو اس کا ترجمہ درج ہے وہ دائرہ نظر انداز کیا ہے جس پر درحقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر پہنچے کھڑا کر دوں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی مرزا صاحب نے یہ معنی کہے ہیں۔ اس میں بھی حسبِ عادۃ پہلو بدلی کہ جواب دینا چاہا ہے یہاں بھی سنی اور مطالب میں بحث و اختلاف نہیں بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو ہے اور اگر عمومی بحث میں ہیڈنگ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات، کے تحت میں مفصل گزر چکا کہ یہ خصوصی خطاب آیتہ مذکورہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس میں کوئی نجی و ولی شریک نہیں قرآن پاک کا سیاق و سباق بھی اس تخصیص کو ثابت کرتا ہے۔ امامیہ و دیگر صحاح اس کی شہادت میں پیش کر چکا ہوں کہ اس آیتہ کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ مقام موعود صرف ایک ہی شخص کو ملے گا کوئی دوسرا حقدار و شریک و سہم نہیں۔ اور وہ صرف ذات گرامی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امامیہ و دیگر تفاسیر میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ باری تعالیٰ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر شفاعت کبریٰ فرمائیں گے جس سے تمام انبیاء سابقین انکار اور نفی فنی کہہ چکے ہوں گے اس وقت آپ اس تمام شفاعت پر کھڑے ہوں گے جسے مقام محمود کہتے ہیں اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے اور یہی مراد وعدہ عسیٰ ان یبعثک دینک مقاماً محموداً سے ہے مرزا صاحب نے اس خصوصی مقام محمود اور اس آیت کے خطاب میں اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے جو کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ اور توہین سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور منافق کلمہ کو حیدر خصوصاً اس جزو ثانی، محمد رسول اللہ کے ہے۔

مرزا صاحب نے بعینہ یہ آیت عسیٰ ان یبعثک دینک مقاماً محموداً اپنے اوپر چسپاں کیا ہے جو ان کے شرک فی الرسالۃ ہو نیکو کافی ہے، مختار مدعا علیہ اس کا ترجمہ خود مرزا صاحب کا اسی اجماعاً زامدی مثلاً سے یہ نقل کر رہا ہے ”کہ میں اپنے مقام پر تھے کھڑا کروں گا کہ دنیا میری شنا کرے گی یہ بعینہ ترجمہ اسی آیتہ کا ہے خواہ مقام محمود کا لفظ نقل کیجئے کہ کیسے کہ ایسے مقام پر کھڑا کروں گا کہ دنیا میری حمد و ثنا کرے گی“ ایک ہی بات ہے۔ مگر حال اس ترجمہ کو آیت کا فی نہیں۔ مرزا صاحب کی دنیا میں سوائے ان کے متعلق تمام دنیا نے تعریف نہ کی ہوں ہی تو دنیا میں کسی نجی حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے حمد و ثنا نہ کی مگر حال آخرتہ ہی کی حمد و ثنا مراد ہے اور وہی شفاعت کبریٰ کے وقت ہے جب کہ آپ اس مقام شفاعت پر قائم ہوں گے اور تمام دنیا اولین اور آخرین ہر دروازہ سے ایڑس ہو کر اس دروازہ پر آئیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے نفی نفی کے انا کہا انا کہا کہ ہاں میں اس کے واسطے ہوں اور یہی موعود مقام محمود ہے کہ عسیٰ ان یبعثک دینک مقاماً محموداً جس میں کوئی بڑا سے بڑا نجی ولی مقرب فرشتہ شریک نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کے سوا کسی نے یہ آیت کسی طرح اپنے یا کسی اور پر چسپاں کی تو یہ اسے چسپاں کرنا جائز رکھا ہو۔ بس یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب، اب اور جو کچھ بھی مختار مدعا علیہ نے اس کے تحت لکھا یا کہا سب پہلو سے غیر متعلق۔

(دو غیر متعلق وغیرہ مسلم حوالے اور ان کی حقیقت)

اس سلسلہ میں مختار مدعا خبیہ نے دو غیر مسلم حوالے نقل کئے ہیں۔

پہلا حوالہ شرح تفصیل الحکم کا۔

مختار مدعا علیہ دگواہان مدعیہ کے مسلم پیشوا شیخ عبدالرزاق قاشانی نے ہمدی موعود کے لیے بھی مقام محمود تجریک کا ہے چنانچہ شرع فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”فقد المقتام المحمود کہ ہمدی کے لیے مقام محمود ہے شرع فصوص الحکم مطبوعہ ۱۳۵۳ء“

بہا جبرٹ مختار مدعا علیہ کا یہ ملاحظہ فرمائی کہ عبدالرزاق قاشانی کو مختار مدعا علیہ دگواہان مدعیہ کا مسلم پیشوا بتایا ہے حالانکہ عدالت میں دیکھا کہ موعود ہے کسی ایک گواہ سے ان کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں ہوا خاص سید جبرٹ عدالت کو مخاطبہ دینے کے واسطے سنت کیا گیا مختار مدعا علیہ مسلم بنانا جو ویش اسول پر شخص لغو ہے اور مختار مدعا علیہ برابر اسے غیر مسلم بنانا گرا یہ بھی بہتان عظیم ہے۔

علامہ غیر مسلم اور اس شرح کے غیر معتبر ہونے کے یہ نوالہ غیر متعلق ہے کیونکہ صرف لفظ مقام محمود بمعنی قابل ستائش مرتبہ ماہہ الشرائع نہیں بلکہ آیتہ کریمہ عسیٰ ان یبعثنک دینک مقاماً محموداً کے خطاب اور اس کے اپنے یا کسی اور پر چسپال کرنے میں گفتگو ہے یہاں اس کا مذکورہ نمک نہیں یہاں صرف اس قدر ہے کہ ہمدی قابل تعریف خدمت انجام دینے پس ان کے لیے قابل تعریف، مرتبہ ہو گا یہ اور جزو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی خطاب عسیٰ ان یبعثنک دینک مقاماً محموداً ۱ میں اپنے آپ کو شریک کرتا اور اپنے اوپر اسے چسپال کرنا دوسری چیز ہے اور مرزا صاحب اس پچھلے جرم کے مرتکب ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتک ہے۔

(دوسرا نوالہ بدیہ مجعود یہ منہ کا ہے کہ)

”وهو المقام المحمود الذي لا يشركه فيه من الانبياء والمرسل الا اولياء امته“  
اور مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں مگر وہ اولیاء ہوا آپ کی امت سے ہوں الخ

### الجواب

(۱) اولیاء کتاب غیر مسلم ہے ناقابل اعتبار ہے۔

(۲) جرح کے وقت باوجود بار بار سوال کے نہ کتاب پیش کر سکے نہ مصنف کا نام و مسلک۔

(۳) اس میں یہ بتایا کہ کوئی نبی اور رسول مقام محمود میں شریک نہیں سوائے دنی کے اور مرزا صاحب مدعی نبوة و رسالت ہیں۔ پس یا وہ نبی و رسول نہیں یہ دعویٰ محض جبرٹ و اختر ہے یا مقام محمود میں شریک نہیں۔ اس شرک کا ادعا بہتان عظیم ہے جس سے بڑھ کر ہنس قرآن و نبی کوئی گز نہیں ہو سکتا۔ ومن اظلم ممن اختفى علی اللہ کذبا (قرآن حکیم) منتہی علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم و کافر نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس پر یہ مجدد دیر کی جہالت میں جو اولیاء امت کو مقام محمود میں وارث بتایا ہے اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولیاء اس مقام پر فائز یا اُس میں داخل ہو جائے ہیں بلکہ وہ بطور سیراُن پر منکشف ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کی کسی کو سیر کرائی جائے اور بتایا جائے کہ یہ شہنشاہ معظم کا مقام ہے۔ یہ وزیر اعظم کا یہ وائسرائے کا یہ خواص و مقربین شاہی کا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ دیکھنے اور سیر کرنے والا اُس مقام پر فائز ہو گیا بلکہ صرف اس کا مشاہدہ کیا۔  
(ایک اصولی ضابطہ)

یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں مگر نبوۃ اور ہر وہ شے جو مقامات نبوۃ سے متعلق ہو اُس کی وراثت صرف اُن کا ملکی مشاہدہ ہے نہ ان میں دخول اور اُس پر فائز ہونا بلکہ مقامات نبوت کو وہ ایسے دیکھتے ہیں جیسے کوئی سمندر کے پانی میں ستاروں کا نظارہ کرے بلا واسطہ اصلی نظارہ بھی محال ہے باریزہ بطنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سوئی کے سر سے کسے برابر مقام نبوۃ کو دیکھا تھا کہ جلنے کے قریب ہو گئے۔  
اس ضابطہ کا حوالہ فریقین کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرانی و محی الدین ابن عربی رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو جو جرح گواہ مدعا علیہ بلا مارچ ۱۳۸۵ء

(۱) لا ذوق لنا فی مقام الانبیاء حتی نتکلم علیہ وانما نورا کما تروی النجوم فی السماء  
کما سیاق بقسطہ فی مبحث الولایۃ۔ (برواقیت ص ۱۹)  
یعنی ہم نبیوں کے مقامات سے کوئی ذوق نہیں کہ اُن پر بحث بھی کر سکیں ہم تو انہیں صرف اسطورہ پر دیکھ سکتے ہیں جس طرح تم لوگ پانی میں ستاروں کا نظارہ کرتے ہو۔

”والہ (۲) د قال فی شرحہ لمترجمان الاشواق اعلم ان مقام النبی ممنوع لنا دخولہ و غایۃ معرفتہ من طریق الارث النظر الیہ کما ینظر من هو فی اسفل الجنۃ الی من هو فی اعلیٰ علیین او کما ینظر اهل الارض الی الکواکب الستماء وقد بلغنا عن الشیخ ابی یزید انه فتح له من مقام النبوة قدر جزعرا برة تعجلیا لا دخولا تکاد ان یحرق (برواقیت مبحث ۴۲ ص ۲۲)“

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سید الصوفیاء و رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی شرح ترجمان الامتراق میں الزام فرماتے ہیں کہ جان لو کہ مقامات انبیاء میں ہمارا داخلہ بند ہے ہماری انتہائی پرواز و معرفت وراثت کے طور پر صرف اس قدر ہے کہ انہیں اسطورہ پر دیکھ سکیں جیسے کہ سب سے نیچے درجہ کا مہنتی اعلیٰ علیین کو یا باشندگان زمین آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ہمیں خبر ملی کہ باریزہ بطنانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی کے طور پر سوئی کے سر سے کے برابر نبوۃ کے مقامات سے انکشاف ہوا تھا باوجودیکہ دخول نہ تھا پھر بھی جلنے کے قریب ہو گئے تھے (برواقیت و الجواہر بحث ۸ ص ۸)

اس سے مندرجہ ذیل امور مسلمہ ثابت ہوئے۔

- (۱) کوئی ولی باوجود رفعت شان کے مقامات انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔
- (۲) وراثت صرف یہ ممکن ہے کہ اتنے فاصلہ سے نظارہ کرے جیسے نیچے کا جتنی اعلیٰ علیین کا یا زمین کا باشندہ آسمانی ستاروں کا
- (۳) دخول تو درکنار یہ نظارہ بھی انتہائی پرواز ہے جس کی تاب بایزید بسطامی رحمہم بھی باوجود اس بعلاّت شان کے نہ لاسکے حالانکہ نظارہ صرف سوئی کے سرے کے برابر تھا۔

(نتیجہ)

مقام محمود بھی مقامات انبیاء بلکہ فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مقامات سے ہے۔ پس اگر کوئی ولی اس سے وراثتاً حصہ پاسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی انتہائی پرواز یہ ہوگی کہ اس کا ولی نظارہ کرے جس طرح زمین ولے آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں اس میں دخول اور اس پر نازل ہونا محال قطعی ہے اور مرزا صاحب نے اپنے پیرائے عقلی ان یبعثک دین مقام محمود واپس کیا کر کے مرجع کفر اور شرک نے الرسالة کیا ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ حوالہ باوجود غیر مسلم ہونے کے صرف اصطلاح موفیاء سے ناواقفی پر مبنی تھا۔ اور یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح بالکل لا جواب ہے۔

(۴)

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

مختار مدعا علیہ نے یہاں بھی دانتہ اعتراضات پہلے کر ذکر کے غیر متعلق جواب دیا اور اپنے اس طرز سے اس کے لا جواب ہونے کو بھی تسلیم کر لیا۔

بحث نہ فقط رحمة للعالمین میں ہے نہ رحمة اللہ، رحمتہ عالم میں بلکہ اس آیت کریمہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کے خطاب اور مصداق میں ہے۔ کہ یہ بعینہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہم نے اہل بحث میں قرآن پاک کے سیاق و سباق نیز دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خطاب اور اخص ترین مقام میں اس میں کوئی نجی و ولی و رسول و قطب آپ کا شریک و شہیم نہیں نہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس آیت کریمہ کو مولائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نجی یا ولی یا اپنے پر چسپاں کیا جو بھی اس خصوصی خطاب میں اپنے آپ یا کسی کو شریک مانے یا اس پر اس آیت کو چسپاں کرے وہ شرک نے الرسالة ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت کر نہ الا اور ان کے ناموس پاک پر حملہ کر نہ الا ہے کہ ایمان کی طرح محمد رسول اللہ پر نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب نے حقیقتہ الوحی وغیرہ پر وما ارسلناک الا رحمة للعالمین کا خطاب آپ نے کو بتلکے

یہ آیت کریمہ اپنے اوپر سپایاں کی ہے۔ لہذا ان کا ایمان کبھی مکمل نہ ہو سکتا جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ پہلے حصر پر بھی ان کا ایمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تفسیر مرزا صاحب کو بھی ملے ہوئے ہے لکھتے ہیں کہ ”پھر دوسری جگہ لکھا ”وما ادرنا انك الادحة للعلمین“ یعنی ہم نے کسی خاص قوم کے لیے رحمت نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا کے ساتھ ہے نہ کسی خاص قوم سے مضمون طہقہ پر مکتوفت ملا) غمنا و مدعا علیہ نے بھی اسے اولاً نقل کیا ہے اور گو یا تخصیص مان لی ہے مگر تاویل یہ کرتا ہے کہ۔

”مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور ہمدی مسعود ہونے کا ہے اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رحمتہ العالمین ہوگا۔“

اس کے ثبوت میں بجائے کسی مسلم حوالے کے دوسرے غیر مسلم حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلا حوالہ اشاعت لاشرائط الساعة کا فالہمدی رحمتہ اللہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ادرنا انك الادحة للعلمین و اللمہدی یعقوا شاة ولا یخنی فلا یذبان کیون رحمتہ یعنی ہمدی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ہمدی آنحضرت کے نقش قدم پر چلے گا۔“

### الجواب

(۱) اولاً یہ سید محمد شریف کوئی مسلم عالم نہیں نہ ان کی کتاب مسلمات فریقین سے ہے۔ (۲) یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث نہ کسی امام کا قول نہ کسی بزرگ کا ارشاد نہ کسی فقیہ یا متکلم و محدث و مفسر کا ارشاد اور ان کی رائے ہم پر یا کسی مسلمان پر حجت نہیں۔ (۳) یہ مایہ النزار سے غیر متعلق ہے ہمدی کا اللہ کی رحمت ہونے کا اس میں ذکر ہے اللہ کی رحمت ہونا اور شے ہے اور وما ادرنا انك الادحة للعلمین کا مخاطب ہونا اور اس آیت پر کچیاں کرنا اور چیز ہے اللہ کے تمام نیک بندے انبیاء اولیاء صلحاء سب دنیا پر اللہ کی رحمت ہیں۔ جیسے چھوٹے مدعیان نبوت اور بزرگوار و دشمنان خدا دنیا کے لیے اللہ کی رحمت اور عذاب ہیں۔

گو وما ادرنا انك الادحة للعلمین کے یہ منہ ہی کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کی رحمت کے لیے یعنی آپ صرف رحمت ہی ہیں اور سر تا پا رحمت مخلقات انبیاء و صلح سابقین کے کہ وہ تمہیں اور اصحاب کے لیے رحمت تھے نہ مخالفین و اعداء کے واسطے کیونکہ ان کا تختہ الٹا جاتا تھا زمین میں دھنسائے جاتے تھے موتیں مسیح کر کے غنیمت بن کر بنائے جاتے تھے پتھر برسائے جاتے تھے طوفان سے انہیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کیا جاتا تھا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طوفان اتنا زبردست کہ دنیا میں قدم رکھا اور یہ تمام عذاب اور عالم گیر عقوبتیں آپ کی رحمت کے



کر شریک بند کر دی گئیں۔ دنیوی عذاب سے آپ کے اصحاب بھی مامون رہے اور اعداء البرجیل والہالبیب وغیرہ بھی اور نبیوں میں رحمۃ کی بھی نشان تھی۔ اور عقوبت و عذاب کی بھی۔ مگر یہاں دنیوی لحاظ سے صرف رحمۃ ہی رحمۃ ہے اسی لیے اور کسی بھی کو یہ خطاب عطا نہ ہوا۔ بلکہ صرف مدنی تا بعد رسید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین پس یہ وہ مخصوص نقیب ہے جس کی تخصیص کسی دلیل کی محتاج نہیں مسلمان کا پیچہ پیچہ واقف ہے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا شرکت غیر کے امتیازی نقیب ہے جس نقیب کو نہ آدم ماحل کر سکے نہ نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نہ اولیاء اللہ بطور وراثت یا سکین اُسے مرزا غلام احمد اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں یہ ضروری کیا تھا جتنے باغیان دیکھا کئے آشیان نشان ابراہیم یسے زباں دیکھا کئے

یا لیتخی مت قبل هذا و کنت نسباً منسباً

دوسرا سوال فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۲۱۔

دو لفظ رحمۃ للعالمین مفقہ ناصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء، و دیگر علماء و راہبیں بھی موجب رحمۃ عالم کہتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا ایک دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتا دیں بولا جائے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲۱)

### الجواب

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض گواہوں کے سلسلہ اکابر میں ہونا اور بات ہے اور ان کی طرف منسوب شدہ ہر کتاب کے ہر جزو کا مسلم ہونا اور بات۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ نہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ ان کے زمانہ میں جمع کی گئی نہ انہوں نے نظر ثانی کی۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاویٰ ہیں جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بھی ان میں فتاویٰ ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۴) ان کو جمع کر کے ادلایک غیر مفقہ عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کر دیا ہے اور غیر تقلیدی کو حضرت سے خصوصاً عناد تھا۔

(۵) اُن پر کسی معتبر عالم نے نظر ثانی بھی نہیں کی نہ کوئی تصدیق و توثیق۔

(۶) ان میں اکثر فتاویٰ کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ غلط اُن کی طرف منسوب ہیں۔

(۷) اقسام الرشید وغیرہ میں اس کے کل فتاویٰ نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی لیا گیا ہے۔

(۸) مولانا تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں نیز ان کی احادیث کی اقتار بھی چھپ چکی ہیں ان کی کسی تحریر تصنیف یا تلامذہ واصحاب کے نقل میں یہ مسئلہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف نقلیں موجود ہیں۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے اس عبارت کے نقل کرتے ہیں دیدہ و دانستہ خیانت کی اور اس کے اوپر لفظ الجواب تصحیف کر دیا تاکہ اس کا قبل سے رابطہ نہ معلوم ہو سکے۔

(۱۰) یہ دراصل ایک مستثنیٰ کے استثناء کا جواب ہے جسے خیانت مختار مدعا علیہ نے نقل کیا حالانکہ تمام فتاویٰ مستثنیٰ کے سوال استثناء کے تابع اور اُمی روشنی میں لکھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ یہاں گفتگو رحمۃ اللعالمین لفظ رحمۃ عالم وغیرہ میں نہیں بلکہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء اولیاء علیہم السلام امت موجب رحمۃ عالم ہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور یہ خاص آیت صلا و عارسلناک الا رحمۃ للعالمین کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں اس کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لہذا یہ اس ایک سے غیر متعلق ہے۔

(۱۲) یہ فتوے بھی نظر غائر سے دیکھا جائے تو ہمارے دعویٰ کی تائید ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالم ہونے میں سب سے اعلیٰ اور تمام انبیاء و اولیاء کو آپ سے ادنیٰ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا خطاب اور خصوصی لقب ادنیٰ کو نہیں دیا جاسکتا و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کا خطاب سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) آیت میں تو خطاب خاص ہے ہی ”لفظ رحمۃ للعالمین“ بھی دراصل کسی کے لیے تجویز نہیں فرماتے ہیں بلکہ یوں فرما رہے ہیں ”کہ اگر دوسرے کے لیے بتا دیں تو بولاجائے تو جائز ہے“ بلا تاویل اصلی استعمال اس کا بھی جائز نہیں۔ تاویل کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے واسطے احتیاط کے سخت خلاف ہے۔

(۱۴) اس میں تصریح لفظ رحمۃ للعالمین ”دوسرے کے لیے اس لفظ“ بار بار اس مصنف کے لفظ کو دہرانا بھی بتا رہا ہے کہ اس کے اصلی معنی یا آیت کریمہ و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کو حضرت مولانا بھی مخصوص خطاب تسلیم فرما رہے ہیں ورنہ بار بار لفظ کا اجماع نہ فرماتے اور ہماری گفتگو صرف آیت و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے خطاب اور اس کے کسی پر یہ بلفظ چسپاں کرتے ہیں جس کی آدم علیہ السلام سے آج تک سوائے مرزا صاحب کے کسی مسلمان کے کلام میں ایک نظیر نہیں گویا اس پر ایک قسم کا اجماع منقہ ہو چکا ہے کہ یہ مخصوص خطاب و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آیت کسی پر چسپاں کرنا شرک فی اللہ سائنہائی کلمہ توحید موجب تنقیص شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد مرزا صاحب کے کفر میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہو سکتا مذکورہ بالا تقریر سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ اعتراف بھی بالکل لاجواب ہے اور یہ دونوں والے علاوہ اس قدر

شبہات اور قطعی نہ ہونیکے بالکل غیر متعلق ہیں اور مختار مدعا علیہ نے والدستہ اعتراضی پہلو بچا کر جواب دیا ہے جس میں دراصل اس کے لا جوابی کا بزبان عالی اقرار ہے فیلذہ الحمد۔

نوٹ: ایہ بھی واضح ہو چکا کہ کوئی بھی ترجمہ اور تائیل ہو اس آیت کا کسی غیر پر چسپاں کرنا ہی شرک ہے الرسالۃ اور موجب تنقیص شان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ خصوصی القاب و خطابات کسی غیر کے واسطے بلفظ استعمال کرنا کو کسی معنی میں ہوں جرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۵۱)

قل ان کنتم تحبون اللہ فأتبعونی یحببکم اللہ۔ ہو کام مشرکین کہ اس کی بدترین یہودی اور آریہ نے نہیں کہا اس پر چودھویں صدی کے مدعی نبوت نے کمر باندھ رکھی ہے اور صاحبانہ ہمارے اہل و موافق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب کو دیرینہ عداوت ہے آپ کا کوئی بھی خصوصی کمال نہیں پھیرتے۔

بھلا پر بے باکی سے جملہ نہ کریں کون دنیا میں وہ مسلمان ہے جو اس سے واقف نہیں کہ محبوبیت خداوندی حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے اور اسلام کا پچھرا واقعہ ہے کہ ”قل ان کنتم تحبون اللہ فأتبعونی یحببکم اللہ“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی خطاب ہے اس سے بھی اور کسی کو نہیں نواز گیا اس کو اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنا اور موجب تنقیص و شرک ہے الرسالۃ منافی کلمہ توحید ہے جس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ناممکن ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیت اور یہ خطاب ماقبل و مابعد سے تلاوت فرمادیں نص قطعی سے اس خطاب کی تخصیص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجود زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں، البتہ محض انہی اور پھر مقرر بلکہ مقرر گناہ بدتر از گنہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نزول قرآن کے زمانہ میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا مگر مزا کے الہامی زمانہ میں مخصوص نہ رہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب محبوبیت الہی ہونا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ہے۔

یہ آیت کرم قرآن مجید میں ہو یا الہام میں کسی اور پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتی، اور کیا کوئی الہام قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے مگر یہی بعینہ الہام میں اس کے خلاف مرزا صاحب کے لیے ہے۔ دراصل اس کا اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے الہام الہی الہام ہیں کیونکہ قریشین کے سلمہ بزرگ سید الطائفہ شیخ اکبر اور علامہ عبدالوہاب شمرانی رحمہما اللہ کبریت احمد فی علوم الایض الاکبر کے مولا پر اسے تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ الہام و کشف شریعت ظاہرہ و یافض کے مقابل کفر اور تلبیس شیطانی فرمایا ہے اور ایسے شخص کو اخیرین اعمال میں شمار کیا ہے۔

بہر حال یہ مخصوص خطاب اور یہ آیت کسی پر کسی طرح چسپاں ہونا جائز نہیں نہ حضرت آدم ؑ سے آج تک کسی

آسمانی کتاب کسی نبی کے قول کی صحابی و ولی امام بزرگ عالم ربانی کے اشارات میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کوئی ایک حوالہ اس آیت کے چسپال کرنے کا کہیں سے پیش کر سکا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ  
 ”مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے تجھ پریت کے درجہ تک پہنچے ہیں اس لیے آپ کی پیروی اچھی“

بالکل میری البطمان ہے کیا سیدنا ابوبکرؓ جنہیں افضل امتی من امتی ابوبکرؓ اور لوگنت متخذ اخلاذ خیر رقی  
 اخذت ابابکر خلیلہ کے گرفتار اور بے مثل نقیب سے نوازا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اور محبوب تھے سیدنا  
 اسامہؓ کا تو نقیب ہی حبیب البقی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ مگر کسی کو اس آیت کے خطاب  
 میں کسی مسلمان نے شامل نہ کیا نہ یہ آیت کہ میرا اس پر چسپال کی ۔ میرا درجہ اللہ علیہ کا یہ حوالہ کہ من اطلعك فقد اطعم الله  
 و رسول الله علم الکتاب طبیب جنس غیر متعلق یہاں نقل کر دیا یہ کوئی قرآن کی آیت نہیں نہ اس میں کیوں بھی کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی  
 شریک ہے نہ آیت قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحکم الله کا ذکر ہے نہ میں علوم مختار مدعا علیہ نے کیوں یہ حوالہ یہاں  
 نقل کر دیا کیونکہ بحث آیت قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحکم الله میں تھی اس کی نظر میں یا یہی آیت کسی دوسرے  
 پر چسپال ہوئی یا اس جیسی دوسری یا محض آیت ہی ہوئی نہ اس جیسی

یہاں تو صرف یہ ہے کہ تم صرف قرآن و حدیث کی لوگوں میں تبلیغ کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم لوگوں تک پہنچاؤ  
 جو تمہارا کہنا مانے گا وہ اللہ اور رسول کا پیرو ہو جائے گا یہ حوالہ محض بے ربط اور غیر متعلق ہے۔

گھٹک تو یہ ہے کہ یہ آیت یا اس کا مفہوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع محبوبیت خداوندی کا موجب ہے کسی پر  
 چسپال نہیں ہو سکتی اس کے خلاف تمام دینیوں ایک نظیر نہیں نہ مختار مدعا علیہ اس قدر جدوجہد کے ایک نظیر پیش کر سکے۔

دوسرا حوالہ اشاعت السنۃ مولوی محمد حسین بلوچی غیر مقلد کا ہے کہ ”اس آیت کے معنی میں وہ (مؤلف براہین) یہی  
 سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں ہے۔ اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر لازم کیا گیا ہے  
 اور حبیب انہی الفاظ میں (نہ قرآنی میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت قرار دیتے  
 ہیں پناچہ صفحہ ۵۷ کتبہ ان الفاظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو یعنی  
 اتباع رسول مقبول کرو۔۔۔ تا۔۔۔ خدا تم سے محبت کرے (اشاعت السنۃ ص ۲۱۱)

(۱) جواب

- (۱) مولوی محمد حسین غیر مقلد ہیں اور مدعیہ نیز اس کا گروہ متقدم و متخلفی لہذا مخالف کی رائے محبت نہیں بلکہ یہ تو فریقین کو غیر مسلم ہیں
- (۲) مولوی صاحب موصوف شروع میں مخالفین تھے بعد کو متنبہ ہوئے اور انہیں وجوہات سے مرزا صاحب کو کافر و مرتد قرار دیا کیونکہ براہین کے وقت مرزا صاحب کا کفر مستور تھا بعد میں ہویدا ہو گیا ملاحظہ ہوا اشاعت السنۃ ص ۲۱۱ ص ۷۲

(۳) اس جواب کا اصل بھی وہی ہے جو مختار مدعا علیہ کا جس کا منسل جواب عرض کر چکا ہوں پھر حسیب کہ اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں لان لیا تو تخصیص تو ثابت ہی ہو گئی اس کے بعد کسی طرح کسی پر چسپال کرنا اس تخصیص کو باطل اور شرک فے الرسالہ کرنا ہے بلکہ شان مجوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانا ہے جو مولیٰ مرزا صاحب اور مرزا ابیوں کے کسی کاشیوہ اور مجبوب مشغلہ نہیں۔

(۴) اس حوالہ میں بھی کسی آیت یا حدیث و تفسیر و فقہ کی صحابی امام بزرگ عالم کے قول سے اس کا ثبوت نہیں کہ یہ آیت کسی اور پر چسپال ہو سکتی ہے یا کی گئی ہے بلکہ حسیب تک وہ مرزا کے معتقد مرزائی تھے مرزا ابیوں کی طرح نادانیں کرتے تھے جب اللہ نے تو یہ در پرور کی توفیق دی تو جس قدر تردید و تکفیر کی ہے وہ دنیا پر واضح ہے مولیٰ صاحب مومن کے اس رسالہ اشاعت السنۃ کے الگے خاں ملا مظہر فرادیں۔ مرزا نایت کی جڑیں ہلا دی ہیں اور مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے محل و قریب اشکا کر دینے کی کوئی حقیقت نہیں پھر ملامتہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۶ بالملہ مخالفہ دین اسلام ہادیان سابقہ کے علاوہ حریف برن اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی مرثیت کا ایک جزو ہے زمانہ نایت براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا بن تقصیل علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جو مطلبوں دھوکا دینا آپ اختیار کر رہے تھے خصوصاً سنہ ۱۲۸۵ سے جب سے آپ نے الہامی بیانا کو لے ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیش گوئیاں شہر کی ہیں غلط انصوص سنہ ۱۲۸۵ سے جب سے آپ نے بیج موعود ہونے کا دعویٰ شہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان فتاری میں فیصل ہونے اور پھر عدالت میں ساہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا دائرۃ الشکیہ

قول مختار مدعا علیہ "اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا وہ بھی ہے جتنا پھر مرزا صاحب نشان آسمانی بدوہ میں اس الہام کو ذکر کر کے کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف مولوی لوگ فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر متواتر دروے رہا ہے یعنی مخالفین کو اس الہام میں جواب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق و صادق ہے اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی پیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔"

مولویوں کا وہ نہیں بلکہ ان کی تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ذخیرہ کوفات میں اس سے ایک عدد کا اضافہ ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اچھے الفاظ استعمال کرنا محض مرزا صاحب کا دھول اور فریب ہے ورنہ وہ اپنے نقیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خصوصیت میں ہمسرا و شریک کہہ سکتے ہیں اور برابر شریک و توہین میں مرگم رہتے ہیں ان کے تماشائی ایمان و اسلام کو ان کی اعتبار نہیں۔ دراصل جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا مرزا صاحب اور مرزا ابیوں کا ایمان نہ لالا الا اللہ پر ہے نہ محمد رسول اللہ پر نہ ایمان مجمل پر نہ مفصل پر۔ مرزا صاحب کی تقلید انسان

کو خدا اور رسول کا دشمن اور شیطان سپین کا دوست بنانی ہے جیسا کہ سفعل گذرا اور آگے آ رہا ہے۔

(خلاصہ)

مخصوص اعتراض پہلو کہ یہ آیت کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اور اس خطاب میں مشارکت شرک فی الرسالہ ہے مختار مدعا علیہ بالکل دالستہ نظر انداز کر گیا اور اس کی ایک تبصرہ سلم و غیر سلم نہ لاسکا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل لایجاب رہا۔

(۶)

دعا رد میت اذ دمیت ولكن الله دعی

یہاں بھی مختار مدعا علیہ دیکھ کر اس کا بھی وہی جواب ہے جو مابقی کا اعتراض پہلو سے گزیر کیا بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خصوصی خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی طرز ہے اختصار ہے اس کا کسی اور پر چسپاں کرنا موجب ہلک و تفتیق شان گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور شرک فی الرسالہ کی یہ بھی ایک قسم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خطاب کو آدم سے آج تک نبی صحابی ولی امام بزرگ نے اپنے یا کسی کے لیے استعمال کرنا یا اسے چسپاں کر کے جائز نہ سمجھا۔ مختار مدعا علیہ بھی اس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلم کتاب کی بھی پیش کر سکا بلکہ اس کی خصوصیت کا اعتراف مرزا صاحب کے الفاظ میں کر گیا کہ

درہما سے سید و سید رسول حضرت قائم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگ مرمر کی مٹھی کفار پر پلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے پھلائی مگر اس مٹھی نے فدائی طاقت دکھلائی اور مخالفت کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا، کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراپا کی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح جھانکا شروع کیا اس معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے دعا دمیت اذ دمیت الخ یعنی جیب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا یعنی درپردہ طاقت الہی کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا، لہذا یہ اعتراض بھی بالکل بے لوث جواب ہے کیونکہ ہمارا اعتراض جیسا کہ ابھی ذکر کیا صرف خطاب میں مشارکت

اور اس آیت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپاں کرنے کا تھا جس کا جواب بن پڑا اور مختار مدعا علیہ نے پہلو بچا کر استدلال ہی خط کر دیا کہ ”یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو اپنی طرف منسوب کر لیا بالکل غلط اور محض بہتان ہے، یقیناً بہتان ہے کیونکہ میں نے یہ اعتراض ہی نہیں کیا ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیات نبویہ سے ہے جیسا کہ اصل بحث میں دلائل بینہ سے واضح کر آیا ہوں اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر چسپاں کرنا کسی معنی سے درست نہیں بلکہ توہین نبوی ہے اور کسی مسلمان نے کسی تاویل سے حقیقۃً یا جازاً

اس کو کسی پر چسپائی کرنا روا نہیں سمجھا۔ مسلمانوں کے اعتراضات کے بعد مرزا صاحب کی یہ تشریح ”کہ اس سے اشارہ ان اشارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حال میں شامل ہو رہے ہیں“ البشری ج ۲ ص ۹

علاوہ چھٹکے انگیز ہو سکے اسل اعتراض یعنی آیت قرآنی کو جو خصوصیات محمدیہ سے بھی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپائی کیا اس کا جواب نہیں دی سکتا۔ جب تک کوئی نظیر اس کی عالم اسلامی سے پیش نہ کریں یا کوئی آیت حدیث کسی صحابی امام بزرگ عالم کا قول اس تاویل سے بوز استعمال کا پیش کریں۔

مزید برآں جس البشری سے اسے نقل کیا ہے اس میں بھی نقل کی خیانت موجود ہے کیونکہ وہاں آیت کا وہی ترجمہ موجود ہے جو قرآنی آیت کا اُسے درمیان سے دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا اصل یوں ہے کہ (۲۳) ۲/۱۱ ص ۹۵،  
 دما دہیت اذ دہیت ولكن الله دعی (ترجمہ) تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی تھی جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی (تشریح)  
 حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اس سے اشارہ ان اشتہارات۔ ”اب اس آیت کے اس ترجمہ کے بعد پھر کسی توجیہ سے کسی پر چسپائی کرنا قیامت اور کفر کو دوبالا کر دے گا۔ اس لیے مختار مدعا علیہ نے (البشری ج ۲ ص ۹) درمیان سے قطع و رید کی خیانت کا ارتکاب کیا۔ بہر حال یہ اعتراض بھی سابق اعتراضات کی طرح بالکل لا جواب ہے جواب کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ جو تاویل کی اس سے اصلی اعتراض اور مضبوط ہو گیا۔

(۷)

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى

تمام مسلمان اہم سابقہ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کو نہایت فخر و مباهات کے ساتھ پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ فخر کسی دلی اور متبع کو کجا و لول العزم انبیاء کرام صغی اللہ اور علیل اللہ کلیم اللہ و روح اللہ علیم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر نہ ہو کہ ان کی تمام گفتگو اللہ کی وحی ہو۔ حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ  
 گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از علقوم عبد اللہ بود۔

مرزا صاحب کو صبر نہ آیا اور اس عزت پر بھی حملہ کر ہی دیا اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمرنگ بیٹھا اور کلمہ شریف پر ایمان سے ہاتھ دھویا۔

مختار مدعا علیہ سے ان کتوبات کا جواب بن نہیں آتا اور دھڑلہ کی لائی غیر متعلق تاویلات سے وقت پورا کر کے کسی کتبے پر اعتراض تو یہ ہے کہ یہ آیت اخص ترین خصوصیات محمدیہ میں سے ہے اس کا استعمال اور اس کو کسی پر چسپائی کرنا سخت ترین توہین اور شرک ظالمہ سا ہے جس کے بعد کلمہ شریف کی جزو ثانی پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ سیدنا آدم سے آج تک کسی نے اسے اپنے یا کسی نبی دلی پر چسپائی نہیں کیا۔ اگر کیا ہو تو ایک مثال غیر مسلم کتاب ہی سے دکھا دیں مثال تو نبی نہ جواب بن پڑا یہ تاویل کر کے جان بچائی کہ ”مختار مدعا علیہ کا اس الہام پر وہی اعتراض ہے جو پہلے الہاموں پر کیا ہے اس

۱۔ اسی طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مرزا صاحب کے اس الہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں الخ  
(الجواب)

(۱) یہ کہنا کہ یہ وہی اعتراض ہے اور وہی ہمارا جواب ہے کس قدر نعوہے اصل اعتراض سے جواب نہ بنا دیوں گا لہذا ہم بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح پہلے اعتراضات لاجواب ہیں اسی طرح یہ بھی لاجواب ہے اور ان شاء اللہ العزیز توفیق ملے گا جواب ناممکن ہے۔

(۲) یہ عجیب مضحکہ خیز جواب ہے کہ «ما یمنطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی»۔ قرآن پاک میں جیب مذکور ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں اور خصوصیات محمدیہ سے قرار پائے مگر مرزا صاحب کی اربعین جلد ۲ صفحہ ۲ پر بعینہ یہ آیت مرزا صاحب کی خصوصیت ہی جائے۔

(۳) جواب تو جب ہو سکتا ہے کہ کسی آیت یا حدیث یا صحابی ولی غوث کے کلام سے اس کی تخصیص باطل کر دیں یا کسی اور کے واسطے جو از استعمال کی بغیر پیش کریں اور یہ ان شاء اللہ تاقیامت ناممکن ہے ان بے سود تاویلات سے کفر نہیں ملی سکتا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس سے گوارہ ہو سکتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

دیکھنا چاہئے آپ اس الہام کا ترجمہ پہلے ان دو الہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ پس تم قرآن کریم کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے اور اسی طرف سے نہیں لوں بلکہ جو کچھ تم سے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔  
(اربعین ص ۷۱)

صرف اس ترجمہ کو کرانے کے واسطے اس کے ساتھ دو الہام جو اس سے کچھ ربط نہ رکھتے تھے ساتھ ترجمہ میں نقل کر دیئے اور اس سے متصل بعد کا الہام جو مستقل ایک کفر تھا چھوڑ دیا۔ «ناقتلی فکان قاب قوسین او ادن» یا وجود اس تمام فہرست کے آیت ما یمنطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی کا وہی ترجمہ مرزا صاحب نے بھی کیا جو مسلمان کرتے ہیں کہ وہ بیانی طرف سے ہیں لہذا بلکہ جو کچھ تم کہتے ہو خدا کی وحی ہے، اس ترجمہ سے بچائے کسی کے جواب کے اعتراض اور مضبوط ہو گیا کیونکہ یہ خصوصی امتیاز اور یہ آیت کہ یہ اسی ترجمہ کے ساتھ جو خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے ادھر پر چسپاں کی اور اپنے کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمراہ اور آپ کے کمالات و فضائل خصوصیات محمدیہ سے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے ادھر پر چسپاں کی اور خصوصیت شریک و ہم ہمراہ دیا جس سے براہِ فکر کیا تو یقین ہو گیا اور اس عظیم الشان شرک نے الرسالہ کے بعد کلمہ شریعت پر ایمان کیونکر میسر ہو سکتا ہے



قول مختار مدعالیہ

»اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین لازم نہیں آتی بلکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے الخ۔ یہ شخص غلط ہے اتنی بڑی توہین کو فضیلت سمجھا صرف مختار مدعالیہ کی رائے ہے ورنہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ ہے وہ بلا تاویل اسے توہین ہی خیال کرتا ہے۔

پھر ایک غیر متعلق حوالہ علم الکتاب مثلاً سے نقل کیا ہے »الہام خاص آنحضرت کے اوسبجاء پر بندگان خاص درعالت قرب مع اللہ برقلوب ایشان بے دخل فکر و اندیشہ دے توسط ہواں دیگر یا لقاء زمانی سے انداز و درناء نفوس ایشان کلمات بے صدے خود میر آید ولیکن اولیاء را این حالت دائم سے شہود و بیچ گاہ خود در میان نمے باشند و آئینہ دلاور مرتبہ مانطق عن الہوی سے گزند و ہمہ کلمات چنین اسے خاص الہامات الہی است و فاش از مشاہدہ و گاہ با بعض اوقات بوسہ صحت ملائمہ با دوازہ صلوٰۃ ہم پیغام خود حق سبحانہ اولیاء تویش سے رساند درین آواز سرورش سے خواند و احساس این حدائے سرورش گاہ گوش ظاہری ہم کردہ سے شہود و اکثر ہم گوش بالحق سے شہود«

اس میں کہیں بھی اس آیت کریمہ کا خطاب و تعلق کسی اور سے نہیں بتلایا نہ اس آیت کریمہ کو اپنے یا کسی اور پر اس منکر ترجمہ سے چسپال کیا ہے اس میں تو صرف یہ الفاظ ہیں کہ »و بیچ گاہ خود در میان نمے باشند و آئینہ دلاور مرتبہ مانطق عن الہوی می گردند« ایسے جب کہ در میان سے خودی اٹھ جاتی ہے تو آئینہ کی طرح مرتبہ (مقام) مانطق عن الہوی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق اوپر شرح عربی کے الفاظ میں پیش کر چکا ہوں کہ کوئی ولی مقامات نبوۃ سے کسی مقام پر فائز اردو داخل نہیں ہو سکتا اس میں دخول کی ہمیشہ کے لیے ممانعت ہے وراثت کسی مرتبہ کے مشاہدہ کی انتہا یہ ہے کہ جیسے زمین پر سے آسمان کے ستاروں کو دیکھیں سا در میر در رحمہ اللہ کے لفظ »خود در میان نمے باشند« اور لفظ »آئینہ دار« میں اسی کی طرف اشارہ ہے بہر حال اس مرتبہ کا آئینہ دار مشاہدہ اور چیز ہے اور آیت، مانطق عن الہوی کا مصداق ہونا اور بات ہے اور بحث صرف آیت کے کسی پر چسپال ہونے میں بھی جس کی ایک نظر بھی کسی غیر مسلم کتاب سے بھی نہ پیش کر سکے لہذا یہ اعتراض بھی بدستور سابقہ جواب ہی رہا۔ اعتراضی پہلو کا تذکرہ تک نظر انداز کر دیا جواب کیا دے سکتے۔

(۸)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

یہاں بھی مختار مدعالیہ نے دی اصل استراظ سے پہلو تہی کی روشنی اختیار کی ہے اور ہمارا اعتراض بدستور لا جواب ہے اعتراض تو صرف یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور خصوصی نقیب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کی ذات نہ صرف دوستوں بلکہ دشمنوں کے واسطے بھی رحمت ہے اور آپ رحمتہ للعالمین کے ہوتے ہوئے باری تعالیٰ دشمنان نبوی و کفار مکہ پر بھی عذاب نہیں بھیجتا اور جب تک آپ الہامی رہیں عذاب سے مامون و محفوظ رہیں گے۔

اس آیت کریمہ کا مصلوق بعض قرآن اور سیاق و سباق نیز احادیث صحیحہ بلکہ اجماع امت کے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کسی آسمانی صحیفہ حدیث تفسیر نہ سنا سنا صحابی ولی عالم کے اقوال و اشارات ہیں اسے کسی اور پر چسپان نہیں کیا گیا نہ مختار مدعا علیہ باوجود اہتمام و جہد کے ایک غیر مسلم ضعیف سے ضعیف نقل پیش کر سکا۔ پس مرزا صاحب کا شرک فی الرسالہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہماری اور متقص سے تو بہین پورے طور پر واضح ہو گیا۔ جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان محال قطعی ہے۔ پس اس میں قادیان کا اضافہ یا یہ تاویل کہ قرآن میں آیت سے اہل مکہ اور اس اہام میں قادیان کے باشندے مُراد ہیں محض بے سود اور اصل اعتراض سے غیر متعلق ہے کیونکہ اعتراض کسی ترجمہ یا تاویل پر نہیں بلکہ اس آیت کے کسی پر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چسپان کرنے پر تھا جو دستور سابق باطل لا جواب ہے بلکہ جواب کا اشارہ تک نہیں۔

(۹۱)

## (سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ)

اور پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے میر کر یا حقیقۃ الوحی مٹا یہاں بھی وہی مناقبہ ہے ہر مسلمان واقف ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ کی غلت فافزہ صرف محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے آدم علیہ السلام سے آج تک کسی نبی ولی کو اس سے نوازا نہ گیا۔

اس آیت کو کسی طرح اپنے سے یا کسی پر چسپان کرنا بارگاہ رسالت کی سخت تردید تو بہین اور شرک فی الرسالہ ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان نہیں رہ سکتا مگر مختار مدعا علیہ اس سے پہلو بچا کر بجائے اس کے کہ اس کے چسپان اور استعمال کرنے یا عدم تخصیص کا کوئی ضعیف سے ضعیف حوالہ پیش کرتے یہ بے سود تاویل پیش کی کہ اس اعتراض کا بھی وہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں جس اسری کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محض ہے اور اس اہام میں جس اسری کا ذکر ہے وہ اور ہے۔

نوا اور ہے۔  
نوا جواب ہو یا نہ متعلق ہو یا غیر متعلق یہی الفاظ جواب کے واسطے پیش ہیں۔

عدالت خود تو جو قرائن کہ جو یہ آیت سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ یا قرار مختار مدعا علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہے تو یہ تفصیل کہ قرآن میں محض ہے اور حقیقۃ یا اہام میں نہیں محض لغو ہے یہ خصوصی القاب دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی جس رنگ میں ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں ان کا کسی پر کسی طرح چسپان کرنا درست نہیں نہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک الہام یا اعتراضاً سوائے مرزا صاحب کے کسی نے چسپان کئے ہیں تمام مذہبی ائمہ و مجتہدین ایک نظیر وجود نہیں۔ اس کی تشریح ابشری ج ۲۱ ص ۲۵۸ سے یہ پیش کرنا کہ

» (۵۳) سبحانه الذی اسرىٰ بعبدہ کبلاً - (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت میں سیر کر لیا یعنی ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے معرفت اور یقین تک لونی طور پر پہنچایا، محض بے سود اور لغو ہے۔

(۱) اولاً اس لیے کہ یہ مرزا صاحب کی تفسیر نہیں بلکہ بالہ منظور الہی کلرک حکمت تار کی تفسیر اور ترجمہ جو مرزا صاحب کے ترجمہ حقیقۃ الوحی سے کچھ مغاثر بھی ہے اور بالہ منظور الہی اور اُن کے ترجمہ کتاب کے غیر مسلم ہونے کو مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ اسمع و لدی کے تحت میں شد و مد سے کہہ آئے ہیں۔

(۲) جہاں مرزا صاحب کی تفسیر ہوتی ہے وہاں مؤلف لفظ تفسیر یا مرزا صاحب کا اسم گرامی اضافہ کرتا ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح ہے۔

(۳) یہ الہام حقیقۃ الوحی مثلاً سے منقول ہے وہاں یہ ترجمہ بھی نہیں نہ اس تفسیر کا پتہ ہے۔

(۴) کوئی بھی تاویل ہوا اعتراض بدستور لا جواب ہے کیونکہ اعتراض اس آیت کے چسپاں کرنے پر تھا اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔

دوسرا حوالہ برائین حصہ پنجم ص ۸۵ کا پیش کیا ہے۔

» ایک ہی رات، سے سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کردی اور صرف پچاہرہیں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا،

اس تاویل سے بھی اعتراض آیت کریمہ کے چسپاں کرنے اور اپنے لقب کو اس خطاب میں شریک و ہمیم کرنے کا بدستور باقی رہا۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو مضبوطی ہی ہو گیا۔ یہ راتوں رات انتہائی مدارج تک پرواز کرتا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

(۳) تمیز ایک جدید بالکل غیر مسلم حوالہ سوانح عمری امام ربانی مطبوعہ لاہور ص ۸ کا پیش کیا، جو کمالات اور دل کو سالبا سال سے پیش کرتے ہیں حضرت کو آنا فائز الیہ محبوبی و مرادی حاصل ہوئی۔

(الجواب)

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم سوانح غیر معروف شخص محمد حسین ابن حکیم قادر بخش صاحب کی تالیف ہے باب عقائد میں اس کا تذکرہ بھی بیکار ہے۔

(۲) یہ ایک خوش عقیدہ مرید کا اپنے پیر کے حق میں حسن ظن ہے کسی پر کیا حجت۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے معتبر سوانح حیات یا ان کی تالیفات میں اس کا پتہ تک نہیں۔

(۴) اس غیر مسلم جدید حوالے سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس آیت کی بحث ہے یعنی سبحانه الذی اسرىٰ

بعیدہ لیلیٰ الخ - اس کا یہاں تذکرہ اشارۃً وکانیہ بھی نہیں محض غیر متعلق چیز ہے۔  
یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ جو اوردوں نے بیوقوفی کو کشش سے حاصل کیے وہ اللہ نے آپ پر تھوڑے وقت پر  
متکشف کر دیئے۔ یہاں آیت کریمہ یا اس کے کسی شخص پر چسپال کرنے کا تذکرہ تک نہیں اتنی غیر متعلق باتوں کا وجود اصلی  
اعتراض کو ہاتھ تک نہ لگایا اور وہ بدستور لاجواب رہا۔

(۱۰)

## لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ مرزا اگر میں تجھے (یعنی مرزا صاحب) پیدائ نہ کرتا تو آسمان کو پیدائ نہ کرتا حقیقۃً الوحی ص ۱۱

اگرچہ باقتدار سند اس کے حدیث ہونے میں محدثین کو تامل ہے مگر اس پر تمام محدثین متکلمین مفسرین اور ائمہ و بزرگان  
دین ملت و ملت کا اتفاق ہے کہ سبب ایجاد عالم اور باعث تخلیق افلاک بلکہ تمام زمین و زمان انس و جان عرش و کرسی لوح  
و قلم و تمام کائنات عالم صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ کوئی اور مخلوق ساری مخلوق تمام کائنات  
عالم آپ کے صدقہ و طیبیل پر وہ عدم سے منقطع شہود پر جلوہ گر ہوئی یہ فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک سند ابوبھی  
ہو یہاں اس کی سند زیر بحث نہیں صرف یہ گفتگو ہے کہ یہ خصوصی لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ اس شخص  
میں اس قدر مشہور ہے کہ صاحب لولاک سید لولاک بمنزل آپ کے ائم گرامی کے مستعمل ہے۔ مولانا گرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
بگیرم وان آن سید لولاک و محشر کہ خضر بر نہ تا بناب حسن بے حجابش وا!

گرامی در قیامت آن نکلا مغررت خواہ کہ در آغوش گیر و جہاٹے بے حسابش وا!

خواہ سند کے لحاظ سے اسے حدیث نہ کہیں یا صحاح میں اس کا تذکرہ نہ ہو مگر یہ لقب کسی اور پر چسپاں کرنا جب کہ  
یہ باتفاق مسلمین خصوصیات نبویہ ہے اور سبیر کی کتب میں مذکور ہے یقیناً شرک فی الرسالہ اور منقص بارگاہ رسالت  
صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد کہ تو حید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی فقرہ لولاک لما خلقت الافلاک کی  
تخصیص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اصلی صدق ہونے کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے۔  
در اصل صدق لولاک لما خلقت الافلاک کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود ہی ہے کیونکہ آپ نوع انسانی  
کے جو کہ اشرف انواع مخلوقات ہے اکمل و اعلیٰ فزویں جس پر کمال انسانی کا خاتمہ ہے، مگر پھر بھی مرزا صاحب کی ہسری  
و مشارکت کے واسطے تین مندرجہ ذیل تاویلیں کی ہیں۔

(۱) اس میں نئے آسمان زمین جو نئے مصلح کے وقت پیدا ہوئے ہیں مراد ہیں جیسے حقیقۃً الوحی ص ۱۱ کے حاشیہ سے  
نمات ہے یعنی مرزا صاحب روحانی آسمان سے علت غائی ہیں (مخلصاً)

(۲) اُمّی صدق لولاك لما خلقت الافلاك آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر علی طور پر مرزا صاحب بھی صدق لولاك لما خلقت الافلاك ہیں۔

(۳) حدیث نسائی قتل المؤمن اعظم عند اللہ من زوال دنیا اور این ماجہ لزوال الدنیا اھون عند اللہ من قتل مومن بغير حق

کے حاشیہ سندی میں یہ درج ہے کہ المراد بالمومن الکامل الذی یکون عارفاً باللہ تعالیٰ وصفاته فانہ المقصود من خلق العالم لکونہ مظهرًا لایات اللہ واسرارہ ماسواء فی ہذا العالم الحسی من السموات والارض مقصود لاجلہ و مخلوق لیکون مسکنالہ و محلًا لتفکرہ مضار زوالہ اعظم من زوال التاب (ابن ماہر صیغہ حاشیہ مصری) کہ حدیث میں مومن سے کمال مومن مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا عارف ہو کیونکہ پیدا نش عالم سے وہ ہی مقصود ہے اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین و آسمان میں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا اور اس لیے وہ پیدا کئے گئے کہ تا وہ کمال مومن کہا جائے سکونت اور محل تفکر ہوں لہذا کمال مومن کا زوال اعظم ہے تابع کے زوال سے۔

(الجواب)

(۱) پہلا دوسرا نمبر ایس میں متعارض ہیں کیونکہ پہلے میں روحانی آسمان مراد ہے اور دوسرے میں یہی محسوس آسمان صرف ظہری و بروزی کا فرق ہے۔

(۲) نیز پُرانے آسمان مراد ہوں یا نئے خدا کے پیدا کیے ہوئے یا بقول مرزا صاحب اپنے کشتی بنائے ہوئے تمام کائنات عالم کے علّہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا وجود یا مجموعہ ہی ہے نئے پُرانے جہانی روحانی کی تفصیل نہیں یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے صدق لولاك لما خلقت الافلاك ہیں کسی تاویل سے یہ لقب سیدنا آدم سے آج تک کسی نبی ولی قطب ثوث نے اپنے یا کسی دوسرے کے واسطے نہ جائز رکھا نہ استعمال کیا اس کو کسی پر کسی طرح خواہ وہ ظہری و بروزی طور پر کیوں نہ ہو چسپال کر ناشرک نے الرسالہ موجب تنقیص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی ایمان کلمہ توحید ہے۔

اعتراض صرف استعمال اور چسپال کرنے پر ہے کسی مخصوص لحاظ مخصوص معنی اور مخصوص تاویل پر نہیں مختار مدعا علیہ اعتراضی پہلو یہاں بھی نظر انداز کر گیا اور اس اعتراض کو بھی الجواب چھوڑا۔

## تیسری تاویل کا جواب

(۱) یہ حدیث بیان سے بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی مومن کو نفاق قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا و آئل ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا انسان اور انسان کامل مومن کی خادم اور وہ مخدوم ہے اور مخدوم کے متناہی میں خاوم کی حیثیت ہی کیا۔ لولاء لما خلقت الافلاک سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(۲) حاشیہ حسندی غیر مسلم جدید خوالہ ہے نہ وہ حاشیہ کسی مسلم محدث کا ہے کہ کسی پر حجت ہو۔

(۳) اس میں کہیں بھی لولاء لما خلقت الافلاک کا غلطاب مومن کامل یا کسی کے واسطے نہیں بتایا ہے اس میں تو صرف مندرجہ ذیل امور مختارہ عالم علیہ کے اپنے ہی مانے ترجمہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) مومن کامل عارف باللہ تمام مخلوق میں مخلوق بالذات ہے۔

(۲) عالم محوسات زمین و آسمان اس لیے پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں۔

مومن کامل کی نفع رسانی اور محل سکونت اور جائے تفکر ہونا اور بات ہے اور کسی کا علت غائی مصداق۔ لولاء

لما خلقت الافلاک ہونا کہ اگر اُسے پیدا نہ کرتا تو آسمان پیدا نہ کرتا یہ اور چیز ہے نفع اور سکونت میں انسان کے ساتھ حیوانات بھی شریک ہیں ہاں انسانی نفع مقصود بالذات ہے اور حیوانی مقصود بالطبع۔

یہ بات نہیں کہ اگر مومن کامل کو پیدا نہ کرتا تو افلاک و دنیا پیدا نہ کرتا۔ سب اسی کے صدقہ میں موجود ہوا۔

بلکہ یہ شان صرف سید جی آدم باعث ایجاد عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جن کو باری عزاسمہ نے فرمایا۔

لولاء لما خلقت الافلاک۔

اور مختارہ عالم علیہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اصل مصداق مانتا بڑا بہر حال مابہ الضرع سے اسے کوئی تعلق نہیں رہے پہلے لولاء لما خلقت الافلاک کسی پر چسپاں ہے۔ یہ کسی کو علت غائی وجود افلاک قرار

دیا ہے صرف یہ ہے کہ زمین انسان کامل کے رہنے اور آسمان اُس کے تفکر میں بھی مشتمل ہے باقی پیدا وہ بھی صدقہ میں

سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے بلکہ مومن کامل اور خود ایمان کا وجود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کیا جاتا تو نہ صرف زمین و آسمان بلکہ مومن اور ایمان جنت و دوزخ عرش و کرسی کا نہایت

عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا نہ ہوتا مگر اہل مرزا صاحب کے متبعین مرزا صاحب کو باعث ایجاد عالم یا ایجاد افلاک مانتے

ہیں مسلمان تو صرف اللہ کے محبوب اولین تلقی سید الاولین و آخرین کو مصداق لولاء لما خلقت الافلاک۔

لولاء لما خلقت الدنيا۔ مانتے ہیں اور کسی اور پر اسے چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت

تزیین تو بین اور شرک کفر و کفر

اور مافی کلمۃ توحید بتاتے ہیں جیسا کہ میں اصل بحث میں مدلل پیش کر چکا ہوں۔

## ”حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر بہتان“

مختار مدعا علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ ج ۴ ص ۴۸۱ سے ایک فتوے پیش کیا ہے، جس میں اَوَّل مَا خَلَقَ اللہُ نوری وغیرہ بعضی امارت کے محوت کے متعلق سوال کیا گیا تھا مولانا جواب دیتے ہیں کہ در یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اَوَّل مَا خَلَقَ اللہُ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مولانا اس کے منکر ہیں اور مومن نہیں محض بہتان ہے یقیناً یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں کہ دوسری امارت کی کتب میں ہے مگر سند کے لحاظ سے محدثین کو اس کے حدیث ہونے میں تامل ہے مگر مضمون پر سب متفق ہیں کہ افلاک اور تمام عالم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا مدد ہے اور حدیث لَوْلَا لَمْ يَخْلُقِ الدُّنْيَا جو اس مضمون کی موید ہے سنداً بھی درست ہے۔ جس کی تصحیح علامہ ابن حجر کی رقم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ بھر حال سند کی توبہ سال بحث ہی نہیں حضرت مولانا گنگوہی یا کسی اور عالم نے مصداق لَوْلَا لَمْ يَخْلُقِ الدُّنْيَا اور باعث ایجاد عالم و تخلیق سادات کسی اور کو بتایا ہو تو پیش کریں مگر نہ کر نہیں کر سکتے دلو کان بعضهم لبعض ظہیرا بہر حال یہ اعتراض بھی بوجہ اس کے کہ اعتراضی پہلو نظر انداز کر دیا جائے بالکل لا جواب ہے مفصل اصل بحث سے ملاحظہ فرمایا جائے۔ اعادہ بخوف تطویل نہیں کرتا۔

## عنیت کا دعویٰ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی الکفار

شرک دوئم ہوتا ہے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات مزا صاحب اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خصوصی صفات میں شرک کا دعویٰ کرتے کہتے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے، چنانچہ بحث میں اس کے واسطے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کئے ہیں۔

- (۱) منم بیسج زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد (در تمیز)
- (۲) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) پھر اسی کتاب میں اس کا کہہ کے قریب ہی یہ وحی الہی ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداً علی الکفار اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی (ضمیمہ حقیقۃ النبوة ص ۴۸)

(۴) حقیقتہً الہی میں جہاں اپنے لیے سب نبیوں کے نام لگے ہیں وہاں محمد و احمدوں بھی موجود ہے اور ان کے مہربان نے انہیں عن محمد بن محمد بھی کر لیا بلکہ ان سے بڑھ کر جب کہ تاقی ظہور الدین اکمل ایڈیٹر تشریفہ الافغان لکھتے ہیں ۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں      اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عز و شایاں  
حمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل      غلام احمد کو دیکھنے قادیان میں !

یہ بو کہیں کہیں نقل و دروز کے الفاظ اور سیلہ معلوم ہوتا ہے۔ اُسے علینہ محمود صاحب محض نے مضرت انکساری پر محمول کرتے ہیں درنہ دراصل اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) کتاب ہینڈ بل بحوالہ الفضل ۲۶ نومبر ۱۳۱۳ھ کہ ہم جیسے خدا کی دوسری دھیوں میں حضرت اسماعیل حضرت یسے حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسی ہی خدا کی آخری دھی میں مسیح کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا موزی یا جنوزی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک محرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت دیتے ہیں اس سے بڑھ کر مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے دیتے ہیں اس سے یہ امر ثابت ہو کہ مرزا محمود کے نزدیک ظلی بروزی غرق دھی الہی سے نہیں کیا بلکہ خود مرزا صاحب کا تفسیر کردہ ہے اور اس کی بنا کوئی حقیقتہً واقعہ نہیں ہے بلکہ محض انکساری و فرقتی ہے جیسا کہ ہینڈ بل ص ۸۷ سطر ۸ پر ہے۔

”خدا نے صاف صاف انفلوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری و فرقتی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان الہامات کے ماتحت کریں گے۔“

اس سے واضح ہو گیا کہ ظلی و بروزی خدا کے کلام میں نہیں بلکہ خلاف واقع بھی ہے صرف انکساری کے طور پر مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا ہے۔

اب اس کی قسم کی واضح غیبت اور دعویٰ محمد رسول اللہ ہونے کے بعد کیونکہ ایمان قائم رہ سکتا ہے جو شخص اپنے آپ کو عین محمد رسول اللہ کہتا ہوا اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشد آلاء علی الکفار۔ اپنے اوپر بعینہ چسپاں کرتا ہوا اور خود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہو۔

وہ کرور مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے محمد رسول اللہ پڑھیں گا ایمان محال ہے ہاں اپنے اوپر ایمان نہ ہو تو ہو یا ان دونوں محمد زبیر یکدم تو شرک ہے الرسالہ بلکہ شرک نے الذات رہا جو شرک نے الصفات سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور سخت ترین ہے جو کسی دشمن خدا اور رسول نے نہیں کی اور اس کے بعد کلمہ پر ایمان بالکل نامسموع ہے۔



نیز جب کہ مرزا صاحب اور تمام ان کے متبعین صاحبان مرزا غلام احمد کو بھی محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں خدا نے یہ نام اس آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں مرزا صاحب کو دیا ہے تو جب وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - پڑھتے ہیں تو قابل سوال یہ امر ہے کہ اس محمد رسول اللہ سے مراد ان کے محمد رسول اللہ ہیں یا ہمارے آقا اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا امتی محمد رسول اللہ محض مرزا صاحب ہی کو مراد لے گا لہذا کسی کا ایمان اس کلمہ پر نہیں ہو سکتا جب تک مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہونے سے انکار نہ کریں اور ان کے متبعین اس کے ماننے سے رجوع نہ کریں۔

(۲) یہ بھی قیامت بحث میں پیش کر چکا ہوں کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں قطعی بلکہ یہ شہادت خداوندی و کفی باللہ شہیداً صرف اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بلا شرکت غیرے ہے اسے مرزا صاحب کا اپنے اوپر چسپاں کرنا علاوہ دعویٰ عنیت نص قطعی کا انکار و شہادت خداوندی کی تکذیب ہے جو نہ صرف ایک دو بلکہ بے شمار کفر و پشتمل ہے۔

(۳) عین محمد اور انہیں کا وجود ہونے میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔  
(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کی پہنک کہ جب عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا (انعیاذ باللہ)

(۲) سیدہ فاطمہ زہراء سیدنا ابراہیم و دیگر اولاد کی ہشک جب عین محمد ہیں تو ان کے والد (عیاذ باللہ) ٹھہریں گے۔  
(۳) سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما تو ہیں کہ ان کے نانا جان ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔  
(۴) تمام صحابہ اہل بیت اولیاء اقطاب و ابدال بلکہ تمام ائمہ کی توہین توہین انبیاء کے تحت میں یہ مفصل آئے گا تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو۔ بیان گواہ مدعیہ مسلسلہ توہین انبیاء و توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

### ”مختار مدعیہ کی تاویلات رکیکہ کا جواب“

اولیٰ کہ کوئی بھی تاویل کریں اعتراض ہی لا جواب ہے کیونکہ بنیاد یہاں بھی آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے اپنے اوپر چسپاں کرنے پر ہے جس کی جرات کسی نبی صحابی ولی قطب نے نہ کی نہ کسی آسمانی صحیفہ عادیث تغیر کلام فقہ یا کسی غیر مستند کتاب ہی میں اس کی کوئی تغیر ہے۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کی ایک نیل پریشی کر سکا لہذا اصل اعتراض تو لا جواب ہی رہا اور محمد اللہ اس بیڈنگ میں ہر اعتراض پہلو بچایا اور تمام اعتراض لا جواب اور اقرار ہی کفر رہے۔  
(۲) مرزا صاحب کا دعویٰ عین محمد ہونے کا مختار مدعا علیہ اور اُس کے گواہوں کو سلم ہے نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا مصداق بھی مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور جواب میں صرف رکیک تاویل پیش

کرتے ہیں۔

- (۱) آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جہانی لحاظ سے وہی محمد ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے  
 (۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں غلطی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔  
 (۳) خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ میرا تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے  
 جس کا روحانی افادہ میرے فضائل مال سے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر  
 (۴) مشابہت کی وجہ سے محمد کہا گیا۔

### (۱) جواب

- (۱) اول جہانی و روحانی کسی طرح عین محمد بننا تو بن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر مختار مدعا علیہ کی خاطر مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ  
 درود خواندے آج سے میں برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا، بحوالہ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں عین محمد ہونے کے ساتھ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دے رہے ہیں اس سے زائد کیا تصریح ہوگی۔  
 اب یہ مختار مدعا علیہ کی رائے ہے کہ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبیت کا دعویٰ ہے وہ وہی ہیں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ان ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز تھے یا کوئی اور۔  
 (۲) غلطی و بروزی کی تاویل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ غلطی و بروزی طور پر بھی ایسے بے مثال ہستی کا کوئی مثال اور ظل و بروز نہیں ہو سکتا نہ کسی طرح اس کا عین بن سکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا وجود عین وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے جیسا کہ مرزا صاحب ہیں آپ کی شان مجوسیت کی کیٹائی کا تقاضا ہے کہ کوئی ان کا شبیہ اور سپہیم و شریک بھی نہ ہو شیطان عین ہر ایک کی شکل بن کر آسکتا ہے مگر اللہ کے محبوب کی شکل خواب میں بھی نہیں بن سکتا خود ارشاد فرماتے ہیں من دافی فی المنام فقد دافی فان الشیطن لا یتوای لی لیلۃ یمثل لی او کہا قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میرا نقشہ نہیں پاسکتا نہ میری شکل بن سکتا ہے۔

پھر مال کسی تاویل سے عبیت محمدیہ ہو اور اپنا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا جائے درست نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بروز سے ہی کوئی مغایرت پیدا نہ ہوئی، جیسا کہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں دراور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا گیا بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ (اشتمار ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) جواب یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب خلیفہ گواہوں نے اپنا ایمان بنایا ہے اور جس کی تصانیف ان پر حجۃ میں علی ویرزی کی تفصیل مذاکی وحی میں نہیں بتاتے بلکہ محض مرزا صاحب کی انکساری و فروتنی پر محمول کرتے ہیں گویا اصل یہ واقعہ نہیں بلکہ یہ اثر علی ویرزی کی ہے ورنہ دراصل وہ انکساری کے طور پر ہے (ملاحظہ ہو حوالہ بیندیل سابقہ)

(۴) یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قیض کا واسطہ ہیں اس لیے عینیت محمدی کا دعویٰ ہے محض لغو ہے کیونکہ دیا جاتی ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ غیر ہوتے ہیں اور آج تک کسی عقل مند نے واسطہ اور ذی واسطہ کی عینیت کا قول نہیں کیا۔

(۵) مشابہت نامہ کی وجہ سے عین محمد کہا گیا ہو اولاً یہ تاویل لغو ہے کیونکہ خود مرزا صاحب تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اور ابوہریرہ الدین اہل توہین محمد اور پہلے سے بڑھ کر مانتے ہیں۔

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم ہیں  
غلام احمد کو دیکھو قادیان میں !  
اور بڑھ کر پہلے سے ہیں عرفان میں

نافی صاحب کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے کلام کی روشنی میں ہے جیسا اول بحث میں بحوالہ خطبہ الہامیہ گزر چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہلال اور مرزا صاحب کا بروز بدر کال ہے جس سے پہلے مرزا صاحب نہ مرت عین محمد بلکہ پہلے سے کال ہیں عیساٰ ذبا للہ۔ دوسرے اللہ کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مشابہت نامہ ماننا بھی کفر ہے۔ انتہائی پرواز مقرران بارگاہ الہی کی یہ ہے کہ ان کے مقامات و کمالات کابل نظرہ کریں جیسے زمین والا آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے جیسے کہ قرآن میں کتاب البیرواقیت والنجواہر کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔

## بزرگان دین پر مختار مدعا علیہ کا صریح بہتان

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلے میں تین حوالہ پیش کئے ہیں اور تینوں غیر مسلم پیش کئے ہیں

(۱) مقامات امام ربانی۔

(۲) شرح فصوص الحکم قاشانی۔

(۳) حاشیہ مشنوی بحر العلوم۔

(۱) جواب

(۱) مقامات امام ربانی سلسلہ مجددیہ کے ایک غیر معرود اور غیر مسلم شخص کی مرتب کردہ مولا ہے جو حجۃ

نہیں ہو سکتی۔ اس کا موقف نہ مغرب ہے نہ محدث نہ کوئی عالم نہ مسلم بزرگ نہ کتب کی توثیق کسی بزرگ نے کی۔ عقائد اور ایسے نازک مرحلہ کفر و اسلام میں ان تصانیف کا ذکر ہی فضول ہے۔ خود گوہار بان مدعا علیہ اپنے بیانوں اور جرح میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات کا احادیث صحیحہ و احواد کے درجہ ہیں، ہوں اُن کا بھی اعتبار نہیں۔ علاوہ بریں گفتگو تو یہ ہے کہ عین حمد کا دعویٰ صحیح ہے یا نہ اور محمد رسول اللہ والذین معہ السلام علاوہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پرچیاں ہو سکتا ہے یا کوئی اور اس کا مصداق لگی طرح ہو سکتا ہے اس کا اس حوالہ میں کہیں پتہ نہیں اصل حوالہ ملاحظہ ہو۔

”حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت مہنترجہ ذاتیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مقام میں تابع کو اپنے سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اُلٹھ گئی اور اقیاناز تابع و متبوع زائل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا تو ہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چیز سے پانی پیتے ہیں ہم آغوش ایک کنار اور ایک ستر ہیں مگر تابع اپنے تئیں لفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل فقرات قابلِ لحاظ ہیں۔

(۱) ”حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت مہنترجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“

(۲) ”اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تبعیت درمیان سے اُلٹھ گئی“، اینتاز تابع اور متبوع زائل ہو جاتا ہے۔

(۳) ”ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چیز سے پانی پیتے ہیں“ مگر تابع اپنے تئیں لفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے۔

## تفصیلی جواب

اولاً یہاں گفتگو حقیقتہ محمدیہ اور مقام محبت میں اس تعلق پر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے ساتھ ہے۔ جس کا ثبوت پہلا فقرہ ”حقیقتہ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت مہنترجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے اور وہ بھی وعدۃ الوجود کے فرزند پر جس سے مراد صاحبِ براتِ ظاہر کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام بہ حوالہ سابق۔

یہاں کسی کافرات محمدی یا وجود پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کا تذکرہ تک نہیں جس کا مراد صاحب کو دعویٰ ہے کہ ”خدا نے آج سے میں برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا“،

(۲) یہاں عینیت کا ذکر تک ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایک ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ اگر کیا تعینیت درمیان میں اٹھ گئی، ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۰۰ کہ تابع و متبوع عین ہوں گے اور دعویٰ عینیت درست ہو گیا۔

(۳) عینیت کی صاف تردید ہے صرف اس قدر ہے کہ دونوں ممکنہ ترتیب ہونے میں ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۰۰ اور ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پی رہے ہیں ہم آغوشِ حمل ایک کنار اور ایک بستر ہیں یہ اور شئی ہے اور عینیت اور شئی۔

(۴) اس کی صاف تصریح ہے کہ باوجود ہم کناری اور ہم بستری کے اور کمال اتصال مغیبت کے دعویٰ عینیت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے آپ کو اپنے متبوع کا طیفی بننے کا ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۰۰ مگر تابع اپنے میں طیفی اپنے متبوع کا جانتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس حوالہ سے شخص فریب دیا تھا اور دراصل یہ حوالہ ہمارا موید اور ان کی تمام تاویلات کا خاتمہ کر دینا ہے کہ انتہائے محبت و اتصال میں بھی دعویٰ عینیت نہیں بلکہ متبوع طیفی اپنے تابع کا رہے گا لہذا الحمد للہ ہو ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے قی میں زلیخانے کیا خود پاک دان ماہ کنال کا

دوسرا حوالہ شرح فصوص قاشانی کا ہے کہ درہمدی کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہو گا (شرح فصوص ص ۱۰۰) اولاً نہ شارح مسلم ہیں نہ یہ شارح نہ کسی اہل طہارت نے اسے مسلم شروع سے شمار کیا نہ یہ ہم پر یا کسی پر حجۃ ہو گئی ہے۔ یہ حوالہ قطع دربریکر کے کہ پیش کیا گیا ہے اور صرف ایک فقرہ در نہ کوئی غلط لفظ نہ ہوتا، عدالت سیاق و سباق ملاحظہ فرمائے۔

(۵) اس عینیت کے دعویٰ یا محمد رسول اللہ والذین معہ... الخ کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہونے کا ذکر تک نہیں یہاں تو صرف یہ ہے کہ ہمدی اخلاق محمدی سے آراستہ ہوں گے باطن کا لفظ عام طور پر اخلاق دیرت پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ فقرہ دراصل شرح ہے اُس حدیث کی جو ابو داؤد میں حضرت علی سے ہے کہ ہمدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق میں مشابہ ہوں گے نہ صورت میں نہ شبہ نے الخ لا يشبه في الخلق ابو داؤد، مشکوٰۃ کتاب الاشراف الساعی۔

پس اس میں عینیت کا دعویٰ کجا عینیت کی زبردست تردید ہے اور اگر ان جزوی مشابہتوں سے دعویٰ عینیت کا جواز ہوتا تو تیسرے سوال میں کوئی تو کہہ سکتا حالانکہ ایک نظیر موجود نہیں کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو ان مذاہب کے جھوٹے دعویدار اور وعدۃ الوجود کے رنگ میں لشکر کی حالت میں انا الحق کہنے والے بزرگ بھی بہت ہیں گے مگر عین محمد ہونیوالے دستیاب نہیں ہوتے، یہ مرزا صاحب کا اختراع ہے۔

تیسرا حوالہ حاشیہ مثنوی بحر العلوم حاشیہ ۱۵ دفتر چہارم بر شمر ہے  
نفت زین مولیٰ ...  
کانذین رہ شہر یا سے میرسد

## اجواب

مولانا عبد الحلے فرنگی محلّی مکتوی نہ امام ہیں نہ محدث نہ متکلم نہ مفسر نہ فقیہ ایک منطقی اور فلسفی مشہور ہیں کسی نے ان کا موقف میں بھی شمار نہیں کیا ان کی اسے کسی پر کیا جتھ ہو سکتی ہے خصوصاً عقائد میں۔

(۱) نہ مثنوی شریف میں کہیں عین محمد کا دعویٰ یا اُس کا دور کا اشارہ ہے نہ کسی شرع میں نہ کسی قطب نے کبھی عین محمد ہونیکا دعویٰ کیا ہے نہ خود بایزید بسطامی نے یہ کلمہ زبان سے نکالا نہ کبھی کسی نے یہ بوش میں کہا نہ سُکر میں۔

حاشیہ: بایزید مولانا ابوالعیاش برہمچاری صاحب مکتوی لکھتے ہیں کہ چونکہ قطب کا قلب (یعنی باطن و سیرۃ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب (یعنی سیرۃ) پر ہوا کرتا ہے اور جو کسی کے قلب (سیرۃ باطن) پر ہو وہ گویا وہی شخص ہو جاتا ہے پس بایزید بسطامی چونکہ قطب وقت میں (گویا) عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

یہ مولانا عبد الحلے کی اپنی منطقی ہے جس کا کوئی حوالہ کسی بزرگ کے کلام سے نہیں۔ لہذا قابل التفات بھی نہیں اور اصل مدعا ثابت نہیں کسی نے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے یا کسی پر چسپاں کیا ہو یا کسی کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہو۔

بہر حال باوجود غیر مسلم ہونے کے یہ حوالے غیر متعلق بھی ہیں۔

(۲) مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت اس ترتیب سے وہاں نہیں بلکہ یہ خیانتہ تقدیم و تاخیر اور قطع و برید سے پیش کی گئی ہے۔

آخر میں مختار مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ وہاں بھی یہی بعینہ تاویلات اور بھی حوالے ہیں صرف مکتوبات کے دو اور حوالہ ہیں۔ جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور خصوصی اتصالِ محبت کا ذکر ہے اس دعویٰ عینیت یا مصداقِ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا تذکرہ تک نہیں اولیٰی کملی ہوئی خیانت اور قطع و برید اُس کے نقل میں کی ہے کہ اُس پر انسانیت شریاتی ہے۔ چونکہ وہاں دو حوالہ تو ہیں انبیاء کے سلسلہ میں درج ہیں لہذا اُنسی ہیڈنگ کے تحت ان کا فصل تذکرہ اور خیانت بتائی جائے گی۔ ان شاء اللہ غالباً اسی کمزوری کا خیال کر کے مقامات امام بیانی اور شرح مضمون و حاشیہ مثنوی کا حوالہ کو یہاں تو مختار مدعا علیہ نے ذکر کر دیا اور ان دونوں حوالوں کا نام تک نہ لیا۔ اور محض مخالطہ دینے کے واسطے چند صفحات کا حوالہ دیدیا تاکہ لوگ مخالطہ میں رہیں کہ کچھ اور قوی مفصل دلائل ہوں گے حالانکہ ان مذکورہ بالا تاویلات رکیکہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں الفاظ تک تقریباً وہی مکرر نقل کئے ہیں۔

بہر حال عین محمد ہونے کا دعویٰ اور آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ اپنے پر چسپاں کرنے کا کفر بدعت و سائبانِ اجواب رہا ایک ضابطہ کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

(۱۲)

منم بیج زمان و منم کلیم خدا منم محمد واحد کہ بختبہا باشد  
 اس کا مفصل جواب الجواب عینیت کے ہیڈنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ دعویٰ عینیت کی مذکورہ بالا  
 تصریحات کے بعد تریاق اقلوب کے دوسرے محل گول مول مغالطہ آمیز اشعار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۹ کی مغالطہ  
 آمیزہ عبارت نہ اُس کا جواب بن سکتی ہے نہ اُس کی تشریح نہ اس کا اصل اعتراض پہلوا اور پیش کردہ پوائنٹ سے کسی قسم  
 کا تعلق ہے

نیز اس شعر پر علیحدہ (۱۲) ڈالنا بھی اس لیے ہے درنہ عینیت کے دعویٰ کے تحت یہ مذکور ہے اور  
 اسی تمبر کا ایک حوالہ ہے۔

### مرزا صاحب کا جواب

مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت ایک عمومی جواب کا رنگ دے کر پھر مکرر بحث کا اعادہ پایا  
 ہے تاکہ اپنے مغالطہ کی تکمیل کر سکے۔  
 اس سلسلہ میں تین جواب نقل کئے ہیں۔

پہلے جواب میں براہین احمدیہ ص ۲۴ اور ص ۴۴ اور انزال اودام ص ۲۴۲ و براہین ص ۵۴ کے چندہ حوالہ پیش کئے ہیں  
 جس میں دہی ظلی و بروزی واسطہ و ذی واسطہ تابع و متبوع کی تاریخیں ہیں جن کا مفصل جواب گوجرانہ مختار مدعا علیہ  
 اس کا نتیجہ نکالتا ہے۔

”آپ پر ان اعلانات کا نزول ببرکت متابعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے غدوم اور متبوع کے ہے اور  
 آپ ان کے خادم اور تابع ہیں؟“

مگر کبھی خادم عین غدوم تابع عین متبوع و رعایا عین سلطان یا اُس کے خصوصی امتیازی القاب میں شریک و شریک نہیں  
 ہو سکتا نہ اُس کے القابات اپنے اوپر اس لحاظ سے چسپاں کر سکتا ہے۔  
 دوسرا جواب ۱۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب اربعین ص ۱۰ اور انجام آتھم میں تحریر کر کے خواص کو مباہلہ اور

بالمقابل دعا کرنے کے لیے دعوت دی ہے چنانچہ الہام الارض والسماء معک کما هو معی  
 اربعین ص ۹ انجام آتھم ص ۲۵ اَنْتَ مَنیٰ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِی وَتَقْرِیدِی اربعین  
 ص ۲۹ انجام آتھم ص ۲۸ انت اسم الاعلیٰ اربعین ص ۲۹ اور انت مَنیٰ --- تا۔  
 الخلق اربعین ص ۳۰ انجام آتھم ص ۳۰ کَانَ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ اَنْجَامِ اْتھم ص ۳۳

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ اَرْبَعِينَ مِۡٔةً اَنْجَاۡمًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهُۥ بِالْهَدٰى وَوَيْتِى الْحَقِّ لِيُظْهَرَهُۥ عَلٰى الدِّیْنِ كُلِّهِ اَرْبَعِیْنَ مِۡٔةً ۚ اَنْجَاۡمًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ اَنَاۡ اَعْطٰیْنَاكَ الْکُوْثَرَ اَرْبَعِیْنَ مِۡٔةً ۚ اَنْجَاۡمًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ وَمَاۡ اَدْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَرْبَعِیْنَ مِۡٔةً ۚ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اَرْبَعِیْنَ مِۡٔةً ۚ اَنْجَاۡمًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ سُبْحٰنَ الَّذِیۡ اَسْمٰى بِعِبْدِهِۦ اَنْجَاۡمًا اَتَهْمُ مِۡٔةٌ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اَرْبَعِیْنَ مِۡٔةً ۚ ۛۛۛ

میں مندرج ہیں اور ان تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے، ”انجام آتھم میں مرزا صاحب نے یہ الہامات مع دیگر الہامات لکھ کر انہ“

یہ عجیب جواب رہا کہ مرزا صاحب نے یہ کفریات لکھ کر مخالفین کو مبالغہ اور بالمقابل بددعا کی دعوت دی ہے لہذا یہ سب پیچھے ہیں۔

اگرچہ مقابلہ مبالغہ کی دُعا و صداقت وغیرہ مقدمہ تنازعہ سے غیر متعلق ہے اور برابر عدالت کی طرف سے ممنوع قرار دے گئے ہیں مگر چونکہ ہوائی بے ضابطہ بحث میں ریکارڈ پر یہ آگیا ہے اسی لیے نہایت مختصر جواب عرض ہے جن مخالفین کو دعوت مبالغہ ہے اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں جنہوں نے بطور قرض کہا۔ جو جھوٹا ہو۔ اس کا انجام بد اس کے سامنے ہے۔

خود مرزا صاحب نے بھی اپنے تمام مخالفوں سے فرمایا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھا۔  
یا اللہ! میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتی ہوں کہ میں اودھنہ القدس میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔ اور دعائیں یہ الفاظ ذکر کئے۔  
دینا افتخربینا و بین قومنا الخ

یدر ۲۵ / اپریل ۱۹۰۶ء پھر کیا ہوا یہ کہ

لکھا تھا کاذب مر بیگا پیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا۔  
(از مبالغہ مرزا۔ ۱۱ ستمبر ۱۳۲۵ء)

مقصود بحث مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ فیصلہ مرزا میں موجود ہے۔

بہر حال مبالغہ اور بالمقابل دعوے بھی بجائے ان کفریات کی تائید کے ان کی تردید اور مرزا صاحب کا مفسری عدالت اور کافر و مرتد ہونا ہی ثابت ہوا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں۔ زلیخا نے کیا خود پناہ دامن ماہ کنعان کا



## (محمد رسول اللہ ﷺ کے لاجواب نمبر)

تہمید۔ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جرح گواہ ملائیم ماہر سلسلہ انکار خصوصیات انکار ذات ہے ۱۶ -

(وہ طبعی کی مخصوص اعراض پہلے نظر انداز کر دیا)

- (۲) اسلامی عقیدہ آخری نبی سے انکار حوالہ کی چنداں حاجت نہیں۔
- (۳) معراج جسمانی کا انکار اور اپنے لیے اس جیسے متعہ وثابت کرنا میر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ ... تھا۔۔۔ اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔  
(ازالہ کلاں ص ۳۴)
- (۴) شفق القمر کو خسوف قمر کہہ کے اُس سے دو بالا اپنے لیے بتایا ہے  
لہ خسف القمر المنیر وان لی غسقا القمر ان المنیر ان انتکر  
ترجمہ مرزا اداس کے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے  
لیے چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔  
(تقصیدہ اعجاز یہ ص ۷)
- (۵) اپنی فتح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح۔  
اور ظاہر ہے کہ فتح بین کا وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی  
کہ پہلے غلیہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدمہ تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہوا اور اسی کی طرف  
خدا تبارک کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔

سبحان الذی اسرای بعبدہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی

باکدنا حولہ - خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ و ص ۱۹۴





(۲۴) میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں نامہددا حمد ہوں (حقیقۃ الہی ص ۷۷)

(۲۵) اور خدا نے آج سے میں برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد داحمد رکھا اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا ہے (حقیقۃ النبوت ص ۲۶۵ و ص ۲۶۶)

واضح رہے کہ یہ مرزا صاحب کی عادت اتفاقیہ نہیں بلکہ طرہ نہ ستموہ سے تلاش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں مداخلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا محبوب ترین شغل ہے اس کی تائید میں صرف حقیقۃ الہی سے بحوالہ سابق اتنے ابہامات اور تائید کا طور پر نمونہ پیش کرتا ہوں۔

(۲۶) قل انی امرت انا اول المؤمنین۔

(۲۷) قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔

(۲۸) الرحمن علم القرآن

(۲۹) انا فتحت لك فتحا مبينا۔

(۳۰) يا شمس يا قمر انت مضي وانا منك۔

(۳۱) داعيا الى الله وسراجا منيرا۔

(۳۲) انك باعيننا (خاص الخاص خصوصیت)

(۳۳) دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى۔

(۳۴) ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم۔

(۳۵) قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الحكم الله واحد

(۳۶) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ (خاص الخاص)

(۳۷) وعلمك ما لم تعلم۔

(۳۸) انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا انما ارسلنا الى فرعون رسولا۔

(۳۹) يونس انك لمن المرسلين على صراط مستقيم تنزيل العزيز الرحيم۔

(۴۰) المر تشويع لك صدرك البشري ص ۷۷

(نتیجہ)

پس جو شخص باوجود اقرار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خود محمد رسول اللہ سے اور میں محمد کہے اور کہلائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے آپ کے معراج جہانی کا انکار کر کے اپنے واسطے بارہا ثابت کرے معجزہ شوق فقر کو معمولی دکھا کے اس سے بڑھ کر اپنے لیے بتائے اپنی فتح کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں پرترجج دے اپنا عالم دینی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زائد بتائے اور نازل  
 لما خلقت الافلاك خود بنے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين  
 اپنے کو بھیجے ما ينطق عن الهوى - علوان يبعثك ربك متآمراً  
 محمداً ۱ - اپنی شان میں ٹھہرائے سبحانه الذي اسرى - دنا فتدلى فكان  
 قاب قوسين او ادنى - مشاركت روار کے ان الذين يبايعونك انما يبايعون  
 الله - بھی اپنے اوپر چسپاں کرے انا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر  
 لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر و انك باعيتنا  
 داعياً الى الله و سراجاً منيراً - ييس انك لمن  
 المرسلين - جیسی ایک دور دفعہ نہیں تقریباً چالیس خصوصیات میں شریک و سہم ہیں بیٹھے اور پھر بھی  
 ان کا ایمان کلمہ پر قائم رہے کیونکہ بابر ہو سکتا ہے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص کوڑا ہمارتیبہ لا الہ الا  
 اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے جب تک ان کفریات سے رجوع نہ کرے۔ لا الہ الا اللہ محمد  
 رسول اللہ۔ بران کا ایمان ناممکن ہے۔

بمجد اللہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔  
 پر ایمان نہ ہونا ۲۲ مرزا صاحب کے لاجواب دلائل و حوالوں سے ثابت ہو گیا۔ جس کے فیصلہ کے لیے کسی اور دلیل  
 کی ضرورت ہی نہیں یقیناً مرزا ائیت اختیار کرنا کفر اور گھبراہٹ اترتا ہے جس کے بعد نکاح یقیناً منسوخ ہو جائے گا۔  
 جیسا کہ ابتدائی بحث میں نتایج کی روشنی میں مفصل پیش کر چکا ہوں کلمہ توحید پر ایمان ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا۔

### مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ایمان ایمان مجمل پر مبنی نہیں

أمنت بالله كما هو باسماؤه وصفاته وقبلت جميع أحكامه -

اس سلسلہ میں مفصل تقریباً ۱۲ دلائل پیش کر کے ابتدائی بحث میں ثابت کیا گیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب  
 اور ان کے مریدین کا ایمان نہیں ہے۔ نہ جب تک اسے ترک نہ کری ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب  
 کا اشارہ و کنایہ نام تک بھی نہ کیا۔ گویا تسلیم کر لیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب کا ایمان نہیں۔ (ایمان مفصل  
 پر مرزا صاحب اور ان کے ائمہ کا ایمان نہیں) ایمان مفصل منقول از الزوال امام ۲)

۱) أمنت بالله ۲) ملل و ملتکہ ۳) و کتبہ ۴) و مسئلہ ۵) والبعث بعد الموت  
 ۱) أمنت بالله۔ مختار مدعا علیہ نے یہاں اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا پہلے لا الہ الا اللہ کے

- سلسلہ کے جوابات میں انکشاف کیا۔ پس ہم بھی عدالت کی ان مترک لا جواب سوالوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔  
 جن کا جواب میں نام تک نہ آیا اور ان کے ہوتے ہوئے آمنت بالشر پر کسی طرح ایمان نہیں ہو سکتا۔
- (۲) وملتکستہ۔ ملائکہ پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے ملائکہ کہے ورنہ یہود بھی تو ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انہیں ان کی حقیقت کے خلاف بنات الشر خدا کی بیٹیاں اور فلاسفہ بھی زبانی اقرار کر رکھے تھے۔ مگر کواکب اور سیارات کو ملائکہ قرار دیتے تھے۔ بلکہ ملائکہ کی اس حقیقت اور صفت پر ایمان لاتا ضروری ہے جو قرآن پاک اور احادیث و اصطلاح شرع میں موجود ہے۔
- (۳) قرآن پاک میں ملائکہ کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ ان کی حقیقت اور تصور شرعی بالکل ہویدا ہو جاتی ہے اصل بحث میں کسی قدر تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں نمونہ چند آیات پیش ہیں۔
- (۱) تنزل علیہم الملائکۃ ان کا تختا تھا۔  
 (۲) تنزل الملائکۃ والروح من امر ربهم۔  
 (۳) علیہا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرهم  
 و یفعلون ما یشئرون۔  
 (۴) ومن عندہ لا یتکبرون عن عبادتہم ولا یتستخرون۔  
 (۵) بل عباد مکرمون  
 (۶) واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم  
 (۷) واذ قلنا للملائکۃ انی باعل فی الارض خلیفۃ۔  
 (۸) جاعل الملائکۃ رسلا ولی اجنحة مشئی وثلث درباع۔  
 (۹) ویکلم الملائکۃ حائنین من حول العرش یسمعون بحمد ربہ۔  
 (۱۰) والمدیرات امرا الایہ ثلاث عشرة کاملۃ  
 یہ صرف نمونہ ہے ورنہ بہت سی آیات مفصل موجود ہیں۔

## شرعاً ملائکہ کی حقیقت

چونکہ ملائکہ کے وجود کی نسبت فلسفیانہ تاویلات اور حکیمانہ توجہات بیان کی گئی ہیں اور تعلیم اسلام پر دساتیر و دید کی تعلیم کو ترجیح دی گئی ہے ملائکہ کے فی الخارج وجود کا انکار کیا ہے اور دید اور دساتیر کے مذہب کے

موانق ان کو ارجح کو اکب بتلایا ہے ان کا پہلنا۔ پھرنا۔ زمین پر آنا خالی کہا ہے اس لیے چند آیات و احادیث سے اس عقیدہ کی تکذیب فرزید کی جاتی ہے۔

(۱) ولما جاء موت رسولنا لوط اُسقى بهم وضاق بهم ذمعا وقال هذا يوم عصيب ....  
 --- تا۔۔۔ و امطرنا عليهم حجارة من سجيل منضود۔ (ہود رکوع ۷)

ترجمہ: جب ہمارے پیچھے برائے لوط کے پاس آئے رہ ان کے آنے سے خفا ہوا اور اپنے جی میں رک گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی یہ پہلے سے بُرے کام کرتے تھے حضرت لوط نے کہا لوگو میری بیٹیاں ہیں جو تم کو ان سے پاک تر ہیں تم اللہ سے ڈرو اور تجھ کو میرے جہانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے (لوگوں نے کہا) تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ دعویٰ نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوطنے) کہا اگر تجھ کو تنہا رہے سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا (تو تم ایسا نہ کر سکتے) جہاں لوہے! اے لوط ہم نیرے رب کے فرستادہ ہیں یہ لوگ تجھ تک برگزیدہ پہنچ سکیں گے تم کچھ حسدات سے اپنے گھر والوں کو (اپنی عورت کے سوا) لے کر نکلو۔ اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ دیکھے تیری عورت پر تو وہی کچھ آئے گا جو ان پر آئے گا ہاں ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں؟ پس جب ہمارا حکم پہنچو یا ہم نے وہ بستی زبردیر کر دی اور اس پر تہ بتر پھریاں برسائیں۔

قوم لوط جیسے فساد خارا کا لاکھ کھڑے جو شمشل بہ بشر تھے دیکھنا حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی فرشتوں کا حضرت کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب کر دینا کیا یہ سب کچھ ارواح کو اکب کا بیان ہے روح تو حیوانات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے مثل کبوتر حاصل کر لیا اور اگر فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے (تو صبح ۲۴) تو یہ کون تھے جو یہ سب کرشنے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے۔

(۲) لَ اِنَّكَ حَٰدِیْثُ ضَعِیْفٍ اِبْرٰهَیْمُ الْمَكْرُمِیْنِ۔ (دیکھو تمام رکوع ۲۱ والنار ۱۱)  
 ترجمہ: کیا تجھ کو ابراہیم کے عزت والے جہانوں کی خبر پہنچی۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا ہمان بن کر آنا غلیل الرحمن کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا فرشتوں کا نہ کھانا بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دینا کیا یہ ارواح کو اکب کا نام اور کام ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اَلنَّ یَكْفِیْكُمْ۔۔۔۔۔ (مومنین (ال عمران) جب تو مومنوں کو کہنے لگا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے مین ہزار فرشتوں سے جو تمہارے گئے ہوں البتہ تم ٹھہرے ہو اور رب بیزگاری کرو اور وہ اسی دم تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو پہلے ہوئے گھوڑوں پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتانا۔ اور منتر میں ان کی صفات، لانا پھر پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کا کیا جانا اور مسوین ان کی صفات بتلانا کیا یہ سب ارواح کو اکب ہی کیا یہی وہ ارواح ہیں جن کو ذرہ بھر بھی جینش نہیں۔

خادسلنا الیہما روحنا فتمثل لہما بشرا سو قیا۔۔۔ ترجمہ پھر ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے پھر پور مرد بن کر کھڑا ہوا۔

غور کیجئے یہاں بھی کو اکب ہی پیچھے گئے یا روح القدس پھر پور مرد بن کر کون کھڑا ہوا تھا اور یہ جواب بھی کس نے دیا۔  
قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ عَلَٰمًا نہ کیسا۔ ترجمہ اسی نے کہا کہ میں تو تیرے خدا کا فرشتہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں۔

کیا یہ سب روح کو اکب کے ہی کرشمے ہیں جن کو ذرہ بھر جینش نہیں۔

اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے اول اس حدیث کو بیچے کہ ایک سائل آیا اسی کی صورت وضع لباس صحابہ کو حیرت میں ڈال دیتے والے تھے اس نے اسلام اور ایمان کے شعلے سوال کئے اور پلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَاَنَّهُ جَبْرِیْلُ اَتَاكُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ۔ ترجمہ۔ یہ حضرت جبریل تھے اس لیے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔ اور وہ بخاری سلم ترمذی ابی داؤد ابن ماجہ۔ پادریس کے اس کے راوی بھی حضرت عمارہ روایت ہیں (۲) دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوم بددھذا جبیریل اخذ بواضع فراسہ علیہ اذات المحبوب (رحمۃ البخاری)  
ترجمہ۔ بدد کے دن فرمایا یہ جبریل ہے جو سلاح جنگ پہنے گھوڑا پر کڑے کھڑا ہے۔

سبح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کو اکب کا کام ہے یا خداوند کے فرشتے کا جبریل علیہ السلام کا گھوڑے پر چڑھ کر آنا جنود فرعون کا ان کو دیکھنا سامری کا خاک نعل اسب اٹھانا یا شیل اور قرآن مجید میں بھی ہے انکار کرنا آسان نہیں احادیث صحیحہ اور بھی اس امر میں۔ بے شمار مل سکتی ہیں مثلاً دروز تک جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھوانا۔ رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا حیرت مآں کی شکل پر آنا رسول کریم کا ام المومنین عائشہ یا صدیق اکبر سے فرمانا کہ یہ جبریل ہے اور تم کو سلام پہنچاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

پسے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بقایہ ارشادات نبوی کے محققات مجوس کو صحیح خیال نہ کر بیٹھیں اور ادیان مختلفہ کی کتابیں دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں میں صرف اسی عام جواب پر اکتفا کرتا ہوں جس میں تقریباً ان تمام تاویلات رکیکہ کا قرآنی الفاظ میں جواب ہے جو مختار مدعا علیہ نے کی نہیں۔ فرشتوں کی ایک دو تعداد بھی نہیں بلکہ بے شمار ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی بوجہ کثرت دوبارہ باری نہیں آتی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صفت بیت المعمور فاذا هو یدخلہ کل یوم



## تفاسیر و کتب عقائد

تفاسیر اور کتب عقائد کے بعض والہ بحث کے وقت ذکر ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے ان کے جواب کا تذکرہ تک نہ کیا۔ عقائد و تفاسیر کی کتابوں میں ملائکہ کی شرعی مکمل صفت موجود ہے میں اس وقت صرف ایک گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شمرانی کی سب سے مستند کتاب ایواقیئت والیجواہر کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(یواقیئت والجواہر جلد ۲ ص ۴۲ مبحث ۳۹)

وہ سارا مبحث ہی ان کی شرعی مذکورہ بالا حقیقت اور ارواح کو اکب کی تردید میں ہے۔

### (مرزا صاحب کا فرشتوں کے متعلق عقیدہ)

- (۱) فرشتے نفوس نعلیہ اور ارواح کو اکب کا نام ہے (مفہم ترویج المرام ص ۴۸)
- (۲) جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (ترویج المرام بجوالہ سابق ص ۴۸)
- (۳) جبرئیل زمین پر آئے نہ آتے ہیں (ترویج مرام مفہم ص ۴۸)

### اصل اعتراض

اولاً ملائکہ کو نفوس نعلیہ اور ارواح کو اکب ماننا باطل شریعت کے خلاف ہے البتہ یونانیوں اور وہید پرستوں کا ضروری عقیدہ ہے دوسرے کو اکب و سیارات سے تمام استقامات منسلک کرنا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں ”اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمان میں سیارات اور کو اکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں“ مشکوٰۃ باب المطر

اور احادیث میں بخاری و مسلم کی حدیث معلوم ہونا بنوع ۱۔۔۔ الخ موجود ہے جس میں ان لوگوں کو باری تعالیٰ کی زبان پر کافرین یا ملحد قرار دیا گیا ہے جو بارش ہونے کی نسبت سادہ مانے بھڑکے کی طرف کرتے ہیں نیز اس حدیث میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ جس نے ستاروں میں علاوہ تین امور کے کوئی اور تاثیر اور کام مانا اس نے اللہ پر زبردست افترا کیا (۱) نہایت سادہ و دنیا (۲) رجوم شیاطین (۳) ہدایت راہ۔

پس ملائکہ کی یہ حقیقت شرعی کے سراسر خلاف ہے لہذا ان عقائد کے ساتھ ایمان بالملائکہ نہیں ہو سکتا۔

# (مختار مدعا علیہ کی تاویلات عقلیہ)

## (خلاصہ تاویلات) ایمان بالملائکہ

- (۱) مرزا صاحب کے سراج منیر برائین - ایام الصلح - آئینہ کمالات پختہ معرفت کے چھ حوالے حماۃ البشری کے -
- (۲) اور توضیح مرام سے چند گولی مول حوالے تاویل کے لئے نقل کئے -
- (۳) تفسیر عزیزی - بواقیت - تفسیر سرسید -

### الجواب

(جواب) یہ تقریر یا کتب اس زمانہ کی ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کا کفر بہت کچھ مشہور تھا اور وہ بھی ستفا دہائیں کر کے دنیا کو دھوکے میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔

(۲) میں اصل بحث اور اس جواب الجواب میں مرزا صاحب کے متعارفات کی ایک لسٹ پیش کر چکا ہوں اور ان کی یہ عادت ہی ہے مطلقاً مدعی نبوت کا کفر بھی کہتے ہیں۔ اور دعویٰ نبوت بھی کرتے ہیں اپنے کو نبی کہنے والوں کو دجال بھی کہتے ہیں اور مسلمان بھی، مدعی نبوت پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور رحمت بھی وغیرہ وغیرہ۔

- (۳) میں نے مرصع جبارت پیش کی ہے اس کے جواب میں گولی مول مجمل عبارات جواب اور تاویل کے واسطے کافی نہیں۔
- (۴) جس کی متناقض اور متعارض باتوں کی عادت ہو اس کی ایک جبارت دوسری جبارت کی شرح نہیں بن سکتی۔
- (۵) کسی کا کفر استدلال قطعی دلائل اور مرصع حوالجات سے واضح ہونے کے بعد اس قسم کی تاویلات قابل التفات بھی نہیں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں اصل بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(جواب) توضیح مرام سے میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے۔ وہ نہایت مرصع ہے اور مختار مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ ان سے صرف اشارۃً یہ تاویل نکالنی پڑتا ہے۔ کہ تعلق ملائکہ کا ارواح سے اس قسم کا ہے یا دراصل ملائکہ ارواح کو ایک کا نام نہیں بلکہ روح یا جان کا لفظ صرف ان کے شدید تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ ملائکہ بھی امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کی حقیقت ہم خود اپنی عقل سے نہیں قائم کر سکتے بلکہ شریعت غراء کی تعلیم کردہ حقیقت پر انکشاف کرنا ہوگا اور بلاشبہ اب کوئی بھی تاویل کی جائے مرزا صاحب نے وہ حقیقت شرعی بدل ڈالی۔ لہذا ان کا ایمان ملائکہ پر ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس سے صاف الفاظ میں اولاً رجوع کر کے اس شریعت کی پیش کردہ تحریرت پر قناعت نہ کریں۔ تفصیل بخوف تطویل نہیں کرتا عدالت ملاحظہ فرمائے۔

جواب ۲۔

(۱) تفسیر عزیزی کا حوالہ

اسی ہی کہیں ارواح کو اکاب کو ملائکہ قرار نہیں دیا مطلب بالکل واضح ہے عدالت خود اصل کتاب سے ملاحظہ فرما سکتی ہے نیز ملائکہ کی تفسیر بالکل شریعت کے مطابق ایک دو نہیں متعدد بلکہ اسی تفسیر میں موجود ہے اور فلاسفہ وغیرہ کا رد ہی بخوف تطویل عبارات نقل نہیں کرتا۔

(۲) بواقیت کا حوالہ ج ۲ صفحہ ۵۵ وادریش ۲ ص ۵۵ بحث ۳۹

”ان جميع النجوم الى ففتد استحق العزل“

اس میں مختار مدعا علیہ کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ ملائکہ کا کو اکاب و نجوم وغیرہ پر مسلط ہونا اور بات ہے اور ارواح کو اکاب ہونا اور حینہ مرزا صاحب تو نفوس نلیک اور ارواح کو اکاب کا نام ملائکہ بتاتے ہیں جس کی نفی صاف الفاظ میں اسی صفحہ کے اگلے صفحہ پر موجود ہے۔ ان آسمانی فرشتوں کی حقیقت و صفات شریعہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ (قال ای النشیخ) وهذا بخلاف ارواح الکواکب السماویہ فانما تنزل بالاسماء الیخودات واثباتہ ذلك) (یواقیت ج ۲ صفحہ ۵۴ بحث ۳۹) شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی سلم گواہ مدعا علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ ارواح کو اکاب سے بالکل خلاف و متضاد حقیقت ہیں کیوں کہ ارواح کو اکاب اسماء و مخدرات قابو آ سکتی ہیں اور فرشتے کسی عمل سے قابو میں نہیں آ سکتے الخ۔ لہذا حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن قدس مرزا صاحب کی تائید سے پاک ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(جواب ۳) سرسید کی تفسیر مسلمانوں پر بحث نہیں اور اس قسم کے پیچری اور دہری نتائج کی بنا پر لوگ ان کے اسلام میں شبہ کرتے ہیں مگر چونکہ میں اپنے اکابر سے موثق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر عمر میں ان تمام بد عقیدہ گویوں سے تائب ہوئے تھے اس لیے ہم انہیں اسلامی زمرہ میں شامل کرتے ہیں اور اسلامی القابات سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مرزا صاحب کی اگر تمام کفریات اور دعویٰ نبوت سے تو یہ ثابت ہو جائے تو انہیں بھی ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے کوئی ذاتی نزاع تو ہے نہیں۔ پس نتیجہ نکلا کہ مرزا صاحب کا ایمان اسلامی ملائکہ پر نہیں اور ان کا عقیدہ کفریہ کی ایک بھی نظیر اسلامی مروجہ نہیں ملتی محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔

(نزول ملائکہ)

مختار مدعا علیہ نے بلا وجہ اس بحث کو طول دیا اختلاف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب نزول جبریل اور ملائکہ کے سرے سے منکر ہیں اور صرف اثمر اندازی بتاتے ہیں۔

نزل کی اصل حقیقت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے تو فیج مرام سیارات کے نفوس نورانیہ کی تاثیرات کا نام نزول ملائکہ ہے۔ تو فیج مرام متوفی تو فیج مرام خورد و مشا (ملخصاً نفوس غلیکہ۔ ارجاع کو اکب ملائکہ ایک ہی ہیں۔ ملخصاً تو فیج مرام خورد و مشا

مبادات بالاسے واضح ہے کہ ملائکہ کے حقیقی طور پر نزول کے مرزا صاحب صاف منکر ہیں اور انہیں سیارات یا نفوس غلیکہ اور ان کی اثر اندازی کا نام نزول بتاتے ہیں قرآن و احادیث سے ملائکہ کا نزول حقیقی پایا جاتا ہے نہ صرف اثر اندازی (۱) فتمثل لها بشرا سويا۔

انسان ہو کر ان کے سامنے آئے۔

(۲) قارحوا میں وحی لے کر اترا (بخاری شریف)

(۳) جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسانی شکل اور دھیمہ گلی صحابی کی صورت میں حقیقتاً نہ اثر اندازی کے طور پر اترا اور صحابہ کا دیکھنا (بخاری شریف)

(۴) جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دمرتہ دیکھا (مسلم)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ان کے پتھر سمباز دتھے (بخاری ذکر الملائکہ)

(۶) نزول کے متعلق تفصیل اور اس کے اقسام کے واسطے مسلم فریقین کے بزرگ علامہ شیخ عبدالوہاب شمرانی کی کتاب ایہو اقیست والحوایہ بحث (۳۹) ملاحظہ ہو۔

بہر حال خواہ انسانی شکل میں آئیں یا کسی اور اصلی ہو یا مثالی یہاں صرف بحث اس قدر ہے۔

کہ نزول حقیقی ہے صرف اثر اندازی ارجاع کو اکب یا نفوس غلیکہ کا نام نہیں۔

مرزا صاحب کے اس ادعا کا ملاحظہ ہو۔

نزول کی اصلی کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر۔

مختار مدعا علیہ ایک حوالہ بھی اسلامی طرز پھر سے نہ پیش کر سکا مثالی اور غیر مثالی شکل پر بحث کرتا رہا جو موضوع سے بالکل غیر متعلق ہے تمام اہل اسلام نزول ملائکہ خواہ مثالی شکل ہو یا حقیقی واقعی طور پر مانتے ہیں اور یہی قرآن اور احادیث و کتب معتمد سے ثابت ہے۔

اور مرزا صاحب صرف اثر اندازی مانتے ہیں نہ واقعی نزول میں نزول ملائکہ کا واقعی طور پر انکار کر کے یعنی مرزا نے اپنی کفریات میں ایک اور کفر کا اضافہ کیا۔

(دکتبہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین پر وحی یا کتب مجانب اللہ نازل ہوئیں وہ تلقی اور یقینی ہیں اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ وحی نبوتہ کا بالاتفاق دروازہ بند ہے ہذا یسورت وحی اگر کسی کو کچھ منکشف ہو رہا ہام، ہی ہے اور وحی نبوتہ کی طرح قطعی نہیں ملاحظہ ہو السیوانیت والحوابر بیان وحی ابام، آگے وحی کے سلسلہ میں اس کی تفصیل آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اپنی وحی ابام پر جس طرح ایمان رکھتا ہے دیا ہی ایمان اللہ کی منزل پاک کتابوں پر بتائے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے یا مہتمم شخص فقرات استعالیٰ کرے اس کا ایمان کسی طرح کتب البیہ پر قابل اعتناء نہیں ہو سکتا گویا ان سے کتنا ہی کہتا رہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا امور کا از کتاب کیا۔

ملاحظہ ہوں خواجہات ذیل۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر دیا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن کریم اور بین علامہ

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں، حقیقتہ الوحی ص

(۳) آنچر من بشعوم وحی خدا بخدا پاک و انمش از خطا

(۴) بیجو قرآن منزہ اش و انم از خطا ہمین است ایمان در شین ص

مرزا صاحب کی عادت بد زبان اور سخت کلامی کی تھی چنانچہ جب مرزا صاحب سے لوگوں نے اس کی گرفت کی تو جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اولاً یہاں داختر لکھا اس طرز کا ہوا گالی نہیں دوسرے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو شخص بوجہ اس کی مراث اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مہموم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر افراد کو نا پڑے گا کہ سارا قرآن گلابوں سے پڑ ہے ازالہ باریخیم ص یہی مرزا صاحب کی تینکا مادہ ہے کہ اپنی تمام غلیبان قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لگاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۵) قرآن پاک کے سوا کسی آسمانی و غیر آسمانی الہامی یا غیر الہامی کتاب کے الفاظ تحدی کے واسطے پیش نہیں کئے گئے یہ صرف قرآن پاک کی ان خصوصیات امتیازی شان ہے کہ ان کتہ فی دیب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسودة من مثله۔ قل لن اجتماعت الجن والانس علی ان یا نوابیثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعین ظہیرا۔

مگر مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ اعجازیہ بطور تحدی اور مقابلہ کے قرآن کی طرح اعجاز قرار دے کر پیش کیا مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان و کتبہ پر نہیں ہو سکتا۔ فصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو مختار مدعا علیہ کی تاویلات

خلاصہ تاویلات۔

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(۱) ذرا بات چرنکو۔ مجموعہ الہامات میں درج ہے لہذا میرے منہ سے خدا کا منہ مراد ہوگا۔

(۲) انبار الہدرا جولائی ۱۳۸۶ء سے ایک تاویل۔

(۱) الجواب

مجموعہ الہامات میں درج ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام مشکلم ضمیر میں خدا ہی کی طرف ہوں ای مجموعہ الہامات سے منوئے ملاحظہ ہو۔

(۱) نعمدك ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی مثلاً اس ضمیر سے خدا مراد نہیں۔

(۲) یا نبی اللہ کنت لا اعرفك۔ حقیقۃ الوحی مثلاً یہاں بھی ضمیر مشکلم سے خدا مراد نہیں مرزا صاحب خود یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اسے خدا کے نبی میں تجھے شناخت نہیں کرتا تھا۔

(۳) دب عذمتی ما هر خير عندك۔

(۴) ان دبی قوی قدر صلا

(۵) انی صادق فی صادق و شہد اللہ لی۔ ترجمہ مرزا صاحب میں صادق ہوں میں صادق ہوں۔

(۶) ان امرت من الرحمن فاستوفی۔ ترجمہ میں خدا کی طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں میں تم میری طرف آجاؤ مثلاً۔

(۷) انی لاجد ریح یوسف۔ الخ۔ اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوشبو لائی ہے۔ اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے مثلاً کیا مختار مدعا علیہ ان مشکلم کے ضمائر سے بھی خدا مراد لیگا۔ اسی لیے کہ یہ مجموعہ الہامات میں درج ہے۔

### (مختار مدعا علیہ کا اقرار)

مختار مدعا علیہ اپنی بحث لا الہ کے ہیڈنگ کے تحت الہام نمبر ۱ میں املی واصوم واسبروانام واجعل لك النوار القدوم واعطیک ما یدوم الخ۔ میں یہ تاویل کہ یہ مجموعہ الہام میں سے ہے۔ سب ضمیر میں خدا کی طرف ہونا فراموش کر گیا کہ پہلے حصہ میں مشکلم ضمیر میں لہم کی طرف اس کی شان کا اظہار کے واسطے ہیں اور دوسرے میں خدا کی طرف۔ لہذا اسی کے اقرار سے یہ تاویل غلط ہوگئی۔ اور ہر معمولی اردو دہائی بھی اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ منہ سے مرزا صاحب کا منہ مراد ہے نہ خدا کے تعلق کا اور نہ اردو عبارت بالکل منتقل ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تاویل محض لغو اور بے سود بلکہ غمزہ کا اقرار ہے تاویل ۲

(الجواب)

ہمارا اعتراض حقیقتہً الوحی کے الہام پر ہے جو ۱۵/ مئی ۱۹۷۷ء کی ہے اور جواب البدواں جولائی ۱۹۷۵ء سے عنایت ہو رہا

ہے سبحان اللہ۔

(۲۱)

(ضبابی حدیث بعد ک یوم منوت)

مختار مد علیہ نے اس پر طول طویل تقریر کی مگر اصل مدعی و اعتراض کو ذکر تک نہ کیا اعتراض صرف آیت سے نہ تھا بلکہ اس کی تفسیر جامع البیان و مدارک سے نقل کی تھی کہ

مع انہ لا حدیث یسا ویہ اودید ایہ فلا حدیث حسن بالایمان منہ جامع البیان مع انہ معجزۃ بأھرام من بین کتب ممسا ویہ ذب ای کتاب بعد ک یوم منوت ۛ (مدارک)

یعنی کوئی کتاب کوئی وحی کوئی بات قرآن پاک کے مساوی اور ہم یہ کہیں نہ کوئی آسمانی کتاب اس جیسی معجزہ ہے بس کسی کتاب پر اس جیسا اس کے بعد ایمان نہیں ہو سکتا۔ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

”بھی میری وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر“

آنچھ من بشنوم زرجی خدا بعد اپاک دانش ز خطا۔

پھر قرآن منزہ اش دانش و انم از خطا با میں است ایمانم (در شین)

اس کے بعد جواب میں مختار مد علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ نے آیت تو پیش کر دی اس کا مطلب نہ سمجھ سکا حالانکہ میں نے اپنا مطلب نہیں بلکہ ائمہ مفسرین کا نقل کیا ہے۔ پھر خود تراشیدہ اپنی تفسیر اور لاطعلی تاویلات کو نہ کہ تفسیر سے یہ مراد ہے منہ سے یہ مطلب ہے وہ نہیں محض بے سود اور ناقابل اتفات ہیں۔ کیونکہ جب اصل پوائنٹ ہی چھوڑ دیا تو غیر متعلق امور کا جواب ہم سے متعلق نہیں۔ ہم نے تبرعاً جواب دیا ہے ورنہ ہماری طرف سے غیر متعلق کہنا کافی تھا۔

جواب تو یہ ہوتا کہ مرزا صاحب جیسی تو ہیں آمیز عبارت کسی مسلمان کے کلام سے پیش کرتے صرف اپنی طرف سے اس واضح عبارت میں تاویلات پیش کرنا محض بے سود ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مختار مد علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے باطل موافق ہے اُس کا کوئی ٹکڑ بھی قرآنی تعلیم کے معارض نہیں محض غلط بلکہ بالکل قرآن کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر نمونہ گزر چکا۔

جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو یہ مسلم ہے کہ

(۱) مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ کو بطور تحدی پیش کیا۔

(۲) اور خلیہ الہامیہ کے ٹائٹل پر لفظ آیتہ لکھا اور یہ بھی کہ اس کے مثل کوئی نہیں دے سکتا۔

(۳) اس خلیہ الہامیہ پر ہے د مآکان لبشوان یبسط بمشلی --- الخ میری طرح کوئی بشر

نہیں کہ یوں قلم برداشتہ عبارت لکھ سکے سچہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی کسر اٹھا رکھی کوئی آسمانی کتاب یوں مقابلہ کے چیلنج سے پیش نہ کی گئی خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ انصاح العرب تھے اور خود فرماتے ہیں۔ انا انصاح العرب والعجم ولا فخر۔ کبھی اپنا کلام یوں مقابلہ کے واسطے پیش نہ کیا یہ صرف حضرت آدم سے قیامت تک قرآن ہی کی خصوصیت تھی مگر مرزا صاحب نے اسے خاک میں ملا دیا مسلمان تو اسے تو بہن ہی سمجھتے ہیں ہاں مختار مدعا علیہ کو تو بہن سمجھ میں نہیں آسکتی وہ معذور ہیں

### (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مسئلہ واضح ہے جواب کی حاجت ہی نہ تھی مگر تبرعاً تاویلات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں تاکہ ان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔  
(۱) اور جب آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ کو عربی انشاء پر رواجی کا معجزہ جس میں آپ تمام دنیا کے آدمیوں پر غالب رہے اور عرب و عجم میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا اس لیے عطا ہوا تھا الخ

(الجواب)

یہ بات کہ ان کو عربی انشاء پر رواجی کا معجزہ عطا ہوا تھا اور عرب و عجم میں کوئی آپ کو مقابلہ نہ کر سکا نہایت مضحکہ خیز ہے قصیدہ اعجازیہ کی صرفی معانی کی غلطیاں علمائے شائع کر دی ہیں جن کو مبتدی طالب علم بھی نہیں کر سکتا قصیدہ اعجازیہ کا صرف ایک شعر بحر الزمینی ملاحظہ عدالت کے واسطے پیش ہے۔

واما حسین فاذا کوا دشت کربلا - الى هذا لا یام تبکون فانظروا - (قابل ملاحظہ ہے، باقی یہ تاویل کہ قرآن کے حقائق ظاہر کرنے کو یہ معجزہ ملا تھا محض غلو ہے۔ قرآن پاک کی ہر سری کسی محاط سے ہو تو بہن کلام الہی ہے اور قرآن کے حقائق وغیرہ کا جیل محض متاثر ہے۔

ذناویل ۱) اس سے اب تک لازم آنا بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے۔ ۱)

(الجواب)

جب کوئی مدعی جواب سے عاجز آجائے۔ تو یہی کہا کرتا ہے کہ بالکل باطل قطعاً ناقابل التفات ہے اس کا



ہیں کوئی شکوہ نہیں۔

(تائید ملے) اگر اس سے قرآن کی توہین ہے تو قرآن کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا اور

(الجواب)

(۱) یہ وہی بات ہے کہ مرزا صاحب نے کلام کا اعتراض قرآن پاک پر دہرایا۔

(۲) اعتراض صرف لفظ آیت پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ کوئی اس جیسا لائے نہیں سکتا۔

(تائید ملے) (الهدی وجبة التوسر - وغیرہ سے تاویلات۔

(الجواب)

اپنی بلاغت قرآن کے بعد یا قبل جو کچھ انہیں تحدی اور مقابلہ میں اپنا کلام قرآن کی طرح پیش کر کے قرآن پاک کی خصوصیت پر جو توجہ ہے اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

(۴)

## قرآن گالیوں سے پڑے

مختار مدعا علیہ اپنی عادت کے مطابق اعتراض اور استدلال کا علامہ قطع و برید کر کے نقل کرتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کے ذمہ لگتا ہے۔

یہاں اس فقرہ مذکورہ بالا پر اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ مرزا صاحب کی سخت کلامی جس کا نمونہ اوپر پیش کر چکا ہوں اور آگے آئے گا۔ جب اعتراض کیا گیا تو فوراً اسے بیان واقعہ کہہ کے قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا کہ اگر یہ گالیاں جو بیان واقعہ ہیں گالیاں ٹھہریں تو قرآن پاک کو گالیوں سے پرماننا پڑے گا۔

بنی اعتراض صرف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب کی فحش کلامی اور بد زبانی جیسا سو کلمات کو اگر سب و شتم کو لگایا کہا جائے تو بقول مرزا صاحب قرآن پاک کو گالیوں سے پرماننا پڑے گا۔ یہ مقابلہ قرآن سے اپنی سخت کلامی کا ان دلائل اور دیگر حوالیات سے جو اوپر پیش ہو چکے مرزا صاحب کے ایمان یا قرآن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں اور ان امور کے بعد ایمان یکتبہ کا دعویٰ محض زبانی اور غلط ہے۔ عمارت کاٹ کے نہیں پیش کی کہ تاویل کافی ہو جائے۔ رنہ اتنے فقرہ پر صرف اعتراض ہے کہ قرآن گالیوں سے پڑے یہ تو مختار مدعا علیہ کی تصنیف ہے۔ ہمارا اعتراض تو پورے مضمون اور اپنی سخت کلامی کا قرآن پاک کے پاکیزہ طرز خطاب پر قیاس کر کے لکھا ہے جس کے جواب کی طرف مختار مدعا علیہ نے اشارہ کیا۔ کیا غیر متعلق باتیں اور نیز کلامی کر کے صفحہ سیاہ کر ڈالا اور یہ اعتراضی پوائنٹ لایا جواب کا جواب ہی رہا۔

باقی مرزا صاحب کا کشتی نوح اور مواہب الرحمن وغیرہ میں قرآن کے حامد بیان کرنا جواب کے لیے کافی نہیں

جب کہ مریخ توہین لاجواب اور پیش ہو چکی۔ اور مرزا صاحب کی چونکہ عادت ہی متعارض ہونے کی تھی۔ اس لیے ان کا ایک کلام دوسرے کی شرح کیا ہی سکیگا۔ جیسا کہ اوپر منسل عرش کر چکا ہوں۔ یہ ہر حال مرزا صاحب کا ایمان بکفیتہ اسلامی اصول پر ثابت نہ ہو سکا۔

(نوٹ) مختار مدعا علیہ نے مضمون ضبط کر کے اور منظر کے واسطے سلسلہ توہین کے دو نمبر (۵) بشادۃ احمد احمد اور (۶) حدیث کی توہین بے ربط توہین کے سلسلہ سے لیکر یہاں ایمان مفصل کے سلسلہ میں چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد دو سلسلہ شروع کیا۔ میں یہ نمبر (۵) و (۶) اسی توہین کے سلسلہ میں ذکر کر دوں گا تاکہ یہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے اور ایمان مفصل کے و کتبہ۔ کے جواب کو ختم کر کے دوسلہ شروع کرتا ہوں۔

### (دوسلہ)

مختار مدعا علیہ نے ہماری پیش کردہ ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا بلکہ ذکر تک نہ کیا۔ اور صرف اس کہنے پر اکتفا کیا کہ مرزا صاحب اور آپ کے تمام پیروہ اللہ تعالیٰ کے تمام بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس زبانی اقرار کی تائید بکفیتہ الوحی از اللہ اہام چشمہ معرفت سے پیش کی کہ وہاں رسول بھیجنے یا ان پر ایمان لانے یا دیگر ایمانیات کا ذکر ہے۔ حالانکہ اعتراض یہ تھا کہ جو شخص انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

انباء اگرچہ لودہ اندیسے	من بقرآن نہ کمترم زکے
آنچه دادست ہر نبی را جام	داداں جام را مرا بتمام
زندہ شد ہر نبی بآدم	ہر رسولے نہاں یہ پیر ہنم
روضہ آدم کہ تھا نامکمل اب تک	میرے آنے سے ہوا کمالہ بجلد یک بار
آدم نیز احمد مختار	در برم با مہ ہمد ابرار
منم شیخ زان و منم کلیم خدا	منم حمد واحد کہ مجتبیٰ باشد
میں کبھی آدم کبھی موسے کبھی یعقوب ہوں	نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
ایک منم کہ حسب بشارات آدم	جیسے کجا است تا بہند یا بہ منبرم
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔

تو وہ گوربان سے ایمان بالرسلا کا قائل ہو گا مگر اس کا ایمان اللہ کے رسولوں پر نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے بھی اسے لاجواب سمجھ کر یہاں نظر انداز کر دیا کیونکہ مرزا صاحب کے ان کفریات اور

و عادی کے بعد ان کا ایمان بالرسول ثابت کرنا واقعی محال ہے ورنہ کچھ اشارہ کنایہ والہ تو ہوتا۔ فَلَئِنَّ الْحَمْدَ

(وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى)

مرزا صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں یہ دونوں فقرات اپنے ایمانیات کی فہرست سے خارج کر دیئے ہیں ان کے کسی انتہی سے ان کے متعلق لب کشائی کی کیا توقع تھی بہر حال اس سلسلہ کے تمام حوالے و اعتراضات بھی لا جواب رہے۔

(وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ)

اس سلسلہ میں پویش کیا تھا اس کا جواب کیا ہی پڑتا اس کا نام تک نہ لیا گیا کیونکہ بحث میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور دراصل مرزا صاحب کے متبعین اس عقیدہ کے اثبات میں سخت عاجز رہے کیونکہ ایک طرف مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مرتے والا فوراً جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتا ہے اب اگر قیامت میں نفع و ضرر کی طبعی پرتیر سے انھیں توجہ تے اور دوزخ کے بعد دخول خروج مانا پڑے گا جو جائز نہیں لہذا قبر سے مردے نہ اٹھیں گے بلکہ ترقی مدارج ہوگی محض ازالہ اوہام از ۱۳۸۴ تا ۱۳۸۸

دوسری طرف نص قطعی قرآن مجید میں موجود ہے کہ مردے قبروں سے قیامت میں اٹھیں گے۔

(۱) وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَاذْهَبَ مِنْ الْآجِدَاتِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (سُورَةُ يُونُسَ)

(۲) وَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ (حَجَّ ط)

(۳) إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ

(۴) الْإِيطْنَ أَوَّلِيكَ انْهَمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

(۵) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى

مسلمانوں کا عقیدہ کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے میدانِ محشر میں جمع ہوں گے

وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَاذْهَبَ - - - - - يَنْسِلُونَ (سُورَةُ يُونُسَ) قَالِ مَنْ

يَحْيِي الْعِظَامَ - - - - - تَا - - - - - خَلَقَ عَلِيمٌ (يُونُسَ) كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ - - - - -

كُنَّا فَاعْلَمِينَ - كُنَّا لَكَ يَحْيَى اللَّهُ الْمَوْتَى إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ - مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ

فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى - أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ

إِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَا قَدِمَتْ وَآخِرَتْ يَقُولُونَ ءَأَنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ

ءَأَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نُفُخَ يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا وَنَفَخَ فِي الصُّورِ - - - - - لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

سے صاف ثابت ہے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ نیز۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ - - - - - وَادْخُلِي جَنَّتِي - وَنَفَخَ فِي الصُّورِ فَضَمَقَ

مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ - - - - - فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ وَنَفَخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمَ الْوَعِيدِ - - - - -

----- ذلک يوم الخلود -

### نوٹ

مشکوٰۃ شریف ص ۸۸، ۸۹، ۹۰ پر معراج حدیث صحیحہ لوگوں کے قبروں سے نکل کر خضر میں جن ہونے وغیرہ کی مفصل روایت  
میں بحرف طوالت ترک کی جاتی ہیں۔

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ رہینگے  
صاحم نجی جبین اس موقع پر ہے ورنہ حضرت آدمؑ دھوا جنت سے کیے نکالے گئے  
ہاں قیامت سے پہلے دخول روحی تھاب حسی ہوگا۔

لہذا مرزا صاحب کا ایمان کسی تاویل سے بعث بعد الموت پر نہیں ہو سکتا اور مختار مدعا علیہ کے سکوت نے اسے اور بھی  
مضبوط کر دیا۔ پس امنت باللہ و ملتکتہ و کتبہ کے جواب تین سکتے اور در سلسلہ کے جواب  
نا کافی اور الیوم الآخر والقد رخیبر و شر من اللہ والبعث بعد الموت  
کے تذکرہ تک نہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح مرزا صاحب کا ایمان کلمہ توحید اور ایمان بمل پر نہیں اس طرح  
مرزا صاحب اور ان کے اسنے والوں کا ایمان مفصل اور اس کے کسی جز پر نہیں اور جب تک ہمارے پیش کردہ عقائد سے  
صاف لفظوں میں رجوع نہ کریں قیامت تک ایمانیات کے کسی شیعہ کسی جز پر ایمان نہیں ہو سکتا۔

### استدعاء

یہ وہ خواجہات تھے جو معراج میں گواہان مدعا علیہ کو بھی سلم ہیں جس میں عدالت عالیہ کی توجیر اس بات کی طرف منعطف  
کرنا چاہتا ہوں کہ علیٰ مباحث تو آگے آئیگی فیصلہ کے واسطے یہی حصہ کافی دوانی ہے۔  
کیونکہ مدعا علیہ کو اپنے احمدی ہونے کا اقرار ہے گواہ ملنے تک مارچ کی جرح میں احمدی اور قادیانی اور مرزائی ایک  
ہی تسلیم کیا ہے۔

لہذا تنقیح اسکے بلا حصہ کر دیا مدعا علیہ نے مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کیا ہے، بلاشبہ  
ثابت ہو گیا۔

تنقیح کے دوسرے حصہ کو اس سے اترداد لازم آتا ہے

اس کے اثبات کے واسطے یہ کافی ہے کہ مرزائیت اختیار کرنے سے نہ لالہ اللہ اللہ پر ایمان قائم ہے  
نہ محمد رسول پر نہ ایمان بمل امنت باللہ کما ہو باسماۃ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ پر نہ ایمان  
مفصل امنت باللہ و ملتکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر والقد رخیبر و شر

من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت پر۔

یہ ایمان کی بنیادیں اور اصول تھے اس کے بعد ایمان کیا پیز ہے پس مرزا صاحب کی اتباع اور کفر و اعتماد لازم و ملزوم ہیں پس تنقیح مل کا دوسرا حصہ بھی ثبات ہو گیا۔

باقی ارتداد سے فرج نکال ہونا جو دوسری تنقیح ہے وہ ہر دو گرواہوں کو مسلم ہے کہ عام حکم اور تعالیٰ قسغ نکاح کا ہے جیسا کہ گذر چکا ہیں اس صورت میں ڈگری تہی مدعیہ ہونی چاہئے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(ایمان محیل و مفصل کی بحث ختم ہو گئی۔)

## وجوہات تکفیر و ترتیب شہادت

(۱)

### دعویٰ وحی نبوت

#### بحث متعلقہ وحی

مختار مدعا علیہ کی تہیدی تقصیر

”اس موضوع پر بحث کہ نہی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ گواہان مدعیہ نے مطلق اوعائے وحی کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ گواہ مآ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ اوعاء وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے اور بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے اور غیروں کے لیے کشف الہام یا وحی لدنی ہو سکتی ہے اور وحی کی تعریف کی ہے کہ فرشتہ بھیجا جاد سے۔ قتال سے جا کر یہ کہہ د اور اپنی تائید میں شرح شفا کا حوالہ بھی پیش کیا ہے لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے صرف وحی رسالت کو بند قرار دیا ہے گواہ مآ کا بیان مختار مدعیہ کے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہے۔“

نیز گواہ مآ نے ۲۱ اگست کو بموجب جرح تسلیم کیا ہے کہ آیت ”ما کان لبشر من قبلہ“ میں بطریق وحی بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں اور گواہ مدعا علیہ نے مطلق وحی کے بقاء سے ہکرا نکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت اور وحی لازمی ہے اگر دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کون سا حکم منسوخ ہو جائے،“

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ محض منطوق و فریب ہے اس نے اپنی شہادت میں لکھوایا تھا کہ ”فراق دوم نے لکھوایا کہ اداء دہی کفر ہے آخری بحث میں میں نے اُس کی یہ کذب بیانی یہ نصاب کی اور گواہ مڑا کی اصلی عبارت نقل کر دی کہ وہ لکھو رہے ہیں کہ ”ایسے ہی اداء نبوت اور اداء دہی نبوت بھی کفر ہے، کتنی واضح عبارت میں دہی نبوت کی تصریح فرما رہے ہیں مگر مختار مدعا علیہ کو مطلق دہی نظر آتی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔

اب برائی بحث کے اس ابتدائی مذکورہ بالا حصہ میں مندرجہ ذیل الہامات پیش کئے ہیں اور اپنی منطوق دہی کا پورا پورا ثبوت ہم پہنچا رہے ہیں عدالت کی سہولت کے لیے ایک کالم میں اس کا بہتان اور دوسرے میں

## اصل حقیقت پیش کرتا ہوں

اصل حقیقت

بہتان

(۱) چنانچہ گواہ مڑا نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ اداء دہی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت کہ اداء دہی نبوت ہے بلکہ قرآن کی طرح (دینے دہی نبوت) ہو اس نے کہیں مطلق دہی نہیں کہا نہ مطلق دہی کا لفظ ہے بلکہ قرآن پاک جو مسلمہ فرضین دہی نبوت ہے اُس کی طرح جو اپنی دہی کا دعوے کرے وہ کافر۔

پس گواہ مڑا پر یہ بہتان ہے کہ اس نے مطلق دہی کے دعویٰ کو کفر بتایا بلکہ دہی نبوت اور رسالت کو کفر بتایا ہے جو قرآن کی طرح ہو لہذا مختار مدعا علیہ کے دعوے سے سراسر مو خلاف ہیں مختار افترا ہے یہ عبارت بھی پہلی عبارت سے متصل ہے اور مطلق کا لفظ ہرگز وہاں مذکور نہیں مختار مدعا علیہ کی تعینیت اور اس کا منطوق ہے اسی دہی نبوت کو جو قرآن کی طرح سمجھی جائے گے گواہ مڑا بیان کر رہے ہیں نہ وہاں لفظ مطلق دہی ہے نہ خواہ نبوت کا دعوے نہ ہو۔ اصل عبارت یہ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر دہی ہوتی ہے اور وہ دہی قرآن کی طرح دینے دہی نبوت و رسالت ہے (تو وہ کافر ہے اس کے کفر کے اثبات کے لیے تمام مذکورہ عبارات کافی ہیں کیونکہ دہی دینے مذکورہ بالا لازم نبوت ہے جو شخص اس دہی نبوت مذکورہ کا مدعی ہو

اگرچہ۔ ظاہر نبوتِ کامی نہیں مگر فی الحقیقت مدعی نبوت ہے دیکھو کہ وحی نبوت کا دعویٰ درپردہ نبوت کا دعویٰ ہے۔

بہن ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے گواہ رضا کا بیان اپنے لفظوں میں نقل کر کے اس پر اختراہ کیا ورنہ وہ دراصل دعویٰ وحی نبوت کی تکفیر کو کہہ رہے ہیں نہ مجازی و لغوی کیونکہ اس وحی نبوت کو پیروں کے ساتھ مخصوص کر کے لکھتے ہیں کہ وہیوں کے لیے کشف و الہام یا وحی لغوی ہو سکتی ہے، جب وحی لغوی کی نیروں کے واسطے مراحت فرماتے ہیں تو مطلق وحی کا دعویٰ کفر کیونکہ لکھ سکتے ہیں۔

یا مکمل صحیح ہے یہاں یہ آیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور اس آیت میں جو طرق مذکور ہیں وہ اس کے شان نزول کے لحاظ سے وحی نبوت اور رسالت کے ہیں اور وحی نبوت کا تیرہ سو سال سے بند ہونا اور اس پر نہ رنگ بانا تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ان اقسام کی تخصیص بالا انبیاء اور وحی رسالت و نبوت مراد ہونے کی دلیل درکار ہو تو بخدا ہی شریعت کی پہلی حدیث معہ شرح حافظ بدر الدین یعنی ملاحظہ فرماویں۔ فی الاصطلاح الشریع ہو کلام اللہ الی قولہ کہا و اوحی ربک الی النحل

دہم گواہ سالت و نمیرب نے محض دروغ بے فروغ ہے اس کا روشناس مل یہ موجود ہے عدالت خود ملاحظہ فرما دے کہیں ”مطلق وحی“ کا لفظ نہیں بلکہ وحی نبوت کے متعلق حکم دے رہے ہیں لازم نبوت وحی نبوت ہوتی ہے نہ مطلق وحی ورنہ و اوحی ربک الی النحل شہد کی کھی کو بھی وحی ہوئی ہے وہ نجی نہیں ہوگی نہ وہ وحی نبوت ہے گواہ سالت نے تو اپنے بیان میں مرزا صاحب کے مدعی وحی نبوت ہونے پر بہت سے دلائل و قرائن نقل کئے ہیں علیٰ ہذا گواہ سالت نے گواہ رضا کے یہ الفاظ ہیں ”اے ایسے ہی ادعا نبوت اور ادعا وحی نبوت بھی کفر ہے“ بہر حال جو ضاحت ثابت ہو گیا کہ یہ محض مختار مدعا علیہ کا ملاحظہ مختار ورنہ گواہان مدعیہ نے بھی وہی بیان دیا ہے جو مختار مدعا علیہ نے بحث میں کہا کہ دعویٰ وحی نبوت در رسالت کفر ہے مرزا صاحب اور ان کے متبعین اگر ملاحظہ نہ کریں اصل بات یہ ہے کہ میری تہدید جو میں نے اس میڈنگ کے تحت مسئلہ کو متبع کر سیکے یہ پیش

(۳) گواہ سالت ۱۲ اگست کو جواب جرح تسلیم کیا ہے آیت مالان للبشر میں جو طرق وحی بیان کیے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔

دہم گواہ سالت و نمیرب نے مطلق وحی کے بقاء سے یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت وحی لازمی پیوستہ ہے

کی تھی وہ چونکہ لا جواب تھی اس لیے اس اضطرابی اور بہتان طرازی کا ثبوت دیا گیا ملاحظہ عدالت کے واسطے بلفظ پیش کرتا ہوں۔

## نتیجہ مبحث

کشف والہام - وحی تین علیحدہ علیحدہ امور ہیں جن کی تفصیل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مرسوم حضرت سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مفصل درج ہے پھر سرائیک کے نقوی دامطلاحی حقیقی و مجازی معنی ہیں شہد کی کبھی کو بھی نقوی و مجازی وحی کی گئی ہے قال اللہ تعالیٰ و اوحیٰ دیک الی الذل۔۔۔۔۔ الخ کہ تیسرے رب نے شہد کی کبھی کو وحی بھی بھیجی۔ مگر حضور والا واقف ہی کہ اس بحث میں شہد کی کبھی والی وحی یا اس قسم کے دیگر نقوی و مجازی اقسام وحی اور مجازی غاررات زیر بحث نہیں۔ بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ وحی نبوت بعد از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معدوم ہے اور اس کا مدعی کافر ہے ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعیہ خصوصاً بیان گواہ علیہاں اس کا یہ دعوے کہ ایسے ہی ادعا نبوت اور ادعاء وحی نبوت بھی کفر ہے بڑی تفصیل سے مدلل کیا گیا ہے

پس نتیجہ سرائیک یہ ہوئی کہ مطلق وحی کی بحث نہیں بلکہ دعوے وحی نبوت کفر ہے۔

نتیجہ نیر در - جو وحی انبیاء کرام پر جس خصوصی پیرایہ میں اترتی ہے وہ وحی نبوت کہلاتی ہے وہ کسی اور پر نہیں اتر سکتی۔ بجائے اس کے کہ اس نتیجہ کے اقسام بیان کر کے اسے طویل و زیادہ مسلم ہے کہ مرزا صاحب کی عبادت وحی نبوت کی مراد اور اس کی نتیجہ میں پیش کردہ تاثرات حضرات پر بھی حجت ہو سکے جن پر سوائے مرزا صاحب اور ان کے دونوں مقلد کے مطلق قرآن حجت ہے نہ حدیث نہ فقہ نہ کلام نہ تفسیر نہ اشعار کلام اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروان نہ مہاجر کے فیصلے نہ بزرگان دین کے اقوال نہ ائمہ دین کے استنباط، بلکہ مرزا صاحب کی بات بنانے کے لیے سب کی تاویل کر لیتے ہیں اور سب پر اتہام لگانے میں تامل نہیں کرتے۔

## (مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک وحی نبوت کے معنی)

(۱) ”کیونکہ جس میں شان نبوت پاتے ہیں اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے“ ایام الصلح ص ۱۸۶ مسلم گواہ ص ۲

جزخ مارچ ۱۳۳۳ھ

”بھی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی“ سراج منیر ص ۲

(۲) وحی رسالت وہ ہے جو متوسط جبریل و راز الہ اوہام ص ۲۱ بیان گواہ مدعیہ ص ۲



(۳) ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت درساتا ہے جو بند ہے (ازالہ اشباہ و گمراہی مدعیہ نیرودو) تفسیر مومن جو وحی بندوں پر حجت ہو اور اس کی اتباع لازم ہو وہ تشریحی کہلاتی ہے یا جس میں نیا حکم ہو ملاحظہ ہو جرح گواہ ص ۷۷ مارچ ۱۹۳۲ء

جس میں نئے احکام ہوں وہ تشریحی ہے۔

تہرنبی تشریحی ہوتا ہے اور اس کی وحی خواہ پرانی وحی کیوں نہ ہو تشریحی اور لوگوں پر حجت ہوتی ہے نیز کوئی نہ کوئی نیا حکم اس میں مستقل ضرور ہوتا ہے خواہ صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ ص ۷۷ مارچ ۱۹۳۲ء نیز ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص ۲۳۸ تصوراً بہت نازل ہونا براہِ رسالت ہے تفصیل کے لیے بیان گواہ مدعیہ ص ۷۷ ملاحظہ ہو، مرزا صاحب کی عبارت اور تفسیر مومن کی رو سے وحی نبوت کی تحریر مندرجہ ذیل ہے۔

(۶) اے جس میں شان نبوت ہو یا نبی ہو اس کی وحی وحی نبوت ہے۔

(ب) توسط جبرئیل ہو خواہ ایک ہی فقرہ وحی نبوت ہے۔

(ج) جو بندوں پر حجت ہو۔ ایضاً

(د) جس کی اتباع لازم ہو

(ه) جس میں نیا حکم ہو۔

(و) صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا حکم ہو وہ بھی وحی نبوت بلکہ تشریحی ہے۔

یہ (۶) چھ صورتیں وحی نبوت درساتی ہیں۔

### (اقراری و گری)

ہمارے مدعا کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہ صرف مرزا صاحب کی امت کو بلکہ ان کے خود ساختہ نبی کو بھی مسلم ہے کیونکہ ہمارا دعوے اسناد وحی نبوت درساتا ہے اور وحی نبوت درساتا کہ انہما مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہوں خواجہات مندرجہ ذیل۔

(۱) لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی۔ (ازالہ اوہام ص ۲۱۲)

(۲) حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (حلقۃ البشری ص ۳۲)

ایسا اس تسلیم کے بعد کسی جدید استدلال اور بحث کی ضرورت ہی نہ تھی مگر پھر بھی حوام کو مغالطہ سے بچانے کے واسطے اصل بحث میں میں نے تمام پیش کردہ آیات و احادیث و اقوال کا مدلل جواب دیتے ہوئے ان کی خیانت اور قطع و برید بے نقاب کر دی تھی۔ اب جواب بحث میں بجائے ان کا کوئی معقول جواب دینے کے انہیں

فرمودہ دلائل کا مکرا عادیہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں شریک خیانتیں اور تحریف ہے اس لیے پرمفصل جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ درمذہب ضرورت ہی نہ تھی۔ یہاں تک میرے دعویٰ کا تعلق ہے مدعا علیہ اور اس کے نبی اور گواہوں کو مسلم ہے

مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل ہیڈنگ قائم کیے ہیں

- (۱) کیا وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔
- (۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریفی مسدود ہے۔
- (۳) کیا قرآن مجید سے بقاء وحی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۴) کیا احادیث سے بقاء وحی غیر تشریفی پر کوئی دلیل نہیں۔
- (۵) کیا بقاء وحی غیر تشریفی عقیدہ سلف صالح کے خلاف ہے۔
- (۶) کیا مسیح موعودؑ کے نزدیک ہر قسم کی وحی بند ہے۔
- (۷) کیا مسیح موعودؑ اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس سلسلہ میں بظاہر سات یہ ربط وغیرہ متعلق آیات معانی اور مطالب بگاڑ کر تحریف معنوی کے ساتھ پیش کی گئی ہیں مگر دراصل پانچ جن کا جعلی جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام آیات وحی لغوی یا الہام کے متعلق ہیں اور ہماری گفتگو وحی نبویہ و وحی رسالت میں ہے اس کی تخصیص کا دعویٰ چھ تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے مطلق وحی کی تخصیص کا نہ ہمارا دعویٰ ہے نہ ہم اس کے جواب کے مکلف ہیں۔

## تبرہ عائفی جواب بھی پیش کرتا ہوں

ایۃ اولہما کان لبشر ان ینکلمہ اللہ الا وحیا۔۔۔۔۔ الخ خلاصہ

استدلال مدعا علیہ۔ بشر نبی اور غیر نبی کو عام ہے۔ لہذا وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔

یہ بعینہ شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے جس کا جواب مکمل اور مدلل و مفصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسی آیت میں خدا کے انسان سے ہم کلام ہونے کے اقسام بیان کیے گئے ہیں وحی نبوت کا انبیاء سے مخصوص ہونے کا ذکر تک نہیں اور اگر اس سے خارجی دلائل اور شان نزول کی روشنی میں وحی نبویہ مراد ہو تو بشر سے نبی مراد ہو گا۔ جیسا کہ اس کے شان نزول سے ظاہر ہے اور نبی بھی بشر ہوتا ہے صرف وحی الہی نبی کو عام بشر کے افراد سے ممتاز کرتی ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ --- الخ

مختار مدعا علیہ کا جواب یہ کہ

”لیکن مختار مدعیہ۔ سے اسی آیت میں بشر سے نبی مراد لیا ہے حالانکہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بشر کو انبیاء کے ساتھ مخصوص کرے۔“

بالکل قابل التفات نہیں کیونکہ جواب کی شق اول تو ہر حال مسلم رہی اور اس آیت کا غیر متعلق ہونا ثابت ہو گیا بشر کی تخصیص نبی کے ساتھ شکی ثنائی پر ہے جبکہ وحی سے مراد وحی نبویہ ہو۔ پس جس طرح وحی نبوت کی تخصیص بلحاظ شان نزول ہوگی یوں ہی بشر سے نبی کی تعیین شان نزول سے ہے نہ کہ ظاہری الفاظ سے۔ ہاں جبکہ مختار مدعا علیہ وحی عام مراد لیتا ہے نہ کہ وحی نبویہ اور بحث وحی نبویہ میں تھی نہ کہ اہام اور وحی مجازی و لغوی میں پس اسی آیت کا غیر متعلق و بے ربط ہونا گویا اُسے بھی مسلم ہے اور محض بحث کو طول دینے کے واسطے اسے پیش کیا ہے ورنہ اس کا شکی اور اہل جواب ابتداء بحث میں گزر چکا ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

فتوحات مکہ ۲۴ ص ۱۶۷ و ۱۶۸ سے مختار مدعا علیہ کا نقل کرنا کہ

ان تمام طرق سے اولیاء امت کو بھی وحی ہوتی ہے اور نبی موعی کی وحی میں فرق ہے ہمارے تا ئید کرتا ہے نہ کہ ہمارے خلاف کیونکہ جب یہ وحی اولیاء امت کی وحی کو بھی شامل ہے جو بالاتفاق بمعنی اہام ہے تو لہذا اس آیت میں نبی موعی وحی مراد ہوگی نہ تحقیقی اصطلاحی نہ وحی نبویہ لہذا پھر بھی غیر متعلق اور بے ربط رہی۔ مختار مدعا علیہ نے جو تکیا قرار خود فتوحات کا کل مطالعہ نہیں کیا ہے ورنہ ایسی فاش غلطی نہ کرتا۔ کیونکہ حضرت شیخ نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اہام باقی ہے اور وحی بالکل معدوم و بند ہے۔

”اعلم اننا من الله الا لهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع بموت

رسول الله صلى الله عليه وسلم“

فتوحات مکہ ۲۴ ص ۱۶۷ یعنی جان لو کہ ہلکوا اللہ کی جانب سے اہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا ہے۔

۲۴ باب ۲ ص ۱۶۷ پر تصریح فرمادی کہ آثار نبویہ سے صرف بشرات یعنی روایات باقی ہیں اور سب معدوم و ختم ہو چکے ہیں ان تصریحات کے ہوتے ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قطع و برید کر کے بگاڑنا صرف مختار مدعا علیہ کا شیوہ ہے جن کا مقصد مناظرہ کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری آیت -

واوحيना الي امر موسى ان ارضعيه الخ

خلاصہ استدلال۔ ام موسیٰ نبی نہیں پھر بھی ایسی شانداران پر وحی ہوئی۔

الجواب

یہاں وحی شاندار اور غیر شاندار کا ذکر نہیں بلکہ وحی نبوت کے متعلق بحث ہے اور وحی نبوت اس میں مراد نہیں جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔ کہ

”گوکہ مدعا علیہ کا مقصود اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا ہے نہ نہ وحی نبوت ملحقاً۔

نیز اس آیت میں وحی یعنی الہام ہے جیسا کہ باجہ بیان طے ہاش بلائین ملا ہے۔ و اوحینا الہمنا الی ام موسیٰ۔ یعنی اوحینا الہمنا کے معنی میں ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا یوں ہی بلائین پر تصریح ہے کہ وحی یعنی الہام ہے پس جب یہاں الہام مراد ہے تو غیر متعلق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

تیسری آیت۔

اذکر فی الکتاب مریم الخ

یہ تو تھی آیت۔

واذ قالت الملائكة یا مریم ان الله یشرفک الخ

پانچویں آیت۔

واذ قالت الملائكة یا مریم ان الله اصطفاک الایة

خلاصہ استدلال۔ مریم نبی نہیں۔ پھر جبرئیل پیغام الہی لائے اور ان پر وحی ہوئی۔

(الجواب)

یہ بعینہ وہی استدلال ہے جو تنہا دت میں آچکا اور ابتداء کے بحث میں اس کا غیر متعلق دے ربط ہونا پیش کر چکا۔ جس کے لاجوائی کا مختار مدعا علیہ کو بھی اعتراف ہے کیونکہ اس جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں مکرر اعادہ کر کے طویل دینا نہیں چاہتا۔ عدالت خود ابتداء کے بحث سے ملاحظہ فرما لے یہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ غیر انبیاء پر ہمیشہ وحی یعنی الہام ہوتی ہے اور نزول جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل غیر انبیاء پر بھی ہوا ہے گو بصورت الہام ہے لہذا یہ آیت وحی نبوت کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور وحی یعنی مجازی الہام وغیرہ کی تخصیص بلا نبی کے ہم ہی مدعی نہیں۔ لہذا یہ سوال محض بیکار ہے۔

چھٹی آیت۔

وامراتہ قاسمة فضحکت فبشرناھا باسحق الخ

## الجواب

یہاں بھی وحی نبوت مراد نہیں بلکہ الہام ہے جیسا کہ تفاسیر میں مصرح ہے اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا جواب الجواب کیا ہو سکتا نام تک نہیں لیا گیا اور اس کی لاجوابی کا زبان حال سے اعتراف ہی کرنا پڑا۔  
ساتویں آیت۔

قلنا یا ذا القرنین امان تعذب الایة

یہاں بھی شہادت کا کمر استمدلال دہرایا ہے میں بھی ابتدائی بحث کے مدلل جواب کی طرف عدالت کی توجہ مبذول کرتا ہوں جو حضرت ذوالقرنین کو نبی کہتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ آیت انبیاء سے مخصوص ہے اور جو انہیں نبی نہیں کہتے ان کے نزدیک یہ الہام ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے کہا ہے لہٰذا یکن نبیاً پس انہوں نے یہ تفسیر کی ہے قلنا یا ذا القرنین - یا الہام - ہم نے ذوالقرنین سے بذریعہ الہام گفتگو کی جلا میں ۱۹ صفحہ ۱۱۱ دہرایا الہام ہوا۔ اور گفتگو وحی بلکہ وحی نبوت میں ہے اور یہاں وحی نبوت کجا مطلق وحی کا بھی نکتہ نہیں۔ لہٰذا بالکل غیر متعلق ہے۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ سکندر کے متعلق نبی وغیر نبی کا اختلاف مختار مدعی نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا مختص افتراء اور بہتان ہے۔ میں نے صرف تفاسیر کا ذکر کیا ہے اور مختار مدعا علیہ کے سوال پر تفسیر کبیر کا حوالہ بتایا تھا تفسیر کبیر کا اُسے بھی علم ہے جلا میں ۱۹ صفحہ ۱۱۱ دہرایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لالچی اور شرناک بہتان و افتراء سے عہدہ

تفسیر ابن جریر کا حوالہ بتایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لالچی اور شرناک بہتان و افتراء سے عہدہ برداری چاہتا ہے۔

نتیجہ مختار مدعی علیہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- (۱) وحی انبیاء علیہم السلام سے مختص نہیں۔
- (۲) جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہیں طریقوں سے غیر انبیاءوں اور اولیاءوں وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نیر ایک سے ظاہر ہے۔
- (۳) فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاءوں پر ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچاتا ہے جیسا کہ آیت ۴۵ و ۶۰ سے ظاہر ہے۔

جو اباب مرتبہ

جواب ۱۔ بحث وحی نبوت میں ہے اس کا غیر انبیاء پر ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

(۴) اس آیت میں جب وحی نوبہ مراد ہے تو انبیاء سے مخصوص ہے اور اولیاء کو وحی یسینہ الہام ہوتی ہے یہ اس آیت کے تحت میں اگر داخل مانی جائے تو یہ ہم کلامی یسینہ وحی عام یعنی نقوی ہوگی جس کی یہاں بحث نہیں۔ یہاں صرف وحی نوبہ کی تفصیل کا تذکرہ ہے۔ ورنہ شہد کی کبھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ **و اٰتٰیہٗ بِلٰقِ الٰی النحل**۔ پس اس معنی سے انبیاء کے ساتھ کون متعلق منہ تفصیل کر سکتا ہے۔

(۳) یہ پیغام بھی گویا اسطر ملائم ہو۔ مگر الہام ہے جیسا کہ فتوحات میں مہر ہے کہ الہام بوا اسطر ملک بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے واسطے فتوحات سے باب الہام کا بیان ملاحظہ ہو نیز اصل ابتدائی بحث میں۔

(۴) یہ وحی نہیں بلکہ الہام ہے چنانچہ آیت نمبر ۷۷ میں وحی کا لفظ بھی نہیں۔

(۵) یہاں بھی الہام مراد ہے نہ وحی جیسا کہ مفصل اور پر عرض کر چکا ہوں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریحی مسدود نہیں ہے

اس سلسلہ میں میں مختار مدعا علیہ نے دلائل القصد اور وحی نبوت کے جواب میں کی لا حاصل سی کی ہے جس کی حقیقت ابھی ان مشاکوۃ اشکار ہو جائیگی۔

قول مختار مدعا علیہ

”گوایمان و مختاران مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہی بند ہونا ثابت ہوتا ہو الخ“

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جنہیں لامحالہ دہران ضروری ہے خواہ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ یہی الفاظ تقریباً شہادت میں تھے جن کا مکمل جواب۔

(دلائل القصد اور وحی نبوت بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

کا ہیڈنگ قائم کر کے دے چکا ہوں تفصیلی اعلان ضرورت نہیں۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ کی طرف سے نبوت کا مطالبہ ہے کہ ثابت ہوا جو اب اگر اراش ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اور وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے لام الصلح ۱۴۲۷ نیز نجی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔

سراج نمبر ۱۴۲۷ نیز وحی نبوت لوازم نبوت سے ہے گ ۱۳/۱۴

پس تمام وہ اولہ بواقفان نبوت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یا ختم نبوت پر پیش کئے گئے وہ سب اس مسئلہ پر واضح دلیل ہیں ایسی یہ صرف ایک آیت کے اعادہ پر اتکالی تھے جس پر مرزا صاحب کے متبعین نے یہ مغالطہ دیا

کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے نہیں نہ کوئی حدیث میں سنئے کہ علاوہ آیات کے خاتم النبیین کے تحت مندرج ہیں

(۱) الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك -

(۲) ولقد اوحی الی هذا القرآن لاذکرکم بہ ومن بلغ -

(۳) تبارک الذی نزل العرفان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً -

نوٹ (۱) قرآن میں بعد کے تصریح کی ساتھ وحی مطلق کا بھی کہیں ذکر نہیں جرح گ ۲ ص ۲۴

(۴) ولقد اوحی الیک و الی الذین من قبلك -

(۵) وکذلک یوحی الیک و الی الذین من قبلك -

(۶) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا۔۔۔ تا۔۔۔ مسلمون

(۷) الم تر الی الذین یزعمون الیہ

(۸) وما ارسلنا قبلك من المرسلین -

اس کا ترجمہ و مطلب و استدلال وغیرہ بیانات گواہان مدعیہ اور بحث متنازعہ سے ملاحظہ ہو پھر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے پیش نہ کی محض مغالطہ ہے اس قدر آیات بیانات شاہد ہیں۔ البتہ ہر ہیرونگ کے نیچے مفصل مکرر نقل نہیں کی گئی اکثر جگہ حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نور ملاحظہ ہو۔ (احادیث مفصل ۲۵) بلکہ دعویٰ امور حوالہ ۲۰۰ سے زائد کا)

(۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یمقی بعدک من النبوة شیء الا

المبشرات قالوا یا رسول اللہ فالمبشرات قال اللویا الصالحة یراہا المسلم او تری

لہ (کنز العمال گ ۷ ص ۷)

(۲) عن عمران اناساً کانوا یواخذون بالوحی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وان الوحی قد انقطع۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۶)

(۳) عن عمر لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادتبت العرب قالوا نودی

ذکوۃ وقال ابوبکر لو منعونی عقلاً لجاہدنیہم علیہ وقلت یا خلیفۃ المسلمین۔۔۔

۔۔۔۔۔

وقال اجبار فی الجاہلیۃ وخور فی الاسلام انه انقطع الوحی وتم الدین انیقض

واناسی۔ مشکوٰۃ مناقب ابی بکر ص ۵۲ جرح گ ۷ ص ۷ ص ۷

(۴) عن انس بن مالک قال صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد

انقطعتم ولا رسول بعدی ولا نبی قال شق ذلك على الناس وقال  
ولا كن المبشرات قالوا يا رسول الله وما المبشرات قال رؤيا  
الرجل المسلم وهو جزء من اجزاء النبوة - - - - - الخ

(جوہر گم ص ۸۰ ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۰۶)

مفصل ترجمہ و مطلب بیانات اور بحث ابتدا میں ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ کہ اس میں مندرجہ ذیل امور صرح موجود ہیں۔

(۱) نبوة کے لازم و آثار و اجزاء سے سوائے نبیاء و صالحہ کچھ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نہیں۔

(۲) ان الوحي قد انقطع - - - - - وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی۔

(۳) انه انقطع الوحي - یقیناً معاملہ یہ ہے کہ وحی منقطع ہو چکی۔

(۴) کوئی بھی نبوة در سالہ کا بجز سوائے مبشرات اور صالحہ باقی نہیں رہے وحی نہ کچھ اور

## اقوال سلف صالحین و مسلم بزرگان دین

گواہ مدعا علیہ و مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ ابن عربی رحمہ کی تصریح و اعلم ان لنا من الله تعالى  
الا الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع بعون رسول الله صلى الله عليه وسلم -  
فتوحات ۳ ص ۲۵۲

ترجمہ۔ جان لو ہمارے واسطے اللہ کی جانب سے صرف اہام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بالکل منقطع و مسدود ہو چکا۔

نیز مسلمہ گواہان مدعا علیہ و مختار مدعا علیہ میر درد

(۲) علم الکتاب ملاحظہ فرمائیے خواجہ میر درد۔ اقسام وحی کے آں نیز مثل اہام و قسم است۔ سیکے وحی عام کہ اصلاً ہی تخصیص

ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است و بیان اقسام نبی اھول آن منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء  
دن بعد عدم ہوازال اطلاق لفظ وحی بمعنی عاشر نیز درجہ گٹ ۱۱ مارچ ۵۰

(۳) من اعتقد و جابعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد كفر باجماع المسلمين -

(فتاویٰ مدیثیہ علامہ ابن حجر کی گم ص ۲۰)

(۴) وكذلك من ادعى لهم انه يوحى اليه وان لم يدعي النبوة فهو لآء كلام كفار يكن بون

النبي صلى الله عليه وسلم - (شفاء جلد ۲ ص ۲۴ و ۲۵ گم ص ۶۹)



(۵) و بحوالہ مذکورہ نسیم الریاض ۲۷ ص ۵۰

(۶) شرح شفاء گ ۳۲ ص ۵۱۹ و ۵۲۰

عرض یہ کہ صرف دعویٰ وحی نبوۃ ہی چونکہ مستلزم نبوت ہے اس لیے اسے بھی کفر اور تکذیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا گو دعویٰ نبوت ہو جیسا کہ اوپر بحوالہ شفاء و شرح شفاء ملا علی قاری و نسیم الریاض وغیرہا سے عبارات نقل کی گئی ہیں۔  
زیرادہ تفصیل بیانات گواہان مدعیہ بر الف و سا و را ملا خطہ ہو۔

اتنے مفصل دلائل کے بعد یہ کہنا کہ کوئی آیت اور حدیث پیش نہ کی گئی محض بددیانتی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بحث کی پیش کردہ آیات کا کوئی مکمل جواب ہی نہ دیا صرف یہ کہہ کر ٹالنا چاہا ہے کہ وحی کا ذکر نہ ہونا اور آیات ہے اور مسدود ہونا اور حالانکہ میں نے مفصل عرض کیا تھا کہ یہاں صرف عدم ذکر نہیں بلکہ باوجود اقتضاء مقام کے اس کا ترک ہے جو مراحمۃ السداد وحی پر بھی دال ہے ورنہ ذکر قصداً ترک نہ کیا جاتا۔

صرف ایک آیت کا بے ربط جواب دیا ہے گویا بحث کی پیش کردہ کلی آیات سوائے ایک کے بالکل لاجواب ہیں اور احادیث و اقوال سلف کل لاجواب ہیں۔

البتہ تین آیات دگواہ نمبر ۱ کے بیان سے لے کر کچھ غیر متعلق جواب کی لاعمل سہی کی ہے اُن آیات کا جواب گونا گویاں التفات ہے تاہم ہماری جانب سے مختار مدعا علیہ کا منطوقہ اشکار کر نیکے واسطے مفصل چاروں آیتوں کا جواب لاجواب پیش ہے۔

(۱) پہلی آیت۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ -

خلاصہ تائیدات مختار مدعا علیہ

جواب کیا ہو سکتا تھا جواب کا نام رکھ کر تائید میں کی ہیں۔

(۱) عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں پس یہ لازم نہ آیا کہ آپ کے بعد وحی نازل ہونے والی تھیں۔

(۲) اس آیت میں وحی تشریحی کا ذکر ہے اور وحی تشریحی تو نہیں آسکتی لیکن غیر تشریحی آسکتی ہے جیسا کہ روایت ۲۷ ص ۵۱ پر ہے۔

انہ لم یجیء لنا خیرا الہمی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی

تشریحی ابداً انما لنا وحی الالہام قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ الْاٰیۃ

(۳) مسیح موجود پر وحی ہوگی لہذا اس آیت سے وحی بند نہ ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر مطلق وحی مراد ہو تو بالآخرۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد انجوائی نبوت

یا رسالت کو مستلزم ہے مراد ہوگی اس سے اسلوب بد فکر بالآخرۃ فرمایا ان

(۱) جواب

جواب (۱) یہاں عدم ذکر نہیں ہے بلکہ فہرست ایلیات سے بالقصد خارج کرنا ہے جو صریح دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ اُسے فہرست ایلیاتی کے سلسلہ میں ترک نہ کیا جاتا۔ مقام ذکر میں بالقصد ترک اور عدم ذکر میں فحرق ہے ترک میں نفی صراحتہ ہے اور عدم ذکر میں حکم سکوت عن رہتا ہے۔

جواب (۲) اس آیت میں صرف وحی نبوت کا ذکر ہے کیونکہ من قبلک سے انبیاء مراد ہیں اور انبیاء پر وحی بضرع مرزا صاحب وحی نبوت ہوتی ہے اگر وحی تشریعی مراد لی جائے تو ما انزل من قبلک کا عموم باطل ہو جائے گا نیز جو انبیاء مابقی صاحب شہادت نہ تھے۔ ان کی وحی خارج ہو جائیگی حالانکہ یہ غلط ہے پس وحی نبوت خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندے جو کچھ بانی ہے وہ صرف الہام یا وحی مجازی سی تصریح لواقیت کے حوالہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح شرع کی وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا مکمل بندہ ہے نہ مختار مدعا علیہ کی اس میں فقط تشریعی سے مقابلہ دیا گیا ہے حالانکہ اس کے مقابل باقی رہنے والی چیز صرف الہام ہے، جو مجازاً وحی کہلا سکتی ہے اور شیخ کی یہ مقرر شدہ مشہور اصطلاح ہے کہ وہ الہام کے مقابل وحی تشریعی سے وحی نبوت مراد لیتے ہیں کہ وحی نبوت مدود ہے صرف الہام باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے فتوحات میں اسکی تصریح فرمادی ہے کہ

اعلم ان لنا من الله الهام لا الوحي فان سبيل الوحي قد انقطع موت رسول الله صلى الله عليه وسلم (فتوحات ج ۳ ب ۳۵۳ ص ۳۱۶)

کہ ابھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگوں کے واسطے صرف ایک الہام باقی ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے بالکل یقیناً منقطع و مدود ہو چکا۔

(۳) مسیح موجود پر بھی الہام ہو گا نہ کہ وحی اور جہاں کہیں وحی کا لفظ آیا ہے وہاں الہام ہی مراد ہے جیسا کہ شروع مسلم میں مصرح موجود ہے اور بحث از ما علیہ کے سلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شمرانی اور امام محی الدین ابن عربی یواقیت و فتوحات میں نزول صلی علیہ السلام کے بیان میں تصریح فرما رہے ہیں۔

(۴) وبالآخرۃ ھم یوقنون سے آخری وحی مراد لینا محض جہالت کا ثبوت دینا ہے تیرہ سو سال میں آج تک کسی کو ہم گمان بھی نہ گیا کہ اس سے مرزا صاحب کی وحی آخری مراد ہے خود بخود کہیم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تا نبیین مقام تمام مفسرین سلف صالحین آخرۃ سے قیامت کا دن مراد لے رہے ہیں مگر مرزا صاحب

کی است اس سے مرزا صاحب کی وحی مراد لیتی ہے۔ ۷

بموجب عقل نہ حیرت کہ اہل چہ لہو البیہیت

یہ کھلی ہوئی تحریف قرآن پاک ہے باقی تفصیل اہل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔  
دوسری آیت۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا مِنْ اَنْبِيَاۡ آِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ  
وَالْاِسْبَاطَ وَمَا اَوْقَوْا مِنْ عِيسٰى وَعِيسٰى وَمَا اَوْقَوْا مِنَ النَّبِيِّۦنَ مِنْ دُبْهٍ لَا تَفْرُقُ بَيْنَ  
اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَدَىٰ مُسْلِمُوْنَ۔

خلاصہ اہل استدلال گواہ مدیرہ مفصل کتاب انبیاء سابقین کی وحی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی وحی کو باوجود مقام ذکر ہونے کے ترک کر دیا جو تصریح اسی امر کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نوحہ نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا  
ضروری ہو ورنہ قبرست ایمانیات سے وہ خارج نہ کی جاتی۔ بلکہ وحی نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے۔

اس کا مختار دعا علیہ سے کچھ جواب نہ ہو سکا صرف یہ کہہ دیا کہ جو پہلا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے لہذا میں بھی یہی  
گزارش کرتا ہوں کہ پہلی آیت کے سلسلہ میں جو اصطلاحات ریکہ کا جواب الجواب پیش ہو چکا وہی یہاں بھی کافی ہے۔  
تیسری آیت۔

”الَّذِي يَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الْاٰيَةُ“

خلاصہ جواب۔ پہلا ہی جواب دہر کے یہ کہہ دیا کہ مسیح موعود کی وحی جو مکہ قرآن اور حدیث کے موافق ہے لہذا  
ما اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ الخ۔ میں شمار ہوگی۔

(الجواب)

یہ جواب قابل غور ہے تو مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

فرمایا کہ جواب پر اور آپ کے پہلے نازل ہو چکا ہے اور مختار دعا علیہ بعد کا نازل شدہ بھی اس میں شامل کر رہا ہے گویا مجھے  
نزدیک خدا نے مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ کا لفظ محض بحث اور  
بیکار و مہمل و عیاذ باللہ استعمال کیا۔ مرزا صاحب کے مقتدین مرزا صاحب کی تائید میں قرآن پاک اور سرکارِ دو عالم پر چلے پاکی  
سے حلا کر کہنے میں تامل نہیں کرتے یہ جواب تو اس قدر مہمل ہے کہ قابل التفات ہی نہیں مفصل جواب آیت نمبر ۱ کے جواب  
الجواب اور اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

## حضرت مولانا گنگوہیؒ پر بہتان

”یہ بات بڑی دلچسپی سے دیکھے جانے کے قابل ہے کہ مختار ان مدعیہ مرزا صاحب کی وحی کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ کو تیار نہیں اور ان کے خاتم المحدثین مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی مجتہدین کے اجتہادات کو بھی منزل من اللہ تعالیٰ قرار دیتے ہیں“

میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے اس مریض بہتان کی طرف دلاتا ہوں اور بجائے کسی جواب کے مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت نقل کیے دیتا ہوں۔

استنباط مجتہدین بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے مستخرج ہیں وہ عین حکم نص کا ہونا ہے۔ سبیل الرشاد ص ۳۲ ملاحظہ فرمائیے کتنی صاف تصریح ہے کہ چونکہ مجتہد نے اسی آیت سے جو منزل من اللہ ہے یہ حکم اشارۃً یاد دلانے نکالا ہے لہذا یہ حکم بھی اسی آیت کا ہے نہ اس کا تراشیدہ اور طبع زاد۔

اور کہاں یہ پاکیزہ حکم کہاں مرزا صاحب کی وحی نبوۃ اور اس کا پورا منزل من اللہ ہونا جس کا دروازہ بنفس قطعی ہند پرچکا جو دعویٰ کرنے کا فرج ہو جائے استنباطات و اجتہادات مجتہدین بتصریح قرآن اور حدیث باقی ہیں پس یہ مختار مدعا علیہ کا افتراء اور محض منالہ ہے

جو بھی آیت۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

اس آیت کا جواب تو کچھ یوں نہ آیا عموم ترک کر کے شان نزول سے فائدہ اٹھانا چاہا حالانکہ یہی جواب ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ۔ کا جب ہماری طرف سے دیا گیا تھا تو اس پر اعتراض تھا کہ اس کا عموم مائل ہو رہا ہے یہی جواب ہم بھی پیش کرتے ہیں۔ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوصی مورد کا پس یہ جواب بھی غیر متعلق ہے اور ہمارے استدلال کو مخرج نہیں کرتا اصل استدلال شہادت گواہ تربیب میں ملاحظہ ہو۔

پس یہ تمام آیات یقیناً قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی وحی تشریفی نہیں آئی ہے بلکہ کارخانہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع و سدود ہے جیسا کہ انہیں اور ان جیسی آیات سے بھی مطلب بزرگان دین نے استنباط کیا ہے میں تاخیر میں صرف دو حوالہ گواہ اور مختار مدعا علیہ کے ستم پیش کرتا ہوں۔

(۱) علم الکتاب میر درد دہلوی ص ۱۴۱

اقسام وحی کہ ان نیز مثل الہام دو قسم است یکے وحی عام کہ بیچ اصلا تخصیص ندارد و یکے وحی خاص کہ مخصوص بانیاء است و بیان اقسام پنج اصول آن و منقطع شدن کا وظیفہ وحی بعد خاتم الانبیاء و من بعد عدم جواز اطلاق لفظ

وحی بعثت عاشق نیر (مسلم گواہ ع ۲)

پس بصر اختہ انقطاع وحی نمونہ ثابت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہ باوجودیکہ وحی یعنی الہام ہو سکتی ہے مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقط وحی کا استعمال بھی کسی کے واسطے جائز نہیں۔

یہ وجہ تکفیر ایسے دلائل تطبیق سے ثابت ہے جس کا جواب ناقصاً مت نامکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ

### (دلائل بقا وحی غیر شرعی از روئے قرآن شریف)

مخبر آمد عالمیہ نے اس سلسلہ میں مکرر وحی آیات صحیحہ اسی طرز استدلال کے نقل کر دی ہیں جو اس نے شہادت میں پیش کی تھیں صرف ترتیب کو بدلا ہے حالانکہ ان کا نہایت مکمل اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دیا جا چکا ہے جس کی طرف نا تمام سا اشارہ کہیں کہیں نمود کرتا ہے جس میں صرف اشارہ کے طور پر اس کی پیش کردہ آیات پر معمولی سا تبصرہ کر کے تفصیل ابتدائی بحث کے حوالہ پر چھوڑ دیا ہوں۔

(۱) آیت اول - رفیع الدرجات ذوالعرش، یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ  
لینذر یومہم التلاق۔ (سورۃ المؤمن ۲۶)

خلاصہ استدلال - اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات ذوالعرش - ہونا اور اس کے مبدول کا پایا جانا نیز ضرورت انذار نزول وحی کی علت ہیں پس جیسا کہ یہ تینوں باتیں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو نزول وحی کے مدود ہونے کے کیا معنی۔

روح سے صحیح یہ ہی ہے کہ وحی مراد ہوگی جیسا کہ جلالین اور تفسیر کبیر میں ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ آیت بالکل اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے کہ وحی غیر شرعی باقی ہے کیونکہ یہ آیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اتری ہے اور آپ پر وحی شرعی ہوتی تھی پس اس سے وحی غیر شرعی مراد لینا محض لغو ہے۔

(۲) بیان نزول وحی کی علت نہیں بیان کی جاتی ہے بلکہ علی من یشاء من عبادہ - کی علت پیش کی گئی ہے کیونکہ کفار مکہ کے ذہن میں نمونہ کا معیار کثرت مال اور دنیاوی جاہ و جلال تھا اور کہا کرتے تھے کہ «نزل الذکر علیہ من بیننا» کیا ہم سب میں سے اس پر وحی اور کتاب اتاری گئی، یعنی یہ شخص کیوں مستحق وحی و نمونہ ہو گیا ہم سب باوجود وجاہت و عزت ظاہری و مال و منال کے کیوں محروم رہے خدا نے جواب دیا کہ یہ چیزیں صرف ہماری نظر انتخاب پر ہیں جسے پیادیں نواز دیں تمہارے خود ساختہ معیار ناقابل انتہات ہیں کیوں کہ یہ چیزیں نہیں بلکہ وہی ہے جا بجا قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود

ہے واللہ یختصر برحمتہ من یشاء۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے حق کرنا ہے، اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا جانتا ہے کہ کسے رسول بنانا چاہیے کوئی اس کا معیار تقاب نہیں یہ صرف وہی شئی ہے۔  
اس سادت و بزر باریز نیست گرنہ بخشد خدائے بخشندہ

وہی ہونا گویا ان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے

غرض یہ کہ یہاں صرف یلغی الروح۔ نزول کا مطلقاً ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ لفظ علی من یشاء من عبادہ کا بھی ہے کہ نزول وحی کے واسطے اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے منتخب کرنا ہے۔ نبی بنانا اور مبطل وحی ٹھکانا اس کی نظر انتخاب پر موقوف ہے نہ کسی کسب پر۔ مختار مدعا علیہ نے ائمہ ثلاثہ صرف نزول وحی کی علت قرار دے کر عدالت کو مغالطہ دیا ہے مگر دراصل یہ علت نظر انتخاب کی ہے نہ نزول وحی کی جب کہ خود اس آیت اور دوسری آیات نیز تفاسیر میں مصرح موجود ہے مفصل جواب کے لیے اصل بحث ملاحظہ ہو۔ اس کا جواب مختار مدعا علیہ سے کچھ نہ بن سکا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت انتخاب جس طرح پہلے موجود ہے اب بھی موجود ہے جیسا کہ یلغی الروح کے مناسبت سے معلوم ہوتا ہے جو استمرار تجدیدی پر دلالت کرتا ہے۔

(الجواب)

یہ بعض مغالطہ ہے درتہ ہی دلیل کوئی آدمی نزول قرآن و شریعت کے متعلق قائم کرے گا یہ صفت قرآن اور شریعت یا مستقل نہی بھیجنے کی جس طرح اللہ میں پہلے موجود تھی اب بھی موجود ہے اور جابجا ان سے انتم فاعل یا مقارع سے تعبیر کیا ہے۔ جو استمرار تجدیدی پر دلالت کرتا ہے لہذا وحی تشریفی قرآن تشریفی بنی برابر قیامت تک آتے رہینگے۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا کو بھی مسلم نہیں اور یہی کہتے ہیں کہ شریعت کا لہجہ کی قرآن کا لہجہ کتاب ہے لہذا کسی شریعت اور کتاب کی ضرورت نہیں ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ وحی بھی کالی ہو چکی اب کسی وحی کی ضرورت نہیں۔ قرآن اللہ کی آخری وحی ہے اس کے بعد کوئی بھی وحی نہیں بلکہ جو ہوگا ابہام ہوگا خواہ لفظی کا استعمال ہو جسکے ثبوت میں اس سے پہلے بیڈنگ میں متعدد آیات اور مرتبہ مرتبہ احادیث نیز مرزا صاحب کی تصریحات پیش کر آیا ہوں۔

نیز مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بھی دو مسلم پیشوا حضرت میر درد دہلوی اور شیخ ابن عربیؒ کی تصریح پیش کر دی ہے ثانی الذکر امام کی تصریح مکرر پیش کرتا ہوں کہ

اعلم ان لنا من الله الالهام دون الوحي فان سبيل الوحي قد انقطعت بموت

رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (فتوحات بح ۳ باب ۳۵ ص ۳۱)

کرم خوب سمجھ لو ہمارے لیے خدا کی جانب سے صرف الہام ہے وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا راستہ یقیناً بعد وصال



بہر حال ان دونوں آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریحی کا سلسلہ ثابت نہیں ہو سکتا جو بصیرت قرآن و حدیث بند ہو چکا ہو کچھ کہ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی نقوی و مجازی ہے۔ اور یہ آیتیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت وحی تشریحی سے متعلق ہیں پس اگر اس سے نزول وحی کا استمرار بقول مختار مدعا علیہ یا اسلئے تو وحی تشریحی بھی بند نہ ہو سکی حالانکہ اس کا وہ بھی قائل نہیں۔

(۳) تیسری آیت:-

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ احْبِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا ۚ وَهِيَ شَهَادَتُهُ ۚ وَالَا اسْتِدْلَالٌ مَّكْرُورٌ ۚ اِذَا دَعَا ۚ

(الجواب)

اس بنا پر تو خدا کی ہم کلامی ہر کافر سے بھی ثابت ہو جائے گی یہاں تو صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب ہے کہ خدا قریب ہے جسے ہم چیکے سے پکارا کریں یا بعید سے کہ بلند آواز سے پکار نیکی حاجت ہے جواب یہ مرحمت ہوتا ہے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب جو پکارتا یا دعا کرتا ہے۔

اور پکارنے والے کی پکار کے جواب کا مطلب بھی قبولیت ہی ہے جیسا کہ تمام تفاسیر میں مصرح ہے۔ یہاں وحی غیر تشریحی کے بقاء کا تذکرہ بھی نہیں۔ اور اگر مختار مدعا علیہ کے مسلک پر لیا جائے تو بھی مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا بندہ کی پکار کا جواب دینا بصورت الہام بھی ہوتا ہے اور بصورت وحی بھی جیسا کہ اوپر دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی صرف الہام باقی ہے تو اب جواب بھی بصورت الہام ہے نہ وحی لہذا اصل مدعا اس سے بھی ثابت نہ ہو سکا بفضل ابتدائی بحث بھی ملاحظہ ہو۔ اس ہمارے جواب کے لیے مختار مدعا علیہ کا حاصل اور ناقابل التفات سنی کی ہے اور باوجودیکہ مطلب بگاڑ کر نقل کیا ہے پھر بھی جواب نہ ہو سکا عدالت خود مقابلہ کر لے۔

خواہ دعا قبول کر سکے سنی ہوں جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے یا جواب دینے کے جیسا کہ بعض کا بقاء وحی غیر تشریحی کا ثبوت نہیں نکلتا جب کہ اس کا بھی اسناد دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا اور جواب کے لیے الہام کافی ہے وحی کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کے سلم بزرگ شیخ محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تصریحات پیش کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا صرف ایک شق یعنی احبیب کے معنی دعا قبول کرنے کے لیے ہیں۔ لیکن اس پر عقل المنکھل سے بلا کسی سند کے احتمال قائم کرنا میرے دلائل بحث کے جواب کے لیے محض ناکافی اور ناقابل التفات ہے۔

نیز میں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ آج تک تیرہ مومنان میں کسی نے اس سے بقاء وحی کا استدلال کیا ہے تو بیش



کرنے جس کے پیش کرنے سے عاجز رہا اور استدلال گویا جواب تسلیم کر لیا۔

(۴) پتو تھی آیت -

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استغوا - الاية

یہاں بھی جواب کی دو شکیں تھیں ایک یہ کہ اس سے مراد نزول ملائکہ عند الموت ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے یا نزول ملائکہ مطلقاً ہے جیسا بعض فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں بقاء وحی پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بحث تو وحی نبوت کے بقاء کے متعلق ہے وحی مجازی یا وحی الہام کے بقاء کے تو ہم بھی منکر نہیں اور وحی نبوت کا استدلال خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

باقی یہ امر کہ الہام یا وحی مجازی وغیرہ میں نزول ملک بھی ہوتا ہے اس کا جواب اصل بحث میں مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ کے الفاظ میں دے چکا ہوں کہ کبھی الہام ملک الہام کے ذریعہ سے ہوتا ہے کیونکہ تمام کارخانہ کائنات ملائکہ کے نظام سے وابستہ ہے البتہ نزول وحی نبوت یا قرشتہ وحی کی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے بجائے کسی جواب کے عاجز آکر صرف یہ کہہ دیا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ ایسا موت کے وقت ہوتا ہے ناقابل التفات ہے۔ حالانکہ صرف اس آیت بلکہ متعدد آیات میں موت کے وقت نزول ملائکہ کا تذکرہ موجود ہے اور ہم کلامی بھی۔

والله تـكـن اـرـضـہ اللہ واسعة الاية اور اس آیت کے متعلق مفسرین نے یہ تفسیر بھی فرما دی ہے بہر حال اصل بحث کا جواب کجا اس شخص کا بھی یہی جواب دیا کہ ناقابل التفات ہے اور دلیل کچھ نہ پیش کر سکے میں سے عدالت استدلال کی کمزوری خیال فرما سکتی ہے۔

(۵) پانچویں آیت -

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني الاية

غلام استدلال۔ اصل غرض تخلیق محبت الہی ہے اور بندہ اور خالق میں محبت و عشق کا رشتہ ہونا چاہئے وہ یا گفتار سے ہو گا یا دیدار سے دیدار اس عالم میں ناممکن ہو کیونکہ اس کی ذات دروازہ اور اوہ ہے پس اگر وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند مانا جائے تو گفتار بھی نہ ہی پس محبت کیوں کر ہو سکتی ہے۔

(الجواب)

(۱) یہ بقاء وحی کا ایسا مجموعہ اور عجیب و غریب استدلال ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر سوائے مرزا صاحب کسی پر متکشف نہ ہوا۔

(۲) اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنی حالت پر خدا کو قیاس کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت کا اظہار گفتار اور

ویدار کی شکل میں ہوتا ہے اسی پر قیاس کر کے خدا کی محبت کو بھی گفتار و دیدار کا پابند ٹھہرایا۔ حالانکہ تمام اسلاف و مفسرین  
خدا کی محبت کا بھی مطلب ملتے جلتے ہیں کہ ایصالِ خیر اور قبولِ و برکات سے مالا مال کرنا بیضادی شریف -  
اور کثافت میں توفیق و مقرر کیا ہے کہ محبت و غضب وغیرہ جو نفسانیات سے تعلق رکھتے ہیں جب کبھی بھی خدا کی نسبت  
استعمال ہوں گے اس سے اس کے نفسانی مبادی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کے نتائج انعام اور انتقام وغیرہ مراد  
لیے جائیں گے۔

(۳) یہاں تو صرف مدعیانِ محبت الہی کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اگر دراصل محبت رکھتے ہیں تو اتباعِ نبوی اختیار  
کریں خدا اس محبت کرے گا اور گناہ بخش دے گا۔ یہاں البقاء و حیات کا ذکر تک نہیں بلکہ یغفر لکم  
ذنوبکم الخ خود اس کی شرح کر رہا ہے اور ہم کلامی کا ترجمہ یا تفسیر کسی ایک بزرگ عالم مفسر نے نہ کیا۔  
نیز اس میں تو اتباعِ نبوی مدارِ محبت قرار دیا گیا ہے پس جتنے بھی نتیجہ کی مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً گواہانِ مدعا علیہ  
کے نزدیک مرزا محمود صاحب اُن سب پر نزولِ وحی اور خدا سے ہم کلامی کا فخر ماننا ہوگا۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ اور اس کے

فریق کو یہ مسلم نہیں۔  
اگرچہ اس سے ہم کلامی مراد لینا قرآن پاک کی تحریف اور تفسیر بالراے ہے مگر اگر بغیرِ محال کوئی تسلیم بھی کرے تو  
بھی ابتداءِ وحی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی ہم کلامی بصورتِ وحی اور بصورتِ الہام دونوں طرح ہوتی ہے اور اوپر دلائل  
سے واضح ہو چکا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا دروازہ بند ہے صرف الہام یا وحی مجازی و لغوی ہے۔ لہذا ہم کلامی  
بھی بصورتِ الہام یا وحی مجازی ہوگی لہذا ابتداءِ وحی نبوت کا ثبوت نہ ہو سکا۔ مفضل بواب بحث میں دے چکا ہوں جس  
کا مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور صرف یہ کہہ کے ٹال دیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ  
پھر وحی نبوت محابہ پر بھی ہونی چاہیئے حالانکہ بحث اس موقع پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر  
تشریفی ہوتی چاہیئے۔

گزارش یہ ہے کہ اگر مختار مدعا علیہ کی مراد وحی غیر تشریفی سے مجازی وحی یعنی الہام اور اس وحی کے مراد ہے جو  
شہد کی کبھی کو بھی ہو سکتی ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں تا اس میں بحث ہے بوقتِ امت تک جاری رہے گی اور وحی نبوت کا  
اندرابر این قاطعہ اور دلائل واضح سے ثابت کر چکا اس کا جواب کجا یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے تسلیم ہی کر لیا۔ لہذا یہ تمام  
دلائل غیر متعلق اور بے ربط ہیں اور — ان میں وحی کا لفظ تک نہیں نہ کوئی اشارہ اور نہ دیکھا اگر کوئی دھواڑ کا اشارہ  
ہے تو وہ الہام اور وحی مجازی کا ہوگا جو ہمیں مقدر نہیں۔

ومن اصد ممن يدعوا من دون الله من لا يستجيب له الخ يوم

## الغیۃ - - - الخ

خلاصہ اسناد لال سچے خدا کی یہی نشانی قرار دی ہے کہ وہ پیکار کا جواب دیتا ہے اس کا مدلل جواب ۱۱ اکتوبر کی بحث میں دیا جا چکا اور تیسری آیت کے تحت میں جواب الجواب کے سلسلہ میں بھی گزر چکا ہے خواہ اس کے معنی قبولیت دعا کے لیے باتیں یا پیکار جواب کے بہر صورت مطلب ایک ہی ہے یہ معنی نہیں کہ جس طرح انسان ایک دوسرے کی پیکار کا جواب دیتا ہے خدا بھی ویسا ہی جواب دے گا اور اگر کسی کو ویسا جواب نہ دے تو سچا خدا نہ رہے۔ انبیاء کرام کو خدا کا جواب بصورت وحی نبوت اولیاء اللہ کو بصورت اہام مام مؤمنین کو بصورت اجابت دعا و قبول رحمت وغیرہ ہوتا ہے یہ چونکہ دلائل قطعیہ بلکہ مسلم قرآنیہ سے بعد حضرت علیؑ السلام انسداد وحی ثابت ہو چکا اب جواب کے یہ معنی لے کر یہی الہام مراد ہو سکتا ہے نہ وحی۔ دوسرے یہاں یہ تو نہیں کہ ہر شخص کو ہر پیکار تے والے کو بروقت جواب بصورت کلام دیتا رہتا ہے ورنہ ہم اور آپؐ بلکہ کفار تک برابر ہر روز خدا کو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور پیکار تے ہیں۔ حالانکہ ہم کلامی کاشف میر نہیں آتا کیا مرزا صاحب کی جماعت خدا کو نہیں پیکارتی پھر کیا خدا ان سب سے ہم کلام ہوتا رہتا ہے یہاں تو صرف اُن فی خفی روح بتوں اور خدا تے ہرگز نہیں کہ خدا کو پکارو دیکھو! اچھی جواب دے گا ورنہ وہ سچا خدا نہیں نعوذ باللہ من ذلک پھر تفاسیر میں ہر دو معنی مصرع ہو چکے ہیں۔

اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ فقرہ کہ مختار مدعیہ کے اس قسم کے اعتراضات سے علم قرآن سے اُس کی محرومی ظاہر ہوتی ہے عدالت کے ایذا زخمی کے حوالہ کرتا ہوں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص دلائل کے جواب سے عاجز ہو جائے اس قسم کی باتیں شرع کر دیتا ہے۔ دلائل کا جواب دلائل سے ہو سکتا ہے نہ تیز کلامی سے۔  
(۷) ساتویں آیت۔

المیدوا انہ لا ینکلمہم

نیز اس کی تائیدی آیات۔

خلاصہ اسناد لال۔ بطمان الوہیت یعنی ذان بالظہر عدم تکلم کو دلیل سمجھا رہا ہے الخ  
(الجواب)

ہم بھی تو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے کمالے کی صفت متکلم ہوتا ہے مگر اس کی یہ صفت ازلی وابدی ہے جب کوئی مخالف نہ تھا جب بھی وہ متکلم تھا اب بھی ہے جب کوئی نہ ہو گا تو بھی رہے گا اُس کے تکلم کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہی جہالت ہے اور متکلم بلا اصوات و لسان و لفظ ہے اور اگر صرف معبود حق و باطل کی شناخت متکلم ہوتا ہے تو جو لوگ عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کو خدا اور معبود سمجھتے تھے وہ مختار مدعا علیہ کے نزدیک جتنی بجا نیب ہوں گے کیونکہ وہ تو متکلم تھے یہ محض تفسیر

بارائے کا نتیجہ ہے۔

یہاں کفار کی مزید حماقت کا ذکر ہے کہ علاوہ اور وجوہ کے دیکھو یہ ایسے کی پرستش کر رہے ہیں جس سے خود افضل ہیں وہ بات بھی نہیں کر سکتے نہ وہ انہیں راستہ بتا سکتے ہیں اور یہ خود بات کرنے اور راستہ بتانے پر قادر ہیں پس یہ لوگ کسی قدر احمق اور ظالم ہیں۔ یہاں کہیں ابقاء وحی کا اشارہ تک نہیں۔ مگر مختار مدعا علیہ اسے قطعی دلیل قرار دے رہا ہے کہ خدا کی عظمت تنکلم ہر زمانہ میں جلوہ گر رہتی ہے نہیں معلوم ان دنوں ان کے نزدیک کس سے ہم کلام ہے۔ عیاذاً باللہ خدا کی تحقیقی ہم کلامی بصورت وحی نبوت تھی جس کا سلسلہ خدا نے تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرما دیا۔ جیسا کہ نعوس بنہ اور سلم فریقین بزرگوں کی تصریحات سے پیش کر چکا۔ اب صرف الہام اور وحی مجازی باقی چھاس میں بحث نہیں۔ لہذا یہ آیت بھی بالکل غیر متعلق ہے اور دراصل اس کے ثبوت میں مختار مدعا علیہ کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف بھی دلیل نہیں اس لیے غیر متعلق اور بے ربط دلائل پیش کر رہا ہے۔

(۸) اٹھویں آیت۔

”اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم“

اس کا استدلال عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے اگر یہی دلائل ابقاء وحی کے ہیں تو پھر امتداد وحی نبوت پر انکم سے وائتاض تک ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ بصر است دلالت کرتا ہے۔ یہاں انبیاء اور صدیقین اور علماء کا سیدھا راستہ طلب کیا جا رہا ہے کہ صراط مستقیم پر رہیں اور گمراہ نہ ہوں مگر مختار مدعا علیہ اس سے مرتبہ نبوت مراد لے رہا ہے اور اس سے ابقاء وحی ثابت کر رہا ہے۔ پس کیا قرآن میں جہاں اللہ کا راستہ طلب کیا گیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کا دعویٰ اور شان الوہیت بھی آجائیگی غالباً مرزا صاحب کا دعویٰ قدامی اور اپنے اندر الوہیت کی دعویٰ اس کے تحت ہوں گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نعوذ باللہ من مشرود انفسنا ومن سببنا اعمالنا۔

(۹) نویں آیت۔

”کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ الایۃ۔“

عدالت عالیہ یہ استدلال بھی اصل بحث مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

خیبر اُمت۔ ہونے کی علت ظاہر ہے کہ خیر الرسل کے امتی ہیں یہاں بھی علت کی تصریح ہے کہ اخرجت

للناس تا مرون بالمعروف وتنهون عن المنکر عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن و احادیث میں کر لوگوں کے واسطے شاہد بننا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن و احادیث میں خصوصیات مذکور ہیں اہم سابقہ پر ان کا گواہ ہونا لمتکونوا شہداً علی الناس سے

ظاہر ہوتا ہے جنت بھی ان کا اول داخل ہونا وغیرہ وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔ بات ان پر وحی نوحہ  
ہوتی رہے یا انبیاء بنتے رہیں جیسی خیر امت ہوں گے محض مختار مدعا علیہ کی تصنیف نہ کر وہ طبع نادر ہے تیرہ سو سال میں ایک سطر  
نہ پیش کر سکتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ بحکم اور امام موسیٰ علیہما السلام کے دعوے سے تاہم اس میں اسلاف کے اقوال پیش کر چکا ہوں کہ وہ الہام تھا الہام کے بقاء  
کا کوئی منکر نہیں گفتگو بقاء وحی نبوت میں ہے اس کی ایک ضمیمت سے ضمیمت دلیل بھی مختار مدعا علیہ یا اس کا کوئی گواہ پیش  
نہ کر سکا۔ فلما الحمد

مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ نقل کیا کہ پنا پڑ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی  
نے یہی ثابت کرنے کے لیے کہ امت محمدیہ کے کاملین کو بذریعہ الہام غیبی پر مطلع کیا جاتا ہے اس آیت سے دلیل پکڑی  
ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے تبلیغ کر نیچے اشارۃً المستزیدہ ۲۵۵ و ۲۵۶، اس سے تو مختار مدعا علیہ  
کا غاڑ سا راستہ لال ختم ہو گیا کیونکہ خود کہہ رہے کہ بذریعہ الہام غیبی پر مطلع کیا جاتا ہے اور بحث الہام میں نہیں وحی میں ہے  
دو قول کے فرق کے واسطے میان گواہ مدعیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

### مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور ان کا جواب

- میرے اس امر کے جواب میں کہ اس آیت سے تیرہ سو سال میں کسی نے بقاء وحی نہ سمجھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ  
کرام سلف صالحین بلکہ قرائی تفسیر بحاث اس کے خلاف ہی مندرجہ ذیل تاویلات مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔
- (۱) تفسیر کے بعض حوالے میں نے پیش کئے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ بھی نہیں کہ اس سے  
کسی نے بقاء وحی پر استدلال کیا ہے۔
- (۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور اُن کے مطابق اُن کی تفسیر کی جاتی ہے اور یہ تفسیر میں نے کی ہیں وہ قرآن  
حدیث اور عربیت سے بالکل صحیح ہیں۔

(الجواب)

محض جھوٹ ہے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ میں مصرع انقطاع وحی کی تصریح موجود ہے جیسا کہ اوپر حوالہ  
نقل کر چکا اور اصل بحث میں آیات اور احادیث نیز اقوال صحابہ و بزرگان بلکہ اُن کے بھی سلم بزرگ علامہ حجت الدین ابن عربی  
کے ایک دو نہیں متعدد حوالے صاف صاف غیر مشتبہ پیش کر چکا ہیں یہ تفسیر علاوہ غیر منقول ہونے کے قرآن پاک  
احادیث اقوال صحابہ کرام کے بالکل خلاف اور متضاد ہے ایسی تفسیر قطعاً تفسیر بالرائے اور حرام و ناجائز بلکہ بتصریح  
حدیث حد کفر تک پہنچ جاتی ہے۔

(۳) جو تفسیر قواعد عربیہ کے مطابق ہے گو کسی اور نے تفسیر نہ کی، جو تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

مگر شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کے خلاف نہ ہو جیسا کہ مرزا صاحب بھی برکات الدماء میں تسلیم کر چکے ہیں اور یہ تفسیر قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کرام کے مخالف ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔

(۴) تحذیر الناس منک کا حوالہ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو بھی قواعد عربیہ کے مطابق ہو گو کوئی اُسے نقل نہ کرے تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

یہ محض مغالطہ ہے اس سے بالکل متصل یہ فقرات ہیں رہا اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں، ہاں اگر کوئی دلیل عقلی و نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقل و نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے ہرگز کفر نہیں۔

پس مولانا نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے نہیں کیا ہے جس کی تائید حدیث یا عقلی اور نقلی قرائن سے کہی ہے اور اس میں بھی نئے معنی نہیں قائم کئے بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے مختلف معانی سے ایک معنی کو ترجیح دے دی ہے۔

اور مختار مدعا علیہ نے بلا دلیل و قرینہ جو طبع زاد تفسیر کی اور پھر خلاف تصریحات و آیات و احادیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین کی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل صفحہ اہم پر یہ الفاظ ہیں کہ۔

ہاں جب نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکھو سلا ہے اس کو تفسیر بالرائے مانتی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفس کہہ سکتے ہیں۔ آگے چل کے نتیجہ کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں ص ۴۲۔

باجملہ تفسیر بالرائے کہہ ہے جو امر مجمل اور متصل میں اصلاً نہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو ہمارے عقلی ناقصہ کا کام ہوتا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اسی اصول پر تفسیر کی ہے جو حضرت مولانا کی تصریح کے مطابق بھی تفسیر بالرائے اور ناجائز و حرام ہے باقی خود جو تفسیر فرمائی ہے اُس کے متعلق اس سے متصل ارشاد ہے کہ۔

باتی جو باتیں بوسیدہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شائل کی جائیں اس کو اہل ظاہر کو تفسیر کہیں پس حقیقت میں تفسیر نہیں ہو سکتی بلکہ دو کلاموں کے معنوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں وہ کوئی نئی تفسیر نہیں کر رہے بلکہ قرآن و احادیث کے مختلف دو جگہ کے معنوں کو یکجا کر دیا ہے اس میں اپنے عقل و رائے کو دخل نہیں بلکہ عقلی و نقلی دلیل کی روشنی میں ہے اور مختار مدعا علیہ نے تو قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین بلکہ اپنے مسلم بزرگوں کی تصریح کے خلاف محض اپنی رائے سے تفسیر کی جو قطعاً حرام ہے جس عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ تحذیر الناس کا ص ۴۲ و ۴۱ و ۴۰

لا حظ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا منطوق اور انشاء ایسی طرح آشکار ہو جائے۔

مختار مدعا علیہ نے میرے اس اعتراض کا کہ اس سے پھر وہی نبوة تشریح کا بقلم بھی لازم آئے گا یہ جواب دیا ہے کہ دوسری آیات مثلاً خاتمة النبیین، اکملت لکم دینکم و من یطعم اللہ وغیرہ سے وہی شریعت جدیدہ کا انشاء ثابت ہوتا ہے۔

پس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ مذکورہ بالا آیات نیز انشاء وہی نبوة پر جس قدر آیات و احادیث صحیحہ و اقوال بزرگان و سلف صالحین اور پریش کی چکا ہوں ان سے صراحت وہی نبوة کا انشاء ثابت ہوتا ہے خواہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی لہذا مکالمہ الہیہ صرف بصورت ابہام یا وہی مجازی ہو سکتا ہے اس میں بھی خلاف نہیں بہر حال کسی ایک آیت سے وہی نبوة کا بقلاء نہ ثابت ہو سکا زائد سے زائد ابہام کا بقلاء ثابت ہوا وہ مدعا سے غیر متعلق ہے۔

### دلائل بقاء وہی از احادیث

میں نے ابتدائی بحث میں ۲۵ سے زائد احادیث کا اس سلسلہ میں حوالہ دیا تھا کہ ان سے وہی نبوت کا انقطاع ثابت ہے۔ کیونکہ جس قدر احادیث انقطاع پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ سب انقطاع وہی نبوة پر بھی بلا اختلاف دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ تو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اُس کی وہی بلاشبہ وہی نبوة ہے (ایام الصلح ۱۳۶) نبی کی وہی نبوة کہلائیگی، سراج منیر اور لطیف تو یہ ہے کہ جب تک مرزا اہلین نے نبوت لا مرجع و عوی نہ کیا تھا خود بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہم نوائے رفراتے ہیں کہ لیکن وہی نبوة پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ازالہ ۲۲، یہاں کوئی تفصیل تشریحی اور غیر تشریحی کی نہیں ہے کہ مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل انتقات ہوں۔

پھر میں نے صراحتہ انقطاع وہی نبوة کے سلسلہ میں (۴) صحیح احادیث کثر اعمال تجاری شریف، مشکوٰۃ شریف اور ابن جریر سے پیش کیں جو مل سے پیش کی گئی تھیں۔ پہلی میں تصریح ہے کہ شیعہ اٹھے نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں۔ دوسری میں ان الوحی قد انقطع۔ کے الفاظ ہیں کہ وہی بعد آنحضرت علیہ السلام یقیناً منقطع ہو چکی تیسری میں انہ انقطع الوحی کا لفظ ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ وہی بعد زمانہ آنحضرت علیہ السلام منقطع ہو چکی تھی یہی صحیح تمام اجزاء نبوة سے صرف مبشرات کو باقی رہا ہے۔

پس ان مرجع احادیث کے مقابل مختار مدعا علیہ کا دو غیر متعلق مدعیں ایک محدث والی اور ایک عیسیٰ پر وہی آرتے کی پیش کرنا پہلی تک قابل قبول ہے۔ بہر حال میں باوجود کہ دونوں کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ مگر اب جوابی بحث کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

حدیث اول۔ داوحی۔ اللہ الی عیسیٰ (مشکوٰۃ ۵) مسلم اس حدیث کی تحریف

کے لیے جو مرزا صاحب کی تاویلات نقل کی ہیں اس سے ہمیں سروکار نہیں اسد لال صرف یہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کو وحی ہوگی اور روح المسلمنے و حج الکرامۃ سے یہ پیش کیا ہے کہ یہ وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔ ابجواب حضرت عیسیٰ پر وحی جو نازل ہوگی اس میں لفظ وحی ضرور ہے۔ مگر بھی ابہام نہ کہ وحی نبوتہ چنانچہ مسلم کے شرح نے خود اس کی تشریح کر دی ہے مگر وہ وحی بطور ابہام کے ہوگی۔ خواہ وہ دل میں لڑائی جائے۔ یا بواسطہ فرشتہ ابہام ہو جسے ملک اللہ ابہام کہتے ہیں۔

میں اس بگڑے صرف وہ حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جو مسلمہ فریقین ہے اور اس بزرگ سے جنہیں گواہ مادمہ علیہ بھی تسلیم کر چکا ہے یعنی امام عبد الوہاب شہرانی رحمہ اور امام محی الدین ابن عربی رحمہ تفریح فرما رہے ہیں کہ علیہ السلام حضرت محمدیہ کے آخری اور خاتم الولاۃ ہیں، اور اگرچہ وہ اولوا الغریم اور خواص رسل سے ہیں مگر پوجہ خصوصیت زمانہ کے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ان کی نبوت و رسالت کا حکم زائل ہو جائے گا۔ اور وہ اس منصب پر نہ ہونگے۔ بلکہ ایک ولی ہو کر تشریف لائینگے۔ جن کی نبوتہ بلا حکم کے مطلق ہوگی۔ اور ان پر شرع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابہام اس طرح ہوگا جیسا کہ اولیاء امۃ کو ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو الباقیت و الجواہر ج ۲ صفحہ ۱۲۸ بحث ۱۸۰ بنا قلا عن الفتوحات لمعلقا تالم الولاۃ علی الاطلاق فھو عیسیٰ علیہ السلام فھو الولی الی قوله و دلیم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم و یفھمہ علی وجہہ کالاولیاء المحدثین فختمت النبوة بمحمد والولاۃ بعیسیٰ -

ملاحظہ فرمائیں کہ قدر تفریح ہے کہ ان پر امۃ محمدیہ کے اولیاء کی طرح ابہام ہوگا۔ اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے جیسے نبوتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی کوئی آپ کے بعد نبی نہیں یوں ہی اس امت کے آخری ولی حضرت عیسیٰ ہوں گے میرے خیال میں اس تفریح کے بعد مختار مدام علیہ کو بھی لب کشائی کا موقعہ نہیں کیونکہ ابہام یا وحی مجازی کو ہم بھی بند نہیں بناتے لفظ وحی پر بحث ہے وہ تو شہد کی کھچی کے واسطے بھی مستعمل ہے و اوحی ربك الی النحل بحث وحی نبوتہ میں ہے۔ وہ عیسیٰ پر نہ ہوگی۔ بلکہ وحی بھی ابہام ہوگی۔ جیسے کہ اولیاء امت کو ابہام پڑا کرتا ہے۔ اس سے صریح عبارت ملاحظہ ہو انہ عیسیٰ علیہ السلام لا یومنا الا منا ای بلسنا فھذا الکشف اذا نزل والا لہام کما فھذا الامۃ - یعنی ان کے نزول کے بعد انہیں اس امت کی طرح کشف والہام ہوگا فتوحات ج ۲ صفحہ ۲۵۲ ۱۲۸ (۲) نزول ابہام بلا جبرئیل کے ہوں گے۔

(الجواب)

جبرئیل نہ آئینگے ملاحظہ ہو الباقیت صحت ۳۵ صفحہ ۸۹۰

مختار مدام علیہ کا یہ کہنا کہ عیسیٰ پر جبرئیل وحی لائینگے۔ محض غلط اور تحقیق کے خلاف ہے اُسے شاید اپنے گھڑکا عال نہیں معلوم ورنہ وہ اس کا بھی نہیں کہتا۔ مرزا صاحب کی تو یہاں تک تفریح ہے کہ روحی کجا ایک فقرہ کہ پہلی شریعت پر عمل کر دینے بھی جبرئیل نہیں لاسکتے یہ بھی بند ہے ملاحظہ ہو۔



وحی رسالت وہی ہے جو توسط جبرئیل ہوا، ازالہ اوہام ص ۲۱۔

»ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوۃ و رسالت ہے جو بند ہے ازالہ ص ۲۳۸

اب گواہیں ضرورت نہ تھیں کہ حج الکرامۃ یا روح المعانی کے متعلق کچھ عرض کریں لیکن اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ ۔

حج الکرامۃ اولاً نہ ہمارے علم کتاب ہے نہ اُس کے مصنف ہم مقلدین سے ہیں۔ بلکہ ہمارا اور اُن کا اصولی اختلاف ہے ہم تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں۔ وہ شرک تک جاتے ہیں حالانکہ ایک حنفی پر کسی اہل حدیث یا غیر مقلد کی ذاتی رائے، خصوصاً جب کہ وہ بزرگان سلف شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ وغیرہ کے بھی خلاف ہو جتے نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ ان کی ذاتی رائے ہے اُن کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث یا قول صحابی نہیں پس اس کی کوئی بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے گواہوں نے نواب صدیق حسن خان مؤلف حج الکرامۃ کو مسلمان مانا ہے مسلمان ہونا اور پیریز ہے سلم ہونا اور بات ہے۔ بہت سے مسلمان ہیں بلکہ عالم بھی مگر وہ سلم دستند نہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسلم کہیں نہیں لکھا۔ بلکہ انہیں رئیس عاملین بالحدیث لکھا ہے۔ یعنی غیر مقلدین کے سرگروہ کیونکہ غیر مقلدین کو وہابی اہل حدیث مدعیان عمل بالحدیث عامل حدیث وغیرہ کے نقطہ سے یاد کیا کرتے ہیں جیسے مرزا یوں کو قادیانی اور احمدی کہتے ہیں۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ نے ان کے حوالے غیر مقلدین پر حجت قائم کر نیکی واسطے الزام دئے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے کئے حوالہ دئے ہیں۔ تو کیا کوئی عقل مند اس سے سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء ہمیں مسلم ہیں تیرہوں لگوبیہ کا سلم ہونا بھی جو پیشل اصول سے مسل یہ رموز و نہیں بہر حال نواب صدیق حسن خان صاحب

اور وہ بھی اپنی ذاتی ہم پر بزرگوں کی تصریحات کے خلاف حجت نہیں نہ مختار مدعا علیہ کو لمسے نقل کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ تو ان کے نبی کی تصریح کے بھی خلاف ہے باقی رہا حوالہ روح المعانی وہابی بھی ایک شخص ابن حجر مکی کی ذاتی رائے ہے نہ وہ ہمارے مسلم ہیں نہ امام وہ ہم پر حجت نہیں روح المعانی کے فیصلہ کا سلم ہونا اور پیریز ہے اور اُس میں کسی شخص کی ذاتی رائے نقل کی جائے اور وہ بھی ضعیف احادیث وائمہ کے خلاف اس کا حجت ہونا اور بات ہے بہر حال اتنی آیات اور صحیح احادیث اور فیصلہ اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تائید کے باوجود نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی اور ابن حجر مکی جیسے غیر مسلم اصحاب کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی نہ ہم پر حجت ہو سکتی ہے باقی ہمارے نزدیک حدیث یقیناً صحیح ہے۔ ہم تو مختار مدعا علیہ پر بطور الزام حجتہ قائم کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے اس حدیث کو صحیح نہیں مانا ہم نے تو حدیث مانکر جواب دیا ہے کہ یہ وحی الہام ہے نہ وحی نبوۃ جیسا کہ تمام شراح اور خصوصیات سے مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام ابن عربی رحمہ نے

تصریح فرمادی ہے۔

باقی اس جواب الجواب کی روشنی میں جو تاویلات کیلئے اور جرح و جوابوں کی قطع و برید اور لایحی طوالت وی لقی وہ ناقابل التفات ہے۔ عدالت خود مقایلہ فرمائے۔

(۲) دوسری حدیث۔ ابی ابن کعب روع المعانی ص ۷۷

یعنی اُس نے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی اللهم لك الحمد انک یھد الی ابن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ واقع بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے۔

الجواب۔ اس سے یہاں کوئی علاقہ نہیں نہ یہاں جبریل کسی صحابی پر وحی لے کر اترے نہ اُس زمانہ میں نزول جبریل مسدود تھا۔ بلکہ صرف اس قدر ہے کہ ابی ابن کعب روع نے اپنے پیچھے سے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اُسی کی آواز سنی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبریل کی آواز سنی تھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقاؤ وحی نبوت یا نزول جبریل کیونکر ثابت ہو ایاں جبریل کی آواز سننا ثابت ہو۔ اس میں کیا اسعجاب ہے صحابہ نے تو وحی کبھی کی شکل پر بار بار انہیں دربار رسالت میں حاضر باتیں کرتے دیکھا ہے۔ ہاں مزا صاحب کے یہ خلاف ضرور ہے جو فرماتے ہیں کہ جبریل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوئے۔

نیسری حدیث۔ محدث ہونے کی مشکوٰۃ و بخاری سے۔

الجواب اس سے بھی وحی نبوۃ کا بقاؤ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ محدث کی شرح خود گواہ دعا علیہ اور مختار دعا علیہ نے حدیث سے نقل کر دی ہے کہ فرشتے اُس کی زبان پر کلام کرنے لگے۔ اس میں خدا کے ہم کلام ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ نہ فرشتہ کے اتر کر وحی کرنے کا۔

مختار دعا علیہ نے اُس کلام اور محدث کی تائید۔ وملا علی فارسی ما فانیل کیا اس سے اپنا تمام کارخانہ استدلال ختم کر دیا کہ۔

هوالمسلم المبدأ نفع فيه لذي انتهى الى درجته الانبياء في الالهام۔

یعنی محدث مراد ہے۔ جس پر الہام کیا جائے۔ اور بہت مبالغہ سے جو الہام میں انبیاء کے درجہ کے قریب ہو جائے اس میں تصریح ہے کہ اُس پر الہام ہو گا نہ وحی اور نہ کونکو بقاؤ وحی میں ہے۔ نہ الہام میں شاید مختار دعا علیہ طول کی وجہ سے موضوع بحث ذرا پوش کر گیا۔ ورنہ الہام کو وحی کے سلسلہ میں نقل نہ کرتا۔

ان دونوں بلکہ تینوں حدیثوں کا غیر متعلق ہونا ایسا اظہار من الشمس ہے کہ کسی شبہ کی بھی گنجائش نہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ اور اصل بحث میں جو مدلل تقریر کی گئی تھی اُس کے جواب کی طرف اشارہ نہ کیا گیا۔ گویا مختار دعا علیہ نے

اس کی لایروابی اور اپنا عجز تسلیم کر لیا ہماری پیش کردہ ۲۵ احادیث کے حوالہ کو مغالطہ اور غلط بتانا مختار مدعا علیہ کی نادانگنی کا یقین ثبوت ہے۔ میں ابتداء میں عرض کر چکا کہ جس قدر احادیث ختم نبوت کے باب میں ہیں ۲۵ کیا بلکہ اس سے بھی زائد وہ سب نبوت کے ائداد کی دلیل تسلیم ہیں۔ کچھ نکتہ کی کو دمی بقول مرزا صاحب بہر حال دمی نبوت ہوتی ہے۔ اسی واسطے گو کہ ابوں نے کتب یاب دمی میں بالتفصیل نقل کی ضرورت نہ سمجھی۔ باقی بالتفصیل میں نے جو چار حدیثیں پیش کی تھیں جس میں سراحۃ وحی نبوت کے ائداد کی تصریح تھی اس میں حدیث (۱) و تیسر (۴) کو مختار مدعا علیہ نے بالکل لایرواب سمجھ کر نام تک نہ لیا۔ اور نمبر (۱۲) و (۳) کا طبع زراہیہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اس میں ان الوحی قد انقطع اور انہ انقطع الوحی سے وحی تشریفی مراد ہے۔ حالانکہ یہ تاویل محض بدیہی البطلان ہے۔ اور صریح غیر مشتبہ الفاظ کو بلا دلیل موڑنا ہے۔ الف و لام جنسی ہے جس سے جنس وحی اور اس کی حقیقت کا نہایت زور دار الفاظ میں انقطاع بتایا جا رہا ہے۔ مجازی وحی و الہام کا البتہ تذکرہ نہیں پس مختار مدعا علیہ کی یہ دیکھ کر کہ تاویل بالکل نادر اور الفاظ حدیث کی تحریف معنوی کے برابر ہے جو کسی طرح قابل انتفات نہیں۔ ورنہ اگر تاویلات کا دروازہ اس قدر وسیع کھول دیا جائے تو دین سے امان اٹھ جائے گا۔ اور صریح سے صریح چیزیں محمدیہ کی طرح نادلی کر کے اس کی حقیقت بدل کر اسلام کا کفر اور کفر کا اسلام بن جائے گا۔ عیاذ باللہ۔

خلاصہ۔ اس بحث سے یہ تو وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا گواہان مدعا علیہ کے پاس قرآن و حدیث کی ایک دلیل بھی بقا دمی نبوت پر نہیں بلکہ محض تاویلات دیکھیں یا الہام اور وحی مجازی و لغوی کو نادانگنی سے وحی نبوت سمجھ لیا ہے۔ بخلاف گواہان مدعیہ کے کہ صریح صریح آیات و احادیث انقطاع وحی پر پیش کی ہیں۔ جن کا جواب باوجود انتہائی مغالطہ دہی کے ضابطہ کا بھی نہ ہو سکا۔ فلنہ الحمد۔

عدالت خود دلائل کو سامنے رکھ کر موازنہ فرمائے کہ دلائل اور سائنس کدھر ہے اور محض تاویلات اور مغالطہ سے کون کام لے رہا ہے۔

### (عقیدہ سلف صالحین بقا دمی غیر تشریعی کے خلاف نہیں)

اس جوابی سلسلہ میں اصل جواب سے عاجز اگر مختار مدعا علیہ نے صرف مغالطہ سے کام لیا۔ میں نے صوفیہ کلام کی عبارات کے مطالب ان کی اپنی اصطلاح کی روش سے پیش کئے تھے۔ اور وہ بھی مل سے کوئی نیا حوالہ نہ تھا مگر اس نے گواہوں کا تحت اللفظ ترجمہ لے کر بحث سے ٹکراتا چاہا۔ اس سے معلوم ہوتا چاہیے کہ ترجمہ اور سنجی ہے اور مطلب اور۔ ترجمہ سے بظاہر اکثر مراد منکلم متور اور مجمل رہتی ہے۔ جبھی تو تفسیر اور مطلب بیان کر نیکی ضرورت پڑتی ہے۔ ترجمہ کے ظاہری الفاظ اور اصطلاحی مراد و تفسیر میں تعارض سمجھنا خام خیال ہے چونکہ میری بیان کردہ اصطلاحات صوفیاء اور خود اصطلاحات شیخ اکبر مختار مدعا علیہ نے اولاً تو نظر انداز کیا۔ اور بعض کو اصل عبارت اور مطلب کے خلاف

ہوا کہ نفع و برید کر کے اصل پوچھنا عدالت کے سامنے مستحب کرنا کسی کی ہے۔ اس لیے اولاً میں اس کے پیش کردہ حواجیات جن کا وہ حوالہ بیان گواہ مدعا علیہ سے دے رہا ہے نقل کر کے ان کا اصل جواب مکرر نقل کرتا ہوں تاکہ وہ خیانت اور مطالعہ عدالت کے لوگوں میں لایا جاسکے جو اس نے جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کے مطالب کے نقل میں روا کر رکھا ہے اور پھر جوابی بحث کی تاویلات کر لیکہ کو بے نقاب کر کے عدالت میں پیش کرنا ہے۔

گواہان مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں متعلق و غیر متعلق کل (۸) حوالہ پیش کئے ہیں :-

(۱) فتوحات مکیمہ (۲) مکتوبات امام ربانی (۳) فتویٰ عارف رومی (۴) مستند امامت مولانا شبیر رحمہ (۵) بواقیت کا حوالہ برائے شرح الہام (۶) روح المعانی (۷) بیچ الکرامۃ (۸) بواقیت پہلا حوالہ فتوحات مکیمہ ج ۲ ص ۲۷۱ و ۲۷۲  
قال شیخ اکبر بعد ذکر الآیۃ ما کان لیشان ینکلمہ اللہ الخ هذا کلام موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ الہی من ہذ دون الولی الوحی یا للتشیع۔

(الجواب)

اس حوالہ کے نقل کرنے میں گواہ مدعا علیہ نے ایک زبردست شرمناک مطالعہ دیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ تشریع کو ان کی اصطلاح کے خلاف محمول کر لیا۔ اسی لیے انہوں نے وصیت فرمائی ہے کہ تم پر میری کتب کا مطالعہ حرام ہے جب تک میرے عزم راز نہ ہو۔ اس کی وجہ صرف گواہ کی حضرت شیخ رحمہ کی کتب و اصطلاحات سے ناواقفیت ہے جیسا کہ گواہ خود اقرار کر چکا ہے۔ کہ میں نے تنزیہات کی نہیں دیکھی۔ ماریج سہ اور اصطلاحات تصوف کی کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ ماریج سہ۔

اصل اصطلاح یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو برتوت یعنی لغوی بصورت و لا بہت ہوتی ہے اور برتوتی بمعنی عام مجاز ہوتی ہے جس کا حقیقی نام الہام ہے اس کے مقابل اصطلاح شرح میں جو برتوتہ تصدیق ہے۔ اُسے حضرت شیخ بنوۃ تشریع (یعنی شری بنوۃ) اور اس کی وحی نبوت و رسالت کو وحی تشریع کہتے ہیں یہ مراد نہیں کہ برتوتہ جدیدہ لائے وہ بنی تشریعی و نہ تشریعی صرف اپنی اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی اصطلاح کو محفوظ کر کے یہ مطالعہ دیا ہے۔ نبوت کے واسطے اپنی فتوحات ج ۳ کے حوالہ ذیل ذیل مدخل ہوں۔ جنہیں صرف مطالعہ دینے کے واسطے پھیلایا گیا۔

بنوۃ تشریع یا بنوۃ تشرائع سے مراد وہ حقیقی بنوۃ ہے جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی

(فتوحات مکیمہ ج ۲ باب ۵ ص ۱۵ ص ۲۵۸)

یعنی جاری یہ غلام اصطلاح ہے کہ ہم بنوۃ تشرائع یا تشریع بلکہ وہ حقیقی اصطلاحی بنوۃ مراد دیتے ہیں جو اولیاء کو نہیں ہو سکتی۔ ولایت کے مقابل یہ بنوۃ ہے۔ وہی بنوۃ حقیقہ اور بنوۃ تشریع اور نبوت تشرائع وغیرہ سے نامزد کی جاتی ہے تشریع کے معنی تشریعت جدیدہ وغیرہ مراد صاحب اور ان کے متبعین کی طبع زاد اصطلاح ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

کا واسن قدس اس سے پاک ہے۔

## وحی نبوت در رسالت مطلقاً منقطع ہے؟

اسی پیش کردہ فتوحات ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲ پر تصریح موجود ہے کہ وانما النقطع الوحی الخاص بالرسول والقی من نزول الملك علی اذنه وقلبه وتحجیر اسم البنی والرسول الخ۔  
یعنی وہ وحی نبوت در رسالت جنہی و رسول کے ساتھ مختص ہے کہ فرشتہ اس کے گوش و قلب پر اترتا ہے منقطع ہو چکی اور نبی و رسول کا لفظی خطاب بھی روک دیا گیا۔ اب کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔ کس قدر وضاحت سے انقطاع وحی نبوت در رسالت کی تصریح فرما رہے ہیں۔

## فرشتہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے قلب پر وحی لیکر نہیں اتر سکتا؟

لان الملك لا ينزل بوحي علی قلب غیر نبی اصلاً کیونکہ فرشتہ وحی کے غیر نبی کے قلب پر ہرگز نہیں اترتا۔ اسی عبارت کے تتمہ پر نہ صرف نبوت بلکہ ادعاء نبوت کا بھی انقطاع فرما رہے ہیں۔ وادعاء نبوة قد انقطعت ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ منقطع ہو چکا (فتوحات ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) یہاں لفظ نبوتہ کیونکہ لکھ رکھا الف لام بھی داخل نہ کیا کہ تاویلات کا موقع ہو کہ کوئی خاص قسم کی نبوت مستقلہ وغیرہ مراد ہے۔ بلکہ نکرہ رکھا جو ہر قسم کی ظلی و بردری نبوت کا خاتمہ کر رہی ہے۔

## مبشرات یعنی الام اور روایہ صالحہ کے سوا کوئی بھی قسم وحی کی باقی نہیں

الانتظار الى مبادئ الوحی الالہی النبوی انما هی المبشرات دہی التی بقیة فی الامتہ بعد انقطاع النبوة (فتوحات ج: ۳، ۳۱، ۳۲ ص ۳۹)  
کیونکہ انہیں دیکھنا۔ مبادی وحی الہی نبوی کو جو مبشرات (یعنی ابھی خواہیں یا ابہام ہیں) وحی من امت میں نبوت کے انقطاع کے بعد باقی ہیں اور ہیں۔

## و مبشرات والاخص نبی ہرگز نہیں ہو سکتا

حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ اسی فتوحات ۳ سوال ۱۷ میں مبشرات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ  
وہی جزء من اجزاء النبوة وان لم یکن صاحب المباشرة نبیاً فتنظن لعموم رحمة  
الله فما تطلق النبوة الامن انتصت باللمجموع۔ یعنی مبشرات اجزاء نبوة  
کا ایک جز ہیں اگرچہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظ نبوت سوائے اس شخص کے جو مجموعہ اجزاء سے متصف ہے  
کسی پر بولا ہی نہیں جاسکتا۔

اسی ۳ میں تفریع سورہ دہے رکروہی مطلقاً مسدود ہے صرف الہام باقی ہے۔

واعلم ان لنا من الله الا الهام لا الوحي فان ميسل الوحي قد انقطع بموت رسول  
الله صلى الله عليه وسلم وقد كان الوحي قبله ولم يوحى خبر الهوى ان بعده صلى الله  
عليه وسلم وحيًا لما قال الله تعالى ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك ولم  
يزكروا وحيًا بعده وان لم يلزم هذا وقد في الخبر النبى الصادق في عيسى عليه السلام  
وقد كان ممن اوحى اليه قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يعمل الاستثنا فله  
الكشف اذا نزل والالهام كما لم هذا الامت ولا تخيل في هذا الهام انه ليس  
بخبر الهوى ما هو الامر كذلك بل هو خبر الهوى واحبار من الله للعبد  
على يد ملك بقيت عن هذه الملام وقد يلهم من وجه الخاص بالرسول  
والنبى ويشهد الملك اويسلة رويته بصريح ما يوحى اليه وغير الرسول  
يحيى باثره ولا يراه رويته بصره فيلهم الله بالمشاء ان يلهمه اولوتيه  
من وجه الخاص (فتوحات ۳۵۳ س ۲۳۸)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت جزیر میں تمام تاویلات و شبہات کا خاتمہ کر دیا اور غیر مشتبہ الفاظ میں مدعیہ  
کی تائید فرمادی اور اتفاق سے یہ بزرگ گواہ دعا علیہ کو بھی سہم ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خوب سمجھ لو ہمیں خدا کی طرف سے صرف الہام ہو سکتا ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
سے یقیناً بلاشبہ منقطع ہو چکا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی آیا کرتی تھی۔ اور کوئی ایک بھی خدا کی جانب سے  
الطوائف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی ہو سکتی ہے یا وحی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

ولقد اوحى اليك والى السذین من قبلک اور آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر نہ فرمایا۔ اور نہایت صحیح خبر نبوی صادقہ میں جیسے کہ متعلق ہے (جو ان لوگوں میں ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی ہو چکی ہے) کہ وہ جیسے صرف ہماری سنت پر عمل کرینگے۔ پس ان کے نزول کے بعد صرف ان پر کشف و الہام ہو گا جیسا کہ اس امت پر ہوتا ہے اس الہام میں یہ شبہ نہ ہے کہ یہ خدا کی خبر ہی نہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی خبر ہے۔ مگر فرشتہ الہام کی معرفت جو مہم سے پوشیدہ ایک الہام کرتا ہے۔ اور کبھی مخصوص طور سے الہام ہوتا ہے پس رسول و نبی فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور غیر رسول اُس کے اثر کو محسوس کرتا ہے اُسے دیکھتا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ علیہ السلام پر جو چاہیگا۔ الہام کرے گا۔ انہ اس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہو گئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے تمام سلسلے یکدم سدود ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف کشف اور الہام باقی ہے اور بس (۳) کسی آسمانی خبر آیت میں آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ (۴) علی علیہ السلام پر نزول کشف اور الہام ہو گا (۵) کبھی الہام بھی بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے۔ (۶) الہام میں غیر رسول فرشتہ کو دیکھتا نہیں۔ نہ اس پر نزول متیق ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر محسوس کرتا ہے (۷) نبی و پیغمبر بصری سے فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے۔

اس سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات ہی میں ان تمام اصطلاحات کی تصریح اور وضاحت فرمادی ہے۔

نیز اس امر کو بوضاحت فرمایا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہر طور سے منقطع ہو چکا ہے صرف الہام اور کشف باقی ہے اس کے بعد کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن قدس پر ہمتان لگا کر کہہ دے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقلم وحی کے قائل ہیں۔ تو صحیح نہ ہو گا۔

مختار مدعا علیہ نے غضب تو یہ کیا کہ فتوحات کی یہ پیش کردہ عبارت بھی قطع و برید کر کے پیش کی۔ اور اسی سے متصل اگلا فقرہ وَلَا يَشْرِعُ الْاَنْبِي وَلَا يَشْرِعُ الْاَدْوَسُول کاٹ دیا۔ جس میں اُس کے مغالطہ کی حقیقت کھو ل دی ہے کہ تشریع کدہ معنی نہیں جو وہ تصنیف کرتے ہیں بلکہ جو بھی نبی و رسول ہے وہ مشرع کہلاتا ہے۔ گویا نبی و رسول کی وحی و انشراح کہلاتی ہے۔ یعنی وحی نبوۃ و رسالۃ منقطع ہے

اگر کچھ باقی ہے۔ تو الہام و کشف و ابھی خواہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس زبردست خیانت کے بعد عدالت خود فیصلہ فرما سکتی ہے کہ گویا بان مدعا علیہ کی شہادت کی بڑھیش حیثیت سے کیا و تخت ہے،

(نوٹ) میں نے ان حوالوں کے نقل کرنے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا۔ ورنہ ۲۷۲ میں ایک صریح صریح حوالے سے زائد موجود ہیں، نیز اس اصطلاح کی شرح اور توضیح مطلب اور تفسیر مراد کے واسطے بالخصوص میں نے حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف اور اصطلاحات صوفیہ کے حوالوں سے کام نہیں لیا بلکہ اسی پیش کردہ فتوحات بلکہ زیادہ تر اسی بلد کے آگے اور پیچھے سے پیش کیا تاکہ کسی تاویل اور مذکر کا موقع نہ ہو۔ اور عدالت پر اُن کی خیانت اور مغالطہ اچھی طرح آشکارا ہو جائے فلہذا الحمد۔

## اس کے جواب کے متعلق مدعا علیہ کی تاویلات

(۱) کبھی تو کہہ دیا ہے کہ گواہ مدعی نے اس عبارت کا بھی ترجمہ کیا ہے (۲) کبھی کہا کہ لفظ تشریح کی تشریح کے ساتھ فعل و جزم و بیع وغیرہ الہ بھی ہے۔ اور یہ مخصوص وحی ہو گئی (۳) کبھی گواہ نے اس کی جرح میں قطع و برید کر کے عیسیٰ پر وحی نبوت ثابت کرنا چاہی۔

مگر میں نے جس قدر واضح عبارات پیش کر دی ہیں اُن سے اس عبارت کی شرح اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس قدر واضح ہو گیا ہے کہ مختار مدعا علیہ کی ان تاویلات کی ایک طرف کسی انکشاف ہی کی حاجت نہیں۔ ترجمہ عبارت کا وہی صحیح۔ مگر مطلب تو وہی ہو گا۔ جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ نے اپنی زبان فیض تر جمان سے کیا۔ ہمارے شاہدوں نے شہادت میں شیخ کی مراد بالکل واضح کر دی ہے۔ لہذا ترجمہ کو اس سے مراد کوئی تمارض نہیں۔

ملا میں مختار مدعا علیہ نے حضرت شیخ کی عبارت میں قطع و برید تو تسلیم کر لی۔ مگر آگے فعل سے جو تخریج کی ہے اس کی اڑے کر اپنے تقریبات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ میں عدالت عالیہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ”الوحی بالتشریع“ کی شرح کا جہاں تک تعلق ہے وہ ”ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا رسول خاصۃ“ پر ختم ہو چکی آگے۔ فیحل ویحرم ویبیم سے اس پر ایک تخریج کرتے ہیں کسی اصل کی پر کوئی مثال یا تخریج قائم کرنے سے وہ اصل کلی صرف اسی مثال میں منحصر نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بھی ایک قسم مجملہ اقسام وحی نبوت کے ہے میں اور پورے پیش کر چکا کہ وہ وحی کے تمام اقسام سوائے کشف اور الہام اور اچھی خواہوں کے سب بند ہیں۔ اور تشریع کی اصطلاح خود شیخ کی زبان فیض تر جمان سے پیش کر چکا کہ اس سے مراد وحی نبوت ہے خواہ مدیدہ احکام ہوں یا نہ صرف اولیاء کے واسطے کشف و الہام رو یا مد صالحہ ہوتے رہ گئے ہیں۔ اور تمام اجزا و نبوتہ منقطع ہو چکے۔ پس مختار مدعا علیہ کا یہ غدر صحیح نہیں۔

(۲) میں نزول علیہ السلام کے متعلق جو گواہ سامعانا تمام فقرہ اُس کی مراد کے خلاف نقل کیا ہے وہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ پہلے پہلے ہی ہو چکے ہیں اُن پر وحی نبوت آپہنچی ہے۔ اب وہ اس امت میں بحیثیت ولی ہوں گے۔ اُن پر وحی نہ ہوگی۔ لہذا وہی مجازاً اور براس کے کہ وہ پہلے ہی تھے اور اُن پر وحی نبوت آتی تھی لہذا جائے۔ مگر دراصل وہ الہام و کشف ہو گا اس کی کافی توضیح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پیش کر چکا ہوں بظاہر نبوت وحی ہونا اور چیز ہے اور حقیقت وحی نبوت ہونا اور بہر حال یہ تاویل بھی محض بیکار اور صرف لاجوابی کی پریشانی میں لکھی گئی ہے۔ ورنہ شاید کوئی عقلمند



آؤنی میرے دلال اور واضح بیان پر بہ نہ کہتا۔ میں پھر مکرر عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ وہ میرا جواب ان تالیفات کو سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مختار مدعا علیہ نے اس موقع پر کس قدر مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس کی خیانت کس قدر واضح اور ناقابل معذرت ہے

دوسرا حوالہ مکتوبات - مکتوب نمبر ۲۸۹ -

اس کا میں نے جو مفصل اور مکمل جواب دیا تھا۔ اس کی لاجوابی کا اندازہ عدالت اس سے لگا سکتی ہے کہ جواب میں بجائے کسی معقول بات کے مختار مدعا علیہ تیرہ کلامی اور محمول پر آکر اصل الفاظ مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہوں۔

کہوں کہ مختار مدعا علیہ نے تو اس حوالہ کو اپنے مدعا کا مشقت قرار دیا ہے حالانکہ گواہ مدعیہ ۲۹/۲ اگست کو بحوالہ جرح کہہ چکا ہے کہ مکتوبات نام ربانی ۲۸۹ مکتوب ۱۵۱ میں جو لکھا گیا ہے وہ کشتی یا الہامی ہے جو حجتہ نہیں۔ اور یہ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ مختار مدعیہ اور گواہ مدعیہ دونوں کے یہ کہنے کا موقع ہے کہ

زنجی کرے مجھی کو میری آہ دل اسوس

بیرای تیر میرے کلیجہ کے پاد ہو

گواہ مدعیہ نے تو مکتوبات کے مذکورہ بالا حوالہ کو یہ کہہ کشتی یا الہامی ہے جو حجتہ قطعی نہیں۔ اور مختار مدعیہ نے یہ کہنے کے بعد بھی کہہ ہمارے یہ مشقت مدعا ہے غلط توجہ کر کے ٹال دینا چاہا ہے۔

اس طرز کلام کو عدالت ملاحظہ فرمائے میں تو اصل مدعا اور مختار مدعا علیہ کے مبالغہ پر صرف روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ سمجھ بیٹھا ہے کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں تعارض ہے حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو جواب ہیں۔ گواہ مدعیہ نے تو یہ جواب دیدیا کہ کسی بزرگ کی ذاتی تحقیقات یا اس کا کشف والہام کوئی حجتہ شرعی نہیں۔ پس جب کہ مسئلہ قرآن و حدیث اور دیگر حجج شریعہ سے واضح ہو چکا تو یہ حوالہ ہمارے مدعا کو خراب نہیں کر سکتا۔

## اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں

(۱) یہ نہ یہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی تحقیق ہے (۲) اس کا تعلق کشف والہام حجت نہیں۔

اول کا ثبوت اس مکتوب کے آخر میں موجود ہے کہ فافہو فان هذا معرفة شریفہ فلما تکلم بها احدنا سے سمجھ لو کہ کوئی نہ یہ عجیب نکتہ و معرفہ ہے۔ کوئی بھی اسے نہ کہے گا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ ان کی ذات اور کشفی یا الہامی یا علم لدنی کی تحقیق ہے۔ دوسرے کا ثبوت مکتوبات ہی سے پیش کرتا ہوں کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی تحقیقات ذاتی شرع میں حجت نہیں۔

## مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اقوال بزرگان دین کے متعلق

» کلام محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلامی محی الدین ابن عربی جو صدر الدین مولوی و عبد الرزاق حاشی مارا بنس کاراست نہ لکھی فتوحات مدینہ از فتوحات یکہ مستغنی ساختہ اند۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (حصہ دوم و فزا دل متا) یعنی حجت شریعہ کے لئے کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی جو صدر الدین مولوی و عبد الرزاق قاشانی ہمارا کام نص (شرعی) ہے نہ نص (فصوص الحکم) سے فتوحات مدینہ (یعنی تعلیمات آقا صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتوحات یکہ (یعنی تصنیف ابن عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں :-

نیت حجت پہنچ قول و فعل پسیر

قول حق اور فعل احمد را گیر

مکتوبات میں جا بجا ملے گا کہ اس شریعت کے مروج میدان ابو حنیفہ رحمہ اور ابو یوسف رحمہ ہیں نہ شیعہ رحمہ و جنید رحمہ غرض یہ کہ پہلا جواب گواہ مدعیہ نے یہ دیدیا کہ یہ کوئی حجت شرعی نہیں۔ اُن کی ذاتی کشفی تحقیقات ہے جو غلطی ہے اور عقائد میں قطعیت جتہ ہوتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کہ شاید یاد نہیں رہا وہ بحیثیت گواہ مارچ ۱۳۳۷ھ کہہ چکا ہے کہ باب عقائد میں کلیات خفی کہ احادیث احاد کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا جواب میں نے پیش کیا ہے کہ اگر اُسے ہم ایک قسم کی جتہ ہی فرض کر لیں تو بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے کیونکہ حضرت مجدد صاحب رحمہ نے بلا واسطہ کلام الہی کی دو قسمیں کی ہیں ایک انبیاء سے مختص ہے، جسے وحی نبوۃ کہا جاتا ہے۔ اور وحی نبوۃ کی وہ ایک قسم ہے (دوسرا وہ جو اولیاء امت کو تبعیت و دراستہ سے ہوتا ہے جس کا تنہائی کمال یہ ہے کہ وہ محدث ہو جائے۔ اور اوپر مختار مدعا علیہ کہ پیش کردہ حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ محدث پر وحی نہیں ہوتی بلکہ کثرت سے خصوصی ابہام ہوتا ہے۔

میں مختار مدعا علیہ کا پیش کردہ حوالہ معائنہ کے ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔ المعلوم المبالغہ فیہ الذی انتہی اسی درجۃ الانبیاء فی الالہام یعنی محدث سے الیہم مراد ہے جو ابہام میں انبیاء کے درجہ کو پہونچا ہوا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ کو ان کا کمال فرم دیا ہے (وفات ۵۷ھ)۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس سے صرف اُس کلام الہی کا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہوگا جو محدث پر ہوتا ہے۔ جو ابہام کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس سے صرف ابہام کا بقاء بعد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ثابت ہوا درخواست الہام سے بڑھ کر ہو اور جداگانہ نام اصطلاح کوئی کیوں نہ رکھے) اس سے بقاء وحی نوبہ ثابت نہیں۔ پس یہ حوالہ سراج ہمارے موافق اور مدعا علیہ ادراک کے گواہان و مختار کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ گواہ مدعیہ اور مختار مدعیہ کے جواب میں کوئی بھی تعارض نہیں بلکہ ایک جواب تقدیر عدم تسلیم اور ایک بر تقدیر تسلیم ہے اس تعارض سوائے مختار مدعا علیہ کے کوئی عقلمند نہیں سمجھتا اس کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ اول تو یہ حوالہ حجت ہی نہیں اور ان کی خاطر اگر حجت مان ہی لیں تو یہی ہمارے موافق اور ان کے سراسر خلاف ہے۔

تیسرا حوالہ۔ مثنوی عارف رومی رکا ہے۔

خلق نفس از وسوسہ خالی شود : مہمان وحی اجبد لی شود  
نے غم است نہ دل است نہ خواب : وحی حق دانند اعلم بالصواب  
از پے زرد پوش عام در میان : وحی دل گویند از صوفیان

مثنوی شریف دفتر چہارم ص ۱۵ مختار مدعا علیہ نے صرف اس کے چوتھے مصرع سے ملاحظہ دینا چاہا تھا کہ وحی باقی ہے مگر اللہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے عارف رومی قدس سرہ العزیز پر کہ اگلے شعر اور چھٹے مصرع میں اصل حقیقت اور اپنی تیز صوفیاء کرام کی اصطلاح بتا دی کہ وحی دل گویند از صوفیان کہ اس کا نام اصطلاح تصوف میں وحی دل ہے اور بھی گنڈ بچکے کہ وحی دل اور الہام ایک ہی شے ہے کیونکہ الہام کے سننے در دل انگندن کے ہیں مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو پس اس سے بقاء الہام بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوا نہ بقاء وحی نوبہ۔ پس یہ حوالہ بھی ہمارا مؤید ہوا اور مختار مدعا علیہ کے سراسر خلاف ہے اس کے جواب کے لیے اب کثائی تک کی ہمت نہ ہوئی فتنہ اللہ، جو تھا حوالہ منصب امامت ص ۲۲۱۔ اس حوالہ کو بھی ما قبل و ما بعد اور درمیان سے قطع و برید کر کے شرمناک خیانت سے پیش کیا ہے میں اس سے اول و آخر ملا کر یوں نقل کرنا ہوں جس سے ایک طرف تو اصل عبارت کا مطلب اور مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی خیانت آشکار ہوگی دوسری طرف درمیان سے جو عبارت اڑادی ہے وہ تمام وحی آیات ہیں جو مختار مدعا علیہ نے بقاء وحی کے سلسلہ میں پیش کی ہیں مگر حضرت مولانا شبید رہنے سب کو الہام قرار دیا ہے جس سے تمام استدلال مختار مدعا علیہ کا خور و زور دہو جاتا ہے اور یہ وہی حضرت مولانا شبید رہنے ہیں جن کو گواہان مدعا علیہ نے بھی مجھے تیرہویں صدی تسلیم کیا ہے اور اپنی تائید میں حجۃ الکرامہ ص ۱۳۹ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے اصل عبارت منصب امامت ملاحظہ ہو۔

تنبیہ ثالثہ درمیان حقیقت بعثت باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام ماموری شوند تبلیغ احکام بیوی خواص و عوام ظاہر شہیں است کہ از جانب حق مل و علا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام یا نشان برسد پھر اس کی تفصیلات پانچویں تنبیہ پر ختم فرمائیں دوسری قسم کی پہلی تنبیہ کا عنوان قائم فرماتے ہیں تنبیہ اول درمیان آنکہ بعض از بندگان مقبولین ہر چند

منصب نبوت نمی دارند اما اینکالات مذکورہ نصیب نہ را خود میدارند اس کے بعد ذکر محبوبیت رب العلمین و ذکر عزت در ملائکہ و ذکر ولایت و غیرہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ۔

« اما ذکر ولایت اجمالاً تا من لدنا علامک تقریباً دو فقرہ از منصب امامت ۲۲ و ۲۳ -  
عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج ثابت ہوتے۔

(۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا کلم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

(۳) جو الہام غیر انبیاء کو پہنچا دیا نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

(۵) مطلق الہام کی چند صورتیں۔

(۱) بصورت کلام از پردہ غیبیہ « اذ اوحیت الی الخواہن و اوحیت الی

اقرموسی » قلنا یا ذالقرنین - یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام براسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے

وغیرہ وغیرہ تمام وہ آیات جو اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جو ش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نقش فی الذرہ کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے اسے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی و الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً بیخ وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطہ کوئی سلسلہ وحی نہ جھڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا باقی بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بیخ وحی لہذا بقاء وحی غیر تشریفی کی دلیل نکلا اس میں اشارہ ملک نہیں۔

بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا ملاحظہ تھا۔

عدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔



اَن کلام رحمانی است بہ زبان او جاری گشتہ ز کلام نقسانی اِن قسم الہام کہ بہ انبیاء اللہ می شود اور نفث فی الروح گویند کہ  
 سَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ - نفث فی روحی و اگر بہ نسبت  
 انبیاء اللہ می شود اور انفق سکنہ گویند چنانچہ صحابہ ذکر فرمودہ اند کہ ان بعد از ان سکنہ تنطق علی لسان عمر و قلیہ و بسیار قصص از مثال اِن  
 جناب فاروق اعظم مروی است و از جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسی را از مقبولین عالی مقام در حالت مقام بر امرے  
 از امور غیبیہ مطلع می نمایند۔

لَمْ يَكُنْ مِنَ الْنَّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتِ قَالَ الْرُّوْحُ يَا  
 اَلْحَمْدُ لِيْ وَ اُشْرٰى لِهٖ (واذ عمده کمالات ولایت تعلیم غیبی است) قَالَ اللّٰهُ  
 تَعَالٰی اِنَّا اَلْمُعَرَّبِيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ تَدْبَحْثُ لَكُمْ طَالُوْتُ مُلْكَ قَالُوا اِنِّيْ يَكُوْنُ  
 لِهٖ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَوْ يُوْبُ سَعَةِ الْمَالِ قَالِ اِنَّ اللّٰهَ  
 صَفِيٌّ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْمُلْكِ وَالْجَسْمِ ۔

و ظاہر است کہ طاووس نبی زبور و قال اللہ تعالیٰ فوجد عبدا من عبادنا و اتينا رحمة  
 من عندنا و علمناه من لدنا علما منصفی ملت ۳۲ تا ۳۴ بجمارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔  
 (۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے۔ اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

۲۔ جو الہام غیر انبیاء کو فروہ وحی نہیں ہوتا۔ بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

## مطلق الہام کی چند صورتیں

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب بھیجے و اوچینا الی الحوارین و اوچینا الی امر موسیٰ و قلنا  
 یا اذالقرنین یہ سب الہام و تحدیث ہے ذکر وحی نبوت۔

(۲) یہی الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے بھیے فارسلنا اربھا ووحنا اذ قالت الملائکۃ  
 یا موسیٰ یو غیر یا و غیر (نام د، آیت ہوا) مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروح کہتے ہیں اور جو انبیاء اللہ کو ہوتی ہے

۱۔ سے نطق سکینہ کہتے ہیں۔

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقہ بمعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے بعد کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ چھوڑا صرف الہام کے وہ اقسام برادریاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے مافر دئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے منسلک پیش کر چکا باقی جو بتایا ہے۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام بمعنی وحی۔ لہذا بقاء وحی غیر تشریفی کی دلیل کی اس میں اشارہ نہ کیا۔ بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مخالف تھا۔ عدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے۔

اس قدر واضح اور صریح عبارت کے متعلق مختار مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تاویل کس قدر بہتان و افتراء پر جرأت و جسارت ہے کہ مگر دونوں کے مسلم و مقتدا پیشوا جناب مولوی اسماعیل صاحب کا جو حوالہ گواہان مدعا علیہ نے پیش کیا ہے وہ ان دونوں کے خلاف اور احمدیوں کی تائید ہے۔

(الجواب)

(۱) مولانا شبیر رح کا علم و فضل روشنی ہے مگر مختار مدعا علیہ انہیں مدعیہ یا گواہ مدعیہ دیا مختار مدعیہ کا مسلم مقتدا پیشوا جو لکھ رہا ہے یہ جو دلیل اصول پر درست نہیں کوئی ایک سوال جرح میں ان کے متعلق نہیں آیا اس پر عدالتی یہ نوٹ موجود ہے کہ فریق اول کہ ان الفاظ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے تسلیم کئے مختار مدعا علیہ اس کا حوالہ مسلم سے پیش کرے مگر وہ نہ پیش کر سکا۔

(۲) اس کو احمدیوں کی تائید سمجھنا شاید بظاہر غلط فہمی ہو ورنہ اس میں کہیں تائید کا اشارہ کنایہ نہ کیا نہ ہی کہ نہ کہ مرزا صاحب نے آئینوں کا دعویٰ بقاء وحی غیر تشریفی ہے اور یہاں وحی مطلقہ بلکہ وہ الہام بھی جو بمعنی وحی انبیاء کہہ جاتا ہے بند ہے صرف الہام اور تحدیث و نطق سکینہ یا روحیہ صالحہ باقی ہیں اور باقی تمام سلسلہ وحی منقطع و مسدود پس اس سے اپنی تائید تک ان مختار مدعا علیہ کی غرض فہمی بد ورنہ مطلب واضح ہے۔

(۵) پانچواں حوالہ تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۵۸

اس میں ابن حجر ہیتمی کا قول نقل کیا ہے کہ عیسیٰ پر وحی وقت نزول بواسطہ جبریل ہو گی۔

الجواب

اس کا مکمل جواب اوپر گورچکا مختار مدعا علیہ حسب عادت ایک ایک چیز کہ متعدد مرتبہ لاکر طول دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابن حجر ہیتمی کی ذاتی رائے ہے جو قرآن و حدیث اور علماء ملت کے سراسر خلاف ہے جو کسی پر عجتہ نہیں، مسلمہ فقیہین کے بزرگ امام محی الدین ابن عربی رحمہ فرماتے ہیں کہ

قلہ الکشف اذ نزل اللہ کہ نزول کے بعد اس پر کشف والہام ہو گا زوجی کو غلط دہی کا مجازاً یعنی الہام اس پر بولا جائے دہرا حوالہ اس سے قبل فتوحات ج ۲ صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۴ سے نقل کر چکا ہوں۔

گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ امام شعرانی یواقیت صحت ۳۵ ۱۸۸ و ۱۸۹ پر فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ذباب الخلق بعد موتہ محمد صلعم فلا بفتح لاحد الى يوم القيامة وکی یقی للادایا وحی اللہ انی قولہ قال ولوان الوحی علی لسان جبرئیل علیہ السلام کان باقیام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکان علی اذ انزل لایحکم بشریعة محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانما یحکم بشریعة انی یوحی الیہ جبرئیل الی قولہ علم ان الوحی لاینزل بالملک علی غیر قلب النبی اصلاً۔

وحی کا بیان کر کے فرمایا کہ یہ دروازہ وحی نبوت بعد وفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو چکا اب یہ قیامت تک کسی کے واسطے نہیں کھل سکتا اور ایام کے واسطے صرف وحی الہام ہے نہ کوئی وحی آگے تصریح فرمائی کہ اگر بلا واسطہ جبرئیل سلسلہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہوتا تو عینی بعد نزول شریعتہ محمدیہ کے کیوں بیروہو سٹے وہ اسی وحی کا اتباع کرتے جو جبرئیل لاتے ہکنی وضاحت سے امام شعرانی اور امام ابن عربی جو گواہ مدعا علیہ کے بھی سلم بزرگ ہیں تصریح فرماتے ہیں کہ عینی بعد نزول صرف کشف والہام بلا واسطہ جبرئیل ہو گا وحی بلا واسطہ جبرئیل ہرگز نہ ہوگی۔

اس کے مقابل پر ابن حجر مینی جیسے غیر سلم شخص کی شخصی رائے پیش کرنا صرف مختار مدعا علیہ کی رائے ہے اور تعجب تو اس پر ہے کہ اپنے نبی کے خلاف اُس نے ابن حجر مینی کو کیوں مان لیا حالانکہ مرزا صاحب کے خلاف احادیثِ نبویہ بھی عیاذاً بالشر روی کی طرح پھینک دیتے ہیں اور خود مرزا صاحب ازالہ اوہام ص ۲۳۸ پر فرماتے ہیں کہ درایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے، ملاحظہ فرمائیں وحی تو بڑی چیز ہے ایک فقرہ لانے کو بھی ممانعت فرما رہے ہیں اس سے علاوہ ہمارے جواب کی تکمیل کے مختار مدعا علیہ کی خود مرزا صاحب کی کتب سے نادانقی اچھی طرح واضح ہو گئی بہر حال یہ حوالہ بھی مدعا علیہ کے لیے مفید اور ہم پر ہر جہت نہ ہو سکا۔

## ساتوالی حوالہ حج الکرامتہ، کہ

”آرندہ وحی یسوی او جبرئیل باشد بلکہ ہمیں یقین دارم“

(الجواب)

یہی مابقی جواب بعینہ کافی ہے تفصیل اوپر گزر چکی نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کی ذاتی اور شخصی رائے کتاب اللہ



اور کتاب الرسول اور مسلم بزرگان دین واسلاف کے خلاف ہرگز حجۃ نہیں ہو سکتی نہ وہ امام ہیں نہ مسلم عالم نہ ہمارے فرقہ کے نہ مرزا صاحب کے۔ ان کا حوالہ بالکل غیر متعلق ہے باقی گو اہوں کا انہیں مسلمان کہنا یہ اور چیز ہے اور مسلم ہونا اور بات دینا جس ہزاروں مسلمان فاش غلبیاں کرنے والے فاسق و فاجر بھی لینگے اور جو مسلمان بھی ہیں۔ پھر انہیں مسلم کون مانتا ہے فتویٰ رشیدیہ میں انہی رئیس عاملین، بالحدیث یعنی غیر مقلد بتائے کہ ان کے حوالے غیر متقدمین پر تمام حجۃ کے لیے نقل کیے ہیں اس سے ان کا مسلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا تمام مسلمان مرزا صاحب اور ان کے مقلد کے حوالے الزام نقل کرتے ہیں کیا خلفا و مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا مفصل جواب اوپر دو مرتبہ عرض کر چکا ہوں، اٹھواں حوالہ بھی پہلے حوالہ کا ختم ہی تشریح اور غیر تشریح کے متعلق پورا قیامت کا ہے۔ جس کا جواب مکمل پہلے نمبر میں آچکا ہے اور اصل بحث میں جو جواب دیا تھا مختار مدعا علیہ نے اسے لاجواب سمجھ کر نام تک نہ لیا لہذا اسی کا حوالہ دے کر عدالت کی توجہ گرامی اصل بحث کی طرف مبذول کرتا ہوں اگر عدالت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی مختار مدعا علیہ کی طرح بار بار رو ہی عبارت دہراتا رہتا ملائی تاری نے صرف اس حدیث کی باعتبار سند کے تردید کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں راں جبو یمن لا یسنزل الخ اس سے ان کا جواب صاحب کا مؤید ہونا نہیں پایا جاتا۔ نیز کسی کا قول نقل کرنا اور چیز ہے اور تائید کرنا اور بات ہے یہی معنوں کتاب الاشاعت کا ہے عرض ایک ہی چیز ہے مگر نقل سے مکر دلیل نہیں بن سکتا۔

### (خلاصہ بحث)

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہ ایک آیت یا ایک حدیث یا ایک کسی مسلم بزرگ کا قول نہ پیش کر سکے جس سے بقاء دوی غیر تشریحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہاں ابام کے بقاء کے متعلق حوالے نقل کئے وہ ہمارے مؤید اور ان کے مخالفت ہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ دوی نبوۃ مطلقاً بند ہے ابام کشف دوی مجازی لغوی باقی ہیں۔

بخلاف اس کے انداد دوی نبوۃ ہم نے سات آیات کا حوالہ قائم البین کی تفسیر سے اور آیات مفصل کل (۱۵) آیات اور (۲۵) مفصل اور چار صریح حدیثیں اسی سلسلہ کی نیز مسلم بزرگان دین کے فتوحات پورا قیامت، علم الکتاب، فتاویٰ ابن حجر، مفتاح شریعت، شرح شفاء ملا علی قاری، نسیم الریاض، علامہ خفاجی وغیرہ سے متعدد صریح صریح لاجواب حوالے پیش کئے جس میں اکثر تو ایسے لاجواب ہیں جن کا بحث میں مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا اور بعضوں میں منالطہ پیش کی ناکام کوشش کی جس کی حقیقت جواب لاجواب میں آشکار ہو گئی۔ بہر حال ہم نے یہ مسئلہ مجدد الشریعہ ۵۰-۵۰ دلیلیں سے دزد و دشمن کی طرح واضح کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوی نبوۃ کا سلسلہ منقطع و مسدود ہے۔ مرزا صاحب کے مریدین کے واسطے مرزا صاحب کی بھی سند پیش کر دی کہ جب تک دعویٰ نبوۃ حیات

نہ تھا فرماتے ہیں کہ

”لیکن وہی نبوت پر توتیرہ سو برس سے ہر لگ گئی“ (ازالہ ص ۲۱۱)،  
 ”آپ کی وفات کے بعد وہی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (حما مۃ البشری  
 کلاں ص ۶۶، نور و ص ۴۸)“

(۶)

## مرزا صاحب کے نزدیک صرف تشریحی وحی بندہ

اس سلسلہ میں بلاوجہ تو فیض مرام۔ ازالہ ادہام۔ کشتی نوح۔ مستفتاء۔ پیرانی تحریریں۔ براہین احمدیہ۔ حقیقۃ الوحی  
 مواہب الرحمن۔ امینۃ کمالات اسلام۔ ضمیمہ براہین ج ۵۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ چشمہ معرفت۔ سرمہ چشم آریہ۔ تتمہ حقیقۃ الوحی  
 الوحیۃ تجلیات الہیہ کے متعدد جدید حوالہ دے کر لا حاصل طول دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس وحی کو مرزا صاحب بند  
 فرماتے ہیں وہ وحی تشریحی ہے ورنہ مطلق وحی کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کلی کتب میں  
 تقریباً لکھا ہے۔

الجواب

- (۱) اس سے ہمارا انقصان کیا گویا یہ تو اقراری کفر ہے۔
- (۲) مرزا صاحب کی عادت یہی متراض اقوال کی ہے۔ اور بھی کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان کے کثوف اور اہانات رحمانی  
 نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے فتوحات میں بجا لکھا ہے۔ اور تاکیدیں و لوکان من عند غیب۔  
 اللہ لو جہد و اقیہ اختلافا کثیراً پیش فرمایا ہے۔
- (۳) ان عبارات میں یا دعویٰ تشریحی اور غیری تشریحی کا ذکر ہے یا مطلق وحی کا۔ مگر میں نے وحی نبوت و رسالت کا انقطاع  
 و انسداد مرزا صاحب کی عبارات سے پیش کیا ہے۔ جو میرا دعویٰ تھا۔ اور مرتبہ جہارت پیش کی ہے۔  
 پھر ملاحظہ فرمائیے کہ۔

- (۱) کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے۔ اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے۔ (ایام العلم ص ۱۴۷)
  - (۲) ”نہی کی وحی وحی نبوت کہل گئی“ (سراج منیر ص ۱۸)
  - (۳) ”ایک فقرہ ہے جس پر ٹٹل لائیں وہ یعنی وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے۔“ (ازالہ ص ۲۳۸)
  - (۴) ”لیکن وہی نبوت پر توتیرہ سو برس سے ہر لگ گئی کیا یہ ہر روشن وقت ٹوٹ جائیگی“ (ازالہ ادہام ص ۱۱۱)
- ان واضح عبارات کی شرح ان گول بولی عبارات سے ناممکن ہے۔

(عنوان مٹ)

## کیا مسیح موعود کے نزدیک آپ کی وحی قرآنی وحی کے برابر ہے

مذکورہ بالا جوابات جو عنوان مٹ میں درج کیے گئے۔ وہ تو جب کے ہیں۔ کہ اس وقت تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ہمنوا تھے۔ اُس کے بعد دعویٰ نبوت بلکہ نبوت مستقلہ اور وحی وغیرہ کا کیا۔ اور وحی بھی کوئی کہنا نہیں۔ بلکہ قرآن کے ہم پلہ۔ اس کی طرح منزہ قابل ایمان لائیکے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے۔ جیسا کہ توحیدیت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ (اربعین ص ۴۴)

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا

بخدا پاک دامنش ز خطا

بمحو قرآن منزہ اشش دانم

(درشین مٹ)

از خطا باہمی است ایمانم

اس کی تاویلات رکیکہ جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔ یا مرزا صاحب کی دوسری مجلس عبارات الہدیٰ نزولی المسیح وغیرہ سے پیش کی ہیں۔ اُن کے متعلق یہی گزارش ہے۔ کہ وہ جواب نہیں ہو سکتیں۔ چونکہ مفصل بحث اور پرسلسلہ ایمانیات میں گذر چکی ہے۔ اُس کا اعادہ نہیں کرتا صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ واضح عبارت کامل مجلس اور مختل المعنی عبارت سے نہیں ہٹا کر تا۔ نیز جس شخص کی عادت متعارفات اور اختلاف گوئی کی ہو۔ اس کی ایک عبارت دوسری کی شرح نہیں بن سکتی۔

پہلی وجہ تکفیر یعنی دعویٰ وحی نبوت ختم ہوٹا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ختم نبوت

دوسری وجہ تکفیر ختم نبوت کا انکار اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا۔ اور اپنے آپ کو تشریفی نبوۃ کا مدعی سمجھنا۔ اور احکام شریعہ میں تغیر و تبدل کرنا۔

## دوسری وجہ تکفیر کا رد

جماعت احمدیہ حضور معلّم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔

## قول مختار مدعا علیہ

دوسری وجہ تکفیر فرق مخالف نے یہ بیان کی ہے۔ کہ مرزا صاحب اور آپ کے معتقدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو ضروریات دینی سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کے متبعین کافر ہو گئے۔

اس مدعا کے نقل میں اسی مدعی و مخالف سے کام لیا ہے۔ صرف خاتم النبیین کا انکار نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا اسلامی معنی کے رو سے انکار ہے۔ جیسا کہ میں اصل بحث میں بوضاحت پیش کر چکا ہوں۔ جس کا جواب کجا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا اور یہی خاتم النبیین بمعنی تمام نبیوں کے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جاوے۔ ضروریات دین سے یہی جس کے واسطے شہادت اور بحث میں حوالہ مندرجہ ذیل تفصیل سے پیش ہو چکے۔

(۱) اول الانبیاء آدم و آخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)

(۲) اذ لم یعرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فیسلم لان من ضروریات الدین (اشباہ و انتظائر ص ۱۹۶)

یہی تصریحات تقریباً ۵ اکتب سے جن میں (دجوالرائق ج ۵ ص ۳۸) بھی ہے۔ یہ گواہ ملنے سے بموجب جرح ۱۷ مارچ ۱۳۳۸ء مسلم مانا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی تمام نبیوں کا آخری ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب آخر وقت تک اسی کفر پر قائم رہے۔ اور ان

کے امتیاز وقت تک اس کفر پر مصر ہیں۔ لہذا ان کے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

مختار دعا علیہ نے اصل اعتراض کو نظر انداز کر کے لفظ خاتم النبیین کا اقرار مرزا صاحب کی کتب ذیل سے پیش کیا ہے۔

- (۱) انجام آتھم (۲) الحکم ۱۷ مارچ ۱۳۵۵ء (۳) ازالہ اوہام۔ (۴) آئینہ کمالات۔ (۵) ایام الصلح (۶) کرامات الصادقین۔ (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) مواہب الرحمن (۹) حقیقت الوحی۔ (۱۰) استغناء۔ نیز بیان گواہ عمل)

## اصل معاملہ

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب تک خود کھل کے نبی نہ بنے تھے۔ اور وہ نبوة پر مصر رہے ڈال رکھے تھے۔ اس وقت تک تو خاتم النبیین کے لفظ کا بھی اقرار ہے۔ اور اسلامی معنی کا بھی ملاحظہ ہو۔

- (۱) ایام الصلح ص ۱۳۶ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی ..... تا اور اگر کوئی نبی بنایا یا پرانا آوے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت و کمالات الہیہ کا دروازہ بند نہیں۔

(۲) ایام الصلح اردو ص ۱۳۶

- (۳) مسیح کیونکہ آسکتا تھا۔ وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اُس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کے ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے (ازالہ ص ۲)

(۴) اکیسویں آیت ماکان محمدًا ابا احد من دجا کم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے۔ اور ختم کر نیوالے نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا (۱۲) (ازالہ ص ۴)

(۵) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں خواہ وہ دنیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین

توسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل پر پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود متفق ہے۔ کہ دنیا میں رسول تو آوے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ ص ۳)

(۶) حاتمہ البشری ص ۲

اَللّٰہُ تَعَالٰی اِنِّیْ السِّرْبُ الرَّحِیْمُ اِلٰی قَوْلِہٖ وَ خَتَمَ اللّٰہُ بِہِ النَّبِیِّیْنَ

(۷) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوة رسالت

کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ (دین الحق ص ۲۸ تحقیقۃ النبوة ص ۹۹)

(۸) آسمانی فیصلہ ص ۲ وغیرہ وغیرہ

مگر یہ عقیدہ مسلمانوں کے مطابق ۱۹۰۱ء سے قبل تھا۔ اُس کے بعد نبوت سے پردہ اٹھا۔ اور خود نبی و رسول بلکہ تمام رسولوں سے اعلیٰ جس سے تمام رسول زندہ ہو گئے۔ تو صرف لفظ خاتم النبیین فرماتے رہے اور معنی بدل ڈالے۔ چنانچہ پیش کردہ حوالوں سے جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں صرف لفظ خاتم النبیین مردور رہے۔ مگر اسلامی معنی جو ضروریات دینی سے ہے کہ ایسے آخری نبی جن کے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں سکے۔ ہرگز نہیں ہے۔

لہذا لفظ اسلامی معنی مرزا صاحب کا خاتم النبیین سے منکر ہونا بدستور رہا اس منالطہ سے اس کا جواب نہ بن سکا۔  
باقی تفصیل ان شکوک اللہ تبارک علیہ آگے اپنی جگہ پر آئے گی۔  
جسے مسلمان بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا نامانتے ہیں۔

اس بیڈنگ میں بھی غفلتوں کے پیر پھر کا ایک منالطہ ہے جو آگے معلوم ہو گا۔ یہاں صرف یہ گزارش ہے کہ جمیع مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منتظر ضرور ہیں۔ مگر ایک مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی بنایا جانا یا کسی کو آپ کے بعد منصب نبوة عطا ہوتا۔ جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ آپ کے بعد دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ پس کسی گزشتہ نبی کا بحیثیت امتی یا مجدد آنا اور پیغمبر ہے۔ اور کسی کا منصب نبوة پر فائز ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت ہو کر نبی بننا اور معاملہ ہے ہر عقل مند دونوں کے فرق کو سمجھتا ہے مختار مدعا علیہ بلا وجہ منالطہ دینا چاہتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار  
خلاصہ استدلال محتار مدعا علیہ

اس بیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے جو پیش کیا ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ معنی تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔ اور گواہ مدعیہ ص ۱ کی جرح سے تاہید کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیب نازل ہوں گے۔ تو نبی ہوں گے۔ یوں ہی ملا علی قاری سے کہ جس نے یہ کہا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلوب النبوة ہو کر آئینگے۔ وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ نبی سے اس کی موت کے بعد بھی وصفت نبوة زائل نہیں ہوتا۔ پس اگر خاتم النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی ہیں تو عیسیٰ بھی دوبارہ نہیں آسکتے

اگر کہو۔ نئے کا نام نہ ہے پرانے کا نہیں، تو ہم بڑے ادب سے کہیں گے کہ اگر یہ لے نبیوں کا استثناء ہو سکتا ہے تو نئے اپنی غیر تشریفی کا بھی استثناء ہو سکتا ہے (ملخصاً بلفظ)

### (خلاصہ)

اس میں نقلی متعدد مخالفہ ہیں۔ وضاحت کے واسطے حسب ذیل عنوانات قائم کرتا ہوں۔

- (۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
- (۲) کیا مسلمان حضرت علی علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔
- (۳) کیا حضرت یونس علیہ السلام سلوب النبوة ہوں گے۔
- (۴) کیا ان پر رومی پر اسطہ جبرائیل ہوگی۔

### (الجواب)

- (۱) خاتم النبیین کے معنی مسلمان کیا کرتے ہیں۔
- مختار مدعا علیہ نے خاتم النبیین کے جو یہ معنی مسلمانوں کی طرف منسوب کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا یہ محض مخالفہ ہے، بلکہ مسلمان یہ معنی کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ «حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل اور نبوة و رسالت کے ختم کرنے والے اور آخر الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا نے نہ نئی کسی کو نہیں بنائے گا۔ نہ کسی کو آپ کے بعد منصب نبوة و رسالت عطا کیا جاسکتا ہے۔ باب نبوة و رسالت آئندہ مطلقاً مسدود ہے۔

### (اس کا ثبوت ملاحظہ ہو)

- (۱) مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین فرماتے ہیں۔
- «وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبُوَّةَ فَطُبِعَ عَلَيْهِمَا فَلَا تَقَعُ بَعْدَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»
- نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جنہوں نے نبوة کو ختم کر دیا۔ اور اس پر ہر اختلاف نام لگ گئی اب باب نبوت قیامت تک کسی کے واسطے نہیں لگ سکتا۔
- (۲) علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اخبر الله تعالى في كتابه ورسوله صلعم في السنته المتواتر لا بنی بعدی  
لیعلموا ان کل من ادعی اهل المقام کذاب دجال مصل وصال الخ (ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۱)

ترجمہ: یعنی خدا نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتہ متواترہ میں خبر دیدی۔ کہ لانی بعدی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب پانے کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب دجال۔ گمراہ کنندہ۔ اور خود گمراہ ہے۔  
(۳) ومعنی کوئہ آخر الا نبیاء انه لا بنی احد بعده۔ وعلی بنی قبلہ فحین یئزل  
یئزل عاملا علی مشریتہ محمد صلعم مصلیاً الی قبلتہ کانہ بعض المسته  
تفسیر کشاف۔ ج ۲ ص ۲۳ (گ مدعیہ ص ۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا  
اور حضرت عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں اور دعوائے قبل ہو چکا ہے پس وقت نزول شریعت محمدیہ پر عامل اور محمدی قبلہ  
کی سمت پر نازا را کرینگے گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

(۴) ولا یقدح فیہ نزول عیسیٰ بعدہ فانہ اذا نزل کان علی دینہ مع  
ان المراد منه انه اخر۔

یعنی خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی پر آپ کے بعد نزول عیسیٰ کی زمینیں بڑھ سکتی ہیں تاکہ وہ بعد نزول آپ کے ہی دین  
پر ہوں گے اور خاتم النبیین کی یہ مراد ہے کہ آپ نبی بننے والوں اور منصب نبوت پانے والوں کے آخری نبی یعنی آپ  
کے بعد کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوگا (تفسیر بیضاوی ص ۲۲ گ مدعیہ ص ۱)  
(۵) ابی السود میں اسی قسم کی تفصیل کے بعد ہے۔

فان معنی قولہ خاتم النبیین لانه لا نبیاً احد بعده وعلی  
بنی قبلہ۔

یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص غلت نبوت سے نوازا جائیگا اور حضرت عیسیٰ ان انبیاء  
سے نہیں کہ آپ کے قبل یہ غلت عطا کیا جا چکا ہے۔

(۶) المراد بکوئہ خاتم النبیین انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد  
من الثقلین بعد تحلیلہ بہما۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کے کہتے ہیں:

کان نبیا قبل ثقلی نبینا صلعم بالنبوة روح المعانی  
(جلد ۲ ص ۲۲ گ مدعیہ ص ۱)

یعنی خاتم النبیین سے مراد ثقلین میں سے دوسرے ہیں حدوث و ایجا دو صفت نبوت کا انقطاع ہے بعد اس کے کہ اس عالم



ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلغلتہ نبوت سے سرفراز ہو چکے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ غلغلتہ اس عالم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مٹا کر گئی۔

(۷) اس سلسلہ میں گواہ مدعا علیہ کے سلم بزرگ شیخ محمد محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔  
 وادعاء النبوة قد انقطعت (فتوحات ۳ ص ۳۷۸ ص ۲۵۵)

یعنی آنحضرت کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت یقیناً منقطع ہو چکا۔

(۸) خود مدعا علیہ اور اس کے گواہان و حقاران کے نبی قبل دعوائے نبوت مسلمانوں کے ہم نوا ہی تھے۔  
 ماکان اللہ ان یورسل نبیاً بعد یئنا خاتم النبیین وماکان یحدث  
 سلسلة النبوة بعد انقطاعها

یعنی ہمارے نبی کریم خاتم النبیین کے بعد اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بنا کر نہیں بھیجے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند و منقطع ہوئے گی  
 بعد دوبارہ از سر نو ایسا کرے گا آئینہ کمالات الاسلام ص ۳۷ فروری ۱۸۹۲ء۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نبایا نہیں جائے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد از سر نو جاری ہو گا اور نہ کوئی آپ کے بعد دعویٰ نبوت کرے گا بلکہ ہر مدعی نبوت بعد آنحضرت کے سب ارشاد گرامی دجال و کذاب ہو گا۔  
 یہ محض مختار مدعا علیہ کا کھلا ہوا مغالطہ اور افتراء ذہبتان تھا۔

دوسری شیعہ کا جواب کہ کیا مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا بحیثیت نبی مانتے ہیں۔

یہ بھی ایک مغالطہ ہے اور مفید بھوٹ و افتراء ہے۔ ان میں صفت نبوت ہونا اور چیز ہے جیسا کہ گواہ مدعی نے کہا ہے کہ جب تازل ہوں گے نبی ہوں گے یعنی متصف بل صفت نبوت اور منصب نبوت پر ہونا اور بحیثیت نبی کے ہونا اور چیز ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ نبی ہیں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس عالم میں غلغلتہ نبوت سے نوازا گیا یہ صفت آپ کی بحال مگر اس امت میں زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیری کی وجہ سے بحیثیت نبی نہیں آئے بلکہ بحیثیت مجدد و خلیفہ رسول اللہ اور امتی کے ہوں گے منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔

اور مرزا صاحب یا کسی اور امتی کو آپ کے بعد نبی ماننے سے بعد خاتم النبیین کے نبی کا بننا اور از سر نو سلسلہ نبوت بند و منقطع ہونے کے بعد کھلتا پایا جاتا ہے یہ بالاتفاق کفر ہے نبوت ملا خلم ہو۔

## احادیث

قال النبي صلى الله عليه وسلم كانت بنو اسرائيل لتوسمهم الانبياء كلما هلك نبي بعد خلف له نبي وانه لا نبي بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون (الحديث)  
بخاری شریعت جلد ۱ ص ۱۹۱ مسلم شریعت جلد ۲ ص ۲۶

حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب بھی ایک نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا تھا اور میرے بعد یقیناً کوئی کسی قوم کا نبی نہیں بن سکتا ہاں خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔  
کس صفائی سے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے ختم کر کے سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا ہے۔

(۲) ابن عساکر قال النبي صلى الله عليه وسلم الا ان ابن مريم ليس بنبى بينه نبى ولا رسول الا انه خليفى فى امتى من بعدى۔

حضرت علی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیر دار اور واقف ہو جاؤ کہ ابن مریم اور میرے درمیان نہ کوئی نبی غیر مستقل وغیرہ نہ رہے نہ رسول مستقل صاحب شریعت ہے یقیناً ابن مریم میری امت میں میرے بعد صرف خلیفہ ہوں۔  
یعنی یحییٰ بنی نہ ہوں گے بلکہ یحییٰ امتی و خلیفہ ہوں گے دقتاوی ابن جریر۔

(۳) علی بنی اللہ کے یحییٰ امتی آئے گا خلیفہ گواہ دعا علیہ کے مسلم بزرگ امام شمرانی و امام ابن عربی رحمۃ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے عن الشیخ الاکبر قال فاما خاتمة الولاية على الاطلاق فهو عيسى عليه السلام فهو الولي بالنبوة المطلقة في زمان هذه الامة وقد جيل بينه وبين التشريع والرسالة فينزل آخر الزمان وادشا وخاتمة لاولى بعده نبوه مطلقة كما ان محمدا صلعم خاتمة النبوة لا نبوة تشريع بعده فيعلم ان عيسى ولو كان بعده ومن اولى السمر وخواص الرسل وقد زال حكمه من هذا المقام بحكم الزمان عليه الذي هو بغیره فی رسل ولبا ذ النبوة مطلقة ولبهم بشرع محمد صلى الله عليه وسلم ويفهم لا على وجهه كالا ولباء والمحدثين فهو منا فهو سيدنا فكان آخر الانبياء كما ان آدم اول من نبيا فتخمت النبوة بمحمد والولاية بعلی۔

برواقیت ۲۶ بحث ۴۴ ص ۸۰۔

یعنی بہر حال مطلقاً ہر قوم کی ولایت کا اختتام کرنے والے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں وہ دل میں

اس صفت نبوۃ کے ساتھ جس کی ڈیوٹی اور منصب اس امت کے زمانہ میں ختم ہو گا پس وہ آخر زمانہ میں رات نبی اور قائم ولایت ہو کر اترینگے جن کے بعد کوئی کمی قسم کا دلی نہ ہو سکے گا اور اس صفت نبوۃ پر ہوں گے جس کا حکم و نفاذ و مذہب ختم ہو چکا ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ آپ کے بعد نبی ہوں گے اور اولو العزم و خواص رسل سے ہیں مگر ان کی نبوۃ کا حکم اور منصب زائل ہو چکا ہے اور جو زمانہ نبوۃ غیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہذا وہ متصف بصفۃ نبوۃ مطلقہ جس کا زمانہ و حکم ختم ہو چکا ہو گا۔ اور اولیاء امت محمدیہ کی طرح ان پر شرع محمدی کا اہام ہو گا اور اس امت کے اولیاء میں لہتی ہوں گے اور ہم سب کے سردار ہوں گے۔ پس نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور ولایت حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گئی مفضل توالد سلسلہ وحی و اہام جس میں یہ مضمون بھی واضح کیا گیا ہے فتوحات ۲۴۲۰ ۲۴۲۱ سے اوپر پیش کر چکا ہوں ان حوالہ جات میں نہایت مفاتیح سے تفسیر موجود ہے کہ عیسیٰ بحیثیت نبی نہ اترینگے بلکہ بحیثیت ولی و نائبی مجدد ہوں گے ان پر شریعت محمدیہ کے متعلق اہام ہو گا نیز یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ ان میں پہلے کی مشافہہ نبوۃ ہی ہوگی۔ سلب النبوة نہ ہوں گے البتہ چونکہ زمانہ نبوۃ نبی آخر الزمان کا ہے اس لیے اس نبوۃ کا حکم زائل نہ ہو گا اور وہ منصب نبوت پر نہ ہو گا کیونکہ حکم اور حکومت نبوت نبی آخر الزمان ہوگی۔ کوئی بھی نبی نیا نہیں بن سکتا پرانا یا موجود صفت نبوت کے منصب نبوۃ پر نہیں رہ سکتا۔

اس سے گواہ اس کے فقرہ جرح حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو نبی ہوں گے کی بھی شرح ہو گئی۔ نبی تو ہوں گے اور صفت نبوۃ ان سے سلب نہ ہوگی مگر خصوصیت زمانہ نبوی کی وجہ سے اس کا حکم زائل ہو گا وہ منصب اور ڈیوٹی نبوت پر نہ ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے اور خلیفہ و مجدد نیز ملامعی قاری رحمہ کے ارشاد کی بھی شرح ہو گئی کہ جو صفت نبوت سے انہیں سلب مانا ہے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمان تو انہیں متصف بصفۃ نبوۃ مانتے ہیں بال منصب نبوۃ پر اور یہ خصوصیت زمانہ نہیں مانتے اور قائم البینین کے معنی اس پیش کردہ عبارت کے آخر میں تو خود مسلمانوں کے موافق کر رہے ہیں کہ وہ معناہ عند العلماء اند لا یحدث بعدہ بنی کہ علماء کے نزدیک لا نبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا نہ بنایا جائے گا یا نہ بنے گا لا یحدث کا لفظ ہے جس کے معنی نیا بنانا یا نیا ایجاد کرنا ہوتا ہے اس کی نفی فرما رہے ہیں اسی کے مسئلہ پر ہے

فہو علیہ السلام ان کان خلیفۃ فی الامۃ محمدیہ فہو رسول و نبی علی حالہ یعنی اس امت میں صرف خلیفہ ہوں گے ورنہ پہلی صفت نبوۃ بحال ہے۔

چوں کہ اس سلب نبوت کے مسئلہ کو درمیان میں متعدد جگہ چھیڑا ہے لہذا اس کو میں ایک مخصوص مثال سے واضح کرتا ہوں تاکہ نبی ہونے اور منصب نبوۃ کے حکم پر نہ ہونے کا فرق اچھی طرح واضح ہو جائے

بشرخص واقف ہے کہ اگر کسی خصوصی کام یا اعانت کے واسطے حضور سرکار نظام فرماں روا کے وکن غلطہ اللہ  
ملکہ ہمارے سرکار فرماں روا کے ریاست بہادر لہور حفظہ اللہ ملکہ کے حدود مملکت میں تشریف  
لائیں تو ظاہر ہے کہ کوئی معاند پڑنے پر وہ ہمیں کے قوانین کے پابند ہوں گے اور یہاں جو کام یا سرکاری  
اعانت فرمایا گئے تو ہمیں کے قوانین کے ماتحت ہوگی باوجودیکہ کہ وہ بدستور وانی ریاست وکن ہی اور  
صفت مدغانیہ اُن سے سلب نہیں بلکہ منصب سلطنت امداس کی ڈیوٹی و دکرانی پر وجہ حدود سلطنت  
غیر یعنی ہمارے سرکار عالی جاہ کا فائدہ ہو سکے گا کیونکہ ملک اور یہاں کا زمانہ سلطنت دوسرے کا ہے  
یہاں ہی حضرت عیسیٰ نبی ہی ان کی صفت نبوت سلب نہیں کی گئی مگر ملک اور زمانہ سید المرسلین آقا  
و د عالم نبی آخر الزمان کا ہے پس اُن کا مذہب نبوۃ نہ ہوگا بلکہ تابع اودامتی اور مجدد اور مسیح شریعت  
و قوانین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ سلب نبوت کا اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ آپ کے بعد نبی ہونے  
کا نہ نیابتی بنے گا نہ کوئی اور اس سے،

(۳) ”تیسری تنقیح بھی کہ کیا حضرت عیسیٰ سلب النبوة ہو کر آئی گئے،“  
بالکل صاف ہو گیا اور مدلل بلکہ مسلم حوالوں سے اس کا قطعی جواب کیا گیا۔  
(۴) چوتھی تنقیح کہ کیا انہیں وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔“

اس پر سلسلہ اسناد وحی نبوۃ بہت کچھ بحث ہو چکی ہے اور سلسلہ فریقین حوالہ پیش کئے جا چکے ہیں مگر مسلمہ  
فریقین بزرگ امام شافعی و امام ابن عربی رحمہ اللہ کے دو مختصر فقرہ اس میں سے مکرر نقل کرتا ہوں۔  
فلله الکشف اذا نزل والالهام کما لہذا الامۃ (فتوحات جلد ۳۔ ص ۲۳۸)  
یعنی گو مجازاً لفظ وحی بولا جائے گا مگر ایں پر موقوف کشف والہام نزل کے بعد ہوگا جیسا کہ اولیاء امت محمدیہ پر ہوتا ہے  
ولو ان الوحی علی لسان جبرئیل کان باقیاً بعد محمد صلعم لکان عیسیٰ اذا  
نزل لایحکم بشریۃ محمد صلعم وانما یحکم بشرع الذی یوحی بہ الیہ جبرئیل۔  
برائیت بحث ۲۵ ۱۸۸۰ و ۱۸۹۰ منقول از فتوحات باب ۲۴۔

اور سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وحی نبوۃ کیلئے گو بند ہو چکی مگر ابہام باقی ہے اور عیسیٰ پر بھی ابہام ہی ہوگا اور اگر  
وحی بواسطہ جبرئیل بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض باقی ہوئی تو عیسیٰ بعد نزول شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرنے بلکہ جبرئیل کی  
لائی ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوتے پھر نہایت مفصل مدلل ابہام عیسیٰ پر اور اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع  
نزول وحی و جبرئیل پر بحث کی ہے۔

محمد اللہ پادری یقیناً مدلل ثابت ہو گیا اور مختار مدعا علیہ کا مسلمانوں پر بہتان اور مغالطہ آشکارا ہو گیا

غالباً اسے اپنے ہاں کا پتر نہیں کہ سلسلہ پہلے مرزا صاحب بھی حضرت علیؑ علیہ السلام کے متعلق جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق مسلمانوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجازاً ہی حقیقی نہیں ملاحظہ ہو۔

سراج منیر ۳ ۱۸۹۷ء

”ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پایا وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھا ہو سمجھ لے“ لفظ فرمادیں وہ بھی نازل کے وقت انہیں مجازی نبی باعتبار امکان مانتے ہیں۔

## خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے؟

اس سلسلہ میں ان کے پاس ایک حوالہ بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کسی ایسے شیعہ لفظ میں کی ہو جہاں مغالطہ ہی کی گنجائش ہو۔ انک سے ایک غیر متعلق بار بطل حدیث جو خاتم النبیین کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ نے نہیں فرمایا۔ اور نہ وہاں لفظ خاتم النبیین ہے اور حدیث بھی سنداً متناً معناً قابل استناد نہیں پیش کی ہے کہ کہ گواہی مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں حدیث لو عاش ابراہیم لکان حدیقاً نبلیاً کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ نہ سمجھے۔

(الجواب)

اس کی صحت و سقم و مطلب کی بحث آگے آرہی ہے۔ میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کس قدر مغالطہ اور حق پوشی ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور اس کی مراد بتائی ہے اُسے پوشیدہ رکھ کر جہاں اس کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں اُسے پیش کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے اور مخصوص اسی لفظ کی کیا تفسیر فرمائی۔ یہ گواہان مدعا علیہ کے بیان میں فضل ہے علامہ یہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر لفظ خاتم النبیین (

(۱)۔ ابی صریقہ قال ابی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی قسم کا

نبی نہیں ہو سکتا۔ (بخاری۔ مسلم)

لا تقوم الساعة حتى تبعث دجالون كذابون كلهم انه نبى وانا خاتم النبيين لا نبى بعدى (البراد و ترمذی گشت)  
یعنی قیامت نہ آئیگی جب تک بہت سے دجال و کذاب نہ آئیں۔ جن سب کا یہ دعویٰ وزعم ہوگا کہ وہ نبی ہیں حالانکہ  
ہیں خاتم النبیین ہوں۔ لا نبی بعدی میرے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) بخاری جلد اول ص ۱۵۸ اور مسلم ج ۲ ص ۲۸۸ پر ایک محل کی محسوس مثال سے اس حقیقت کو سمجھایا اور اپنے آپ  
کو خاتم النبیین یعنی اس نامکمل محل کی آخری اینٹ قرار دیا کہ فانا للہ وانا خاتم النبیین  
ملاحظہ فرمائیں کہ خاتم النبیین کے نقطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی بلا کسی قسم کی تخصیص  
کے سمجھ رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی کس قسم کا نبی نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی تخصیص کرے تو یقیناً وہ بقول مرزا صاحب یہ دین  
وشر ہوگا۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح ص ۱۲۶

### (مرزا صاحب کی اس پر مہر تصدیق)

مرزا صاحب بھی ص ۱۲۶ سے قبل جب کہ دعویٰ نبوت نہ تھا۔ یہی لا نبی بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی تفسیر اور اسی عمومی نفی کے معنی میں قرار دیتے تھے۔ اور کسی قسم کی تخصیص کرنا شراعت بتاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح  
جنوری ۱۸۹۹ء ص ۱۲۶

دلیک ختم نبوت کا کمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شراعت ہے نہ حدیث میں نہ  
قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔

بس یہ کس قدر جرأت ہے اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکلیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ و قرآن کو  
عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا یا جاوے اور بعد اس کے جو دعویٰ نبوت منقطع ہو چکی  
تھی۔ پھر سلسلہ دعویٰ نبوت کا جاری کر دیا جاوے۔ الخ اب کسی اتنی کو حق نہیں کہ لا نبی بعدی میں اس کے نبی تو نفی عام  
کہتے ہیں اور وہ کسی قسم کی تخصیص کرے۔ یا لا فتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار یا اذا هلک  
کسلی فلا کسوی بعدہ وغیرہ کی آڑے وڑا پنے نبی کے فتویٰ کی رو سے شریک گستاخ خیالات رکلیکہ کی پیروی  
کرنے والا عمداً نصوص صریحہ قرآنیہ کو چھوڑنے والا ٹھہرے گا۔

(۲) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فیصلہ اور کھلی ہوئی خاتم النبیین کی تفسیر کے بعد اس سے روگردانی  
کرنا کسی مومن مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ کافر اور گمراہ ہوگا جو اس فیصلہ سے روگردانی کرے

قال الله تعالى ما كان لمومن دلامومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون  
لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل لا مبينا.

حدیث لوعاشق ابراہیم دکان صدیقانیا

اگرچہ اس حدیث کا تفسیر لفظ خاتم النبیین سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں جیسے کہ اوپر عرض کر چکا۔ مگر حق مدعا علیہ کے پاس صرف یہی ایک مجروح اور ضعیف حدیث کے نام پر ہے جس کی وجہ سے نہ صرف صحیح بلکہ اصح الصحاح بخاری و مسلم نیز دیگر صحاح ستہ وغیرہ کی کثیر التعداد صحیح اور واضح احادیث روکی جاتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کی بیجا حمایت میں حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میجرہ واضح کی توہین اور غلط تاویلات کر کے تحریف کی جاتی ہے۔ لہذا اس کے متعلق کچھ تفصیل سے گزارش کرتا ہوں اور ان کے استدلال اور اپنے جواب کا خلاصہ عدالت کے اولاد میں نشین کرتا ہوں تاکہ جو ابی بحث کی تاویلات رکیکہ سمجھنے میں سہولت ہو اور واضح ہو جاوے کہ جواب تو بن نہ آیا بلکہ بجا کر منالہ دینے کی ہاکمہ و لاعاصل سعی کی جو مدعی علم کی شایان شان نہ تھی

مختار مدعا علیہ کے استدلال کا خلاصہ لوعاشق ابراہیم دکان صدیقانیا  
گواہ مدعا علیہ (۱)

استدلال (۱) اگر نبوۃ ختم ہو چکی تھی تو اس میں فضیلت ہی کیا تھی۔ بلکہ لغو تھا۔ پھر نبی۔ اے۔ ایف۔ اے۔ ایم کی مثالیں دیں ملاحظہ ہو گواہ مدعا علیہ۔

(۲) نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں لہذا اسے نبوت کا اجراء بتانا تھا۔

(۳) خدا کو ایسا ڈر تھا تو پیدا ہی نہ کرتا۔

## (حدیث کی تصحیح)

(۱) شہاب علی البیضاوی نے صحیح کہا

(۲) ملا علی قاری نے موضوعات نے کہا

(المجواب)

ہمارے مفصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند اور اصول حدیث کے ضعیف غیر قابل احتجاج باعتبار متن اور الفاظ کے اسکان کے واسطے نص قطعی نہیں باعتبار صحیح معنی کے مرزا صاحب کے مریدین کے خلاف اور مسلمانوں کے موافق ہے۔

(۱) سند حدیث۔ یہ حدیث دو طرح نقل کی جاتی ہے لوعاشق ابراہیم دکان صدیقانیا یہ تو بالکل حدیث ہی نہیں۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ فی بیان احادیث المومنونہ مسکات پر لکھا ہے کہ

”قال النوروى ماروى عن بعض المتقدمين لو عاش ابراهيم فياطل وجساره على الذئب وقال ابن عبد البر لا ادنى ما هذ فقد ولد فخر غير بنى۔

امام نوروى فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین جو لو عاش ابراہیم مروی ہے یہ باطل ہے اور غیب پر جسارت ہے ابن عساکر فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا یہ کیا ہے کیونکہ نورخ کا بیٹا ہی نہیں تھا، بہر حال ان الفاظ میں حدیث ہی نہیں۔ باقی روایت ابن مایہ لو عاش ابراہیم مکان حدیقا نذیلاً۔

اس میں ایک راوی ابراہیم ابن عثمان ہے جس کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کا فیصلہ فن جرح و تعدیل کی مسلم کتب میں حسب ذیل ہے۔

(۱) میزان الاعتدال علامہ حافظ شمس الدین ذہبیؒ یہ جرح کی کتاب ہے۔ جسے ۸ مارچ ۳۲۰ھ کی جرح میں گواہ مرا تسلیم کر چکا ہے کہ یہ فن جرح کی کتاب ہے۔ یہ راوی ثقہ دینی قابل اعتبار نہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ضعیف ہے امام بخاری نے اس سے سکوت اختیار کیا، امام مسلم فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے جس کی حدیثیں ترک کردی گئیں تقریب التہذیب میں بھی یحییٰ ابن حنین فرماتے ہیں۔ متروک الحدیث (۲) مدارج النبوة ۲/۲۶ اس کے متعلق سخت جرح متعولیٰ ہے۔

(۳) تہذیب التہذیب میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکر حدیث ہے دینی بات ثقہ کے مقابل بالکل غیر معتبر ہے امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث امام ابو حاتم و فرماتے ہیں ضعیف الحدیث۔ ائمہ حدیث نے اس سے اعراض کیا ہے اور اس کی حدیثیں ترک کر دی ہیں۔

(۴) وہابی ابن ماجہ کے بین السطور میں لکھا ہے کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔“

اب امام بخاری امام مسلم امام جرح و تعدیل بھی ابن سعید امام احمد ابن مغل جہیں امام بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث فرماتے ہیں۔ امام ترمذی امام ابو حاتم رحمہم اللہ جیسے علیل القدر ائمہ کے قطعی فیصلہ کے بعد ماوشما اور شہاب علی البیضاوی جیسے لاکھ بلکہ کروڑوں آدمی اس حدیث کو صحیح ثابت کرنا چاہا میں صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب کی برکات الدعا عاشیہ ۱۲۱ سے پیش کر چکا ہوں کہ وہ ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت مستبر ہوتی ہے، ملاحظہ ہو جرح ۸/۸ مارچ ۳۲۰ھ اور امام بخاری ابن سعید کا امام فن جرح و تعدیل اور بڑا محدث ہونا۔ میزان الاعتدال کا فن جرح و تعدیل کی کتاب ہونا گواہ ملکہ کو مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح ۸/۸ مارچ ۳۲۰ھ اور شہاب کے متعلق جب گواہ سے ۸/۸ مارچ ۳۲۰ھ کو پوچھا گیا کہ وہ امام جرح و تعدیل یا محدث ہیں۔ تو جواب دیا کہ مفسر ہیں امام حدیث نہیں۔ لہذا ان کی رائے تفسیر میں قابل لحاظ ہو تو ہو حدیث کے متعلق محض بیکار قابل رد ہے خصوصاً ائمہ حدیث اور امام جرح و تعدیل کے فیصلہ کے مقابل۔ لہذا یہ حدیث نہ صرف مجروح بلکہ شدید ترین جرح سے پڑ ہے۔ اور مجروح حدیث عقائد میں کجا اعمال میں بھی جیت نہیں بلکہ غیر معتبر ہوتی ہے۔ مختار مد علیہ کے المہتان خاطر کے واسطے ان کے نبی کا فیصلہ پیش ہے کہ وہ حدیث بشریکہ جرح سے خالی ہو معتبر



اور یہ حدیث جرح سے خالی نہیں لہذا بالاتفاق غیر معتبر ہوگی۔

## (اس کے متعلق مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مختار مدعا علیہ سے اس علمی بحث کا جواب ناممکن تھا نہایت اضطراب کا اس کی تاویلات میں ثبوت دیا ہے  
(خلاصہ تاویلات)

- (۱) میزان میں لکھا ہے کہ وہ قاضی تھے اور منصف قاضی بھی ہوں گے اور ایسا شخص قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔
- (۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا۔
- (۳) شعبہ کی تلمذ کا معنیست میزان الاعتدال نے خود رد کر دیا ہے۔
- (۴) ابن معین نے اس کا عا دل ہونا یزید ابن ہارون سے نقل کیا ہے۔
- (۵) وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔
- (۶) ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲
- (۷) اس حدیث کی تیس بڑے بڑے علماء نے کی ہے، بیسے شہاب طے البیضاوی۔
- (۸) مختار مدعی اصل میں شہاب سے ناواقف ہے ان کا یہ نام ہے یہ تصانیف ہیں۔
- (۹) ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔
- (۱۰) مرقات میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے۔ اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔
- (۱۱) ابن ابی ہاشم کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے۔
- (۱۲) ان ائمہ کو نہیں نہیں جیسی تو مختلف الفاظ کہے۔

(الجواب)

اجمالی جواب۔ عدالت خود مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ ملاحظہ فرمائے کیا ان ائمہ محدثین اور امام جرح و تعدیل کے راضع فیصلوں کے بعد یہ تاویلات اور انگلیں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں ذرہ برابر بھی قابل انتفاع ہیں جن میں ایک ثبوت بھی اس کے معتبر ہونے کا کسی مسلم امام جرح و تعدیل سے نہ پیش کر سکا گوہر حسب عادت بہت ہی سخت اور درشت کیا۔

## مفصل و مرتب جواب

(۱) قاضی ہے اور عادل ہوں گے اور ایسا شخص کیسے عادل ہو سکتا ہے۔

یہ عجیب و غریب مفکرم غیروہوایہ ہے۔ قاضی ہونے سے توثیق کیا ہوگی وہی علامہ ذہبی جنہوں نے قاضی ہونا لکھا ہے (اور عادل ہونا بھی مختار مدعا علیہ کی بعض اقسام میں ہے) انہیں علامہ نے خود اور تمام بڑے بڑے اکابر ائمہ حدیث و جرح و تعدیل سے غیر ثقہ۔ منکر الحدیث۔ ضعیف اور منکر الحدیث۔ وغیرہ نقل کیا ہے۔ اور وہی قطعی فیصلہ قرار دیا ہے کیا انہیں قاضی ہونا معلوم نہ تھا پھر قاضی کیا قاضی بنانے والے عالم اور سلطان تک غیر ثقہ ہوتے ہیں کوئی ان میں سے کسی عالم سے توثیق نقل کرتے تو تھا بھی یہ تو اور اپنے عجز اور پریشانی و اضطراب کی دلیل ہے۔

(۲) شعبہ لے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جو ٹھا قرار دیا۔

(الجواب)

شعبہ سے ہم نے نقل نہیں کیا نہ جو ٹھا ہونا یا ائمہ حدیث نقل کرتے ہی یہاں تک کہا جاسکے کہ یہ شعبہ کی تقلید میں کہتے ہیں نہ یہ شعبہ کے مقلد و پیرو ہیں۔ یہ ائمہ مستقل اپنی تحقیقات سے اُسے ضعیف منکر الحدیث۔ منکر الحدیث وغیرہ لکھ چکے ہیں نہ کسی مخصوص روایت کی وجہ سے بلکہ مطلقاً۔ اور نقل کرنے والے امام بیہقی ابن معین امام احمد ابن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی وغیرہ جیسے۔ تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ ان ائمہ کی تحقیق کی اصلاح کر رہا ہے اور شاہد انہیں بھی علم حدیث سے ناواقف بلے بہرہ خیال کر رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علم حدیث کی وہ مایہ ناز ہستیاں ہیں کہ جن کے متفقہ فیصلہ کے بعد تمام دنیا کے علماء ملکر اسے بھیج قابل اسناد ثابت نہ کر سکیں گے۔ ابن معین نے اس کا عادل ہونا یا زید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(الجواب)

مگر نقل کر کے اسی کی تردید میں ای ائمہ اور اعیان علم حدیث کے فیصلے پیش کئے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کسی ناواقف کو معالطہ دیتا تو تھا بھی اور کسی اجنبی نا در کتاب کا ہونا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔ اللہ اللہ زید بن ہارون کا مقابلہ امام بیہقی ابن معین امام بخاری امام مسلم اور امام احمد بن حنبل امیر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ سے بسوخت عقل و حیرت نہ اس چہ بالہ عجیب سے وہ قاضی ہیں اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے۔ اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔

(الجواب)

اس قدر بڑا احتمال اور غوثناویل ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں اول تو یہ مختار مدعا علیہ کی خود ساختہ امثل

ہے جو قابل اعتبار نہیں دوسرے اس کے معنی نوز بائند یہ ہوئے کہ امام بخاری اور امام مسلم اور امام یحییٰ بن معین امام احمد بن حنبل  
امیر المؤمنین فی الحدیث امام ترمذی امام نسائی جیسے بزرگ بھی قابل اعتبار نہیں کہ انہوں نے محض ذاتی کا دخل کی وجہ سے کہ وہ قاضی  
صاحب حق فیصلہ کرتے تھے دشمنی سے انہیں بدنام کیا۔ اس میں مداخلت ان کی دیانت اور امانت پر جو حملہ ہے وہ عدالت  
پر پوشیدہ نہیں۔

انہیں پتہ نہیں کہ وہ قاضی عادل ہی نہ تھے۔

اس وجہ سے محدثین نے انہیں غیر ثقہ کہا غیر ثقہ کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ حق بجانب فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ بڑا جواب ایسا اچھوتا ہے کہ تیرہ سو سال بھی کسی مصنف مورخ کو تو کیا چکڑالویوں کو نہ سوچھا۔

۷۔ ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں،

(قابل مراجعت میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۷)

اسی بگڑ میزان الاعتدال میں اس کی تردید میں تمام مسلم ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امیر المؤمنین فی الحدیث بیہوں  
کا فیصلہ موجود ہے اس قسم کے مغالطہ یہاں کارآمد نہیں ہو سکتے کہ اب ابن عدی اور کہاں امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم  
امام ترمذی امام نسائی امیر المؤمنین فی الحدیث امام احمد بن حنبل کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ جیسے دیکھ دیں کہ یہ حدیث  
نہیں وہ حدیث ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم نے تو متفقہ فیصلہ پیش کیا ہے صرف کسی شخص کا قول نہیں۔

۸۔ اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے جیسے شہاب علی البیضاوی

(الجواب)

ماشاء اللہ شہاب علی البیضاوی بڑے محدث ہیں جن کے متعلق جب گواہ مدعا علیہ سے ۸ مارچ ۱۳۲۸ء کی جرح ہی  
بلا چھایا کہ شہاب کوئی امام جرح و تعدیل یا کوئی بڑے محدث ہیں تو جواب دیا کہ رد مفسر میں امام حدیث نہیں،

نہیں معلوم وہی گواہ مختار ہونے کی حیثیت میں اپنا وہ اقرار کیوں بھول گیا۔ جب وہ مفسر میں امام حدیث نہیں تو ان کا  
فیصلہ ائمہ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام احمد بن حنبل جیسے بزرگوں  
کے مقابل میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ ایک شہاب کیا کہ درڑوں شہاب اور تمام مفسرین ملکر حدیث کے متعلق ایک فیصلہ دیں  
اور یہ ائمہ حدیث جو اس فن کے مسلم امام ہیں اس کے خلاف کریں تو انہیں کا فیصلہ ناطق ہو گا۔ غالباً مختار مدعا علیہ یہ بھی بھول  
گیا ہے کہ خود ان کے نبی کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر ایک فن میں اس شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا ماہر ہو۔

قول مرزا صاحب برکات الدعا ماشیہ ص ۱۸۱،

(۸) اور غالباً مختار مدعا علیہ بیان بھی فراموش کر چکا ہے۔ جو مفسرین کے متعلق ایک مستقل بیڈنگ ہے کہ جس  
کے چند فقرات درج ذیل ہیں جو بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے سن و سن تلمیم کر لیا جائے۔

”اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔“  
”مستقین کی تفسیریں عمدہ اور مدعی دلول باتوں سے پر ہیں۔“

”پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔“

مگر چونکہ تنخواہ دار مرزا صاحب کے لازم ہیں جب کہ ان کی طرف داری مفسرین کے غیر معتبر بنانے میں ہوں غیر معتبر کہہ دیا معتبر کہتے ہیں طرف داری نکلے تھی اب یہ کہنے لگے نہ یہ صحیح نہ وہ۔

تعبیب ہے کہ وہ مفسر ہیں۔ ان کا مفسر ہونا مختار مدعا علیہ اور گواہ کو بھی مسلم مگر تفسیریں وہ ناقابل اعتبار اور باوجودیکہ امام حدیث نہیں پھر بھی حدیث کے متعلق ان کی رائے تمام چوٹی کے ائمہ حدیث کے فیصلہ کے خلاف معتبر مختار مدعیہ اصل میں شہاب سے ناواقف ہے اس کا نام ہے یہ تعین نہیں ہیں۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے واقعیت کا کیا ثبوت دیا۔ ۸ مارچ ۱۳۳۶ء کی جرح میں انہیں صرف مفسر مانا ہے۔ امام حدیث نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ اس کے بعد نام و پتر سے کیا کام چلتا ہے۔ جب کہ اسے بحیثیت گمراہ اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہے۔ پس ان کی رائے اس فن میں کیونکہ معتبر ہوگی۔ خصوصاً تمام ائمہ دین کے خلاف

۹ ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ۵۹ پر لکھا دو کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ صحیح ہے۔

(الجواب)

(۱) مختار مدعا علیہ نے اپنی جرح اور شہادت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اور آج اس کے خلاف بحث کر رہا ہے۔ انہیں ملا علی کی نسبت ۸ مارچ ۱۳۳۶ء کو جرح میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا ملا علی قاری حافظ حدیث یا امام جرح و تعدیل ہیں۔ یہ تسلیم کر چکا ہے کہ ملا علی قاری حافظ حدیث اصطلاحاً امام جرح و تعدیل کے بھی نہیں،

پس حافظ حدیث اور ائمہ جرح و تعدیل کے مقابلے میں ان کی رائے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) ملا علی قاری نے کہیں بھی موضوعات میں یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کا ان پر افتراء اور ہمتان ہے ان کی اصلی عبارت اس حدیث کے متعلق اسی صغہ سے بعینہ وہی نقل کرتا ہوں۔

وفد اخراج ابن ماجہ وغیرہ من حدیث ابن عباس قال لمامات ابراہیم ابن ابی صلعو قال انہ صومعنا فی الجنة ولو عاش ابراہیم لکان صديقاً نبیاً ولو عاش لامتقت احواله من القبط وما استوفى قبطی الا ان فی سنده ابا شیبہ ابراہیم بن عثمان الوسطی وهو ضعیف ولكن له طرق ثلثة یقوی بعضها ببعض ابن ماجہ

یعنی ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے لیکن اس کی سندیں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی ہے جو ضعیف ہے ہاں اس کے تین طریقے ہیں جو بعض بعض سے ملکر فی الجملہ قوی ہو جائینگے۔

ملاحظہ فرمادیں کہ نہ صرف ابن ماجہ بلکہ اس کے سوائے دوسری سندیں بحالی ہیں اور اسی لیے افرج ابن ماجہ کے ساتھ وغیرہ کا لفظ اضافہ کیا کہ ابن ماجہ اور اس کے سوائے دوسروں نے جو حدیث نقل کی ہے سب کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم ردی ہے جو ضعیف ہے۔ صحیح یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں آفریں یہ فرمادیا کہ اس کے صرف تین طریقے ہیں جو سب ملکر فی الجملہ کچھ ہوں گے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض باطل اور موضوع خود ساختہ نہیں باقی صحیح ہونا تو نہ نکلا۔ جب کہ ہر سند میں وہ ضعیف راوی موجود ہے نہ اور اس کے ضعف کا ملا علی قاری نے کوئی بھی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسے دفع کیا۔ ۸/ مارچ ۳۳۸ کو گواہ ملے نے بخواب جرح تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب میں راوی کے ضعف دفع کرنے کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ پھر وہ تینوں طریقہ افرج ابن ماجہ وغیرہ اور سب میں وہ ضعیف راوی موجود ہے۔ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی اس کا طریقہ نہ مبنوعات کبیر میں ہے نہ کہیں اور بہتہ ہے جیسا کہ گواہ ملے نے ۸/ مارچ ۳۳۸ میں بخواب جرح خود تسلیم کیا ہے۔

پس یہ مختار مدعا علیہ کا اپنی شہادت اور جرح کے خلاف ملا علی قاری پر صریح بہتان اور افتراء ہے اور کہیں بھی انہوں نے غیر ضعیف یا صحیح نہیں فرمایا۔

ملاحظہ فرمادیں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔ وہاں مرقاۃ میں جس حدیث کی بحث ہے اور جسے امام نووی باطل قرار دے رہے ہیں وہ یہ حدیث نہیں۔ ولو عاش ابراہیم لکان صديقاً نبیاً بلکہ وہ ان الفاظ کی حدیث ہے کہ لو کان ابراہیم جیسا مکان نبیاً صرف ان الفاظ کی حدیث پر بحث ہے۔ مگر مرقاۃ کا مطالعہ فرمائیں نیز انہیں الفاظ لو عاش ابراہیم مکان نبیاً کے متعلق امام نووی سے مرقاۃ مبنوعات کبیر میں نوائد مجموعہ ۱۲۸ پر ہی منقول ہے کہ حدیث لو عاش ابراہیم مکان نبیاً قتال النووی فی تہذیبہ ہذا حدیث باطل وجساد علی الکلام بالمعنیات مجاذفہ و هجوم علی عظیم وقال ابن عبد البر لا ادعی ما ہذا اس کے بعد ہے

قال ابن حجر ابن حجر مکی اس حدیث کے متعلق نووی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ مگر دلائل، قاری ابن حجر کی تردید اور نووی کی تائید کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی مسلم کتاب موضوعات کبیر فضیلتی ص ۵۸

واما قول ابن حجر المکی فبعید جداً ان لا یفہمہ الامامات الجلیلان مثل ہذہ العقد مۃ الخ کہ ابن حجر کی یہ تردید بہت ہی بعید از عقل ہے کہ اتنے بڑے بڑے امام امام نووی اور امام ابن عبد البر جیسے محدثین یہ معاملہ نہ سمجھیں۔ بہر حال ابن حجر کے قول کو موضوعات میں روکیا ہے، نیز ثابت ثابت بن نفی کے بعد ہی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ وہ حدیث ہے کہ جس کو میں نے شروع بحث میں لکھا ہے۔ اس متنازعہ فیہ حدیث کے وہی تین طرق سب نے حتیٰ کہ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور سب میں وہی ضعیف لاوی ہے۔ اور حدیث کی تصحیح کسی امام نے نہیں کی۔ بہر حال یہ مغالطہ بھی بے سود رہا۔

ع۔ ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے،

(الجواب)

اسی جوابی بحث میں اسی شبہ کے بعد تیسرے شبہ کا بیان ایک بیڈنگ قائم کر کے خود مختار مدعا علیہ نے لکھا ہے کہ یہ فہم صحابی ہے۔ اور علم حدیث سے واقف شخص پر تحقیق نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے مخالف صحابی کا قول موجود ہے کیونکہ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلط کر سکتا ہے۔

پس اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو ابن ابی اوفی کے قول کو صحت حدیث کی تائید بتانے کا کوئی رشتہ ہے یہ محض بے سود ہے دوسرے وہاں اس حدیث یا اس کے الفاظ تک کا پتہ نہیں وہاں تو وہ ایک اپنی رائے اور اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۵۸ ہاشمی

وحدثنا اسما عیل قال قلت لابن ابی اوفی اس بیت ابراہیم ابن النبی صلعم قال مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم بنی عاش ابنہ ولكن لا بنی بعدہ ۵۔

کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ آپ نے ابراہیم صاحب زادہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا یاں صغیر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نبی کا ہو سکتا ہوتا۔ تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے مگر فیصلہ یہ ہے کہ لابی بندی آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہاں اس حدیث لو عاش ابراہیم دکان صدیقاً بنیہا کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ بلکہ تمام اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی فرمان منقول نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا منظر اور صریح بہتان ہے۔

علاء ان ائمہ کو بھی یقین نہیں جیب ہے تو مختلف الفاظ لکھے

(الجواب)

مختار مدعا علیہ جو چاہے دیدہ و دانستہ یلکوائتہ الزام لگائے۔ یہ تاویل ہی منسلک خیز ہے ایک امام سے بھی متغنا و امور منقول نہیں نہ آپس میں کوئی تعارض ہے مختلف عیوب ہیں مختلف ائمہ نقل کرتے ہیں۔ جیسے کسی کے متعلق ایک کہے کہ جھوٹا ہے دوسرا کہے دغا باز ہے تیسرا کہے سود خور ہے چوتھا کہے بے عاری ہے ان میں کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ شخص اور بھی بے اعتبار ہو جائے گا۔

یوں ہی اس راوی کے متعلق ایک امام کی رائے ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے امام مسلم منذر کہ الحدیث امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ پس اتنے محقق عیوب اور منفع کے بعد وہ معتبر کیونکر ہو سکتا ہے۔

بحمد اللہ ان تمام تاویلات رکیکہ کا جواب ہو گیا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث نہایت مجروح ہے، جو کسی طرح معتبر اور قابل استناد اور حجت نہیں چہ جائیکہ ہیج احادیث کا مقابلہ اس سے کیا جاوے۔ یہ مختار مدعا علیہ کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سند کے متعلق تھا۔

حدیث مذکورہ بالا باعتبار تین اور الفاظ حدیث کے بھی آپ نے مدعا کے اثبات میں نص قطعی نہیں۔ پس ایسی دو راویاں تاویلات رکیکہ سے ایک محتمل وہ بھی غیر منقول اور غلط منقول معنی لے کر قطعیات کے ذخیرہ اور نصوص کو کس طرح رد کیا جاسکتا ہے۔ اور صریح قطعی آیات و احادیث صحیحہ و اجماع خلف و سلف کے خلاف ایک جدید کفریہ کی اس ضعیف آڑ سے بنیاد ڈالنا کہاں کی دیانت ہے۔ اس حدیث سے مختار مدعا علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر امکان نبوت ثابت کرنا ہے مگر اس کے متن میں لفظ (لو) موجود ہے۔ اور اس کے قرآن پاک سے متعدد دوا پیش کر کے گواہ عا سے ۸ مارچ میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ۔

لو جس جگہ داخل ہوتا ہے۔ اکثر وقوع نہیں ہوتا۔

اس طرح دوسرا گواہ بھی اس کے فرضی طور پر استعمال کا مؤید ہے۔ لہذا بیان ایک فرضی صورت ہے جس سے امکان یا وقوع مقصود نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی مثالیں بکثرت ملینگی۔ اور اگر یہاں لو عاش ابراہیم الخ سے امکان نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار مدعا علیہ کے طرز پر لیا جاوے تو یہ آیت

لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدنا میں خدا کے سوا اور دوسرے مبودان ہی کا بھی امکان نکل آئے گا۔ اگر یہ عذر کیا جاوے کہ دوسرے دلائل توحید واضح اور قطعی موجود ہیں۔ تو ادھر بھی گزارش ہے کہ ختم نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین سا طعہ اس قدر موجود ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ایک لمحہ کے واسطے کوئی مسلمان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لفظ سے جو عموماً اور اکثر فرقی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امکان کے معنی تمام قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف لینا درست نہ ہو گا۔

غلام صبر ہے۔ کہ یہ شخص فرضی ہے۔ امکان میں نص نہیں۔ بخلاف لاجبی بدی وغیرہ کے جو امتناع کے واسطے نص قطعی ہیں۔

اور مرزا صاحب کو بھی قبل دعویٰ مسلم ہیں پس یہ امکان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی۔

مفصل اصل بحث ملاحظہ ہو۔

## تاویلات مختار مدعا علیہ

- خلاصہ تاویلات جن کو پہلے شبہ کا جواب کا عنوان دیکھ کر جوابی بحث میں لکھا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔
- (۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ جیسے لو انہم صمدوا الآية لو عاش لا اعتقت الخ میں ہے
  - (۲) مقام مدرج میں محال اور ناممکن الوقوع شئی سے فعلیت کا اظہار عبث نہیں۔ جیسے ایک ایعت اسے پاس پاس شدہ کی وفات پر کہا جاوے کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور بی اسے پاس کر لیتا۔ اس سے برعاقب و فرزانہ یہ سمجھ سکا۔ کہ بی اسے کوئی درجہ ہے۔ جیسے وفات شدہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہ کر سکا۔ نہ یہ کہ بی اسے کوئی درجہ نہیں۔ اس کا حصول ناممکن ہے۔
  - (۳) یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہو۔ کہ ان کی وفات کی علت نبی نہ ہو سکتا۔ قرار دیا جاوے
  - (۴) اگر یہی درجہ وفات کی تھی۔ تو ان کو پہلے سے پیدا کر نبی کیا ضرورت تھی۔ رجب کہ انہیں اس ڈر سے مارتا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جاوے۔

(الجواب)

اولاً ہم اس حدیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ جواب تو آپ کے اصول پر صحیح تسلیم کر کے پیش کیا گیا ہے تاکہ مغالطہ نہ ہو۔

دوسرے مفصل و مرتب جواب یہ ہے کہ



تاویل ملے یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ الخ

### الجواب

کلیہ نہ ہی اکثر یہ تو مختار مدعا علیہ کو بھی بحقیقت گواہ مدعا علیہ مسلم ہے۔ لہذا جب کہ عدم امکان احتمال اکثر یہ پیدا ہو گیا تو یہ مدعا کے واسطے نافی اور نص صریح نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں تو احتمال اکثر یہ موجود ہے۔ ادنیٰ احتمال بھی استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کہ اذا جماع الاحتمال بطل الاستدلال۔ احتمال یہ پیدا ہونے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے پھر یہ احتمال نہ اکثر یہ احتمال ہے۔ بلکہ قرآن پاک۔ احادیث مجیدہ اقوال سلف و غلت بلکہ اجماع امت کی اس کے ساتھ تائید موجود ہے۔ پس ایک آدمی مثال میں وقوع بھی مان لیں۔ تو بھی استدلال اور اثبات مدعی میں نص نہیں ہو سکتا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جواب بن نہ آیا مدعا ظہر وہی کی ناکام سہی شروع کر دی۔

۲۔ مقام مدح میں محال اور نامکن المحصول شخص سے فضیلت کا اظہار بحث ہے۔<sup>۱۰</sup>

### (الجواب)

سبحان اللہ! قابل علم معانی و بلاغت کے خلاف دانستہ بات مختار مدعا علیہ نے کہہ دی ہے اس میں نہ تو صرف مدح بلکہ کمال مدح ہے کہ ممدوح کے اندر وہ کمالات و دبیعت تھے کہ اگر وہ زندہ رہتے۔ تو سب کچھ انسانی فضائل حتیٰ کہ نامکن حصول فضیلت بھی حاصل کر لیتے۔ جس کا اب حاصل کرنا نامکن ہے۔ مثال کے لیے اسی قبیلی کا قول پیش ہے جس سے مختار مدعا علیہ نے بحقیقت گواہ استناد کیا ہے۔ اور اپنی دلیل میں لایا ہے۔

دلو طائر ذوا فر قبلہا ،

لطارت و لكننا لم يطير

کہ اگر ٹاپروں والا جانور اڑ سکتا۔ تو یہ بھی گھوڑا اڑتا۔ مگر ٹاپروں والا اڑا نہیں کرتا۔ دیکھئے مقام مدح میں مبالغہ

فی المدح کے واسطے نامکن المحصول فضیلت پیش کی ہے۔

معانی کے کتب کا مطالعہ فرمایا جاوے۔ بے شمار امثلہ اس قسم کے موجود ہیں۔ بخوف طوالت ذکر نہیں کرنا اسی قبیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں نوکان بعدی نبی نکان عموم الخطاب ۱۰۔ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے حالانکہ لا نبی بعدی سے ہر قسم کی نبوت ملنے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اور نہ یہ ہوا اب میری بحث کے مطالعہ کے بعد قابل التفات ہی رہتا ہے۔

میں نے بعینہ اس جیسی ایک مثال شعر سے اور ایک مسلم قرعین صحیح حدیث پیش کر دی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ الیت اسے پاس شدہ کی موت پر یہ کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضروری اسے پاس کرتا۔ یہ اس درجہ کے حصول کا اسکان پایا جاتا ہے۔

اولاً تو سابق جواب اس کے واسطے کافی ہے، مزید وضاحت کے واسطے مختصر انکشاف ہے کہ اس تعبیر میں اس کی استدلالی اسے پاس کر سکنے کا اعتراف ہے کہ اگر زندہ رہتا تو اس کی استدلالی اسے پاس کر سکتی تھی ہاں اگر کلاس ہی توڑ دیا گیا اس میں اس کے کسب و استعداد کو کوئی دخل نہیں نہ اس کی فضیلت میں کوئی فرق آتا ہے۔

یہی کہ حضرت فاروق اعظم میں کمالات نبوت بدرجہ اتم موجود تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو فاروق اعظم نبی ہوتے (لو کان بعدی بنی مکان حمز بن الخطاب)

مگر یہ کلاس ہی توڑ دیا گیا یہ دروازہ ہی خاتم النبیین لا نبی بعدی اور لا نبوة بعدی انقطعت النبوة والرسالة سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا پس لو عاشق ابراہیم الخ اگر بالفرض صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ کمالات نبوة ان میں موجود تھے اگر وہ زندہ رہتے تو نبوت کے حق دار ہوتے یعنی اپنی استعداد کی وجہ سے ہاں استعداد بابت نبوة اس کو ضرور مانع ہے اس میں ان کے کمالات کی کوئی تنقیض نہیں میرے خیال میں یہ جواب بہت کافی ہے اور دراصل میں نے اسے اصل بحث میں واضح کر دیا تھا مگر محتار مدعا علیہ نے بلفظ باوجود جواب ہو چکے شہادت سے پھر نقل کر دیا یہی قصہ تقریباً اور تمام مباحث میں کیا گیا ہے۔

۵۔ نبی کی اولاد کا نبی ہونا کب ضروری ہے الخ

(الجواب)

یوں ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نبی کی امت سے نبی ہونا کب ضروری ہے مگر مرزا صاحب کے مرید یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی امتوں میں نبی ہوئے ہیں، لہذا اگر ضروری نہ ہو اگر ایک فضیلت ضرور ہے جس کا نہ ہونا ایک قسم کی قطعیت ہے یہی جواب اس کا خیال فرمائیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہونا ضروری نہیں مگر فضیلت ضرور ہے اور اسے مقام فضیلت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ (الکریم ابن الکریم، یوسف ابن یعقوب، ابن اسحاق ابن ابراہیم) مقام مدح میں نبی کا بیٹا نبی ہونا مذکور ہے۔

(بخاری شریف)

پس گو نبی کے بیٹے کا نبی ہونا ضروری نہ ہو مگر اس میں فضیلت ضرور ہے کہ دیگر انبیاء کو یا ان کی اولاد کو یہ شرف ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مل سکے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور باب نبوت آپ پر مسدود ہو چکا تھا پس اس کی تلافی باری تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ انہیں قبل سن نبوت وفات دیدی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے کمالات نبوت سے متعصت ہونے کا اعلان کر دیا کہ لو عاشق ابراہیم مکان حدیقا نبیاً جس کی شرح محتار مدعا علیہ کی پیش کردہ موقوفات

کہ میں اسی بگڑا سی سفر پر لپ لپ کر جا رہا ہوں جسے خدا تعالیٰ نے تم کو ایمان دیا ہے۔  
 قوله تعالى ما كان محمد اباً أحد من رجاكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين  
 فإنه يوصي إليه بانه لم يبعث له ولد ولا يصل الى مبلغ الرجال فان ولده من  
 صلب يقتضي ان يكون له قلب كما قال الولد منزلاً بعد ولوعاش وبلغ اربعين وصادفياً  
 لازم ان لا يكون نبياً خاتماً للنبيين - (موسوعات کبیر مجتبی ص ۵۸)

ترجمہ۔ دکن رسول اللہ و خاتم النبیین کیونکہ۔ اس بات کی طرف مبشر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی لڑکا زندہ  
 نہ رہا کہ مرد بالغ کی حیثیت تک پہنچا کیونکہ آپ کا صلبی بیٹا آپ کے قلب کا جو ہوتا تھا جیسا کہ الولد سر لا بیہ کہتے ہیں  
 اور اگر وہ زندہ رہتا تو اس کا بپا ہو جاتا اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین  
 نہ رہیں لہذا

پس اس عبارت سے جواب بالکل مکمل اور واضح ہو گیا اور خود مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی یہ مسلم اور  
 پیش کردہ چیز ہے فلتد الحمد۔

۷ اگر یہی وجہ تھی تو پیدائش کی کیا ضرورت تھی جب کہ انہیں اس دُور سے مانا پڑا کہ نبی نہ ہو جائیں۔

۱۰ الجواب

(۱) یہ خدا تعالیٰ سے پوچھیں کہ انہیں کیا دُر تھا اور کیوں پیدا کر کے اس وجہ سے مار ڈالا۔

(۲) قرآن پاک میں حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ ہی ہے کہ ایک جگہ حضرت خضرؑ نے ایک نوجوان

بچہ کو قتل کر ڈالا اور پھر بعد کو اس کا جواب یہ فرمایا کہ واما الغلام فكان ابواه مؤمنین فخشیتنا

ان سدرھقہما طغیاناً وکفراً (آلہ ۱۰۱) کہہ ملاحظہ

فرمائیں کہ اس بچہ کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو گمراہ اور کفر میں لوٹ نہ  
 کر دے۔

بہی اعتراض اہل باطل شیطان اور دجال وغیرہ کی پیدائش پر کرتے ہیں۔

۸ چوتھوئی سخن اہل دل گو کہ خطا است

سخن شناس نہ دہرا خطا اینجاست

مختار مدعا علیہ وہاں ہے کہ اس کا فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غلام سے پوچھ لے۔

اصل یہ ہے کہ آپ کے اولاد ذکر کر کے نہ ہونے پر کفار کا ایک طعن تھا کہ اولاد نہ رہے جو ایک دینوی بطری

برکت ہے اس سے مدعی مجہوریت کیوں محروم ہے اللہ نے اولادِ نرینہ عطا فرمائی۔ پھر ان کی وفات پر بھی غصہ زن تھے کہ محبوب خدا کو یہ صدمہ کیونکر ہوا پس اس کا جواب بارگاہ رسالت سے یہ دلوایا کہ گو عاشقِ ابراہیم نکان صد یقا نبینا۔

اقد یہ بھی ایک نکتہ ہے اللہ کے راز و نیاز اور اسرار اللہ کے سوا مخلوق کی قدرت نہیں کہ سمجھ سکے اور نہ ہم ان علل و نکات و حکم کے مکلف ہیں۔ بحمد اللہ مکمل اس کا جواب ہو گیا اور ابھی طرح وضاحت ہو گئی اس حدیث سے امکان نبوت یا خاتم النبیین کے معنی مختار مدعا علیہ کے استدلال کے مطابق سے لینا نہ صرف غلطی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔

(معنا بھی یہ حدیث مثبت مدعا نہیں۔)

اس سلسلہ میں مفصل دلائل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں جن کا اعادہ نہیں کرتا۔

مختصر یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب جو مختار مدعا علیہ پیش کرتا ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو فوت وفات صاحبِ زاوہ ابراہیم وہاں موجود تھے وہ بھی یہ مضمون نہ سمجھے حالانکہ بالاتفاق صحابہ اذکیا دامت سے ہیں بلکہ وہ بالکل اس مضمون کے خلاف اظہار فرماتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۹۱۴ حدیثنا اسماعیل الخ و ابن ماجہ یعنی اسماعیل ثمالی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اونی صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ زاوہ ابراہیم کو دیکھا تھا فرمایا ہاں صغیر سن میں وہ فوت ہو گئے تھے اور اگر اللہ کے فیصلہ میں کسی کا بی ہو سکتا بعداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ کے صاحبِ زاوہ زندہ رہتے مگر فیصلہ لاجبی بندی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا بی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری شریف)

پس تمام صحابہ کے خلاف اس حدیث کا یہ غلط مطلب لینا کیونکر درست ہو گا۔

مختار مدعا علیہ کی درحیک تاویل اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی

(خلاصہ تاویلات)

- (۱) مخفی نہیں ہے کہ ہم صحابی محبت نہیں۔
- (۲) ابن ابی اونی کا قول حجت نہیں کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔
- (۳) صحابی ہم القرآن اور حدیث میں غلطی کیا کرتے تھے (بعض امثلہ برغم خود اس کے متعلق)
- (۴) قول عائشہ اس مفہوم کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

اجمالاً اولاً یہ گزارش ہے کہ اس کے یہ کہہ دینے سے کہ صحابہ نعم قرآن اور حدیث میں غلطی کرتے ہیں اصل دعائیات نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی شخص اسے تسلیم بھی کرے تو اس سے کیا یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ جو مطلب خود ساختہ امکان نبوت پیش کرتا ہے جس کا موبہ تیرہ سو سال ہیں ایک منتفص بھی نہیں وہ درست ہو جائے گا اور عیاذاً باللہ صحابہ تو مطلب بزرگ مختار مدعا علیہ قرآن اور حدیث کو صحیح نہ سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ کہے کہ میں صحیح سمجھتا ہوں نیز مختار مدعا علیہ تو بزرگ اپنے نبی کے خود بھی صحابی ہے کیونکہ وہ فرما گئے ہیں ۔

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سید المرسلین خطبہ الھامیۃ  
کہ جو میری جماعت میں شامل ہوا وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں داخل ہو گیا پس یہ بھی تو اسی غلطی کرتے والی جماعت میں شامل ہو گئے ۔  
۱۔ مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجتہ نہیں ۔

(الجواب)

یہاں اس بحث میں میں اس دقت نہیں الجھتا کہ فہم صحابی کہاں حجت ہے۔ کہاں نہیں اور اس کے کیا معنی ہیں۔ میں تو یہ صرف گزارش کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی قطعی آیات احادیث مرفوعہ صحیحہ قطعیہ متواتر اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت کے موافق یہ فہم ابن ابی اوفی صحابی ہے اور انہوں نے تائید میں اسی سلم فریقین حدیث لانی یحدی یا بعدہ کو پیش کیا ہے۔ پس اس کے رد کے معنی نہ صرف ان کی تحقیق بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ امت اور قرآن پاک کے رد کرنے کے ہیں۔

اور مختار مدعا علیہ کا صرف یہ کہہ دینا کہ مخفی نہیں کوئی دلیل تو نہیں جب تک کوئی اپنا مؤید حوالہ قواعد اصول حدیث سے نہ پیش کریں اور دھڑلے نہ کر سکا۔

(۲) نیز یہ مضمون کہ صاحب زادہ کی وفات بوجہ انسداد باب نبوت ہے صرف انہیں سے منقول ہے اس کے خلاف کوئی ایک صحابی کی آواز نہیں پس ایسا غیر محتمل فیہ مضمون کیونکہ حجت نہ ہوگا۔  
مزید برآں مختار مدعا علیہ کا اپنا مطلب تو اپنی اثبات دعائیں صریح اور حجت نہ رہا ہذا یہ حدیث ان کے واسطے تمام صحیح احادیث کے خلاف اپنی معنی میں صریح اور حجت نہ بن سکی۔  
۱۔ ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے ۔

(الجواب)

یہ منظر دیکھنے کے واسطے ہے۔ ورنہ کسی ایک صحابی سے اس بارہ میں اس مضمون کے خلاف ضعیف سے

ضعیف اور موضوع تک روایت نہیں نہ مختار مدعا علیہ نے شہادت سے بحث تک پیش کی۔  
۳ صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کرتے ہیں۔

(الجواب)

مخص غلط ہے۔ صحابہ اذکیا امت سے ہیں اور احادیث و نزول قرآن کے معنی شاہدا و مختار مدعا علیہ جس مثال سے  
مغالطہ دینا چاہتا ہے وہ مخص ناواقفی پر ہی ہے نہ اس کا وہ مطلب ہے جو سمجھ رہا ہے اس سے کسی نے قول صحابی کا حجت  
نہ ہونا نکالا اور اگر ان کا قول حجت نہ رہے تو سارا دین ہاتھ سے جاتا ہے کیونکہ تمام دین کے اولین مشاہد صرف صحابہ کرام  
ہیں اور اصول ہے کہ جس بات کو غیر مضمر ثابت کرنا ہو تو اس کے گواہوں کو مجروح کر کے غیر مضمر ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔  
۴ قول عائشہ اس مضمون کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

مخص جھوٹ اور افترا اور بہتان ہے کہیں ذخیرہ حدیث میں حضرت صدیقہ کا ایک قول بھی اس مضمون مخصوص کے  
متعلق منقول ہی نہیں رہا ہے نہ مخالفت و موافق اگر مختار مدعا علیہ اس سے و قولوا خاتوا التبیین ولا  
تقولوا لانی بعدی سمجھ رہا ہے تو یہ غلط ہے ہاں تو اس مضمون کا پتہ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا فیصل شدہ ہے نہ اس لیے صاحب زادہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے۔ بلکہ اس قول میں  
اس مضمون کا کوئی اشارہ بھی نہیں نہ نران کا یہ قول صحیح سند سے ثابت بھی نہیں نہ کسی حدیث کی مستبر کتاب میں یا صحاح ستہ وغیرہ  
میں اس کا وجود ہے نہ اس کے سوائے اس کے کوئی اور مطلب ہے کہ آپ کا لقب قائم النبیین خدا کا دیا ہوا ہے وہی زبان  
سے کہہ اور مقام مدح میں لاجبی بعدی کا لقب نہ استعمال کرو کیونکہ خدا فی الفاظ مخلوق کی تعبیر سے زیادہ جامع ہیں اگر لاجبی بعدی  
میں صرف خاتمیت زمانی ہے تو قائم النبیین میں ذاتی اور زمانی دونو موجود ہیں۔ مفصل بحث اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گی۔  
غرض یہ قول بالکل بے ربط اور غیر متعلق ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اگر یہ غلط ہوتا تو صحیح بخاری جیسی مستند و مستبر کتاب میں  
ابن ابی اوفیٰ رض کا یہ فیصلہ نقل نہ کیا جاتا۔

(الجواب)

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس اثر ابن ابی اوفیٰ کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے۔  
اس کی تائید کے واسطے شہاب اور ملا علی قاری گو وہ مدعا علیہ کے نزدیک بھی امام حدیث یا جرح و تعدیل  
یا کم از کم حافظ حدیث بھی نہیں نیز قلع و برید کر کے یہ مطلب ملا علی قاری کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ ان کا بھی صاف  
فیصلہ بالکل وہی ہے جو ابن ابی اوفیٰ صحابی کا ہے۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو ولو عاش وبلغ اربعین وصاد نبیاً نذر ان لا یكون نبیا خاتم النبیین

(موضوعات کبیر مجتہائی ص ۵۸)

اگر صاحب زادہ ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کر پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قائم انبیین نہیں رہا بالکل وہی مضمون ہے جو مصلیٰ نے نقل کیا۔ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔  
 بس یہاں قطع دریدہ کر کے صرف مختار مدعا علیہ متناظرہ دے کر ایسے بزرگ پرستان ہاندھنا چاہتا ہے در نہ نہ صرف اسی ایک رسالہ میں یہ ہے جس کا موضوع بحث بیان عقائد نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری جو عقائد میں ہے نیز مرقات جو شرح حدیث ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ قائم انبیین اور لابی بعدی کے معنی آخری نبی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہے ملاحظہ ہو حوالہ شرح فقہ اکبر پیش کردہ گواہ مرعیر ۷ و ۲ و ۵۔  
 نیز مرقات تحت شرح لابی بعدی منفعل حواجیات اپنے اپنے محل پر آئیگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جوئیں نے پیش کیا ہے دراصل یہی حق ہے

ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا صاحب کی عداوت کی وجہ سے ارزاہ تعصب مسلمان یہ مطلب کہتے ہیں اس لیے میں ایک نہایت ہی معتبر و مستند احمدی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان کی بے حد تعریف کی ہے اور کوئی معمولی و غیر مسلم بھی نہیں نہ صرف احمدی بلکہ امیر جماعت احمدیہ جناب محمد علی صاحب ایم اے۔

اپنی کتاب آخری نبی کے ص ۱۸ سے تا ص ۱۹ فلاں پر اسی حدیث کے متعلق باوجود مرزا صاحب پر ایمان لانیکے مندرجہ ذیل تحقیقات پیش فرماتے ہیں۔

عبارت رسالہ آخری نبی

اب میں میاں صاحب کی اس شہادت کو لیتا ہوں۔ یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے لوعاش ابراہیمو نکان صدیقاً نبیاً پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے میاں صاحب کے قائم انبیین کے معنی مل ہو گئے۔ کیا اس حدیث نے بتا دیا کہ قائم انبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگ نبی بنایا کریں گے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل انہیں تو اجماع کے خلاف رسول اکرم کی وہ آواز پیش کرنی چاہیئے جو ان کے معنی کو صحیح ثابت کرے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ روایت کوئی ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں اول تو صرف ابن ماجہ کی روایت ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ دوسرے اس کے راویوں میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے، ایسی کمزور حدیث کو اس قدر اعلیٰ پایہ کی احادیث کی تردید میں پیش کرنا سخت جرات ہے۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد کیا ہے۔ آتا تو میاں صاحب کو سلم ہے کہ یہ فرض کے

طور پر ہے مگر میاں صاحب ایک قانون اپنے دماغ سے بنا کر سب سے پہلے اسے منوانا چاہتے ہیں، جو بات اپنی ذات میں نالکھن ہو اس کو شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے، سب سے مشکل میاں صاحب کی تحریر کے جواب میں بھی ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی بات کے پروا کرنے کے قانون بناتے چلے جاتے ہیں، مریدوں کی کیا جرأت کہ دریافت کر لیں، کہ یہ قانون کہاں لکھا ہوا ہے بغرض محال یا بغرض نویسیوں و ذمہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے استعنا کیا ہوگا مگر جب میاں صاحب نے کہہ دیا۔ جو بات نہ ہوتی ہو وہ شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے تو مریدین بھی دم بخور دیں مرید کی کیا مجال کہ سوال کرے، ”قل انی اخاف ان عصیت دینی عذاب یوم عظیم“ تو کیا قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ کہہ دے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈر تا ہوں تو کیا میاں صاحب کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہی ممکن تھا۔

لئن اشرکت لیجعلن عملک اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل جھٹ ہو جائے، تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا بھی ممکن تھا۔ ان کان للرحمن ولد فان اول العابدین اگر رحمن کا بیٹا ہوتا تو خدا کا بیٹا ہوتا بھی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر لو کان فیہما اللہ الا اللہ نفستنا اگر (زمین و آسمان) دونوں میں سے سولہ خلوک معبود ہوتے تو ان کا نظام بگڑ جاتا تو کیا اور خدا بننے بھی ممکن ہے اس حدیث کے الفاظ بالکل اس آیت کے مطابق ہیں تو جیسے آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح خدا کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح وہ خدا کا ہونا بھی ناممکن ہے اس طرح حدیث میں بتایا کہ جس طرح آنحضرت کے بعد نبی کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح خود ابراہیمؑ کا زندہ رہنا ناممکن تھا، میاں صاحب اتنا ہی غور کر لیتے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت ابراہیمؑ فوت ہو چکے تھے اگر حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں ایسے لفظ فرماتے تو کہا جاسکتا تھا کہ لو بھنے ان دحض شرطیہ ہے لیکن جب حدیث صاف بتاتی ہے کہ ابراہیمؑ کی وفات کے بعد آپؐ نے فرمایا تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت فرمایا جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیمؑ زندہ رہنا ناممکن تھا، پس جب وہی ناممکن ہے تو لو کان نبیا خود ناممکن ہوا اور میاں صاحب نے محض اس حدیث سے اپنا مطلب نکالنے کیلئے تو شرط کے لیے قرار دیا ہے حالانکہ تو استماع کے لیے بھی آتا ہے تو کیا سننے وہ لینگے جس سے یہ حدیث بھی دوسری حدیثوں کے مطابق ہو جائے یا وہ جس سے اعلیٰ پایہ کی حدیثیں رد کی گئی ہوں جھکنی پڑیں۔

جہازم ابن ابیہ نے اس روایت سے پیشتر عبداللہ ابن ابی اوفی کا اثر بیان کیا ہے۔

قال مات هو صلیہ لوقفی ان یکون بعد محمد صلعم نبی لعاش ابنہ ولكن لا نبی بعدہ یعنی (ابراہیمؑ نے) وفات پائی اور وہ چھوٹا تھا۔ اور اگر یہ مفہور ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابوشیبہ والی روایت میں الفاظ ٹھیک محفوظ نہیں رہے اس دوسری روایت



کو بخاری نے بھی یا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحیح ہی ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں کہ احادیث قصص ایسی محفوظ نہیں جیسی وہ احادیث جن کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے تو ایک متروک راوی کی حدیث کو لے کر اس پر اس قدر زبردستیاں اور پھر اس کے معنی بھی بجائے دوسری احادیث کے مطابق کرینکے ان کے خلاف ٹکانا اجتہاد نہیں کہلا سکتا یہ غرض پرستی ہے غلطی تو بلاشبہ ہر شخص کو لگ سکتی ہے اور اسی کا استدلال بھی غلط ہو سکتا ہے مگر یہاں عمداً چالیس احادیث کی شہادت کو چھپا کر سب اٹلی پایہ کی احادیث کو ایک متروک الحدیث راوی کی حدیث سے رد کر دینا کوشش کی گئی ہے جو اجتہاد کی دیانت داری کے خلاف ہے۔ نووی جیسے امام نے اس حدیث کو جہالت کہا ہے اور ابن عبد اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کا راوی متروک الحدیث ہے تو اول حدیث ایسی مجروح اور پھر اس کے معنی صاف کرنے کے لیے دوسری روایات موجود ہیں صاف لفظ ہیں کہ اگر یہ مقدم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہے تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا بایں صرف ان کے خلاف بلکہ دوسری حدیث صحیحہ کے خلاف جو تو اتر کی مذمت پہنچ گئی ہیں میاں صاحب نے اس کے معنی کر کے اپنی مطلب برداری کے لیے اخفاء حق سے کام لیا ہے۔

میں نے کہہ کر حدیث مجروح ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو معنی صاف ہیں یعنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدم تھا نہ ابراہیم کا زندہ رہنا اس معنی کی تائید میں بخاری اور خود ابن ماجہ کا اثر پیش کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر قرآن شریف کی آیت لو کان فیہما آلہة الا اللہ لفسدتا پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ تو امتناعی ہے پھر اس ایک اکیلی حدیث کے معنی چالیس حدیثوں کے خلاف نہیں کیے جا سکتے بلکہ اسی معنی کے جو میاں صاحب کرتے ہیں بالکل خلاف دوسری حدیث پھری ہوئی ہے لو کان بعدی بنی نکان عمو اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر مرے ہوتا۔ تو یہ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر مرے ہوتا اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی ہو سکتا تھا تو حضرت عمر مرے باوجود زندہ رہنے کے نبی کیوں نہ ہوتے اور اگر یہ کہا جائے کہ توبہ بھی گدی کی طرح فاندانی ورثہ ہوتی ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے متعلق یہ الفاظ کیوں استعمال فرمائے پس ابراہیم کا زندہ رہنا اور نبی ہونا ناممکن تھا تو حضرت عمرؓ مرے باوجود زندہ رہے تو ضرور تھا کہ نبی ہوتے اور اس حدیث لو کان بعدی بنی نکان عمو کو میاں صاحب نے صحیح تسلیم کر کے حسب ذیل جواب کبھی دیا تھا۔ جواب شاید یاد نہ ہو اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سمجھانے کے لیے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسیٰ کے بعد بھی تو حضرت عمرؓ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت کو تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقویٰ میں حضرت موسیٰ کے جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لیے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی،

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ فوراً بعد نبی ہوتے جس کی بقول میاں صاحب ضرورت نہ تھی یا مسیح موعود کے بعد نبی بننے کیونکہ تیرہ سو سال تک کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی اس کا جواب

قابلاً ہی دیا جائے گا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے ابراہیم فوت ہو گئے۔ تو پھر یہ ماننے میں کیا مصیبت پیش آتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے فوت ہو گئے اور اگر اس حدیث سے امکان نبوت ہی نکلنا ہے تو وہ فوراً بعد ہونے کا امکان ہے مگر فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوا اب یہ فیصلہ میاں صاحب خود کریں گے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا۔

یہ تو حدیث کی شہادت ہے۔ میاں صاحب صرف ایک مجروح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سارے اقوال کو تن کی صحت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکے رد کرنا چاہتے ہیں غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے یا قائم النبین کے معنی آخری نبی ہونے کے خلاف میاں صاحب کے ہاتھ میں ایک تنکے کے وزن کے برابر بھی شہادت نہیں مگر اس تنکے سے وہ اس پہاڑ کو اڑانا چاہتے ہیں جس پر اجماع امت کی بنیاد ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی وہ معنی قائم النبین کے نہیں کئے گئے جو میاں صاحب کرتے ہیں۔ تو اگر ایک مجروح حدیث میل صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کے خلاف پیش بھی کر دی تو کیا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب حق بجانب ہیں وہ تو اس وقت حق بجانب ہوں گے جب چاہیں نہ سہی چارہ یہی ایک ہی حدیث اور حدیث نہ ہی ایک ہی قول کسی صحابی کا پیش کر دیں کہ قائم النبین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ لوگ نجات پائیں گے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک بھی کتابوں کی درق گردانی کریں تو بھی ایک کمزور سے کمزور بلکہ موضوع حدیث تک بھی اپنے معنی کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور جب تک وہ پہلے ایسی حدیث پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا اعلیٰ پایہ کی ایک دوسرے کی مؤید حدیثوں کی بعد از قیاس تاویل کرنا یا ان کی طرف تو یہ تک نہ کرنا دین میں رخصت انداز ہی ہے پہلے آپ نے ساری نظارتوں کو اس قدر تلاش میں لگائیں کہ ایک حدیث کہیں سے قائم النبین کے ان معنوں کو بیان کرنے والی نکال لاؤں گے انہوں نے ایجاد کئے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں آپوں نے اپنے ایمان کی فکر کو ان کی اپنی رائے کے اتباع میں وہ رسول خدا کے الفاظ کو کس طرح عمداً پیچھے چھینک رہے ہیں۔

## ”خاتم النبیین کے صحیح معنی“

اس میلنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے اُن مستند و معتبر و مسلم علم لغات کے حوالہ منالطہ دے کر بیکار ثابت کر دیکر لا حاصل سہی کی ہے جو اس امر میں نص قطع تھی کہ اصل و حقیقی معنی خاتم کے خواہ بفتح الاء بڑ یا بالکسر آخر کے آتے ہیں اور خصوصیت سے اس لفظ خاتم النبیین میں تمام ماہرین فن لغت کا فیصلہ قطعی ہے کہ اس کے معنی یہاں زینت یا مہر کے نہیں بلکہ آخر الانبیاء کے ہیں اور ماہرین فن لغت کا فیصلہ معتبر ہو سکتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کی رائے خود مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ -

”ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے“ حاشیہ برکات الدعا ص ۱۲  
ائمہ لغت کے فیصلہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ (۸) لغت کے حوالہ پیش کئے گئے ہیں -  
(۱) قاموس (۲) منتقى الارب (۳) مجمع البحار (۴) منجد (۵) مفردات (۶) محیط القطر اور یک کتب مذکورہ  
گواہ ۱ کے سامنے ۸ مارچ ۱۳۲۷ اور گواہ ۲ کے سامنے ۲۷ مارچ ۱۳۲۷ میں پیش ہو چکی ہیں۔  
البتہ مفردات امام راغب اصفہانی حرف گواہ ۲ کے سامنے ۲۷ مارچ کو پیش کی گئی اور اس کا یہ  
بھی اقرار موجود ہے کہ یہ حرف معانی قرآن کی لغت ہے۔

یہ وہی کتاب ہے جن کے شعلق علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی کتاب مفردات قرآن اور اس کے لغات میں روئے زمین پر نہیں لکھی گئی۔

ان تمام کتب میں یہ نہیں کہ صرف خاتم یا خاتم کے معنی بتا دئے ہوں بلکہ ترجمہ کے ساتھ عرب کا محاورہ بھی پیش کر رہا ہے جس شرط کے لحاظ سے تمام کتب لغت معتبر ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۷ مارچ ۱۳۲۷۔

”بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت کسی عرب کے کلام یا محاورہ سے اشتہاد پیش کر دیں اور بطور سند پیش کریں۔“

اصل عبارت قاموس وغیرہ ملاحظہ ہوں سب میں خاتم القوم، خاتم القوم وغیرہ کے محاورہ پیش کر کے آخر کے معنی بتائے ہیں۔

ان کے ساتھ وہ ایسے حوالہ بھی پیش ہیں جن کا سلم ہوتا مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی سلم ہے یعنی  
لسان العرب و تاج العروس ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۷ مارچ ۱۳۲۷  
”بڑی بڑی و کثیر الالسان العرب و تاج العروس ہیں“

دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ ”یہ کتابیں جس طرح شہور زیادہ ہو اسی طرح معتبر بھی ہیں کیونکہ یہ صحیح اور بڑی میں ”کمداء علیہ ۱۴ مارچ ۱۳۲۲ء

مرزا صاحب من الرمن ملک حاشیہ مشا پر نہ صرف ان دونوں کتابوں کو معتبر بلکہ نہایت معتبر بتاتے ہیں۔  
”لسان العرب اور تاج العروس جو فقہ کی نہایت معتبر کتابیں ہیں۔“

پس ایسی مسلم و مستبر کتب کے حوالہ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں کہ اس میں تامل کیا جائے۔

(۱) لسان العرب میں خاتم کے منہ آخر کے لیے ہیں اور اس کے واسطے محاورہ عربی بھی پیش کیا ہے ملا حنظلہ  
خاتم القوم وخاتمہم وخاتمہم آخرہم وخاتم النبیین ای آخرہم  
قال وقد قراء خاتم (لسان العرب) یعنی خاتم القوم وخاتمہم وخاتمہم کا معنی پیش کر کے یہ بتایا کہ خاتم بالکسر یا بفتح  
جب بھی قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو گا۔ تو اس محاورہ کی رو سے اُس کے منہ آخر کے ہوں گے اسی محاورہ کی  
رو سے خاتم النبیین کے منہ بھی آخری نبی کے بتائے کیونکہ یہاں بھی خواہ خاتم بفتح ہو یا بالکسر جماعت کی  
جانب مفہوم ہے۔

(۲) تاج العروس الخاتمہ آخر القوم، الخاتمہ وخاتمہ النبیین ای آخرہم  
اس کے بعد گواہ مدعا علیہ یا اُس کے مختار کا یہ کہنا کہ خاتم بفتح اثناء کے اصل معنی عربی زبان میں نہر ہے یا انگوٹھی  
کے ہیں۔ محض ادعا باطل ہے کیونکہ خاتم کے اصل معنی آخر کے بھی ہیں جیسا کہ لسان العرب اور تاج العروس کے  
حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

### ”خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ“

- (۱) خاتم کے منہ میں مضامین مفرد کا فرق ناقابل انتفات ہے۔
- (۲) مضامین کے منہ کے واسطے بھی مفرد کے منہ دیکھے جائینگے۔
- (۳) گواہ مدعا علیہ نے ۲۹ اگست ۱۳۲۲ء جواب جرح کہا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح اثناء مہر کے معنی ہیں بھی ہے۔
- (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہر یا انگوٹھی نہیں بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ ویرہ شہبہ ہے۔
- (۵) اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں خاتم و خاتمہ کا لفظ بکثرت مستعمل ہے اور پھر یک تختم الاولائیتہ اور فحج القرینین بخاتم الشرا و فیات الاعیان سے پیش کیا ہے۔
- (۶) ویرہ شہبہ مہر یعنی تصدیق ہو۔

(۷) خاتم کے معنی علامہ کے بھی ہیں۔ حوالہ مجمع البحار وغیرہ  
اگرچہ اوپر کی تحقیقات کے بعد ان تاویلات کی طرف توجہ بیکار ہے پھر بھی مختصر جواب ترتیب وار  
درج ہے۔

(جواب ۱۱)

صفات مفرد کا فرق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک مفرد کے متعدد حقیقی و مجازی معنی میں سے ایک کی تعیین  
ہو جائے۔ اسی تعیین کے واسطے لسان العرب وغیرہ میں محاورہ پیش کیا ہے۔ اور تمام محاورات کے مطالعہ سے یہ  
امروا نخب ہے کہ لفظ قائم کے مفرد یا کسی دھات یا شخص کی طرف منسوب ہو کر انگوٹھی کے معنی دیتا ہے۔ مگر قوم و جماعت  
کی طرف منسوب ہو کر حقیقتہً آخر کے معنی میں ہوتا ہے مجازاً قائم المحدثین و قائم المفسرین وغیرہ دوسرے معنی میں  
بھی مستعمل ہے۔

ادریہ بات کسی حوالہ کی محتاج نہیں کہ مجازی معنی وہاں معتبر ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنی معتذر ہوں مگر ظاہر ہے  
کہ حقیقی معنی معتذر نہیں بلکہ ماہرین لغت کا فیصلہ موجود ہے کہ یہی آخر کے معنی یہاں مراد ہیں جیسا کہ اوپر گزرا  
اس کے مقابل مختار دعا علیہ کی تاویلات قابل التفات نہیں کیونکہ اُس کا شمار ماہرین لغت میں نہیں۔ اور بقول  
مرزا صاحب ہر فن میں اُس کے ماہر کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پس ائمہ لغت کے فیصلوں کے مقابل یہ تاویلات  
ہرگز قابل وقعت نہیں۔

(جواب ۱۲)

صفات کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائیں گے۔ یہ درست ہے۔ مگر متعدد معانی سے  
ایک کی تعیین اضافت وغیرہ کے قرینہ سے ہوگی جیسا کہ اوپر عرض کر چکا۔

(جواب نمبر ۱۳)

مختار مدعیہ نے یہ نہیں کہا کہ صرف ہر کے معنی ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ہر کے بھی معنی ہیں۔ اور جب متعدد  
معنی ہوں۔ تو محاورات و قرآن سے تعیین مراد کرینگے اور لسان العرب و تاج العروس وغیرہ میں محاورات  
و قرآن سے معانی کی تعیین کی گئی ہے کہ جب قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو تو حقیقی طور پر معنی آخری  
کے ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۱۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر دانگوٹھی کے معنی میں حقیقتہً مختار دعا علیہ بھی نہیں ماننا بلکہ نہایت احاطہ  
وغیرہ کے معنی میں مجازاً لیتا ہے۔ اور جب تک حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں مجازی معنی کسی کے کلام

میں نہیں رہے جاسکتے۔ چہ جائیکہ باری تعالیٰ کے کلام میں یہاں ہر والا کوٹھی و نصیحت و زینت وغیرہ کے مجازی معنی جو مختار مدعا علیہ سے رہا ہے کہ حدیث یا قول صحابہ میں نہیں بلکہ محض مفسرین کی ذاتی رائے ہے۔ جیسا کہ گواہ مدعا علیہ ۱ نے ۸ مارچ ۱۳۲۷ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ قائم النیین کے معنی جو زینت کے لئے ہیں۔ اس کے متعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا البتہ مفسرین کا قول میری نظر سے گزرا ہے۔ قائم کے معنی قائم النیین میں ہر کے لینا صحابہ کی تفسیر سے مجھ تک نہیں پہنچے۔ بلکہ مفسرین کے اقوال ہیں بخلاف آخر النیین کے معنی خود سید الانبیاءؑ نے لیا ہے۔

اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأَمَمِ وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي  
آخِرُ الْمَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنَا آخِرُ النَّبِيِّينَ فِي الْبَعْثِ وَالْهَمُّ مَا خَلَقَ وَغَيْرُهُ جِئْتُكُمْ لِيُفَصِّلَ  
مِنْكُمْ بَعْضُكُمْ

بہر حال حقیقی معنی اور وہ معنی جو تمام ائمہ لغت نے لیے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معنی لیے مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(جواب نمبر ۸)

اظہار کمال کے واسطے قائم کا لفظ یقیناً مجاز استعمال ہو رہا ہے غیر زبانی سے یہاں استدلال مغنولی سے عربی کے یک تختہ الولایہ میں جو قائم کا لفظ نہیں بلکہ ختم ہے اور شعر میں ضرور قائم ہے مگر مجازی معنی میں استعمال ہے اور ہماری گفتگو اہل اور حقیقی معنی میں ہے لہذا اولاً تو یہ غیر متعلق ہے۔ دوسرے شاہد کے طور پر وہ محاورہ پیش کیا جاسکتا ہے جو مسلم اہل زبان کا ہر یہ شعر شعر عوامی یا اسلامی جن کا کلام بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کا نہیں بلکہ ایک متاخر شاعر کا ہے جو مؤخرین محدثین میں سے ہے اور اس کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔

اس کا ثبوت کہ یہ شاعر مولدین و محدثین میں سے ہے یہ کافی ہے کہ یہ شاعر جس بزرگ کا مرثیہ پر ملاحظہ رہا ہے یعنی ابی تمام حبیب بن اوس لما فی وہ خود مولدین محدثین میں سے ہے۔ ان کا کلام ہی حجت و قابل استدلال نہیں۔ چہ جائیکہ جو ان کے بعد ہو۔

(۱) ملاحظہ ہو عاشقہ بغدادی شہاب تنجانی جن کا ستیر ہونا گواہ و مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے (ملاحظہ ہو بحث لوعاشق ابراہیم)

علامہ تنجانی شعراء کے طبقات جانی مخفی اسلامی مفصل لکھ کر فرماتے ہیں کہ المحدثون وہم من بعدہم کما فی تمامہ والبحتری ومناخرون لمن حدث بعدہم من شعواء الحجاز والعراق لا یتدل بشعرہم ولا یتفاق۔ (بیضاوی۔ مجتبیٰ ص ۱۸۴)

یعنی محدثون اور وہ وہی شعراء ہیں جو طبقات مذکورہ کے بعد ہوئے جیسے ابی تمام حبیب بن اوس طال

اور تحری اور فنا خرد و ان جوان کے بعد ہوئے شعراء۔ مجاز و عراق سے ان کے اشعار بالاتفاق استدلال و سند میں پیش نہیں ہو سکتے۔

(۲) سید احمد ہاشمی نے تاریخ لغت پر ایک شہرہ آفاق تصنیف لکھی ہے جس کا نام جواہر الادب ہے ادبیات و انشا و العرب کی ہے جس میں جلثانی کے مترادف میں سند اور زبان کے محاورے معتبر و غیر معتبر نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۵ پھر صفحہ ۲۷۳ طبقات الشعراء کا مستقل بیڈنگ قائم کیا ہے جس میں جاہلی مخضرمی طبقات نقل کر کے پورے نمبر پر محدثین مولدین کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وہم الذین نشاء و من نساد العربیہ و امتوا۔ ح العرب با نفعہ۔ یعنی محدثین اور مولدین وہ ہیں کہ جنہوں نے زبان کے خراب اور عربی و عجمی زبان کے اختلاط کے زمانہ میں پرورش پائی ہے۔ پس وہ زمانہ جن میں زبان اور محاورات میں فساد ہو چلا ہو۔ اُس کے محاورات یا اُس طبقہ کے کلام کا کیا اعتبار بلور شاہد کے پیش ہو سکتا ہے نہ سند بن سکتا ہے۔

(۳) علامہ حسن چلپی حاشیہ مطول ص ۲۳۳ پر۔

شعراء کے طبقات مفصل نقل کر کے محدثین و متاخرین کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ رد ولا ستشہاد

بکلام مہملہ کہ ان کے کلام سے کسی محاورہ کا استنباد نہیں ہو سکتا۔

پس مختار مدعا علیہ کی تمام طویل و طویل تاویلات و بحث کا صرف ایک یہ جواب ہے کہ یہ شعر معتبر ہے نہ اس شاعر کے کلام سے استنباد و استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ گو امان مدعا علیہ اس غیر مستند و غیر معتبر ناقابل استناد استنباد و شعر کے علاوہ کوئی بھی کسی معتبر و مستند جاہلی مخضرمی اسلامی شاعر کا حوالہ یا کوئی محاورہ عرب یا قبیہ تائید میں نہیں لاسکے۔ بخلاف اس کے گو امان مختار مدعا علیہ نے لغت کی مستند کتابوں اور مرزا صاحب کی مسلم و معتبر لغت لسان العرب و تاج العروس سے محاورہ عرب پیش کیا ہے۔ جس کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں۔ اور ہر ادھر کی بے ربط چیزوں سے وقت گزاری کی ہے جس کے جواب کے ہم سکھتے نہیں۔

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ شعرا لائق ہی نہیں کہ اس سے کلام عرب پر کوئی سند یا دلیل لائی جاسکے تو اس کے متعلق تمام بحث بیکار و لا فائید ہے۔ اور اگر یہ لائق استنباد و بقرض محال ہوتا تو بھی یہ بجائے گو امان مدعا علیہ یا مختار مدعا علیہ کے مدعیہ اور اس کے گو امان و مختار کو مفید ہوتا۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں تمام الشعر بمعنی آخر الشعر اور رد و لیا ہے۔ گرا و مادی سہی جو ہمارا دعویٰ ہے مہربا کمال یا نہ زنت وغیرہ کے معنی ہرگز مراد نہیں۔ یہ اس تقریبہ اور شاہد اس کا اگلا شعر ہے جو باوجودیکہ اس سے متصل اور معنوی تعلق رکھتا ہے مختار مدعا علیہ نے ذکر نہ کیا تاکہ شاعر کی مراد واضح نہ ہو جائے۔ اگلا شعر ملاحظہ ہو۔ ماما معافتجا و دانی حصرة و کذلک کا ناقبل فی الاجبا۔

لاحظہ فرمائیں کہ قدر و فصاحت سے شاعر کہہ رہا ہے کہ شعر اور حبیب شاعر دونوں ساتھ ہی ساتھ ہو کر ساتھ ہی ساتھ قبر میں سو رہے ہوں ہی ان کی موت سے پہلے دونوں زندوں میں تھے۔ گویا وہ شاعر اوعائی طور سے حبیب ان اوس طائی کو آخری شاعر تسلیم کر رہا ہے کہ اس کی موت کے ساتھ شعر بھی مرکز اس کے ساتھ مدفون ہو گیا نہ شعر رہا نہ کوئی شاعر بننے کا امکان لہذا حبیب سب شعراء کے آخری شاعر رہے۔

اب یہ امر کہ شعر اس کے ساتھ مرا اور تیر میں دفن ہوا اور وہ آخری شاعر فی الواقع ہوا یا نہ اس کے متعلق گزارش ہے کہ شاعر انرا ادعا ہے اور اس کے متعدد نظائر فارسی اردو و شاعری میں بھی موجود ہیں، نظامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ز رسم ستوران دران پہن و شست

ز بین شش شد و اسل گشت ہشت

(دوسیم فرماتے ہیں کہ)

ز بہت استاد پہ کندہ ہو یہ سمرع و سیم -

خانہ دیں بے بی ملک ممانے بے اسیر -

اس وجہ سے حضرت گنجوی رحم فرماتے ہیں کہ کہ

در شعر مسیح کہ در فن رو

بجو اکذب اوست اصن رو

بہر حال شاعر نے خاتم الشعراء بھی بھیجے آخری شعراء اس جگہ پر استہمال کیا ہے لہذا یہ بھی اگر مسلم ہوتا تو ہماری تائید تھانہ کہ مختار مدعا علیہ کی۔

آخر میں ہم اس سارے قصہ کو ختم کرنے کے واسطے مرزا صاحب کے متبعین اور مختار مدعا علیہ کے مسلم اعجازی کلام کا محاورہ پیش کرتے ہیں اور محاورہ بھی تمام شرائط کا جامع کہ لفظ خاتم علاوہ لفظ نہیں کے جو مایہ انزع ہے ایک اور لفظ کی طرف مضاف سے اور یہ وہ لفظ بھی جمع مذکر سالم ہے۔ مگر معنی آخری کے ہیں۔ یعنی خطبہ الہامیہ جن کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی بشر کو اس جیسے کلام کی طاقت نہیں اور یہ جیسے الہاماً سکھایا گیا ہے اور یہ میرا معجزہ ہے۔ ملاحظہ ہو ماشیہ متعلق خطبہ الہامیہ مستند

کان علیٰ خاتم الخلقاء لسلسلہ الکلیمہ۔ یہاں کا آخر

اللہینۃ و خاتم المرسلین یعنی جیسے کہ علیٰ خاتم سلسلہ کلیمہ کے تھے۔ اور اس کے لیے مثل آخری زینت اور خاتم المرسلین جیسے آخری۔ ملاحظہ ہو کہ یہاں خاتم المرسلین بالکل



خاتم النبیین کی طرح ہے اور آخر النبیین کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عربی و عجمی کلام میں جو مدعا علیہ اور اس کے نزاع کو بلا اختلاف مسلم ہے اس کے بعد کسی اور محاورہ کو پیش کرنا کی ضرورت نہیں اب جبکہ تمام مسلم لغات و محاورات عرب سے خاتم بفتح التاء کے معنی اصلی و لغوی و تحقیقی آخر کے پیش کر چکا اور مرزا صاحب کے اعجازی کلام سے اس کی تائید پیش کر دی تو اس کے مجازی استعمال اور اس کے ایسے چار و وجہ شبہ جو پیش کی گئی ہیں ان کے جواب کی ضرورت ہی نہیں نیز تقریر بالاسے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان دلائل و براہین قاطعہ اور مسلم و معتبر حوالوں کے بعد مختار مدعا علیہ کہنا کہ زبان عربی میں خاتم بفتح التاء کا لفظ آخر کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا اور انہ محض ادعا باطل اور دعویٰ بلا دلیل ناقابل انتفات ہے۔

## (خاتم کے معنی آخر کے)

قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعی نے صرف ایک حوالہ لسان العرب اور منہی الارب سے پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خاتم القوم آخر ہے لیکن جیسا کہ ہم نے محاورات و اقوال و استعمالات پیش کئے ہیں۔ ایسے نہیں ہیں کیونکہ مصنف نے اسے کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(الجواب)

حکایت خود ہی ملاحظہ فرمائے آٹھ حوالے پیش کئے ہیں جن میں دو لسان العرب اور تاج العروس کے وہ تھے جنہیں مرزا صاحب مسلم اور نہایت معتبر مان رہے ہیں جیسا کہ جرح سے حوالہ گزر چکا ہے مگر مختار مدعا علیہ کو وہ صرف ایک حوالہ معلوم ہوتا ہے۔ باوجودیکہ لسان العرب اور منہی الارب دو کتابوں کے نام خود ہی لے رہا ہے پھر یہ کہنا کہ جیسا کہ ہم نے محاورہ پیش کیا ہے ویسا نہیں یہ نعوہ ہے کیونکہ وہ تو محاورہ قابل استناد اور محبت ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ نفصل گزر چکا یہ کہنا کہ یہ محاورہ تو ہے مگر کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ محض منسوب ہے ڈکشنریوں اور لغت کی مستند کتابوں میں جو بھی محاورات نقل کئے ہیں وہ سب معتبر و مسلم اہل زبان کے ہوتے ہیں۔

پھر محاورہ کے واسطے ادیب کا نام پیش کیا جاتا۔ لسان العرب اور قاموس اور تاج العروس میں صرف محاورات ہی محاورات مندرج ہیں۔ اور یہ التزام ہے کہ یہ تمام مسلم اہل زبان کے ہیں آج تک کسی نے ایک محاورہ پر کلام نہیں کیا ان کا صرف محاورہ نقل کرنا یا بقال و قولہم وغیرہ کہنا اس کے مسلم اہل زبان کے محاورہ ہونے کا فیصل ہے۔ تمام بنام محاورہ کے ساتھ اُبو یا عود اہل زبان کے نام کی ضرورت نہیں نیز لغت کی ان مذکورہ کتب میں مولفین و محدثین کے کلام کے و محاورہ کو نہیں لیا گیا یہاں تک اس پر کلام ہو سکے۔

ہاں جہاں کہیں غریب اور وحشی الفاظ کی بحث آتی ہے وہاں بوقت ضرورت شعروں کے ساتھ شعراء کے نام بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

بہر حال ہم نے محاورات عرب پیش کر دئے جن کا مختار مدعا علیہ کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک دوسری جگہ متعدد اور مختار مدعا علیہ ایک ہی معتبر محاورہ اپنے معانی کی تائید میں نہ لاسکا اور جب آخر کے معنی ثابت ہی ہو گئے تو لفظ آخر میں مندرجہ ذیل تاویلات کہیں کہ

» لیکن ہر تقدیر صحت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی فریبی مخالفت کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے بلکہ اشرف اور افضل ہیں۔

(الجواب)

پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ غنائم کے آخر معنی بتاؤ اور محاورہ پیش کرو اور جب متعدد حوالے پیش کر دئے تو اب یہ کہا جاتا ہے کہ آخر کے معنی افضل کے ہیں۔ حالانکہ لغت میں تصریح ہے کہ وہ من کل متی عاقبتہ و احسنہ ہر چیز کے انجام اور آخر کا یہ نام ہے کہ عدالت خود محاورات اصل کتب لغت سے ملاحظہ فرمائے۔ وہاں کوئی بھی تائیل نہیں ہو سکتی اور حقیقی طور پر غنائم آخر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک عجیب مضحکہ خیز تسلسل ہے پہلے تو غنائم کے معنی آخر دکھانے پر زور تھا کہ کہیں لغت عرب میں آخر کے معنی میں نہیں آیا اور جب نہایت معتبر کتب لغت سے جنس مرزا صاحب بھی نہایت معتبر فرما رہے ہیں محاورات پیش کر دیئے اور آخر کے معنی ثابت ہو چکے تو اب لفظ آخر کی بحث شروع کر دی کہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تحقیق منظور نہیں بلکہ صرف لواطت مقصود ہے۔ پھر آخر کے معنی کی تحقیق کے لیے ایک حماسہ کا شعر پڑھ دیا۔

شری ودی وشکری من بعید

لاخر غالب ابداً س بیع

پھر مولوی ذوالفقار علی صاحب دہلوی نے اسے اس کا ترجمہ نقل کیا کہ دوست ان نیا دے میری دوستی اور شکر اور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے مدیم الشل ہے خرید لیا۔ اور نتیجہ یہ نکالا کہ محاورات عرب میں غنائم اقوام آخر ہم کے معنی بھی اشرف اور افضل کے ہوں گے

(الجواب)

عدالت عالیہ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جواب کس قدر بے معنی دلخو ہے اس اعتبار سے دنیا میں کسی لفظ کے کوئی بھی حقیقی معنی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ لفظ کہیں نہ کہیں مجازی طور پر دوسرے مجازی معنی میں ضرور مستعمل ہو گا۔ پس اسی کو اسکی شرح بتا کے انہیں معنی پر ڈھال لیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں آخر اپنی حقیقی معنی میں گوا دما سہی

مستعمل ہے۔ محض مختار مدعا علیہ کا ایک مغالطہ ہے۔ چنانچہ اُسی کے پیش کردہ ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب کا آخری فقرہ  
 لا حظہ ہو کر دہ جوتی غالب میں آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم النسل ہے۔

پس جب کہ آخری معنی ہمیشہ کے لیے عدیم النسل ہو اور اگر کبھی اس کے بعد اس کی مثل نہ ہو سکا تو وہ آخری بڑا اور حقیقی  
 آخری نہ کہ انفس و اشرف کے معنی میں۔ البتہ شاعرانہ میلانہ ضرور ہے۔ اور یہ شعر میں ہوا کرنا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے  
 بہر حال لفظ قائم محاورہ عرب میں حقیقی طور پر آخر کے معنی میں مستعمل ہونا بواسطہ ثابت ہو چکا۔ اور تا دیلات رکیکہ  
 محض انوار ربے سود رہیں ایک بھی محاورہ ہمارے غلات پیش نہ کر سکے ہاں اپنے طور پر جو چاہے معنی چسپاں کئے  
 جو کوئی حجت نہیں۔

### (انحصاری استدعاء)

عالی جا با۔ حضور والا نے خود فرمایا ہو گا۔ کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر میں آپ  
 کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس کے واسطے دنیا کی جس قدر تعبیرات ہو سکتی تھیں۔ شریعت نے استعمال فرمائیں  
 خاتم النبیین فرمایا۔ لائی بدی فرمایا۔ محل کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری ایسٹے قرار دیا یہ بھی واضح فرمایا۔ کہ  
 میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفا ہوں گے و سیکون خلفاء انا آخر الانبیاء آخرہم فی  
 البعث آخر ولدک من الانبیاء کہ آدم کی اولاد میں آخری نبی انا آخر الانبیاء ومسجدی آخر  
 مساجد الانبیاء میں آخری نبی اور میری مسجد نبیوں کی مسجد دل میں آخری مسجد۔ لفظ آخر بھی معنی مکمل تشریح  
 کے فرما دیا۔

آخر اس کے سوا اس مضمون کو ادا کرنے کے واسطے دنیا کی وہ کون سی تعبیر ہو سکتی ہے۔ اور کس طرح آپ کا سب  
 نبیوں سے آخری نبی ہونے کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے۔ اتنا واضح اور روشن مسئلہ اس میں بھی اس قدر تا دیلات رکیکہ  
 کی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ انسانی وضاحت کے بعد اگر کسی ایک تا دیلات کا بھی جواب نہ دیا جائے تو بھی بحد اللہ مسئلہ کا  
 جہان نکل تعلق ہے۔ یا مکمل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی نہیں سکتا ہے اور  
 بیانات گواہان مدعیہ میں اس قدر حوالہ جات موجود ہیں کہ ان کے بعد کسی قسم کی تا دیلات قابل التفات نہیں ہو سکتی کوئی بھی  
 عرب کا محاورہ مذکورہ بالا مضمون کے ادا کرنے کا ایسا نہیں مل سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق نہ فرمایا  
 ہو۔ مگر کوئی انکار ہی کرتا جائے۔ انہی کا کوئی علاج نہیں۔

## (خاتم النبیین کے معنی کا ضروریات دین سے ہونا)

خلاصہ قول مختار مد علیہ -

گواہان مدعیہ کی طرح مختار مدعیہ نے بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے جس سے بعد اور کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا مجمع علیہ اور ضروریات دین سے بتایا ہے، حالانکہ کسی کے کہنے سے ضروریات دین سے نہیں بن سکتا۔ بلکہ کسی چیز کے ضروریات دین ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ وہ امر قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے بدرجہ غایت محنت کے ثابت ہو اور اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہو شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں ضروریات دین وہ امور ہیں جو قرآن مجید اور حدیث شہود اور اجماع متواترہ سے ثابت ہوں۔ شفاء العلیل -

(الحواب)

اس سلسلہ میں میرے ایک حوالہ پر تبصرہ کر کے اُسے غلط ثابت نہ کر سکے میں نے خود اُسے ضروریات دین سے نہیں کہا اور نہ یہ دعویٰ شہادت یا بحث میں بلا دلیل چھوڑا ہے بلکہ مجدد اللہ دہاں کافی دلائل پیش کئے ہیں۔ اور ایمان نقل کی، شہادتیں منقول ہیں جو مجدد اللہ باطل لا جواب رہی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اُن میں سے بطور نمونہ کے پیش ہے اذ لا یعرف محمد اعلیٰ اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین (اشیاء وانتظار ۲۹۶ گواہ مدعیہ ص ۲۷۲ رد ۵)

یعنی آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخر الانبیاء نہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے

ہے۔

پس میں نے ضروریات دین میں سے ہونے کی تصریح پیش کی ہے اس کے مقابل مختار مدعیہ نے اس کی کوئی باند حوالہ سے تردید پیش کی نہ اپنی تائید میں کہ یہ معنی ضروریات دین سے نہیں کوئی حوالہ پیش کیا نہ اس پر کوئی حوالہ دے سکے کہ ان کے تصنیف کردہ معنی ضروریات دین سے ہیں اب ایک معنی ضروریات دین کے واسطے قائم کئے ہیں اور شفاء العلیل کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا خلاصہ تین امور ہیں۔ جہاں وہ مجتمع ہوں وہ ضروریات دین سے ہے۔

(۱) قرآن مجید سے ثابت ہو۔

(۲) احادیث متواترہ یا شہورہ سے۔

(۳) اجماع صحابہ سے۔

جو ابان گذارش ہے کہ جب میں نے مستند علماء اور ارباب نقول سے ضروریات دین ہونے کی تصریح

پیش کردی تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ ہر جزو کا ثبوت پیش کریں مگر محض اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ ہر سہ امور کے میابہ پر بھی محمد اللہ ہمارے پیش کردہ معنی خاتم النبیین نزدیکیات دین میں سے ہیں تفصیلاً اصل بحث میں بیانات گواہان مدعیہ کے حوالہ سے یہ اپنے پیش کردہ معنی اولاً قرآن مجید سے پھر احادیث متواترہ مشہورہ سے پھر اجماع صحابہ و ائمہ محمدیہ سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کو بخوف طوالت مکرر نقل نہیں کرنا صرف حوالے اس امر کے پیش کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے پیش کردہ معنی خاتم النبیین مختار مدعا علیہ کے ہر سہ معیار کے مطابق بھی ضروریات دین میں سے ہیں حوالہ ملاحظہ ہو ایک جامع حوالہ۔

(۱) كونه صلى الله عليه وسلم خاتما للنبیین ممانطقت به الكتاب و ثبت به السنة واجتمعت عليه الامة فكيف رمدى خلافه ويقتل ان اصر روح العاني ۸۰۹ گواہ مدعیہ ۲۰۲۳ء۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا قرآن مجید احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ائمہ سے ثابت ہے اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر اور اگر مصر ہو تو اسلامی سلطنت میں قتل کیا جائے گا۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ہر سہ اصول قائم ہوں وہ مختار مدعا علیہ موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید بحث میں متعدد آیات مدلل و مفصل آچکیں نیز حوالہ ماسبق کافی ہے۔

(۲) احادیث متواترہ مشہورہ و بذالك ورد احادیث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

(۳) اجماع صحابہ سے من جملة حديث جماعة من الصحابة (ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۹) مدعیہ محمد (۳۴۲ھ) یعنی اس پر کہ معنی خاتم النبیین یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہ بن سکے احادیث متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت سے آئی ہیں۔

نیز گواہ مل کے بیان میں صدیق اکبر کے زمانہ میں اس پر اجماع ہونا بیان میں گزر چکا ہے۔ پس محمد اللہ ہر پہلو سے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ معنی قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماع صحابہ سے ثابت نہیں محض لغو ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ بعض فرقہ اہل حدیث وغیرہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں کہتے الخ محض بیکار و لغو ہے۔ بعض اہل حدیث نہ سمجھیں تمام متقلدین دائرہ دین تو سمجھتے ہیں اور امام مالک وغیرہ کے قول کے متعلق بحث میں مفصل گزر چکا آئندہ بھی ان شاء اللہ بحث اجماع کے تحت میں آئے گا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بجا لوی کا اجماع کے خلاف ایک حوالہ دیا ہے کہ ایک جماعت کا اتفاق ہے اجماع نہیں کہلاتا الخ

اولاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غیر مقلد مسلم ہی نہیں نہ ائمہ کے مقابل ان کی ذاتی رائے قابل التفات ہے دوسرے اس مسئلہ تنازعہ اور معنی خاتم النبیین کے معاملے میں ایک جماعت کا اتفاق نہیں بلکہ تمام صحابہ اور تمام ائمہ کا اجماع ہے جیسا کہ مختصر اُچھی عرض کر چکا اور مفصلاً بحث میں گزر چکا۔ جس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔

اس مسئلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اختلاف نہیں رکھتے مرزا صاحب کی تردید کے سلسلہ میں اشاعت السنۃ کے ابھی پیش کردہ ۸-۹-۱۰ نمبر ملاحظہ ہوں۔

اور جن بزرگوں پر اس کی مخالفت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اُس کا محض منالطہ اور بہتان مرصع ہونا۔ بحث میں مدلل آچکا اور اپنی بیگ پر جواب اب جواب میں بھی ان مثلاً اللہ تعالیٰ مختصراً آئے گا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

»یہ معنی قطعاً ضروریات دینی سے نہیں ہو سکتے، محض دعوای بلا دلیل اور ناقابل التفات ہے اور محمد ائد ان معنی کا ضروریات دینی سے ہونا نہ صرف میرے پیش کردہ دلائل بلکہ ائمہ دین کی تصریحات سے مصرح ثابت ہے جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔  
مختار مدعا علیہ سے کوئی تاویل بن سکی۔

## کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

یہ وہی شہادت والا عنوان ہے جس کے ایک ایک حرف کا مدلل جواب بحث میں پیش کر چکا اور عدالت کی یا دواشت میں بھی موجود ہے پھر بھی اسے انہیں الفاظ میں دلائل سے مکر رہا یا گیا۔  
مجھے مکر جواب کی حاجت نہیں صرف یہ گزارش کہ مدول کہ یہ امر زیر نزاع بھی نہیں کہ کیا تاویل سے کوئی کافر ہو سکتا ہے یا نہ، صرف تاویل پر بحث نہیں جس پر بلاوجہ طوائف دی بلکہ بحث یہ ہے کہ ضروریات میں تاویل کہنے والا کیا کافر ہے میں اس کے متعلق کہ ضروریات دینی میں تاویل سے کافر ہو جاتا ہے۔ متعدد حوالہ بحث میں شفا شریف رد المحتار سارہ وغیرہ بیات کے حوالہ سے پیش کر چکا جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مفصل یہ بحث دیکھنا ہونو کتاب الکفار الملمحیدین فی ضوایات الدین، ملاحظہ فرمائیں جس کا موضوع ہی یہ ہے کہ ضروریات دینی میں تاویل ناجائز و کفر ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ عمومی رنگ میں یہاں متعلق نہیں بیان سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس میں تاویل جائز ہے یا نہ اس پر مختار مدعا علیہ نے ایک بھی حوالہ پیش نہ کیا اور جو دیکہ میں نے متعدد مصرح حوالہ بحث میں بیانات گواہان مدعیہ سے پیش کئے تھے ایک

نور شہ پیش ہے کہ لائنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لانی بعدہ و اخیر  
عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین و انہ اسرسل کافۃ للناس واجتمعت  
الامۃ علی حمل ہذا الکلام علی ظاہرہ و ان مفہومہ ہوا لہ  
بہ دون تاویل و تخصیص فلا شک فی کفر ہؤلاء الطوائف کلہا  
قطعاً و اجماعاً و سمعنا۔

(شفاعشرین، قاضی عیاض ج ۴ ص ۱۷۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے خبر دی کہ میں ایسا خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی  
نہیں ہو سکتا۔ اور باری تعالیٰ سے اپنا خاتم النبیین اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر بھیجے جانے کی۔  
خبر دی اور تمام امت نے بلا استثناء اجماع کر لیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور اس کا یہی مدعا ہے کہ  
دکرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا، بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے اس کے  
مخالفان، ان تمام فرقوں کے کفر ہیں قطعاً و اجماعاً و سمعنا فردہ برابر شک نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے وہ  
معنی جو مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے، ان میں کس طرح کی بھی تاویل جائز نہیں ہذا اب تاویل کی عمومی بحث کے  
لابینی سلسلہ میں جائی ضرورت نہیں مدعا بالکل واضح ہے۔ اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں موجود ہے عداست  
وہیں سے ملاحظہ فرمائے۔

### (مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے تقریباً صفحہ لکھے ہیں، اور الوصیت، حقیقت النبوة، الحکم چشمہ معرفت، لیکچر  
سیالکوٹ، ایک غلطی کا زائلہ، اخبار عالم، چشمہ منی، مواہب الرحمن، خطبہ البامیہ، کشتی نوح، اربعین، تحفہ گوڑویر،  
تحقیقہ الوحی، استفتاء وغیرہ وغیرہ اکثر مجدد حوالے پیش کر کے یو ثابت کرنا چاہا ہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب  
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد لی ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا وہاں  
وہ نبی مراد ہیں جو مستقل صاحب شریعت ہو، الخ  
یہ محض متعاطف مدعا ہے ۱۹۱۱ء سے پہلے تک مرزا صاحب کو اپنی نبوت کا پتہ ہی نہ تھا نبوت پر پردہ ہی  
پرڑا تھا۔

ملاحظہ ہو حقیقت النبوة ص ۱۴۲ و ۱۴۵

در اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان حکمتوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے اور ان کے ایمانوں





(۱۲۶) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا (ازالہ کلان مسئلہ) (۵) اور یقیناً کمال سے جانتا ہوں اور اس بات پر حکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور انجنا ب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا۔ (نشان آسمانی مسئلہ ۲۱) (۶) ماکان اللہ ان یوصل نبیاً الا ۛ خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے نبی خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا آیتہ کمالات مسئلہ عبارات مذکورہ بالا میں فقرات مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابلِ لحاظ ہیں۔

- (۱) ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔
- (۲) آنحضرت نے تفسیر یہ کی ہے ”کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں“
- (۳) اور آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز نہیں الٰہ
- (۴) اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے الٰہ
- (۵) ہر نبوت را برود شد اختتام۔

- (۶) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔
- (۷) پرانے یا نئے نبی کی تفریق شرارت اور لابی بدی میں نفعی عام ہے۔
- (۸) قرآن کریم بعد خاتم الانبیاء کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا؛
- (۹) خاتم الانبیاء کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا۔
- (۱۰) خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا۔

اب عدالتِ خودی ملاحظہ فرمائے کہ بلا استثناء عموم اور لفظ کسی اور کوئی نبی اور ہر نبوۃ غرض جس قدر بھی عموم کے لفظ ہو سکتے ہیں۔ سہی موجود ہیں۔ اس پر بھی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کلاس سے مراد صرف منتقل صاحب شریعت نبی نہیں۔ محض غلط ادبے مستحق ہے۔ پھر جس پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان تھا کہ خلیفہ دوم صاحب وہ بھی اللہ سے قبل ملک دی مانتے ہیں۔ جو میں نے عرض کیا لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ رکیک تاویل بالکل خلاف واقع اور ناقابلِ التفات ہے۔

( انقطاع نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب )

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ الٰہ

خلاصہ جواب

- (۱) اس آیت میں انقطاع نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اکمل دین و اتمام نعمت کا ہے۔

- (۲) اکمال دین و انقطاع نبوت لازم و ملزوم نہیں پہلے دین کی اشاعت کے لیے بھی نبی آتا ہے۔  
 (۳) اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا۔  
 (۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسیٰؑ کے نبی ہونے کی حیثیت میں نزول کے قائل ہیں۔  
 (۵) اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنیکو مانع ہے تو اسرائیلی نبی دین کی ترویج کے لیے کیوں آئے گا۔

## الجواب علی ترتیب السؤال

- (۱) اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد انقطاع نبوت ہی ہے کیوں کہ یہاں نعمت سے نعمت نبوت ہی مراد ہے اس کی تائید میں قرآن و حدیث و دیگر اسلاف و اعلام کے اقوال سے بیان گواہ مدعیہ الف و ب و ج میں مصرع موجود ہے جس پر ایک بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ عدالت سل سے ملاحظہ فرمائے۔  
 (۲) اکمال دین و اتمام نعمت و انقطاع نبوت یقیناً لازم و ملزوم ہیں۔ جبھی تو جس پر یہ آیت اتاری۔ اسی کو قائم النبیین قرار دیا خود مختار مدعا علیہ کو اس کا اسی تحت میں اعتراض ہے، لیکن آیت صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ تو آپ قائم النبیین ہوئے کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سراسیا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو۔ اور آپ نے نہ بتایا ہو۔  
 پہلا کوئی بھی دین کامل و مکمل نہ تھا کسی میں افراط کسی میں تغریظ تھی۔ بہر حال ناقص تھے اس لیے نبی اگر وحی الہی کی روشنی میں تبلیغ کرتا تھا۔ اور یہ دین کامل و مکمل ہے جس کے بعد بقول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحی منقطع ہے۔  
 انہ تعالیٰ دین و انقطاع الوحی (بحوالہ سابق) پس کوئی بھی نبی نہیں آسکتا نہ ضرورت ہے۔ اشاعت و تبلیغ پہلے انبیاء کا کام تھا اور اب ہر عالم مسلمان بلغوا عنی و لو آیتہ و لو حدیثا الخ اسی لیے اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دئے گئے کہ ہو کام بنی اسرائیل میں ترویج و تبلیغ دین انبیاء کرتے تھے وہ اس امت میں بوجہ ختم ہو جانے سلسلہ نبوت کے علماء ربانین کرینگے۔ جیسا کہ آج تیرہ سو سال تک تعامل رہا۔  
 (۳) اس سے ہرگز صاحب شریعت جدیدہ کا نہ آنا نہیں نکلتا۔ فیریہ تو مان لیا کہ انقطاع نبوت نکلتا ہے گویا صاحب شریعت جدیدہ بھی۔ اب گزارش ہے کہ اصل بحث اور بیان گواہان مدعیہ میں عموم پر قرآن و حدیث و اقوال سلف سے حوالہ گزر چکے۔ اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی بلا کسی قرینہ و ثبوت کے محض ذاتی رائے کہ صاحب شریعت جدیدہ کا اسی سے انقطاع نکلتا ہے۔ محض نحو و ناقابل التفات ہے۔

(۴) عیسیٰ کا منصب نبوت پر نازل ہونا کوئی بھی نہیں مانتا ہاں صفت نبوت اُن سے منسوب نہ ہوگی مگر منصب نبوت اور اس کی ٹولہ نہ ہوگی بلکہ امتی اور مجدد کی حیثیت میں ہوں گے جس کے مفصل حوالے قتادے ابن حجر اور فتوحات مکہ وغیرہ سے گزر چکے اور احادیث کے سلسلہ میں بعض پر آئیں گے گواہ مدعیہ ۱۷ و ۱۸ نے جرح میں بھی اسے صاف کر دیا ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنی کو مانع ہے۔ تو اس سے اسرائیلی نبی ترویج دین کے لیے کیوں آئیگا محض مغالطہ ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ بحیثیت نبی آئے تو یہ اعتراض تھا وہ تو امتی اور مجدد ہونے کی شان سے آئیگے پس جیسے اور مجددین سے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں پڑتا یوں ہی ان کے آنے سے بھی کوئی خرابی نہ ہوگی بلکہ اس میں اور شان نبوت مجددہ کا اظہار ہے کہ آپ کی نبوت ایسی تام ہے کہ نبی اسرائیل کا جلیل القدر نبی بھی اس امت کے شمار میں آکر ایک امتی کی طرح تبلیغ دینی و ترویج سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے۔

باقی مفصل جواب کچھ اوپر بھی آچکا ہے۔ باقی سلسلہ احادیث میں آئے گا۔ عدالت پر یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ گواہان مدعیہ اور مختار مدعیہ نے اس آیت کا خاتم النبیین کی تفسیر اور انقطاع نبوت پر دال ہونا قرآن و حدیث اقوال سلف ائمہ و مفسرین سے مدلل ثابت کیا ہے۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اُس کا جواب محض احتمالات غلطیہ اور اپنے ذاتی خیالات اور تاویلات سے دینا چاہا ہے۔ جو قابل التفات ہی نہیں۔ کیونکہ تفسیر یا رائے کو مرزا صاحب بھی جائز نہیں بتاتے۔ ملاحظہ ہو۔ (دروکات الدعا مرزا صاحب) (جفر میں مختار مدعا علیہ نے ایک چٹا نمبر ڈال کر اصل بات کا عنوان دے کر یہ کہا ہے کہ کمال دین و اتمام نعمت ہی چاہتا ہے کہ آپ کی پیروی سے نبی نبیین اور اس پر بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے۔

جو اب انرازش ہے۔ کہ ان تحلیلات اور بدلائل تاویلات سے اعتقاویات کا ثبوت اور تفسیر کلام الہی تو ہو نہیں سکتی کمال دین یا اتمام نعمت کے معنی کسی نے آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علماء سلف و خلف نے یہ نہ سمجھا کہ کتاب کی اتباع سے نبی بنتے رہیں گے یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور تمام آیات ختم نبوت و احادیث صحیحہ و اجماع امت و اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ لہذا قابل اعتقاد نہیں تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و بحث مختار مدعیہ اس کے بعد کہ کتاب انسان کمال سید عبدالکریم جلی کی ایک عبارت ص ۱۷۷ سے نقل کر کے مغالطہ دینا چاہا ہے۔ اور جس قدر امور اس سے بطور نتیجہ اخذ کئے ہیں۔ وہ سب محض مغالطہ ہیں بلکہ وہ تو یہاں بکمال تصریح ختم نبوت کو بیان فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے بعد وہ نبوت کا جواز ہی نہیں مانتے اور کوئی حکمت ہدایت اور علم باقی نہیں مانتے جس کے واسطے کوئی نبی آئے اور لفظ تشریح سے معنی غلط خلاف اصطلاح مصنف

لے کر مخاطب کی سہی کی ہے تفصیل کے واسطے انسان کامل ص ۶۵ ملاحظہ ہو جو گواہ مدعا علیہ ۲۸۲/۲ مارچ ۱۳۳۲ ھ میں پیش ہو چکا ہے۔ نیز یہ عبارت سمجھ لے دلائل ختم نبوت گواہ مدعیہ ۱ و ۲ نے اپنے اصل بیان میں مفصل لیا ہے۔ وہیں سے ملاحظہ ہو جس کے بعد یہ مخاطب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے آیت (۲) وما ادسلناک الا کافۃ للناس الایۃ (۳) قل یا ایہا الناس انی دسول اللہ الیکم جمیعاً الایۃ وکل قوم ہادئ نقل کی ہیں اور اپنے لفظوں میں ایک مطلب گواہان و مختار مدعیہ کی طرف منسوب کر کے مندرجہ ذیل تاویل میں کی ہیں۔

(۱) ان آیات میں آئندہ نبی آنے نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) تبصریح حدیث اس میں عموم دعوت کا ذکر ہے۔

(۳) جیسے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے لیے نبی تھے۔ پھر بھی دوسرے نبی ان کے ماتحت آئے۔ یوں ہی آپ کی امت میں نبی کا آنا عمومیت دعوت کے منافی نہیں۔

(۴) انا دسلنا الیکم دسولاً شاہدا علیکم کما دسلنا الیٰ فرعون دسولاً۔

کی رو سے آنحضرت جب میثل موسیٰ ہوئے تو اس کی تکمیل کے لیے جیسے ان کے بعد نبی آئے یہاں بھی آنا چاہئے اور چونکہ خاتم النبیین بھی آپ کی صفت ہے۔ لہذا مستقل نہ ہو گا بلکہ آپ کے تابع ہو گا۔

(الحجواب)

اجمالاً یہ گزارش ہے کہ عدالت ان آیات کا مدلل مطلب گواہ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ دیکھ کر سامنے رکھ کر ان جو بات اور محض شکل کی تاویلات رکھ کر مقابلہ فرمائے۔ کہ یہ تاویلات کس قدر بے ربط اور لاجوابی کا ثبوت ہیں۔

### (مرتب تفصیل جواب)

(۱) مدلل بیانات میں پیش ہو چکا کہ قیامت تک عمومیت دعوت و عموم رسالت مستلزم انقطاع نبوت کو ہے۔ اور ان سے راند تصریح نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا تفصیل کے واسطے بیان گواہ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ اور ان آیات کی تفسیر میں تغیر ابن کثیر و ابن جریر ملاحظہ ہو۔ اکثر حوالے بیانات

گواہان مدعیہ میں موجود ہیں۔

(۲) جب کہ اس میں عموم دعوت تسلیم کر لیا تو انقطاع نبوت ہوائی کو لازم ہے وہ بھی لازماً تسلیم کرنا ہو گا کیونکہ قیامت تک تمام بنی نوع کے واسطے عموم دعوت اور اتمام نعمت کے بعد کوئی دوسرا نبی ہی نہیں

سکتا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی آنے پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ تمام نبی نوع کے پہلے نہ تھے نیز ان کی دعوت کا عموم نہیں تھا ان پر تکمیل دین و تمام نعمت ہی یوں نہ ہو۔ انہیں خاتم النبیین بھی نہیں ٹھہرایا گیا بخلاف سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہی یہ قیاس مع الفارق محض لغو ہے رصرت عموم دعوت نبی اسرائیل کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے امور مذکورہ بھی قابل لحاظ ہیں جیسی تزیہ آیات نا لبید ا پیش کی گئی ہیں نہ مستقلاً

(۴) خاتم النبیین نے خود ہی مستقل کی تخصیص کر دی حالانکہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی جسے کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی ظنی و بدوڑی نہ اس کے عدل ثابت ہو چکا پس ثبیل ہونا صرت اس امر میں ہے کہ جیسے وہ نبی تشریف ہی تھے ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی تشریف ہی ہیں چنانچہ اس آیت انا ارسلا الیکم آلہم میں تمام امم و مفسرین بلکہ گواہ و مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب و امام محی الدین ان عربی نے بھی تصریح فرمائی ہے تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳۔

### (مختار مدعا علیہ کی چند آیات کے متعلق عاجز می)

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ ۱ کے بیان سے (۱) سراجاً منیواً (۲) قل لئن اجتمعت الانس والایہ (۳) ہا الحق انزلناہ الایہ (۴) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول الایہ (۵) آیۃ ميثاق النبیین (۶) انا نخت نزولنا الذکر یہ پھر آیات نقل کی ہیں مگر جواب کیا ہو سکتا تھا اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کسی آیت سے ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں انقطاع ثابت نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

محض تاویلات دیکھ کر بلا کسی دلیل کے پیش کی ہیں جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی ضابطہ کا بھی ان کے متعلق جواب نہیں۔ میں بجائے کسی تفصیلی کے جواب کے عدالت عالیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ان تاویلات کو بیان گواہ عدالت سے ملا کر ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کوئی مطلب اپنی عقل دلائل سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ مدلل نقل پیش کی گئی ہیں اور ان تمام تاویلات کا سد باب کر دیا ہے۔ پھر آخر میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و روحانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ لازم آتا ہے نہ محض لغو اور بیکار ہے گناہ کیا ساری دین کی عمارت ہی سمار ہو جائے گی۔ اس میں قرآن پاک احادیث نبویہ تمام صحابہ کرام امم دین کی مخالفت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سخت ترین اور کفر عظیم ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ ۲ و بحث مختار مدعیہ۔  
 بعد ازاں گواہ مدعیہ کی پیش کردہ تمام آیات بالکل لاجواب ہیں اور اپنے الفاظ میں اس کا مطلب اُدھال کر بھی  
 مختار مدعا علیہ جواب نہ دے سکا۔ عدالت جب بیانات کا مقابلہ و ملاحظہ فرمائیگی تو اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو  
 جائیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(آیات کا جواب الجواب ختم ہوا۔)

### (پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب)

- خلاصہ قول مختار مدعا علیہ۔  
 (۱) گواہان مدعا علیہ نے ان کے جوابات دئے تھے مگر مختار ان مدعیہ نے اس سے سکوت کر کے صحیح تسلیم  
 کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔  
 (۲) مختار مدعیہ کا دوسرا سترہ کہنا منطرح ہے صرف تیرہ احادیث پیش کی ہیں۔  
 (۳) ان تیرہ میں بھی بعض ضعیف ہیں۔

(الجواب)

- (۱) جو قابل اعتناء جواب تھا اُن کا ایسا فیصلہ کن جواب الجواب دیا گیا تھا کہ اُس کے بعد امید تھی کہ مختار مدعا  
 علیہ اُن کا نام بھی نہ لیتا مگر تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ سکوت اختیار کیا اور صحیح تسلیم کر لیا یہ ضرور ہے کہ  
 تمام اعتراضات کا صرف ایک جامع جواب دیا تھا کہ ان تمام جوابات گواہان مدعا علیہ کا خلاصہ صرف اس قدر  
 ہے کہ لا نبی بعدی یا لا نبوة بعدی وغیرہ میں نبوت تشریفی مستقل وغیرہ کی تاویل  
 لا فتی الا علی فلا کسی بعدہ لا صلوة الا بضاحتہ الکتبا وغیرہ سے کرتے  
 ہیں۔ مگر غائبانہوں نے مرزا صاحب کی تعانیف کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تحفیص کو شرارت اور گستاخی  
 بتاتے ہیں۔ اور لا نبی بعدی میں نفی عموم کے معنی میں لیتے ہیں اور اس کے واسطے امام الصلیحؒ سے  
 تقریباً سترہ سطریں پیش کی تھیں اس کے بعد یہ گزارش کی تھی کہ اس حوالہ کے بعد غالباً مختار مدعا علیہ ان جوابات  
 کا ذکر نام بھی نہ لیں کیونکہ ایک اجماعی جواب کافی ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ تاویلات رکیکہ دہرائیں ان شاء اللہ  
 تعالیٰ ان کی تشقی کے لائق مفصل ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ ہی پیش کر دیا جائے گا یہ حوالہ اسی سلسلہ میں  
 میں بحث ابتدائی میں پیش کر چکا ہوں لہذا یہ کہنا کہ سکوت اختیار کر کے صحیح تسلیم کر لیا محض جھوٹ اور اختراء  
 خالص ہے یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ اسے جواب نہ خیال کریں حالانکہ یہ جواب مرزا صاحب کے الفاظ



## (خلاصہ جواب)

- (۱) بعد کے معنی غیر ماضی کے ہیں یعنی متصل غزوة تک ہیں یا ان کے بعد زمانہ میں کوئی نئی نہیں یا توئی نہیں۔  
 (۲) اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کے لیے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی متعلق نہیں رہے گا نہ تشبیہ درست ہوگی کیونکہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

## (جواب الجواب)

- (۱) اس میں شبہ نہیں کہ کبھی بعد کے معنی بعدیتہ متصلہ کے بھی آئے ہیں اور آیات میں کردہ میں وہی سہی مگر اس حدیث لاجبی بعدی میں وہ معنی مراد نہیں کیونکہ یہاں اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں اور حضرت علی کا جو جزیرہ منقول ہے مگر یہ قول ”لاجبی بعدی“ بمنزلہ ضابطہ کلیہ کے ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ضابطہ کلیہ نہ صرف اس بلکہ بلکہ آنحضرت علی الشریعہ وسلم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً انا خاتم النبیین لاجبی بعدی ویکون خلفاء وغیرہ جہاں کسی قسم کی بعدیت متصلہ کے ساتھ تخصیص ناممکن ہے۔ نیز بعض روایات میں لاجبی بعدی کے ساتھ ویکون متعلقاً بھی موجود ہے جو قطعی دلیل ہے کہ بعدی کے معنی بعدیت متعلقہ کے نہیں بلکہ مرنے کے بعد کے ہیں۔ اور بعدیت متصلہ سے مفید کرنے میں عموم نفی سے جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ اہم الصلح مثلاً پر مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ لاجبی بعدی میں نفی عام ہے۔ عدالت خود اس حدیث کو بیانات سے لے کر اس تاویل سے مقابلہ فرمائے۔

- (۲) لاجبی بعدی میں بعدی کے معنی بعد موت کے لینے ہی متعلق ہیں جس پر دوسری روایت میں ویکون خلفاء کا قرینہ واضح موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح خلافت بعد آنحضرت علی الشریعہ وسلم کی موت ہی کے ہوگی اب یہ امر کہ دونوں جملوں کا تعلق و تشبیہ درست نہ ہوگی یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ میں شاکر نام تمام اجزاء میں نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف وہی مشبہ میں ہوتی ہے وہ موجود ہے کہ جیسے کہ وہ طور پر مونس نے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ چھوڑا تھا میں نہیں چھوڑتا ہوں تشبیہ مرت مطلق خلافت میں ہے۔ پس ہر دو جملوں کا تعلق اور تشبیہ بدستور قائم ہے۔ البتہ اس تشبیہ سے اس شبہ کا احتمال تھا کہ کوئی تشبیہ تمام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ سمجھنے لگے یا وہ خود نبی نہ سمجھیں۔ قال اللہ استنبیانی یا قادمہ کلیہ لاجبی بعدی سے اُسے دفع فرمایا۔ کہ جو شخص میرے بعد کوئی نبی ہونا و بننا نہیں اس لیے صرف خلیفہ تو ہوا نبی ہونا ممکن نہیں۔ عدالت اصل بیان سے ملاحظہ فرمائے اس شبہ کا شائبہ ملک نہیں۔ اگرچہ اس کے اخیر میں مدعا علیہ نے اپنے بیان کا حوالہ دیا ہے مگر وہاں اس سے زائد کوئی بات نہیں سوائے توضیح



اشملہ یا تطویل عبادت کے (علماء نے لابی بعدی کے کیا معنی کیے ہیں۔

## ۱۲۔ مختصر جواب الحجات مختار مدعا علیہ

(۱) اقتراب الساعة نواب صدر بنی حسن خان صاحب بہرہ پالی ۔

(۲) قول ملا علی قاری بحوالہ اشاعت لائبراط الساعة لیسید شریف بزرنجی ۔

(۳) دوسرے قولوں کے واسطے بیان کا حوالہ دیا گیا ہے ۔

(الجواب)

(۱) اقتراب الساعة اور اس کے مصنف نواب صدر بنی حسن خان صاحب ہمارے مسلم نہیں جیسا کہ مفصل اوپر گزر چکا ہے نیز گو بان مدعیہ نے جبر میں صحت کو دیا ہے ۔

نیز یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس پر کوئی سند نہیں بلکہ مزید احادیث کے خلاف ہے بھی غیر مسلم ہے پس اہم ان دونوں کے جواب کے مکلف نہ تھے ۔ مگر عدالت خود فرمائے تو ان دونوں کا جواب ہماری طرف سے پیش ہو چکا اسی طرح صاحب مکملہ صحیح الحجاز کہ درالابی منہج شرعیہ بھی بعینہ ہی مطلب اور ہی واقعہ اور تقریباً انہیں الفاظ میں ادا کر دیے ہیں اور اس کا جواب بعینہ اس کا جواب ہے مکملہ کی ماقبل عبارت کہ تہ متبر سے یہ شبہ پیدا ہو گیا ورنہ ہرگز نہ ہوتا یوں ہی اقتراب الساعة اور اشاعت کی عبارت اوپر سےلاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح یہاں صرف نزول بیٹے کی بحث ہے ، جس پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں جنہیں رفع کیا ہے ۔ اور حدیث لا وحی بعدی کو سنداً مجروح قرار دیا اور صاحب مکملہ نے تنبیہ سے ایک اور حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ تھے مغیث فی حدیث علی ابنہ یقتل الخنزیر ویکس الصلیب ویزید فی الحلال یعنی بیٹے نازل ہو کر قتل خنزیر اور کسر صلیب فرمائینگے اور حلال میں زیادتی فرمائینگے اب خیال تھا کہ حلال میں زیادتی تو عید شریف ہوگی ۔

اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ وہی بیزید فی حلال نفسہ بان تیزوج وبولدہ وکان لم تیزوج قبل رفع الی السماء فزاد بعد البوط فی الحلال فحينئذ یومن کل احد من اهل الكتاب بالیقین بانہ بشر " یعنی حال میں زیادتی سے کوئی نئی حلت کا ایجاد نہیں بلکہ اپنے اعمال میں حلال یعنی نکاح کا اضافہ فرمائینگے اس طور پر شادی کریں گے اور اولاد ہوگی ۔ کیونکہ قبل رفع الی السماء شادی نہ کی تھی اب زمین پر اترنے کے بعد شادی فرمادیں گے جس سے اہل کتاب ان کی بشریت کا یقین کر کے ان پر ایمان لائیں گے (جو پہلے خدا سمجھتے یا مخالفت تھے)

پھر اسی نزول بیٹے کی پر قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا ہے ۔ اُمّی کے بعد یہ لفظ ہے کہ

وہیہنا لایمانی حدیث لابی بعدی کہ یہ حدیث لابی بعدی کے منافی نہ ہوا کیونکہ اس زیادتی حصول سے  
 نوشادی کو نامراد ہے اور لابی بعدی کا مراد کسی نبی کا نہ آنا ہے جو شریعت محمدی کے لیے یہاں تو اسی کے مطابق  
 عمل کیا۔ پس وہ نبی نہ بنے بلکہ عال باشرع الحمد ہی ہے عزالت خود اس خیانت کو ملاحظہ فرمائے کہ وہاں لا ارا دہ  
 ہے۔ اور گواہ مدعا علیہ نے لاف کافظہ کاٹ کر کے صرت ارادہ الخ سے عبارت لی تاکہ ناقبل سے  
 ریلہ نہ معلوم ہو سکے پس اس قسم کے قطع ویرید کے حوالہ جات قابل التفات ہی نہیں۔ لہذا دراصل وہ عبارت اسلامی  
 عقیدہ کے منافی نہیں نیز وہ تو صرت نزول علی من اسماء کے متعلق ہے اور جو اس کا قائل نہیں ان سے کہنا ہی  
 اُس کا نفور ہے اسی جگہ نبی تشریحی کی اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعذہ الخ اور  
 لا فٹی الا علی لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ سے بھی ہرگز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب کی تحقیق  
 سے بھی منافی ہے۔ جیسا کہ اصل بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک بھی لابی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور  
 تخصیص کرنا شرارت ہے۔ ایام الصلح ص ۴۶۔

پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ معتزلہ مذکورہ یا ان جیسی اور چند مثالوں میں نفی کمال بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس سے یہ  
 کیونکہ لازم آتا ہے کہ وہ لابی بعدی میں بھی نفی کمال ہی مراد ہے جیسا کہ کسی ایک حدیث یا قول یا محاورہ میں نفی کمال مراد  
 ہو جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ سب جگہ کہا معنی چلائے جائیں۔ اور اگر یہ عام ضابطہ کلیہ ہی گیا۔ تو کوئی وجہ  
 نہیں کہ لا الہ الا اللہ یا اللہ لا الہ الا هو یا لا ریب فیہ ہر نفی کمال نہ لی جائے کیونکہ  
 جب یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہو تو ایک بت پرست ہندو کہہ سکتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی  
 نفی کمال ہے یعنی کامل عبود سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ اگرچہ غیر متعلق اور غیر شارع عبود ہو سکتے ہیں۔ اور یہی تمام  
 بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ یوں ہی کوئی قرآن کا منکر کہہ سکتا ہے کہ لا ریب فیہ میں بھی نفی کمال ہے۔ یعنی کامل ریب  
 اور شک قرآن میں اگرچہ بعض اقسام ریب اور شک کے موجود ہے۔ اگر کسی دلیل سے اُس مخالفت بت پرست کو  
 نفی کمال مراد لینے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو وہی دلیل ہماری جانب سے بھی۔ وہ لابی بعدی میں نفی کمال مراد ہونے  
 پر تصور فرما لیو بی پس جب کہ تمام قرآن و حدیث و اقوال سلف ختم کے مرزا صاحب کے ایام الصلح ص ۴۶  
 کی تصریح ثابت ہو گیا کہ لابی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص شرارت اور گستاخی ہے۔ پس یہ  
 تاویلات یقیناً بلکہ مسلم طور سے ناقابل التفات ہیں۔

### ایک مخالفہ کا جواب

اذہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعذہ ، واذہلک قیصر فلا قیصر بعذہ

تخصیص کے لیے عجیب و غریب تقریر تصنیف کی ہے۔ اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کسریٰ اور قیصر خاص دونوں کے نام نہیں بلکہ ہر بادشاہ فارس کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ ان دونوں ملکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کوئی مذکور بادشاہ نہیں ہوتا رہے ہیں پس سخی یہ ہیں اگرچہ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیر نگین ملکوں ہی یہاں نبی تو آئیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع۔

مگر یہ بنا فاسد طے الفاسد ہے۔ خود ایک مطلب تصنیف کیا۔ اور اس پر بنیاد رکھ دی۔ یہ محض غلط ہے کہ کسریٰ اور قیصر اب تک موجود ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں حضرت امام شافعیؒ اور تمام علماء سے نقل فرماتے ہیں ف لا کسریٰ بال عراق ولا قیصر بالشام یعنی ان دونوں اقلیموں میں ان کی سلطنت نہ رہے گی چنانچہ بلا شک اس طرح ہوا کہ کسریٰ اور کسرویت کا تو بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور قیصر نے ملک شام سے بھاگ کر کسی اور ملک پناہ لی عرض ان دونوں اقلیموں میں کسریٰ اور قیصر نہ رہے اس لیے سوال اس پر ہے خود یہ کہنا ہی غلط ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں مستعمل نہیں رہتے کہ اس پر لابی بعدی کو تیسرا فاسد کر کے تحریک کریں۔ اور اگر تھوڑی دیر کے واسطے بغرض محال اس حدیث فلا کسریٰ میں کسی نامہ جی دہ سے کوئی تخصیص مرزا صاحب کے متبعین کی طرح فرض کر لے تو اس سے یہ یک لازم آیا کہ لابی بعدی میں بھی تخصیص کر دی جائے۔ کیا کسی ایک حدیث کا کسی وجہ سے ٹول ہوجاؤں کو مستلزم ہے کہ تمام احادیث مزین کو بگاڑ کر اس کے مطابق بنایا جائے۔

اور ایام الصلح ملا کی تصریح کے بعد مرزا صاحب کے مسلک پر بھی اس حدیث لابی بعدی میں تخصیص نہ رات اور گستاخی ہے۔

یہ محض غلط ہے کہ ان احادیث کے جواب کا جواب ابتدائی بحث میں نہ آیا۔ کیونکہ ابتدائی بحث میں التزام تھا کہ جو چیز ایک مرتبہ جس سلسلہ میں گزر گئی۔ اعا وہ کسی رنگ میں نہ کیا گیا۔

صوفیائے کرام کے حوالوں کی تصریح کے تحت اصل بیانات اور بحث میں شیخ محی الدین ابن عربی کے قول انما ارتفعت نبوة التشريع فہذا معنی لابی بعدی

اور بل اذا کان یکون تحت حکم شرعی کا مکمل جواب۔

اور لفظ تشریع کی شرح وغیرہ ربط و تفصیل سے گزر چکی۔ اب یہ کہنا کہ اس کا جواب نہ ہوا صحیح نہیں۔ اور چونکہ جواب الجواب میں بھاٹے کسی جواب کے کچھ کی زیادتی اور جوابی رنگ کے سکور پیش کیا ہے۔ لہذا مختصر جواب بھی عرض کرتا ہوں اگرچہ اس اصول تحقیق کے بعد ضرورت نہ تھی۔

## اصولی تمہید

(۱) عقائد میں قطعیات کتاب اللہ والرسول یا بتولی گواہ مدعا علیہ دمی مرزا صاحب ہی معتبر ہے اور کچھ معتبر نہیں ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲۸ بارچ ستمبر لہذا نہ باب عقائد میں ان اقوال کے لانے کی ضرورت اور نہ جواب کی حاجت۔

(۲) شریعت کے خلاف جو شیخ کی عبارت نظر آتی ہے وہ ان کی نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے ملائی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ براہیت مک و جمیع ما عارض من کلامہ ظاہر هو الشریعة و علیہ الجمہور فہو مدسوس علیہ الخ حضرت شیخ کا وہ قول جو ظاہر الشریعت اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہے وہ ان کا نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے اضافہ ہے۔ یوں ہی دوسرے مسلم بزرگوار (مجدد الف ثانی) مکتوبات جلد ۱۰ و فتاویٰ مکاتیب میں تصریح فرماتے ہیں جو یہ خوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

از حجاب کار باراست شیخ محی الدین ابن عربی۔۔۔ تا بہ نہ اگر مراد اس سے ناواقف کو ملاحظہ سے پہچانے کے لیے شامی ج ۲۹۲ سے پیش کیا گیا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے خود وصیت فرمائی ہے کہ نحن قوم یحرم النظر فی کتاب کہ ہماری کتب ہر شخص کو دیکھنا ٹھیک نہیں جس کا غلط مطلب کے لئے مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔

## ( اصل جواب الجواب )

ہر شخص اور ہر فن کی ایک اصطلاح خاص ہوتی ہے بالکل ان یصطلح بھی مسلم ہے اور کسی کے اصطلاح کے خلاف مطلب لینا ہرگز درست نہیں۔ ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۶/۲۶ بارچ ستمبر ۱۳۲۲ نیز روایت مسلم فریقین مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ والا یجوز الانکار علی المقدم معرفتہ مصطلحہم فی الفاظہم اذا دأبنا بعد ذلك فکلا مهم مخالفاً للشریعت

یعنی صوفی کرام پر اعتراض جب تک ان کے خصوصی الفاظ کی اصطلاح سے واقف نہ ہو جائیں جائز نہیں البتہ واقفیت اصطلاح کے بعد بھی اگر ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اسے پھینک دیں گے اور بتولی نہ کریں گے اور گویا ان مدعا علیہ کا خود اقرار ہے کہ قصود الحکم و فتوحات بالاستیاب ملاحظہ نہیں کیا اور اصطلاح صوفیہ میں کوئی بھی کتاب نہیں پڑھی ملاحظہ ہو مرجع گواہ مدعا علیہ ۲۸/۲۸ بارچ ستمبر ۱۳۲۲ مل پس انہیں ان عبارات

میں مغالطہ نہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہوتی شیخ محمد الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی اصطلاحات پر مستقل تصانیف میں مجملہ ان کے گہریت احمر بنی علوم الشیخ الاکبر بھی ہے جس میں ان کی اصطلاحات نبوت و رسالت کے متعلق یہ ہے کہ **ار اعلہ ان النبوة هي الاجساد عن شئ سارثة في كل موجود عند اهل الكشف والوجود لكذا لا يطلق على احد منهم اسم نبي ولا رسول الا على المملوكة الذين هو** **رسل فقط** ————— **باصح یعنی شیخ کی اصطلاحات میں لفظ نبوت کے معنی کسی چیز کی**

خبر دینا اور یہ نبوت تمام موجودات میں موفیاء کرام کے نزدیک موجود دوسری بھی مگر اسم نبی رسول اللہ صوا اس کے کسی پر نہ بولا جائے گا جس کو اصطلاح شرع میں نبی و رسول کہتے ہیں ہاں ملائکہ بھی بوجہ دسالہ فیما بینہ تعالیٰ و بلین الانبیاء و رسول کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں نبوت کے معنی مطلق خبر دینے کے کسی قدر عام حیوانات کے اندر بھی مانتے ہیں نیز اس کے مقابل تشریع بھی شریعت کی اصطلاح مراد لیتے ہیں۔ حضرت شیخ رف کے نزدیک رسالت بمنہ تبلیغ متحمل ہے ملاحظہ ہو فتوحات ج ۲ باب ۲۸۔ اور ولایت نبوت کے مقابل برابر فتوحات فصص احکم میں متحمل ہے۔ البتہ لفظ رسول و نبی صرف اصطلاح شریعت کے نبی کو کہتے ہیں۔ یہی معنی تشریع کے ہیں کہ شرعی اصطلاح کا نبی و رسول نہ یہ کہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ملاحظہ ہو فتوحات کبیرہ بحوالہ بیانات۔ "وهذا كله موجود في دجال الله من الاولياء والذى اختص به النبي هـ ون الاولى والوحى التشریع ولا يشروع الا النبى ولا يشروع الادسول کہ یہ کل مردان خدا اولیا اللہ میں موجود ہے اور وہ وحی جو صوا اولی کے نبی کے ساتھ مختص ہے وحی الشرعی یعنی اصطلاحی وحی نبوت ہے۔ اور جو نبی و رسول ہے وہی مشرع ہے۔ ملاحظہ فرمادیں کہ تشریع یا شرعی اصطلاحی نبی رسول کو قرار دیا ہے جو اولیا اللہ کے مقابل ہے نہ بمعنی صاحب شریعت جدیدہ پس جہاں کہیں لفظ تشریع یا مشرع یا اس کے ہم معنی حضرت شیخ کی اصطلاح میں متحمل ہے اس سے اصطلاح شرع کا نبی مراد ہے نہ لغوی نبوت جو حیوانات تک میں مانتے ہیں۔

اب اس اصطلاح کے معلوم ہو جانے کے بعد پیش کردہ عبارات کا مطلب بالکل واضح ہے کوئی اس کے حل کرنے میں دشواری نہیں۔

مزید بیان مختار مدعا علیہ و گوایاں مدعا علیہ اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی عبارت قطع و برید کر کے نہ پیش کرتے تو اس قدر مغالطہ کبھی نہ لگتا صرف اس حیانت نقل سے یہ مغالطہ پیدا ہوا اور اس واسطے اس پیش کردہ فقرہ انما ارتفعت نبوة التشریع کا ابتدائی لفظ ولہذا اخلنا کو کاٹ کر پیش کیا گیا تاکہ کوئی اس کا متنبل سے ربط نہ سمجھ لے جس نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک

اس معاملہ میں معلوم اور واضح ہو جائے اس کل عبارت ملاحظہ ہو۔ اولیٰ ما بدی بیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوقی الرویا فان لا بدی رؤیا الا اخرجت مثل قلقل الصبح وہی الی بقی اللہ علی المسلمین وہی من اجزاء النبوة فما ارتفعت النبوة بالکلیمة ولہذا قلنا انما ارتفعت النبوة التشویع فہذا معنی لا بنی بعدہ یعنی وحی یوسب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تو وہ روایا تھی پس آپ کوئی روایا (خواب) نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا ہوتا تھا اور یہی صرف پس کے خواب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے باقی رکھا ہے اور یہ اجزاء نبوت سے ہیں اس لیے نبوت بکلی نہیں اٹھا لی گئی اور اس لیے ہم نے کہا ہے کہ نبوت تشویعی (یعنی علاوہ خواب شریعت کی اصطلاح والی) اٹھائی گئی اور یہی معنی لانی بعدی کے ہیں

ملاحظہ فرمائیں کہ کس صفائی سے یہاں شیخ اکبرؒ نے اجماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رؤیا ہے اور اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے اور پھر آگے کہا ہے :-

اسما لنبی ترال بعد رسول اللہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے نبی کا نام لڑا لی ہو گیا یعنی اور کوئی شخص نبی بن کر نہیں کہا سکتا اسی سلسلہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ مع ہذا

الا یطلق اسم النبوة ولا بنی لاعلی المشورۃ خاصۃ یعنی نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشروع یعنی سوا شرعی نبی کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ ہی کہتے ہیں اور نبی کا نام ان پر جائز نہیں سمجھتے اور پھر شیخ اکبرؒ اس سے بھی زیادہ صفائی سے لکھتے ہیں و ہذا کلمہ یعنی یہ سب کچھ درج کا آنا، اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے نبی کو خاص کیا جاتا ہے اور وہی سے ممتاز کیا جاتا ہے وہ شرعی اصطلاح کی وحی ہے پس سوا نبی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا اور سوا رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا۔

پس ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے شیخ اکبرؒ شارع اور نبی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریح سخت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کر کے تصریح فرما رہے ہیں کہ ولایت کے علاوہ ہر قسم کی نبوت نبوت تشریعی ہی ہے غنائم مدعا علیہ نے محض مطلب برآری کے لیے ان کے اقوال میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور جن اقوال میں سے وہ قول ان کا صاف ہوتا تھا اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی تھی اسے کاٹ دیا حضرت شیخ اکبرؒ کے اس قسم کے بہت سے اقوال موجود ہیں جو جرم میں آپکے ہیں۔ اس وقت طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کرتا وہیں سے مفصل ملاحظہ فرمائے جاویں جو مخصوص اس عبارت سے متعلق ہیں ان کا صرف اول و آخر یہ تہ کے لیے

بطور حوالہ کے درج کرتا ہوں۔

(۱) فہم و درثۃ الانبیاء ... تا .... لایکون مشرعاً (بحوالہ فتوحات)

(۲) من حفظ القرآن فقد ادرجت الکنوۃ الخ (بحوالہ فتوحات)

(۳) وهذه بنوۃ سادیۃ فی الحیون الخ (بحوالہ فتوحات)

(۴) وكذلك تنقطع فی الآخرة بعد دخول الجنة والثالث بنوۃ التشريع لابنۃ العامة

(۵) ولذا کان یولیه .... تابین جنہ (یواقیت)

(۶) وادعاء بنوۃ قد انقطعت الخ

کے ہر قسم کی ذیلی و پروری منتقل وغیرہ منتقل کا دعویٰ منقطع

ہو چکا۔

(اس مسئلہ کے متعلق شیخ اکبر رحمہ اللہ کا آخری مصرع اور قطعی فیصلہ)

حضرت شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ اپنی سب سے آخری تصنیف فصوص الحکم میں تصریح فرماتے ہیں کہ  
اعلم ان الولایۃ .... تا والسنۃ  
علیہ السلام ۱۴ مارچ ۳۲۳ھ

اس حوالہ میں مشروع اور مشروع نہ دونوں قسموں کے نبی کی تصریح نافذ ہو رہی ہے یعنی نہ امتی نبی بن سکتا ہے نہ غیر۔

نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت بلکہ یہاں تک شیخ کے کلام میں تصریح موجود ہے کہ صرف امام اور

امام ہی کا دعویٰ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گویا اصطلاح شرع کی نوبت کا دعویٰ ہے "سواء وفاق

شروعاً او خالف" خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف اور مستقل ہو یا غیر مستقل فامکان مکلف

ضربنا عنقہ والاخر بنا عند صحفہ کہ اگر وہ مجتہد نہیں تو اس کی گردن ماری جائے گی ورنہ اس سے اعتراض

کیا جائے گا یہ حوالہ بیانات اور جرح میں یواقیت جلد ۲ بحث ۳۵ ص ۴۸ پر موجود ہے مفصل حوالہ جات ۲۹ مارچ

کی جرح گواہ مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمائی جاوے اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو قطع

ویرید کر کے ان کی طرف کسی عبارت کو منسوب کر کے یہ مطلب لینا کہ ان کے نزدیک امتی نبی آسکتا ہے

اور صرف منتقل صاحب شریعت نبی کا آنا بند ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو صریح ظلم اور بہتان عظیم

ہے۔

## دوسری حدیث

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء الخ  
خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

- (۱) بنی اسرائیل میں سیاسی وغیرہ سیاسی نبی ہوتے تھے حضرت موسیٰ نے جس سیاست کو شروع کیا اسے ناقص چھوڑ کر وفات پا گئے آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ خلفاء ہر کام انجام دینگے اس میں یہ نہیں کہانتی نبی نہ آئے گا۔
- (۲) بحوالہ بیان تاویل بعدیت متصلہ۔

(الجواب)

(۱) اس پہلے جواب کا مدار صرف یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں کہانتی نبی نہ آئے گا لاکہ اس میں واسطہ لابی بعدی موجود ہے جس میں باتفاق علماء ہر قسم امتی وغیر امتی ملی و بروری نبی بننے کی نفی ہے اور لابی یعنی نفی عموم ہی کے لیے حقیقتہً استعمال ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی لابی بعدی میں نفی عام مانا ہے ایام الصلح مثلاً پس یہ تاویل محض بے سود ہے اور نہ صرف علماء دائمہ و اسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تفسیر صحیح کے بھی خلاف ہے۔

(۲) اس بیان کا بلا وجہ حوالہ دیا اس میں بعدیتہ متصلہ بلا کسی قرینہ کے مراد لیا ہے اس کا جواب اوپر گز چکا ہے کہ یہاں ہرگز بعدیتہ متصلہ نہیں ورنہ ضابطہ کلیہ نہ رہے گا اور عموم نفی باطل ہو جائے گی نیز وسیکون خلفاء خود بتا رہا ہے کہ یہ متصلہ نہیں تمام زمانہ بعد مراد ہے تفصیل کے واسطے اصل حدیث معہ تشریح بیان گواہ مدعیہ العت وکلا وکلا ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسری حدیث ختم بی البتوۃ کا جواب)

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

اگر ختم کے معنی بھی ایسے جائیں تو اہل و لام تخصیص یا عہد کے لیے ہوگا یعنی جو بالاستقلال نبی تھے آپ کے فیض سے نبی بننے کی نفی نہیں۔

(حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحم نے تہذیبات الہیہ میں یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے شارع بنائے۔

### الجواب

(۱) اہل الف و لام تخصیص عہد کے واسطے نہیں بلکہ حقیقتہً جنس کے واسطے آتا ہے خصوصاً جب کہ مسادر پر داخل ہو لہذا یہاں کی طرح تخصیص جائز نہیں نہ کسی شارع حدیث نے اس کی تخصیص کی۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی ذاتی رائے سے تمام شارع حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص ہر قسم کی نوبۃ کو ختم کرنے والے ہیں اکثر تو اسے بیانات میں بلسانہ ختم نبوت گزر چکے ہیں اس کے خلاف معنی قرآن پاک اور صریح و صحیح احادیث کے بالکل محارض ہوں گے لہذا وہ کسی طرح قبول نہیں ہو سکتے۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ نے ہرگز یہ مراد نہیں لیا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا ترجمہ کر دیا وہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ ای لا یوجد من یامرہ الا سجد یا لئلا یشریع علی الناس جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ امر فرمائے لوگوں پر شریعت بیان فرمائے۔ نیکاً تشریح کے معنی ختم عرب میں صرف شریعت بیان ہی کرنے کے ہیں۔ شارع بنانے کے ملاحظہ ہو منہجی الارباب۔ پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ کا مطلب بالکل واضح ہے اس کا تو احتمال ہی نہ تھا کہ کوئی صاحب شریعت نبی آئے بغیر صاحب شریعت جس کا کام صرف شریعت بیان کرنا ہو وہ بھی نہیں آسکتا یہ حوالہ تو صریح ہمارے موافق مزید بہ صرف مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی یا اپنی اصطلاح میں غلط ترجمہ کر کے مطلب مختلف کر دیا تھا اور نہ مطلب بالکل واضح ہے۔

اور اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے معنی شارع بنانے کے ہیں بھی ایک مغالطہ یہ رہ جاتا ہے کہ من کا لفظ عام تھا اس کے معنی یوں کر نہ کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا محض اپنی ایجاد سے ترجمہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ نہ پایا جائے گا وہ شخص جس کو خدا شارع بننے کا حکم کرے یا شارع یعنی نبی بنائے اور یہی ہم کہتے ہیں باقی شارع نبی کا مراد ہونا علاوہ بدرہی ہونے کے فتوحات یکہ سے بحث و جدی میں پیش کر چکا ہوں کہ لا یشروع الا البنی ولا یشروع الا الرسول خاصۃً (فتوحات یکہ بحوالہ سابق) یعنی شارع نبی غیر مستقل اور شارع رسول یعنی نبی مستقل ہوتا ہے پس شارع یعنی نبی ہوا مستقل صاحب شریعت ہو یا غیر مستقل۔

کیونکہ نبی کو بھی شارع بتایا اور رسول کو بھی اور فتوحات میں تصریح ہے کہ نبی بلا شریعت جدیدہ والے کو اور رسول صاحب شریعت جدیدہ کو کہتے ہیں (فتوحات بحوالہ گذشتہ)

لہذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ کی عبارت بالکل مسلمانوں کے مطابق ہے کہیں مختار مدعا علیہ کی تائید کا مشیہ تک نہیں اپنی طرف سے اس نے لفظ نبی اضافہ کر کے شبہ میں ڈالا تھا۔

## (پچوتھی حدیث انا العاقب اللہ)

اس کے جواب میں صرف لابی بعدی کو مدراج اور راوی کا اضافہ بنایا ہے اور میں نے جو ترمذی سے پیش کیا تھا سے بحوالہ ماشیہ بخاری فتح الباری فظاہر الادراج سے رد کرنا چاہا ہے مالاںکہ یہ صرف منالطہ ہے لابی بعدی ضرور راوی کا ہے اور وہ مسلم ۲۷۱۱ یا ترمذی کی ایک روایت میں ہے اور ترمذی ۲۱۰ پر جو لفظ میں نے پیش کیا ہے کہ قال ان العاقب والعاقب المذی لیس بعدی نبی کہ میں عاقب ہوں اور غرض ہی بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاقب کی تفسیر فرماتے ہیں کہ عاقب کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں لہذا میں عاقب یعنی بالکل پھلنا ہی ہوں۔ اس کو کسی نے مدراج نہ بنایا بلکہ خود اہم ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ”ہذا حدیث حسن صحیح، کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔“

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد بخاری کے ماشیہ سے نقل کر کے اور تفسیر بنانا منکلم کی تصریح کے خلاف ہے۔ دوسرے وہاں ۲۷۱۱ بخاری ۲۷۱۱ کے ماشیہ و نطلانی نے لغوی معنی اس کے نقل کیے ہیں۔ اسے تفسیر اور مراد منکلم قرار نہیں دیا۔ رحتی کہ اس تفسیر سے متعارض ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ترجمہ اور تفسیر میں تعارضی نہ سمجھا گو الفاظ میں فرق ہو۔

## پانچویں حدیث لہم یبق من النور الا المبشرات

اس کا جواب دیا کہ ہم حال نبوت کا ایک جزو مبشرات تو باقی ہے پس نبوت باقی رہی اور اس کی تائید مولانا محمد حسن کی کتاب کو اکب دریہ ۱۳۸۱ سے پیش کی ہے۔

اس کے جواب ہی کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر بقائے نبوت سے صرف ابھی خواہیں دیکھنا مراد لیتے ہیں تو اس میں کسے اختلاف ہے۔ مگر میں اوپر بحوالہ فتوحات دیلوا قیت پیش کر چکا ہوں۔ اس میں لفظ نبی اور رسول کا اطلاق یا دعویٰ نبوت کئی قسم کا جائز نہیں۔

کو اکب دریہ باوجود غیر منکلم ہونے کے ہمارے خلاف نہیں اس پیش کردہ عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ فرماویں وہ وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریف جو منکلم ہو گئی دوسری نبوت یعنی خبردادن ہے اس کو مبشر کہتے ہیں اسے اقسام کے ساتھ جس میں دیا ہے باقی ہے (کو اکب دری ۱۳۸۱)

نبوت تشریف کو بند اور نبوت لغوی یعنی خبردادن جس میں مبشرات ہیں۔ باقی بتاتے ہیں۔ اس میں کسے خلاف ہے نبوت حقیقی تو باقی نہیں۔

چھٹی حدیث: اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَمَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ

ایسی روایت سے ابن ماجہ اس کے دو راویوں کو تقریباً ایک صفحہ میں مجروح کرنے کی سعی کی ہے۔ حالانکہ کسی ایک دو کے کلام کرنے سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا۔ ائمہ جرح و تعدیل کا آفری فیصلہ اس کی صحت کا ہے۔ اور جو روایات ابن ماجہ کی جرح ہیں۔ اس میں اسے شمار نہیں کرتے مزید بلکہ روایت ابن ماجہ کے علاوہ آفری انبیاء با آخرہ کی اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً۔

(۱) اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ ۱)

(۲) جَعَلْتُ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ كُنُزَ الْعَمَالِ (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ ۱)

(۳) آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ كُنُزَ الْعَمَالِ (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ ۱) وغیرہ۔

ان میں پہلی تو حدیث صحیح مسلم کی ہے جو بخاری کے ہم پلہ سمجھے میں شمار ہے دوسری دونوں کنز العمال کی سند صحیح ہیں۔ چہ دیم نے آخر اساجد کی شرح کی کنز العمال کی دوسری روایت اَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ سے پیش کر دیا تھا کہ پہلی روایت میں راوی نے اختصار سے کلام لیا ورنہ صحیح روایت یہ ہے کہ میں آفری نبی ہوں اور نبی مسجد نبیوں کی نیار کردہ۔ سید سے آفری بنے۔ کوئی نبی آ سکتا ہے۔ کوئی نبی کی مسجد بنے گی۔ یہ تمام احادیث لا جواب ہیں صرف مخصوص الی امامہ کی حدیث ابن ماجہ کو لے کر جرح نقل کی۔ اس سے کچھ لینا صحاح احادیث پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

## ساتویں حدیث

مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي الْحِ

اس کا کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور یہ کلمہ ٹال دیا۔ کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو دو امر۔

(۱) جیسے پہلے نبی آئے تھے ایسے نہ آئیں گے۔

(۲) یہ کہ پہلے نبیوں سے اب کوئی باقی نہیں

حالانکہ یہ تخصیص محض تاویل ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی قرینہ تخصیص نہیں آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قہر نبوت کی اپنی آپ کو آفری اینٹ اور خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ وہ نبوت جس میں صاحب شریعت وغیرہ صاحب شریعت تشریعی وغیرہ تشریعی دونوں شامل ہیں اس کی آفری اینٹ کے بعد کوئی بھی گنجالش نہیں۔ اصل استدلال اَنَا ثَلَاثُ الْبَنَاتِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفری اینٹ قہر نبوت کی ہونے سے ہے جو بحالہ باقی ہے فتح الباری ص ۶۰ پر بھی اس کی تائید ہے کہ آپ

نے انبیاء و نبوت اور ان کے بعث و ارشاد کو اس قول سے تشبیہ دی۔ وہاں کہیں بھی مستقل وغیر مستقل کی تفصیل نہیں۔ اور محض ایک ٹکڑہ نقل کر کے مغالطہ کی سعی کی گئی ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس قدر قطعی اور صریح ہے کہ کوئی بھی تاویل ناممکن ہے۔ اصل حدیث معہ توضیح و تشریح بیان گوہ مدعیہ رائف درار ۲ و ۳ سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

## ۱۰۱۰ احادیث حدیث۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر

کہو بخیر اس سے انسداد و نفی پر خود مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا اور وہی بتی کیا گیا تھا جوابی بحث میں کچھ جواب نہ ہو سکا اور یہ کہہ کر ٹالا اس سے مرزا صاحب کی مراد وہی نبوت ہے جو مستقل طور پر براہ راست ہے اور تفصیل کے لیے بیان کا حوالہ دیا۔ حالانکہ نہ بیان کوئی جواب ہو سکا ہے۔ اور نہ وہاں اصل حدیث معہ تشریح و توضیح بیان گوہ مدعیہ رائف و العف سے ملاحظہ ہو۔

## ۱۰۱۱ نوں حدیث سیکون فی اُمتی

اس کے جواب کے لیے بیان کا حوالہ دیا مگر اس کا جواب الجواب مطلق یا تفصیل محدود جملوں اور تقریبات من الثلین کے الفاظ سے دیا جا چکا ہے کہ تعدد نہیں بلکہ تقریباً اور اندازاً یا شوکت مدعیان کاذب کا ذکر ہے اب اس جوابی بحث میں اس میں لے کر بات اور قابل غور ہے۔ اسے یہ نیا افتاد کیا کہ تیس کا عدد میں فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا ضرور ہو گا۔ یہ تاویل محض ناقابل قبول ہے جب کہ اس تعداد سے زائد اور تقریباً من الثلین وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں کہ اسی تعداد میں محدود نہیں یہ صرف اندازہ یا یا شوکت مدعیان کاذب کے لیے ہے۔ جیسا کہ اصل شہادتوں میں حوالوں سے گزر چکا اور گوہان مدعیہ نے جرح میں اس پر کافی روشنی ڈال دی ہے۔

اس کی تائید میں اکمال الاکمال سے ایک نہایت منیع حدیث بھی بحوالہ طبری نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک حدیث ہی نہیں۔ اور ہم اُسے اگر صحیح بھی مان لیں اور جرح و تعدیل میں نہ الجھیں تو بھی معنی کے لحاظ سے مدعا علیہ کے مفید مدعا نہیں ہے کہو بخیر الامن شائد سے صرف نزول عیسیٰ بن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ کیا جائے۔ وہ بحیثیت ایک مجدد اُمتی ہوں گے بحیثیت نبی نہ ہوں گے گو ان میں ہفتہ نبوت و رسالت سابقہ باقی ہو مفضل اوپر گزر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر مرزا صاحب کی براہین حصہ پنجم ۱۳۶ و ۱۳۷ سے اس حدیث کے متعلق نقل کرنا محض بے سود ہے وہ کیا جتن ہے جب کہ دعویٰ نبوت بلکہ اُس سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے کیونکہ اُس کا سن تالیف اپریل ۱۹۰۵ء ہے جب کہ تمام قرآن و احادیث کے معنی بدل کر تحریف کر چکے تھے۔

اپنے دعویٰ کے مطابق ۱۳ احادیث پیش کی ہیں جن میں کل ۹ احادیث کی تاویل پیش کی جس کی حقیقت اُوپر پیش کر چکا ہوں۔ اُن میں سے بھی لا جواب دیں اور چونکہ پیش کردہ احادیث کل ۲۶ ہیں لہذا باقیہ ۱۲ ابھی لا جواب ہیں۔ پس سترہ احادیث تو ایسی لا جواب ہیں کہ جن کے جواب کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ **حَفْظَةُ الْحَمْد**

۱۳

## اجماع کی بحث

مختار مدعا علیہ کی جوابی تقریر کا خلاصہ

- (۱) ان معنی پر نہ صحابہ کا اجماع ہوا نہ ان کے بعد ثابث ہے۔
- (۲) ہم نے علماء کے اقوال سے اس کے خلاف ثبوت کیا۔
- (۳) ایسے مسائل جو فہم و اختلاف سے تعلق رکھتے ہوں اُس کے متعلق تمام امت کے اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے
- (۴) سوائے اجماع صحابہ کے باقی کا انکار کرتے ہیں۔
- (۵) لا یختلف فیہ الاثنان سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔
- (۶) گواہ مدعیہ نے ۲۸ اگست کو اصول حنفیہ اجماع صحابہ کے منکر کو کافر اور مابعد کے منکر کو فاسق و مبتدع بتایا ہے۔

(۷) کتاب الابانتہ میں **اجتمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عینی الی السماء** ہی پر بھی امام مالک نے ان کی وفات کی تصریح فرمائی ہے اور گواہ مدعیہ ۲۹ اگست کی جرح میں اُس کے خلاف کوئی قول نہ پیش کر سکا۔ اسی طرح اور بھی اکابر نے عیسیٰ کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔

(۸) امام رازی کے قول کا جواب فرائح الرحمن سے دیا گیا حالانکہ اُسی پیش کردہ کتاب کے حاشیہ میں رازی کے قول کی تائید موجود ہے۔

(۹) مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اتر معنوی کا ذکر نہیں کیا۔

(الجواب)

(۱) محض غلط ہے میں صحابہ اور تمام امت کا اجماع پیش کر چکا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ ہیڈ ٹک «اجماع

امت جہاں شفاء تاقی میانش بلد ۲۴۱ و ۳۶۲ بحوالہ گواہ ۱۲ لا تشن اخبارنا اجماعاً اسمعاً  
نیز حوالہ روح المعانی ج ۸ ص ۳۹ مناقشت بہ الکتاب الخ وغیرہ وغیرہ

(۲) ہرگز کسی ایک عالم کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہ کر سکے ہاں قطع و برید اور اول و آخر و درمیان میں  
عبائرتیں تراش کر کے غلط ترجمہ کر کے خلاف تصریح اور مراد منکمل کچھ حوالے پیش کئے تھے۔ جن کا مدلل جواب  
اور خیانتوں پر تنبیہ پیش ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ مسئلہ فہم و اجتہاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ عقائد اور ضروریات دینی سے ہے اس معنی کے انکار و اقرار  
پر کفر و اسلام کا دار و مدار ہے جیسا کہ اشیاء وغیرہ کے حوالہ گواہان مدعیہ کے بیان میں اپنی جگہ پر گزر چکے  
اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) یہ بھی غلط ہے بلکہ اُس کے سوا بھی اگر کسی منصوص شے پر اجماع ہو تو وہ بھی قطعی ہوتا ہے جس کے منکر کا  
وہی حکم ہے یہ بھی بحوالہ نور الانوار ص ۱۲۱ حکمہ نے الاصل الخ اور ص ۱۲۲ کوئندہ من الحسابہ او  
نعتہ لا یشترط الخ اصل بحث میں بسلسلہ اجماع گزر چکا کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ اشیاء باوجودیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کو مسلم ہے کہ اس  
کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا بلکہ تصریح  
اجتمعت الامۃ کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے۔ بحوالہ شفاء۔ روح المعانی۔ وابن کثیر  
وغیرہ نقل کیا اس لفظ و مختلف فیہ اشیاء میں تامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ صریح لفظ و علیہ الاجماع  
واجتمعت الامۃ میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے۔ اور نقل صحابہ و ائمہ دین کی ہے۔

(۶) گواہ مدعیہ مسئلہ جن بعد واسلے اجماع کے منکر کو فاسق و مبتدع بتایا ہے وہ وہی اجماع ہے جو غیر منصوص  
شیء پر ہو نیز اس مسئلہ متنازعہ میں تو صحابہ کرام اور تمام ائمہ و امت کا اجماع ہے لہذا یہ بحث ہی فضول ہے۔  
(۷) کتاب الابانتہ سے حوالہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے متعلق تمام امت (صحابہ  
و ائمہ مسلمین) کا اجماع ہے اس کی تردید میں جو امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا وہ محض غلط ہے امام مالک ہرگز وفات  
کے قائل نہیں اسی جگہ اکمال میں ابن رشد سے منقول ہے یعنی بموتہ و خروجہ من عالم الادھف الی عالم السماء  
(اکمال ص ۲۶۵) یعنی اس نقطہ سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم ارض سے عالم سماء کی طرف منتقل ہو گئے۔

وفات ہرگز مراد نہیں۔ یہ کہنا کہ گواہ مدعیہ۔ جرح میں اس کے خلاف مذہب میں کس کا محض اقتراع ہے اسی  
وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اکمال لے کر اور ایک ورق اٹھ کر ص ۲۶۶ ص ۲۶۸ سے  
تصریح امام مالک رحمہ اللہ علیہ علیہ السلام اور ان کے نزول کی پیش فرمادی تھی۔ اور اسی بقیہ کے حوالے سے

اول و آخر ملاحظہ ہو۔ وفي العتیمۃ قال مالک بینا الناس تالاہل الادفہ (ص ۲۶۶)۔  
ایضاً وقد تقدم — تا فاذا عیسیٰ قد نزل (ص ۲۵۸) اہانت صفہ جرح سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ غلط بیانی معلوم ہو جائے۔

عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے تاکہ غلط بیان معلوم ہو جائے۔ یہ کہنا کہ اس طرح اور بھی اکابر نے وفات  
مسیح تسلیم کیا ہے۔ محض غلط ہے کسی ایک نے بھی تسلیم نہیں کیا صرف قلعہ دہرید و الہام ہے۔ موضوع بحث  
نہیں۔ ورنہ تمام حوالجات موجود ہیں (ملاحظہ ہو تلخیص الجبر ص ۲۱۹) اور فتح البیان ج ۲ ص ۲۴۲) اور بحر المحیط  
ج ۲ ص ۲۴۲ نہر الماد ج ۲ ص ۲۴۲ و جیز ص ۵۲۔

اور مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعیہ کے مسلم بزرگ امام شہرانی کی بروایت ج ۱ ص ۱۳ جس میں مفصل تمام صحابہ  
و ائمہ مسلمین سے تصریح ہے کہ یہ علیہ السلام عندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کوئی ایک مسلمان بھی  
خلافت نہیں۔

(۸) امام رازی کا قول جہاں مسلم الثبوت میں نقل ہے۔ وہیں علامہ بحر العلوم نے اس کی ترویج نقل فرمادی ہے کہ وہ  
صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت ہے۔ اس پر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس کے حاشیہ میں تائید قول امام رازی موجود  
ہے محض غلط اور ناقابل اتفات ہے۔ مطالبہ کیا۔ پیش نہ کر سکے۔ مبیعہ دریافت کیا۔ بتا نہ سکے۔ صرف  
یہ کہتے رہے کہ جو کتاب مختار مدعیہ نے پیش کی تھی۔ اسی کے حاشیہ میں ہے۔ حالانکہ بار بار کہا گیا کہ وہ متحرکی  
تھی۔ اس پر کوئی حاشیہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہی کہتے رہے۔ اور حوالہ نہ پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ یونہی غرضی اور غیر  
مغیرات ہے۔

(۹) یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تو اتر معنوی ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ عدالت خود شہادت  
قرآن از مر ۲ تا ص ۲ ملاحظہ فرماوے۔ خصوصاً فقرات ذیل۔

”تو اتر بھی اس تو اتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔“

”اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ کہ اس کے تو اتر سے انکار کیا جاوے۔“

”ان کی قطعیت اور لوازمی نسبت کلام کرنا تو در حقیقت نبوت اور دیوالگی کا ایک ضمیمہ ہے۔ اور یہ ایک  
حدیث نزول عیسیٰ کے تو اتر معنوی کے متعلق ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔“

(۱۴)

(مسئلہ گذاب وغیرہ کے قتال کی وجہ)

(۱۵)

(اسلامی بادشاہوں کے فیصلے)

(۱۶)

(مسئلہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا)

اس کا کوئی بھی جواب سوائے حوالہ شہادت گواہ مدعا علیہ ملے کے نہ پیش کر سکا ہم بھی اس کے متعلق گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ طوالت اور تکرار نہ ہو نیز ملاحظہ ہو جرح گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۲ گواہ مدعیہ ۲ کی جرح سے ایک فقرہ نقل کیا کہ اس نے احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ حالانکہ وہ تغیر اس قسم کا ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ یہ بھی تصریح ہے۔ اصل کی جواب ملاحظہ فرمایا جائے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ کہ وہ مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں تھا۔ بلکہ اتباع میں اور آذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ ہی کہلاتا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۱۷/۹ مارچ ۱۳۲۷ء و ۲۸/۹ مارچ ۱۳۲۷ء

(۱۷)

(علمائے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے ۴)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جو حجتہ نہیں۔ مفسرین تو کجا رہے صحابہ رض کا فہم بھی حجتہ نہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔

(۲) پھر تقلید کے خلاف کچھ حوالہ عقدا المجید سے نقل کئے ہیں۔

(۳) آخر میں یہ کہ اگر مفسرین کے اقوال کا نہ نہ دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو بیان مدعا علیہ ۱۷۔

(الجواب)

اصل جواب اور بحث سے کرہ نہ کر کے غیر متعلق باتیں اٹھا دیں۔ میں بوجہ ثروت طوالت کے مفصل جواب اس وقت پیش کرنا نہیں چاہتا۔ اجمالاً مرتب جواب نہایت ہی اختصار سے عرض ہے۔

(۱) میں نے صرف مفسرین ہی کے اقوال نقل نہیں کئے بلکہ صحابہ کرام رض اور ائمہ دین متکلمین اور فقہاء کے مفصل اقوال و تحقیقات

درج کی ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اصل میری بحث اور بیانات گواہان مدعیہ سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے

نیز اکثر مفسرین کے وہ حوالے نقل کئے ہیں کہ جن کی صحت میں کسی کو بھی شک نہیں خصوصاً ابن جریر طبری جنہیں

مرزا صاحب نے بھی رئیس المفسرین مانا ہے۔ اور ابن کثیر جن کے حوالے مرزا صاحب نے بھی بڑے ذوق

سے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ۱۷۸ ص ۱ اور جرح گواہ مدعا علیہ ۲۸/۹ مارچ ۱۳۲۷ء جس کا

مفصل حوالہ ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مرزا صاحب خود اس تاویل کے خلاف تصریح فرما رہے ہیں

(۲) ایسے بڑے بڑے علماء اور اباب بعیرہ ترقی کے معنی آسمان پر اٹھانا بیان کر رہے ہیں تو پھر کسی کی کیا



حقیقت دریا یہ ہے کہ اس تفسیر کو توڑ سکے۔ (اربعین ص ۲۸۵ ملخصاً)

”تو ان تفسیر کو نہ مانے وہ درحقیقت اس بات کا قائل ہے کہ گویا ائمہ مفسرین نے نادانی سے ایسی تفسیر کی نودبات

منہ (اربعین ص ۲۸۵ ملخصاً)

باقی یہ کہنا کہ صحابہ سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں یہ اگرچہ پہلے مباحث اور بیانات میں صاف ظاہر ہو چکا ہے۔ زیادہ ضرورت نہیں پھر بھی ہر تقدیر تسلیم گزارشیں ہے کہ دینی امور خصوصاً ایمانیات و عقائد میں کسی ایک شخص نے بھی صحابہ کرام کو غلطی پر نہ کہا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اختلاف بھی اختلاف صحابی رحمتہ سے رحمت فرمایا اور ہر صحابی کے ہدایت پر ہونے کی تصریح اصحابی کا لہجہ و باہمواقتدایہم اھتدینہم کلھو علی ہدلی سے فرمادی۔ پس اس مسئلہ نبوت و ختم نبوت میں ان کی توقعات کے متعلق خصوصاً جب کہ وہ بالکل قرآن پاک و احادیث صحیحہ صریحہ کے موافق ہے۔ نیز سب کا اجماع بھی ہے، ایک شخص کی رائے بھی نہیں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا مسئلہ تقلید کو رانہ کا سوال یہاں بے محل ہے نہ مسئلہ تقلید زیر نزاع ہے ورنہ اصل وجوہات پیش کردہ کی تشریح و دیگر وجوہات پیش کرتا رہاں تو اس قدر گزارش ہے کہ وہ تقلید یا دلیل قرآن و احادیث و اجماع کے صریح خلاف کے متعلق ہے۔ جو جاہلانہ تقلید ہے۔ جس کی مذمت علماء نے کی ہے۔ اور یہاں تقلید محمود کا ذکر ہے جو ان مسائل کے متعلق ہے جو قرآن پاک و احادیث دائمہ ہدای و اجماع صحابہ و مسلمین کے سر موخلاف نہیں اس لئے اس کا بھی جواب ہو گیا۔

### (مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی)

(اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا منظور ہو۔ تو ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ص ۱ جو بیان عدالت میں داخل ہوا ہے اس میں اقوال کا نمونہ داخل نہیں سب کاٹ دیا گیا ہے۔ پھر بھی گواہ مدعا علیہ نے یہاں غلط بیانی کی۔ اور منسلک کے طور پر بیان کا حوالہ دیدیا۔ یونہی متعدد جگہ غیر داخل شدہ بحث کا حوالہ دیا ہے جو ریکارڈ مشمل پر نہیں لکھیں گے بطور عامی بھی ہے۔

رہبلا حوالہ ابن کثیر ص ۸۹۱ و ۹۲۰

اں کچھ بھی جواب نہ ہو سکا ایک تاویل کر کے صریح یہ کہہ دیا کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عاقلانہ کثیر کے نزدیک ایسے انبیاء کی آمد منتہی ہے جو سید و اسود عسی کی طرح ہوں۔ جو جھوٹے یا فاسق یا فاجر وغیرہ ہوں اور پھر مرزا صاحب کی خداقت پر بحث شروع کی۔

”جس پر یہ عدالتی نوٹ موجود ہے کہ مگر اس حوالہ سے یہ نتیجہ اقد نہیں ہوتا جو مختار بیان کرتا ہے مرزا صاحب کی صداقت کا سوال چونکہ مقدمہ زیر بحث میں نہیں لایا گیا۔ اس لیے یہ حوالہ خارج از بحث کیا جاتا ہے۔ بس ہمیں بھی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں عدالت خود اس ابن کثیر کے حوالہ کو بیان گواہ مدعا علیہ ص ۲

دوسرا مسئلہ پر ملاحظہ فرمائیے کہ کوئی بھی اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ضمانت کسی ایک مثال کے دینے سے وہ مسئلہ اسی میں مختصر نہیں ہو جاتا۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق اشاعت السنۃ ۱۲۷۹ء سے براہین کا ریو یو نقل کیا ہے اس کے جواب کے واسطے بھی اشاعت السنۃ سے میرا پیش کردہ مولوی محمد حسین صاحب لائحہ مرزا صاحب کے نام ملاحظہ فرمایا جاوے۔

## دوسرا حوالہ

روح المعانی ۲، ص ۵۸۷ و کوئٹہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین  
خلاصہ تاویل۔

(۱) منیر کا مرجع یا خاتم النبیین ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اس کے معنی یہ ہوں گے جو ایسی نبوت کا دعویٰ کرے جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کر کے وہ کافر ہو گا۔

(الجواب)

عدالت خود اس حوالہ کو گواہ مدعیہ بغالفت دوسرا دوسرا کے بیان سے ملاحظہ فرمائے اور خاتم النبیین کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے نبیوں کے آخری نبی بعد اس کے اس معنی سے خاتم النبیین ہوتا کتاب اللہ دستہ رسول اللہ کی تصریحات اور اجماع امت کے موافق بن کر حکم لگایا ہے کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہو گا۔

اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جاوے گا۔ مرجع منیر خاتم النبیین یعنی مذکور ہے نہ صرف لفظ خاتم النبیین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار خاتم النبیین کے منافی ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

## تیسرا حوالہ

شرح شفاء ملاء علی قاری ۲، ص ۵۱۸ و ص ۵۱۹

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ۔

(۱) اس میں مسیلمہ اسود عتی اور قبائل یہود کی مثالیں ہیں پس متقل اور حقیقی نبوت ناسخ شریعت کے

دعویٰ کا کفر ہونا مراد ہوگا۔

- (۲) اخیر عبارت میں بھولاہے کہ اگر اس سے حقیقی مراد لیں درنہ مجازی نبوت کفر کا موجب نہیں ہوتی۔  
 (۳) مرزا صاحب مجازی کے مدعی ہیں جیسا کہ ضخیمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۵ اور انجام آقہم ص ۲۸۶ اور سراج منیر ص ۲۰۲ میں ہے نیز بیان گواہ مدعا علیہ را

(الجواب)

- (۱) یہ تخصیص تاویل محض بے محل ہے عدالت خود اس حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ص ۲۰۲ سے ملاحظہ فرمائے کسی قسم کی تخصیص کا احتمال ہی نہیں رہا تو مکمل مطلق دعویٰ در نبوت کے واسطے ہے خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ کسی ایک مثال سے وہ قاعدہ کلیہ اُسی جزئی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔  
 (۲) ہم بھی کہتے ہیں کہ مجازی نبوت بھی بشرات وغیرہ میں کوئی کسی قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من حفظ القرآن فقد ادعى النبوة۔ بلین جنبہ جس نے حفظ قرآن کیا اس نے نبوت اپنے سینے میں پھری یا دعویٰ معنی نبوتہ کے بمعنی خبرواذن جیسے شیخ اکبر نے حیوانات میں بھی مانا ہے کہ وہی سادہ فی المیوانات اسے کوئی بھی کفر نہیں کہتا۔  
 (۳) باقی مرزا صاحب کی مختلف عبارات کوئی شہادہ کی کوئی گسی اور کسی کی جو مختلف پیش کر کے یہ چاہا ہے کہ وہ مجازی نبوتہ کے مدعی نہیں رہا لہذا ان کے تحقیقی ادعاء نبوتہ پر گواہ مدعیہ عدالت نے بہت سے حوالہ اور گواہ مدعیہ ص ۲۰۲ مختلف واضح تصریحات پیش کر دی ہیں۔ ان متعارض عبارات اور اختلاف کا فیصلہ ہم مرزا صاحب کے خلیفہ دوم جناب مرزا محمود صاحب پر رکھتے ہیں۔ جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے۔

(فیصلہ مرزا محمود صاحب خلیفہ دوم)

”پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“۔ حقیقۃ النبوة ص ۱۶۲ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲،

۱۸۔ ابن حجر مری (۲) ابن کثیر ۲۶ (۳) ابن کثیر ۴۶ (۴) تفسیر کبیر ۶۶ (۵) بیضاوی شریعت (۶) ابی السود (۷) شفاء قاضی عیاض ۲۶ (۸) شرح فقہ اکبر ص ۲۵۸ (۹) شرح عقائد (۱۰) مواہب لایہ (۱۱) صبح الاسحی (۱۲) عقیدہ محمدی (۱۳) غیۃ الطالبین (۱۴) تاریخ الخلفاء (۱۵) کتاب الفضل (۱۶) نسیم الریاض (۱۷) الصائم السلوی (۱۸) تل فاضل (۱۹) یوایتیت بحث ۳۵ (۲۰) انسان کامل ج ۱ ص ۲۱ (۲۱) استنباه والنظار (۲۲) شرح حموی لاشباہ (۲۳) عالمگیری (۲۴) بحر الرقائق (۲۵) رد المحتار ملاحظہ ہوں بیانات گواہان مدعیہ۔  
یہ چھ والے جواب ہیں جن میں ابن جریر مسلم فریقین رئیس التفسیرین اور یوایتیت و بحر الرقائق مسلمہ فریقین کتاب ہے۔ نیز غیۃ الطالبین بھی مسلم بزرگ کی ہے۔

(نوٹ)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوقوی کی تحذیر اناس کا حوالہ کئی مرتبہ بحث میں مختلف رنگ دیکر کہیں تطویل اور کہیں اختصار سے لایا گیا ہے مفصل جواب تھام الحرمین اور دیوبندیوں و دیوبندیوں کی بحث کے سلسلہ میں آئے گا یہاں مختصر آریہ گزارش کر دوں کہ یہ مولانا پر شخص افتراء سے مختلف مقامات سے عہد مرتب فقرہ لٹ کے یہ کفر یہ بنایا گیا ہے ورنہ ختم نبوت زمانی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی ہو اس والے کے آگے پیچھے موجود ہے بعض فقرات ملاحظہ ہوں۔

اسی پیش کردہ مسئلہ کی عبارت بتائے قاتمیت سے تا۔ ہو جاتی

سو اگر اطلاق ..... تا۔۔۔۔۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہو گا منہ اور قاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ جرح گواہان مدعیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

مصنف نے خود اپنی شرح اس کتاب کی گئی ہے لکھتے ہیں۔

”اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں ہو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔“

(منافہ عجیبہ منہ کلزادہ ابراہیم مراد آباد)

گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ ۱۳۳۲ کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ مخالفت کے قول سے اگر صحیح ہو تا یئد سکتی ہے اور پھر یہ مندرجہ ذیل تائید بھی جرح میں کوٹ کر دی گئی ہے۔  
تائید از محمد علی صاحب ایم اسے جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ۔

چھٹی شہادت مولوی محمد قاسم نافوقوی کی ہے۔ تا۔۔۔۔۔ نہ منہ تھے۔ (آفری نبی ۲۶/ ۲۷)

نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفری نبی ہونے کا

فائل نہیں پرے درجہ کی حق پرستی ہے — تا — یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آفری  
 نبی نہ مانتے تھے (صفحہ ۲) ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ ۱۳۳۷ء اور تعجب یہ ہے کہ یہ رسالہ کل ۴۲  
 صفحات کا ہے اور اس پر اعتراض وہ شخص قطع و برید کر کے پیش کر رہا ہے جس نے کل تختہ پر اناس نہیں پڑھی  
 بلکہ اکثر حصہ پڑھا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۸/ مارچ ۱۳۳۷ء۔  
 اب نتیجہ عدالت خود اخذ فرمائے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا۔

(۱۸)

(علماء کے نزدیک رسول و نبی کی تعریف)

اس سلسلہ میں علماء کے پیش کردہ معانی میں ملاحظہ دینے کی سہی کی ہے اور کچھ قطع و برید بھی یہاں کوئی  
 خاص ایسی چیز نہیں پیش کی جو لائق جواب ہو بشرح فقہ اکبر وغیرہ سے یہ تعریف بیانات گواہ مدعیہ میں مفصل موجود ہے  
 جس کے بعد کوئی بھی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی بخوف طوالت مکرر حوالہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۹)

(ظنی و بروری)

اس سلسلہ میں صرف گواہ مدعا علیہ کے بیان کا حوالہ دیا ہے میں بھی گواہ مدعیہ ۲ و ۳ کے حوالہ پر قناعت  
 کرتا ہوں جہاں بروری مکمل بحث ہے جس میں کوئی بھی تاویل نہیں ہونگی نہ اس پر کسی افتادہ کی ضرورت ہے۔  
 پھر حضرت خواجه غلام فرید صاحب قدس سرہ العزیز اشادات فریدی حصہ دوم کے دو حوالہ ص ۱۱۱ تا ۱۱۲  
 نقل کیے ہیں۔ مگر یہ برور بمعنی خبر و بنا جس کے مرزا صاحب فائل میں عدالت خود بیانات گواہان مدعیہ  
 مرزا صاحب کی عبارت سے اس کا مقابلہ فرمائے بلکہ وہ رنگ ہمہ ادست و وحدۃ الوجود میں ہے جس کے مرزا  
 صاحب فائل نہیں نیز نخل الشد وغیرہ جواب جرح گواہان مدعیہ میں موجود ہے۔

(۲۰)

(کیا مرزا صاحب تنازع کے بھی فائل تھے)

یہ بحث میں نہ آیا تھا اور عدالت نے اسے خارج بھی کر دیا تھا لہذا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

(۲۱)

(کیا مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا)

اولاً تقریباً (۴) مختلف حوالوں سے اس کے خلاف مرزا صاحب کا مسلک ثابت کر دینی سہی کی ہے  
 مگر کسی تفسیر کے بعد ہم عبارت اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ نیز چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہی

متعارض اقوال کی ہے لہذا حسب ضابطہ سابق ایک دوسرے کی شرح نہیں ہو سکتے اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت بیان گواہ مدعیہ مدوحت مختار مدعا علیہ ملائی مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب سے ملاحظہ فرمایا جاوے کہ یہ دعویٰ اس قدر مصرح ہے کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں جو تھے حوالہ کے جواب میں منصب الامتہ مسلماً و منکر پیش کیا ہے اور حضرت انوشہید رحمۃ اللہ علیہ کو تبرہ صریحی صمدی کا مجدد و بحوالہ حج الکملۃ مشکلاً بتایا۔ لیکن وہاں امام وقت کی طاعت کا بیان ہے نہ کہ کسی دعویٰ انبوت کے تعظیم کے مدارِ نجات ہونے کا یہ اس سے بالکل ہی تعلق نہیں رکھتا۔

دانت یہ عبارت اصل بیان گواہ مدعیہ ملا سے مقابلہ فرما لے ردو نوں میں کوئی اختلاف نہیں۔  
اٹھویں حوالہ کے سلسلہ میں فتاویٰ رشیدیہ و فتح المبین سے بعض اسلامی فرقوں کے اشخاص کے پیچھے نماز ناجائز یا مکروہ ہونے کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ طہری کے منی کوئی پناہ کم نکالنا نہیں بلکہ قرآن و حدیث و فقہ کی تصریحات نقل کر کے حکم ثابت کرنا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اور ائمہ دین کی تصریح کے خلاف ایک باکم جو صرف انہیں کو بتایا گیا۔ اور حلف و حرمت سے متعلق ہے فرما ہے ہیں یہ اصناف شریعت محمدیہ رہے اس کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ”پس یاد رکھو کہ جیسا کہ عدالت نے مجھے اطلاع دی ہے ہم پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر و کذب یا مردود کے پیچھے نماز پڑھو“ (تحفہ گوڑیہ کلاں ص ۱۵)۔

بیان گواہ مدعیہ ملا، ملاحظہ فرمایا شریعت کا کوئی سابقہ ثابت شدہ فتویٰ نہیں دے رہے ہیں بلکہ مستقل خدا سے نماز حرام ہونے کے حکم کی اطلاع کا اعلان فرما رہے ہیں یہ حرمت کا حکم براہ راست خدا سے جدید علم نہیں تو اور کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ملایا جاوے کہ مرزا صاحب کا مندرجہ فرقی قول کہاں تک درست ہے نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ کچھ کم کرتے ہیں ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔

(نور النبی حصہ اول ص ۵)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عبارت خلاف حقیقت واقع ہے۔

## (مسئلہ جہاد)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) یہ حکم ان کا خود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو مسیح موعود کے حکم میں فرمایا کہ جب وہ آئے گا تو دینی جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔

(۲) کچھ مسلمانوں کے عقیدہ پر اعتراض کیا ہے۔

- (۳) چونکہ اس زمانہ میں موجبات جہاد نہ ہوں گے اس لیے قطعاً جہاد کو مرام قرار دیا اعجاز احمدی کا حوالہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید پر محمول کر لیا حقیقت المہدی تحفہ گوٹو بیہ کج وقت گزرنے پر محمول کیا۔
- (۴) ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالیعت قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔
- (۵) جہاد یعنی کی حقیقت اور وقت وجوب قرآن و حدیث سے بتایا ہے۔

### (مرتب تفصیلی جواب)

- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ مسیح موعود آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا بلکہ جہاد بالیعت اور قتال کو قیامت تک باقی رکھ لے اور آخر متقابل جہاد بالیعت کرنے والا مسیح موعود کو قرار دیا ہے جو دجال سے قتال بالیعت کریں گے۔ وہ احادیث جن میں قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا حکم ہے۔
- (۱) الجہاد ما ضی الی یومہا لقیامۃ (بخاری مشکوٰۃ) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔
- (۲) من یدوم هذا الذین قائما یقاتل علیہ عصایہ من المسلمین حتی تقوم الساعة مسلم مشکوٰۃ شریف ص ۴۹۳ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک مسلمانوں کی جماعت اس دین کے لیے (قتال) یعنی جہاد بالیعت کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔
- ملاحظہ فرمائیں لفظ قتال کی تفسیر ہر جہاد کا یہی لفظ نہیں کہ جہاد بالنفس وغیرہ کی تاویل کارگرو۔

### (وہ حوالہ جس میں مسیح کے قتال کی تصریح ہے)

- (۱) لا تنزل طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی نادہم حتی یقاتل اخرهم المسیح المجال۔ (البدایہ مشکوٰۃ ص ۲۹۵) ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ دینی لڑائیاں کرتا اور جی پر قائم رہے گا اور تمام مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ آخری شخص یعنی مسیح موعود دجال سے قتال دینی لڑائی کرے گا۔
- یہاں بھی لفظ قتال ہے جس میں تاویل ناممکن ہے۔

- (۲) عن ابی ہریرۃ.... فیقاتل الناس علی الاسلام تا فیض علیہ المسلمین۔ (البدایہ مشکوٰۃ ص ۲۹۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی جی نہیں۔ اور وہ تم میں اترینگے جب ان کو دیکھو تو پہچان لو کہ ان کا درمیان ہو گا رنگ سرخ سفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باد جو نذر نہ کرینگے پانی چلتا ہو گا۔

وہ اسلام کے لیے لوگوں سے لڑینگے کمر ملب اور قتل خنزیر کرینگے اور جزیرہ نہ قبول کرینگے ان کے زمانہ میں خدا تمام مذاہب کو بخیر دے گا وہ مال کو ہلاک کرینگے الخ خصوصیت سے ”میتقاتل علی الاسلام کہ لوگوں سے دینی لڑائی کرینگے قابل غور ہے اور مختار مدعا علیہ کی کذب بیانی کی صاف تردید ہے کہ“ حدیثوں میں بس کہ مسیح موعود دینی لڑائیوں کا خاتمہ کرینگے۔

البتہ جب دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا کوئی اور ملت نہ ہوگی تو ضرور جہاد نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ موجود نہیں جن پر جہاد کیا جاسکے۔

ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ مسیح آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیں گے۔

(۲) مسلمانوں کے عقیدہ پر جو اعتراض کیا ہے چونکہ اس کا ثبوت احادیث سے ہو چکا اب جواب ترکی بترکی نہیں دیتا عدالت خود ان کی سخت کلامی پر غور فرمائے۔

(۳) موجبات جہاد کفار اور امام کا ہونا نیز قدرت ہے رکفار تو موجود ہی نہیں امام ہونے کے مرزا صاحب خود ہی مدعی ہیں باقی رہی قدرت وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی نہ ہوتے پر حکم پر عمل نہ ہو سکتا اور چیز سے گم نہ ہونے پر حکم ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور کہنا کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے، ”دکور نمٹ گئی اور جہاد کا پھر مسیح موعود کے وقت قلعہ جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا اور بعینہ صلاہا شیعہ دین میں کھلا ہوا ایک نیا حکم خلاف شرع مسترد کرنا ہے جو بالاتفاق کفر ہے پھر صلاہا میں یہ کہنا کہ مولوی محمد حسین کی تردید کے لیے یہ وقت گزرنے پر محمول ہے۔

اور ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد باسیت قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تصریحات کے بعد بالکل ناقابل التفات ہے۔

(۱) بل صامت ہذا الامر کشریعتہ سخت تا در قیام مقام ہذا اتمام حجت بالدلائل واضحہ الخ یعنی جہاد باسیت کا حکم شریعتہ منسوخہ اور طریقہ عقیدہ کی طرح ہو گیا۔

اب جنگ و محاربہ کی حاجت نہیں اس کے قائم مقام دلائل واضحہ اور دعاوی کا براہین صحیحہ سے ثبات کرنا قرار دیا گیا۔ (تحقیقۃ المہدی ص ۲۵)

لاحظہ فرمائیں کہ کس وضاحت سے حکم جہاد یعنی ہمیشہ کے لیے منسوخ کر کے دلائل کو ان کے قائم مقام کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ لفظ بھی ”نسخت“ منسوخ ہونے کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے تو صراحتہ مدعی صاحب شریعت جدیدہ ناسخ شریعت محمدیہ ہو گئے۔

(تحقیقۃ المہدی ص ۲۵)



- (۲) دیکھیں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے انجو گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) نئے حکم لانے کی کبھی صاف تصریح ہے یہ نہیں کہ شریعت میں کوئی حکم ہے جسے سنا تا ہوں۔
- (۳) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا دارالبعین ملامہ (ملاشیہ) مختار مدعا علیہ تو اس کی عدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی وغیرہ بتاتا ہے مگر خود مرزا صاحب اس کی غرض صرت اعانت گورنمنٹ برطانیہ اور انکی خوشنودی قرار دیتے ہیں

### ملاحظہ ہوں خواجہات فریل

- (۱) یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے نکالیا جائے انجو (اعجاز احمدی ص ۲۲)
- (۲) درجہ کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر تین سو سال تک ..... ناگرمیں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی یہ بھی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاوہاشام اور روم وغیرہ بلاوہ اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انکم کی توقع تھی۔
- (کتاب البریہ ص ۶)
- ملاحظہ ہو جہادی خیالات روکنے کی اشاعت اور خصوصاً ممالک اسلام میں اس کی غرض مرزا صاحب صرف گورنمنٹ انگریزی کی یہ بھی خیر خواہی قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے تاویل کرے۔ مرزا صاحب نے تمام تاویلات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔ بخوف لوائت اسے طول نہیں دیتا۔
- (۴) جہاد کی تین قسمیں جہاد اکبر۔ جہاد کبیر۔ جہاد اصغر کرنا اور پھر حدیث الکلمہ حق عند سطات جاثو الجہاد الاکبر مشکوٰۃ کے حوالہ سے پڑھنا جو کہ ان الفاظ میں ثابت ہی نہیں اور ایک ضعیف حدیث روح السعانی ۱۰ ص ۱۹ سے لانا اور پھر من جہاد من جہاد الاصح والی جہاد الاکبر والی حدیث بلا کسی حوالہ کے لے آنا حالانکہ حدیث سے معمولی سائلحق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ اور اس کا موقوف ہونا تقریباً شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہے۔

پھر کسی شخص کے واسطے بعض حالات مخصوصہ میں حیب کہ اس کے واسطے جہاد فرض عین نہ تھا۔ بلکہ کفارہ تھا اس پر فرض عین یعنی خدمت والدین کو ترجیح دینے سے غلط تقسیم جو مختار مدعا علیہ نے قائم کر کے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ہوئی قرار دیں و ذرورۃ سناہ الجہاد و مسلم کم درجہ کا بتایا ہے اور ایک ملکی آیت سے جو حکم جہاد بالسیف سے پہلے نازل ہوئی اور آیت سیف نے ان سب کا حکم ختم کر کے

جو نیا حکم قیامت تک کے واسطے قائم کیا ہے اسے چپانے کی سعی کرنا اسلام کے اصول پر ایک ایسا زبردست حملہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اعاذیث صحاح کا اس کے متعلق ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد قرآن پاک اور احادیث میجر میں اس جہاد یا سیف سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت و ریاضت ایسی کیا اس کے قریب بھی قرار نہ دی گئی اور ایمان کا مدار ہی اسے قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں دینی لڑائی کرتا ہوا قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری و مسلم)

نیز فرمایا کہ الجنة تحت ظلال السيوف۔ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے یہ حدیث حضرت ابی ہریرہ اشعری نے جب بیان فرمائی کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ قرآن ایک معمولی ہیئت کا آدمی اٹھا اور پوچھا کہ انت سمعتہ من رسول الله صلى الله عليه وسلم تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی تلوار اٹھائی اور میان کر توڑ کر لوگوں کو اتھری سلام کیا اور اسی راہ سے جہاد کر کے جنت پاؤں پوچھا۔ (مسلم شریف) میں احادیث کے لطیف ذخیرہ کہ چھوڑ کر قرآن پاک کی روشنی میں جو مختار مدعا علیہ کے نزدیک احادیث میجر متواترہ پر بھی راجح ہے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں۔

## قرآن پاک اور جہاد بالسیف

جہاد فی سبیل اللہ بہت سی زبانیں تو اس کے ذکر ہی سے گنگ ہیں شیاطین الانس کا خوف ان کے رگ و پے میں اس درجہ اثر کئے ہوئے ہے کہ وہاں اللہ کے خوف کے لیے جگہ نہیں۔ یحشون الناس کخشیتہ اللہ و اندخشیتہ اور جنہیں ابھی بڑے کی طاقت حاصل ہے وہ اسے جہاد بالانفس پر محمول کرتے ہیں اور رجحنا من جہاد الاصفہانی جہاد الذکبر کی غلط اور موضوع حدیث سے ان کا نفس غافل و غافلہ اعتقاد کرتا ہے گویا ابلیس نے ان علماء کو اپنے اعمال شیطانی کے لیے ایک آلہ بنا لیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کامیاب ہو سکتا ہے قرآن حکیم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ

ان الله يحب الذين يقاتلون

یہ شک خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے

جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ

فی سبیلہ صفا کا نمونہ بنان موصوم

ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

(سورۃ صف)

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جن لوگوں سے تمام تعلقات رد و ابلہ منقطع کیے گئے وہ وہابی بن علی الفند مجاہد تھے جو کابلی کی بنا پر جنگ خجوک میں شامل نہ ہوئے۔

و علی الثلاثة الذین خلقو حتی  
اذا ضاقت علیہم الارض بما دحبت  
وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا  
ملجاء من اللہ شو تاب علیہم لیتوبوا  
ان اللہ هو التواب الرحیم۔

اور ان میں پر بھی جو با منتظار خداوندی ملتوی  
رکھے گئے تھے یہاں تک جب زمیں با وجود فراخی  
ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے  
اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں  
پناہ نہیں پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ آئندہ  
کے لیے توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ  
قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں ان کی نسبت فرمایا کہ نہ صرف یہی مسیتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنیں گے بلکہ  
ان کی وجہ سے تمام قوم بتلا گئے آلام ہوگی۔

و تمقوا فتنۃ لا تقیبن الذین  
ظلموا منکم خاصۃ و اعنمو ان اللہ  
شدید العقاب۔

اور اس بلا سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہیں لوگوں پر  
نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سر تابی کی ہے بلکہ  
سب اس کی زد میں آ جاؤ گے اور جانتے رہو کہ اللہ کی  
مار بہت بُری ہے۔

جس طرح ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کے بقاء و قیام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن  
یکم نے تمام مسلمانوں پر حیات اجتماعی کے قائم و دائم رکھنے کے لیے جہاد کو لازم الکوازم قرار دیا۔  
واعدوا للہم ما استطعتم من  
قوة و من دباط الخیل ترہبون بہ وعدو  
اللہ وعدوکم

اور سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے  
جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے لیے ساز و سامان  
ہیا کئے رہو کہ ایسا کر لینے سے اللہ کے دشمنوں پر اور  
اپنے دشمنوں پر اپنی ذہاک بٹھائے رکھو گے۔

پھر نبوت کے اعمالِ مہمہ میں سب سے اشرف و اعلیٰ مقام اسے نوازش کیا گیا۔  
یا ایہا النبی حر من المومنین  
علی القتال۔

اے نبی مسلمانوں کو جنگ و قتال کرنے کے لیے  
ابھارو۔

عالمِ انیب و السرائر کو اس امر کی اطلاع تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی تمام تر زندگی بطالت و بد عملی اور جہد  
نہادی کی تھی ہوگی، جہاد فی سبیل اللہ سے بچنے کے لیے طرح طرح کے چیلے تراش کر کنشِ خادع کے فریب میں  
بتلا ہو جائیں گے اور قتال فی سبیل الحق و المحریت ترک کر دیں گے اس لیے سورۃ توبہ میں ان کے ایک ایک عذر و رنگ

کو بیان کیا ہر ایک کی حقیقت آشکار کر دی اور بتایا کہ تمہیں کسی طرح بھی اس فرضِ اہم و اقدس سے نجات نہیں مل سکتی یہ فوجی خدمت ہر مسلم مرد و عورت ایمر و غریب بادشاہ و فقیر آقا و عوام پر لازمی ہے اور اس سے کسی کو تفریق استثناء حاصل نہیں ہم اس وقت صرف اشارات پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔

«الفت» مخالفین و معاندین اسلام نے اپنی مجتہد قوت سے اسلامی حکومتوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا ہے مسلمانوں کے تمام بلاد و اموال تباہ و برباد ہو رہے ہیں اندیشہ ہے کہ جمیتِ مذہبی کی وجہ سے مسلمان مفالیہ کے لیے ڈانٹ کھڑے ہوں دشمنانِ دین فوراً اپنے مواعید کا ذریعہ اعلان کر دیتے ہیں کہ فرزندِ انِ اسلام کے تمام حقوق کی حفظ و نگہداشت کی بجائے ان کے مقدس مقامات کا احترام کیا جائے گا اور ان کے مذہبی و سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت درانہ رکھی جائے گی۔ اس قسم کی دل فریب باتیں سن کر انشربلکہ برطانیہ کی رائٹنگی میں کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا حد و رعبہ کی منہایت و بد اخلاق ہے یہ تو پیکرِ فرشتگی و ملکیت ہیں قرآن کہتا ہے کہ ان پر اعتماد کرنا جہل و نادانی ہے وہ اپنے وعدے پورا نہ کریں گے۔

ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللہ  
شہدین علی انفسہم بالکفر پارہ ننا  
مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد رکھیں اور  
اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے جائیں۔

(ب) مسلمان اپنے گھروں میں نیک کام کرتے ہیں علماء کرام قرآن و حدیث کے درس میں مصروف ہیں گزشتہ صوفیہ خانقاہوں میں اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے کہ ترکیبِ نفس حاصل ہو نہ ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جو ان سے اپنی نشانی کو دور کرتے اور سیراب ہو کر گھروں کو لوٹتے ہیں یہ لوگ ان اعمالِ صالحہ کو پیش کر کے اپنے آپ کو قتال فی سبیل اللہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سان الہی انہیں ظالم قرار دیتی ہے۔

اجعلتم سفایۃ الحاکم و عمایۃ  
المسجد الحرام کم من امن باللہ  
والیوم الآخر و جاہد فی سبیل  
اللہ لا یستون عندہ واللہ لا یلہدی القوم  
الظالمین۔  
کیا تم نے حاکموں کو پانی پلانے اور غارِ کعبہ کے  
آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمتوں میں سمجھ لیا ہے جو  
اللہ اور دوزخِ آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کے راستہ  
میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں  
اور اللہ ظالم لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا تین ماہ تجارت کرتے تھے تین ماہ  
درسِ حدیث میں مصروف رہتے تین مہینوں میں حج کرتے اور باقی ایام جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کرتے انہوں نے  
حضرت فضیل بن عیاض کو خط بھیجا جو اس وقت بیتِ اللہ میں متکث تھے اور حضرت عبداللہ مصروف جہاد اس  
خط کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

یا عابد الحرمین لوابحرینا

لعلمت ائک باعباد تلعب

فضیل رو پڑے اور کہا ابو عبد الرحمن سچ کہتا ہے۔

(ج) دنیاوی فرقتیں مالِ باپ کی محبت رشتہ داروں کی خبر گیری مساکین و غرباء کی اعانت اور زمین و جائیداد کی مخالفت ان میں سے ایک چیز بھی جنگ سے متشتی نہیں کر سکتی۔

کہدو اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں کنبہ دار  
مال جو تم نے کمائے ہیں سوداگری جس کے مندا پر بیٹے  
کاتم کو اندیشہ اور مکانات جن کو تمہارا راجی چاہتا  
ہے اللہ اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد  
کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو صبر کرو وہاں  
نیک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے۔ وہ تمہارا سامنے لا موجود  
کرے اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو  
سرتابی کریں۔

قل ان کان ابناءکم و ابناؤکم  
واخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم  
واموالکم فتر فتوها و تجادۃ فحشون  
کسادھا و ملکن ترضونھا احب الیکم  
من اللہ و رسوله و جہاد فی  
سبیلہ فتر یصوا حتی یأتی اللہ بامرہ  
واللہ لایہدی القوم الفاسقین

(پادہ - ۱۰)

(د) قلت تعداد فداکار اسباب اور ضعف ظاہری کی بنا پر جہاد کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے  
اور جنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو  
مغرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی اور  
زمین باوجود وسعت کے لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیچھے  
پھیر کر جنگ نکلا

لقد نصرکم اللہ فی مواطن  
کثیرۃ و یوم حنین اذا عجبکم کثرتکم  
اذا عجبکم شیعاً و ضاقت علیکم الارض  
بما رحبت فتم و لیتم ہدیرین

(۱۰) تاجرانہ تعلقات اور لازمات کے روابط کی بنا پر کسی قوم سے جنگ کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ خیال  
نہ ہو کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمدنی کے تمام فداکارے مسدود ہو جائیں گے۔

مسلمانوں۔ مشرک تو گندے ہیں تو اس برس  
کے بعد صرمت والی مسجد کے پاس بھی نہ پھٹکتے پائیں  
اور اگر ان کے ساتھ یمن دین بند ہو جانے سے تم کو  
مغلی کا اندیشہ ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے نفل سے غنی کر دے گا۔

یأییہا الذین آمنوا انما المشرکون  
نجس فلا یقریوا المسجد الحرام بعد  
عامہم طہا۔ پادہ - ۱۱

پس ان تمام آیات نے واضح کر دیا کہ جب تک آنکھوں میں بصارت ہے کان سن سکتے ہیں۔ ناک سونگھ سکتی ہے زبان میں قوت گویائی ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت اور پاؤں میں چلنے کی قابلیت ہے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کرے تمام مجتہدین اور چاہنے والوں پر اس کی شیفتگی و انگیزگی غالب ہے اسی کا سودا سر میں ہو اور اسی کی زنجیر پاؤں میں ہو کہ یہی احیاء اعمال الی اللہ ہے یہی سنم الاسلام ہے یہی مضارہ ایمان اور مغتر جہاد ہے۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو تمام انبیاء کی قوموں سے برگزیدگی اور امتیاز کے لیے چن لیا پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ بھی نہیں۔ ملت تمہارے وارث اعلیٰ غلیل اللہ کی ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے گزشتہ زمانوں میں بھی اور اس میں بھی تاکہ رسول تہا ہے یہ اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے شاہد ہو پس اللہ تعالیٰ کے رشتہ کو مضبوط پکڑو جان و مال دونوں کو اس کی عبادت میں لٹا دو وہی تمہارا آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک ہو اس کا کیا اچھا مالک ہے اور کیا قوی مددگار۔

و جاهدوا فی اللہ حق جہادہ  
هو اجتباکم وما جعل علیکم فی الذین  
من حرج ملۃ ابراہیم  
هو مسلکم المسلمین من قبل و فی  
هذا لیکون الرسول شہیداً  
علیکم و ستکونوا شہداء  
علی الناس فاقیموا الصلوۃ  
واتوا الزکوۃ واعتصموا باللہ  
هو مولکم فنعمر المولی  
و نعمر النصیر۔

(پادہ - ۱۷)

احادیث نے اس کی اہمیت کو اور زیادہ کھولی کر بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
والذی ففس محمد بیدہ لو و روت  
ان اقل فی سبیل اللہ شہد ا جی شہ  
اقل شہ ا جی شہ قتل شہ ا جی  
شہ اقل

دوسری حدیث میں ہے۔

ایک دن اللہ کے راستہ میں جو کیداری کرنی بہتر ہے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من  
الدینا و ما فیہا۔

جس شخص نے جہاد کا ایک لمحہ کے لیے بھی ارادہ نہ کیا ہو اور اسی حالت میں مر گیا ہو اس کی نسبت فرمایا کہ وہ منافق کی موت مرا ہے۔

ومن مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شيعته  
جو شخص مر گیا نہ تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کیا اور نہ اس کے کرنے کا ارادہ ہی دل میں پیدا ہوا وہ منافق کی موت مرا۔

ایک موقع پر یوں ارشاد ہوا۔  
ان ابواب الجنة تحت ظلال السيوف  
جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں۔

پھر اس کی کوئی بھی مدقام نہ فرمائی۔

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله  
مذہبی جنگ جاری رکھو جب تک فتنوں کا استیصال اور تمام دین اللہ کے واسطے نہ ہو جائے۔ الجہاد خاص فی الیوم القیمة قیامت تک جہاد باقی رہنے والی چیز ہے اور آخری مذہبی لڑائی مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگی شرائط کے کسی وقت فقدان کی وجہ سے بالفعل اس پر عمل نہ ہونا اور چیز ہے گمراہ جہاد کے (عیاذاً باللہ) بقول مرزا صاحب خراب مسئلہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کے واسطے قربان کرنا اور صرف۔ سبھی خیر خواہی گورنمنٹ کے واسطے اعلان کرنا کہ میں ایک حکم خدا سے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ اب سے دینی لڑائیوں کا خاتمہ ہے۔ باری تعالیٰ سے کھلی ہوئی بنیادوں کا اعلان ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت تک باقی رکھیں اس کا خاتمہ نہ ہوا الا کون ہو سکتا ہے کہ کہے اب یہ حکم جہاد شریعت منسوخ ہو گیا قرآن پاک کی قطعی آیات اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اب جو دھویں مدی کے ایک شخص کے حکم سے منسوخ قرار پائیں۔ اس سے زائد کوئی کفریہ ناممکن ہے کسی عذر سے کسی حکم پر کسی زمانہ میں عمل نہ ہو سکتا اور مارے اور اس سے انکار کر کے اسے ختم یا منسوخ کر دینا اور چیز ہے عمل نہ کرنا کفر نہیں مگر بدلنا انکار و منسوخ کرنا صریح کفر ہے جس کے بعد ایمان ممکن ہی نہیں۔

(جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے)

اس سلسلہ میں کئی زندگی اور کئی منسوخ آیات اور بعض صحابہ کے اقوال سے جو اس کی تائید جنگی سے متعلق تھے۔ غلط نتائج اخذ کئے ہیں اور جہاد کو صرف دفاعی قرار دیا ہے حالانکہ جہاد کی دونوں قسمیں قرآن پاک

و احادیث میں مصرح موجود ہیں مدافعت بھی اور جارحانہ بھی ایک قسم کو مستقل مذمت کر دینا بھی دین میں کمی کرنا ہے تفصیل کا موقع نہیں کہ تمام شرائط اور ان کی نوعیت پر روشنی ڈالی جائے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب شرائط نہ ہوں تو بالفعل ضروری نہیں مگر اس کی ہمیشہ کے لیے منسوخی و خاتمہ کا اعلان کیونکر درست ہو سکتا ہے کیا کسی شخص پر یا جماعت پر بوجہ عدم استطاعت حج فرض نہ ہونے سے تمام دنیا کے واسطے مسئلہ حج کے خاتمہ کا اعلان و حکم کیا جاسکتا ہے پھر اگر ہندوستان میں مجبوری تھی تو اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کا اعلان بلا عرب و شام اسلامی ممالک میں انہیں جہاد سے روکنے کے واسطے رسائل کثیرہ کی اشاعت کی کیا غرض تھی مختار مدعا علیہ کوئی بھی تاویل کرے مرزا صاحب کتاب البریہ مث پر صاف اعلان فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی غرض ممالک اسلامیہ میں اس کے روکنے اور خاتمہ کے اعلان کے سوائے خوشنودی و سچی خیر خواہی کو رمنٹ برطانیہ کی ہرزہ : تھی (ملخصاً)

## (بزرگان دین پر بہتان عظیم)

پھر حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اور ان کے پیر حضرت سید احمد بریلوی رحمہ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کا مذہب بھی مرزا صاحب کی طرح تھا ۔  
 ماشاء اللہ ان کا رسالہ جہاد و حیات طیبہ ملاحظہ ہو ۔

اور سوانح احمدیہ سے ان کا ایک خطبہ بلکہ ایک دو فقرات نقل کئے ہیں ۔ عدالت خود اسے ملاحظہ فرمائے ، نقل عبارت میں طول ہو گا کہ کیا کھلا ہوا بہتان عظیم ہے اس میں تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب سکھوں سے جہاد کرنے کے واسطے نکلے تو اعلان فرما دیا کہ کسی اسلامی بادشاہ یا موجودہ سلطنت سے ہمارا نزاع نہیں صرف سکھوں سے اس وقت جہاد کرنا ہے ۔

اس میں جب کہ وہ خود جہاد بالیغ میں مصروف ہیں تو جہاد کے مسئلہ کو فراب اور اس کے ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور منسوخی کا کیونکر اعلان فرما سکتے ہیں ۔ یہاں کہ مرزا صاحب نے کیا ۔ البتہ ایک وقت میں تمام دنیا سے جہاد نہ کیا اس سلسلہ میں بلا وجہ گورنمنٹ برطانیہ کے محاذ اور ادنیٰ کا سایہ رحمت ہونا بھی زیر بحث لایا گیا ہے ۔ اور باوجودیکہ بحث کے وقت احتجاج کے ساتھ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں ایک سلسلے اس کے منظم اور مدخلت فی الدین کرنیکی دوں گا ۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پاک پر برکتیں اور کسی قدر عظیم الشان جملے کئے ہیں ۔ مگر چونکہ عدالت کی اجازت اس قسم کے غیر متعلق امور کے تذکرہ کی نہیں اسی لیے احترام عدالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں ۔



بہر حال اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کرنے میں مرزا صاحب نے خود دین میں کمی زیادتی کی اس کا جواب تا قیامت نامکن ہے۔ عدالت خود ہمارے پیش کردہ حوالجات گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں سے ملاحظہ فرمائے۔

### تیسری وجہ تکفیر (دعوی نبوت)

اس سلسلہ میں مدعیہ کی جانب سے کوئی بھی ثبوت اس بیڑنگ کے تحت پیش نہیں کرنا ہے کیونکہ بوضاحت بسلسلہ ختم نبوت قرآن پاک احادیث نبویہ صحیحہ اقوال صحابہ، قرآن سلف صالحین سے کثیر التعداد حوالے اور تقریباً (۵۰) سے زائد بالکل لا جواب جن کا جواب میں تذکرہ تک نہ آیا گذر چکے۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا اور ان سے صراحتہ ثابت ہو گیا کہ کسی قسم کا غلطی۔ ہر روزی نبوت کا دعویٰ بعد خاتم النبیین اور آخر الانبیاء باجماع امت کفر اور قطعی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں وہی شہادت کی پیش کردہ آیات اسی طرز استدلال سے اور وہی کچھ معتبر اور غیر معتبر احادیث الفاظ دشمنی میں تحریف و تاویل کر کے دہرائیں۔ جن کا غیر متعلق اور سرے سے بے ربط اور موضوع سے دور اشارۃً و کنایۃً بھی مثبت مدعا نہ ہونا اصل بحث میں ثابت کر چکا ہوں اب گو کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہیں تاہم اس کی جوابی بحث کی روشنی میں نہایت اختصار سے گزارش کرتا ہوں۔

### (قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل)

بحوالہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ (۱) یا بنی آدم الخ (۲) اللہ بیصطی الخ (۳) اذکود النعمۃ اللہ الخ  
ظہر الفساد الخ (۵) صراط الذین النعمت علیہم بحوالہ گواہ مدعا علیہ ۲ (۶) واذا  
ابتلی ابراہیم (۷) آیتہ میثاق (۸) ومن یطع اللہ والرسول (۹) ماکان اللہ لیزد (۱۰) کلا  
ہدینا (۱۱) آیت استغلاف (۱۲) وسبق الذین کفروا الی جہنم ذمرا

ان سب کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں اور عدالت نے اس پر نوٹ بھی قائم فرمائے تھے۔ ان میں سے صرف چند آیات نمبر (۱) و (۲) و (۵) و (۶) و (۸) و (۱۱) کا جواب بحث میں تذکرہ کیا۔ اور پوری پھر بیغ نصف درجن کے جواب کا ذکر تک نہ کیا اور ان کا جواب صحیح تسلیم کر لیا۔ لہذا اب اس سلسلہ میں صرف چھ آیات ان کے پاس ہیں جن کے جواب کو جوابی بحث میں لانے اور میرے جواب میں مغالطہ کی سعی کی ہے جس کی حقیقت پر مرتب و مفصل مگر نہایت ہی اختصار سے روشنی

مُتَّاب ہے۔

## (مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ)

- (۱) اس آیت میں خطاب حضرت آدمؑ کے وقت کے بنی آدم کو ہوتا جن کے واسطے مختار مدعیہ نے ابن جریر کی روایت پیش کی ہے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔
- (۲) سیاق و سباق سے وہی ثابت ہوتا ہے جو گواہان مدعیہ نے کیا ہے۔
- (۳) اس سے پہلی آیت یا بنی آدم خذوا زینتکم ہے جس کا شان نزول کفار مکہ ہیں۔
- (۴) اور بعد کی آیات ہمارے معنوں کو مؤید ہیں۔ قال ادخلوا فی الخ
- (۵) یہ کہنا غلط ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ حوالہ اتقان کا موجود ہے۔
- (۶) روایت ابن جریر میں آدم اور ذریت دونوں کا ذکر ہے اور آیت میں صرف بنی آدم کا۔
- (۷) قرآن میں حکایت عن المصنف کا اشارہ تک نہیں۔
- (۸) عبد الرحمن بن زیاد اور بیاض ضعیف ہیں جو روایت ابن جریر میں ہیں۔
- (۹) اقوال تابعین و مفسرین مجتہدین نہیں حوالہ اتقان ابن خلدون۔
- (۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کیوں کہا۔
- (۱۱) یا بنی آدم یا ایہا الناس کے فرق کا جواب۔
- (۱۲) بدیۃ الشیعۃ۔
- (۱۳) نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔
- (۱۴) انا کی بحث۔

(الجواب)

- (۱) ہرگز سیاق و سباق اس کے خلاف نہیں میں نے اولاً اس کے عموم خطاب کو سیاق و سباق اور اسلوب قرآن سے اصل بحث میں ثابت کیا ہے اور قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ یا بنی آدم سے اولاد آدم مراد ہوتی ہے جیسا کہ اصل الفاظ کا مدعا ہے اور جب بھی کہیں تخصیص پیدا ہوتی ہے وہ مجازاً خارجی قرآن یا شان نزول وغیرہ کے لحاظ سے ورنہ اصل الفاظ کی وضع ہی عموم کے واسطے ہے ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ۔
- (۲) یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ جیسا کہ ماقبل سے مستفاد ہوتا ہے اور آگے آ رہا ہے۔



نظام اسلوب ادب ہے جسے کثافت و بیضاوی اور اعجاز القرآن میں مفصل بیان کیا ہے یہاں موقع تفصیل کا نہیں کہ عرض کیا جائے۔

(۷) قرآن میں حکایت حال ماضی کا اشارہ کیا تصریح موجود ہے۔ کیونکہ یہ آیت گویا قدرے تفصیل ہے

فَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْهُ هَدًى فَمِنْ تَبَعٍ هَدًى فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

کی اور یہ ہر حال سلسلہ ہدایت و تیان رسل شروع ہونے سے پہلے کی ہونا چاہئے۔ ورنہ رسول آپ کے بعد اس کا کہنا ہی محض عبث و ضغول ہوگا۔

جسے ذرہ ہی بھی قرآن وانی سے مناسبت ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سلسلہ ارسال رسل و انزال کتب سے قبل کی یہ باری تعالیٰ کی اولاد آدم کو وصیت ہے اس سے انہیں آدم کے قصہ اور اون کے جنت سے خروج کے متصل بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بھی اسی ازل کا واقعہ ہے اور یہ کل بطور حکایت حال ماضیہ بیان ہوا ہے۔ اور ایسی مثالیں حکایت حال ماضیہ کی قرآن پاک میں متعدد موجود ہیں۔

(۸) مختار مدعیہ کی پیش کردہ روایت ابن جریر کے دونوں راوی عبد الرحمن ابن زیاد اور بیاض ہرگز ضعیف نہیں ان کے ضعف کا فیصلہ ہے مرث ایک قول ان کے متعلق بلا سبب و علت بیان کئے ضرور منقول ہے مگر اس قسم کی جرح اصولاً ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو ارفع و التکلیل فی الجرح والتعديل

مك۱ القول الاول انه يقبل التقدير من غير ذكر سببه - .....

”واما الجرح فانه لا يقبل الا مسقراً بيئاً بسبب الجرح“ یعنی پہلا قول یہ ہے کہ کسی کی تعیل و توثیق تو بلا اظہار سبب ہو سکتی ہے مگر کسی پر جرح قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے۔

ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اسی قول کو ائمہ اور حفاظ و تاقیدین ماہرین حدیث بخاری و مسلم وغیرہ کا مذہب قرار دیا ہے اور حافظ زین الدین عراقی نے اسی قول کو صحیح اور مشہور فرمایا ہے ملاحظہ ہو کتاب مذکورہ

”وقد اتفق ابن الصلاح في مقدمته على القول الاول من هذه الاقوال وقال ذكر الخطيب الحافظ انه مذهب الأئمة من حفاظ الحديث ونقادهم مثل البخاري ومسلم“

”وقال الزين العراقي في الشرح الالفيۃ في القول الاول انه صحيح المشهور“

پس اس قسم کی جرح مبہم ہرگز ہمارے راویوں کی بنصرہ ماہرین فن جرح مجروح نہیں کر سکتی مزید برآں

اُسی میزان الاعتدال میں دونوں راویوں کی کافی توثیق موجود ہے۔ جسے مختار مدعا علیہ نے ظاہر نہ کیا ملاحظہ ہو، حافظ شمس الدین ذہبی اس عبد الرحمن ابن زیاد کو قاضی افریقہ اور عہد صالح فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسے قوی فرماتے ہیں ابو داؤد امام احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث حجتہ ہے۔ یہی ابن قطان جن سے مختار مدعا علیہ نے یہ غیر ثابت شدہ قول کے ان کے متعلق نقل کیا۔ صحیح اُن سے وہ ہے جو امام بخاری کے اسناد و امام اسحاق ابن راہویہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید قطان سے سنا کہ عبد الرحمن ابن زیاد ثقہ (معین) ہے اور ضعیف ہیں۔ وقال اسحاق ابن راہویہ سمعت یحییٰ بن سعید یقول عبد الرحمن ابن زیاد ثقہ (میزان الاعتدال طبع ہند ۲ ص ۹۷) باقی رہا یہاں ابن بسطام خراسانی۔ یہ تابعی ہیں حضرت انس کو دیکھنے کی بھی روایت کی ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث لکھنے کے لائق ہیں، سعید ابن بنا فرماتے ہیں میں نے ہراج سے زاید کوئی فیصیح نہیں دیکھا اور بغداد انہوں نے درس حدیث دیا۔ میں میں ایک لاکھ آدمی مجتمع ہو گئے اور احادیث اُن کی لکھیں۔ مالک ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ یہاں ابن بسطام اعلم الناس بہت ہی بڑا عالم بہت بڑا کو بار بڑا فقیہ بڑا شجاع بڑا سخی ورجیم تھا (ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال طبع ہندی ج دوم ص ۵۵۵)

اِس گزاردہ اور توثیق اور کیا چاہئے۔ یحییٰ ابن سعید اس کے معاملہ میں متردد ہیں۔ ایک مرتبہ اُسے ضعیف کہہ گئے اور ایک مرتبہ یس بنی کہہ دیا۔ یعنی قال مرۃ یس بنی جس کو مختار مدعا علیہ نے غلطی سے مرۃ کو مرۃ کوئی نام سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا کہ مرۃ نے کہہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ کہ مرۃ کسی کا نام نہیں وہاں مرۃ کا لفظ ہے، ترجمہ یہ ہے کہ انہیں یحییٰ نے کبھی یہ کہا کہ یس بنی غرض ان کے تردد سے راوی میں ضعیف پیدا نہیں جب کہ ایسی تقویت و توثیق موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۵۵۵)

لہذا ابن جریر کی سند بالکل صحیح ہے عیا رہے۔

نیز جس تابعی سے یہ روایت ہے۔ یعنی ابی یسار سلی و بالاتفاق ثقہ نہایت معبر ہے۔ جیسا کہ کتب رجال میں موجود ہے۔

(۹) اب تابعین کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ تابعی جس سے ہم نے نقل کیا ہے۔ ابی یسار سلی متبر ہے۔ صرف یہ گزارش کروں کہ مختار مدعا علیہ نے فتح البیان مٹ جو شعبہ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ محض غلط ہے وہاں کوئی موجود نہیں۔ نہ اُس کے آگے پیچھے ہے۔ بلکہ تابعین کی ان کے طبقات کے لحاظ سے توثیق موجود ہے۔

تفسیروں کے متعلق جو اتقان کا حوالہ نقل کیا ہے۔ اُس میں شرمناک خیانت ہے۔ حوالہ کے قبل لفظ قال و کو حذف کر دیا اور آخر سے وہیہ نظر کو حذف کر دیا۔ یہ دوسرے کا قول نقل کر کے تردید فرما رہے ہیں۔

اور حوائج بعض مخصوص تفاسیر کے مستند معتبر خصوصاً یہ ابن جریر وغیرہ کی اسی اتفاق میں شد و مد کے ساتھ توثیق ہے۔ اور خصوصیت سے اس ابن جریر کو نہایت ہی معتبر قرار دیا ہے اور ائمہ دین سے نقول پیش کی ہیں۔

دلائل ہو اتفاق طبقات المفسرین ج ۱ ص ۱۸۹، باقی رہا حوالہ ابن خلدون اُس میں بھی خیانت ہے۔ جو اہل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ بیان میں اس کے الفاظ یہ دیکھے ہیں در تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین، یہ الفاظ ہر دو بیانیوں سے کہ مطوعہ کا بی بی قول ابن خلدون کر کے موجود ہیں۔ حالانکہ متعدد ایدہ لکھتے ہیں بحث میں پیش کر کے دکھا چکے ہوں۔ کہ یہ کہیں نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ (لا ان کتبہم اذ قالوا لہم تشتمل) اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ ابن خلدون مفسر اور مذہبی امام نہیں۔ بلکہ مورخ ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، مابرج اور یہ ہے مسلم کہ ہرقن میں اُسی کے ماہر کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ جیسے کہ گذر چکا ہے۔ پھر مفسرین نے رطب و یابس اقوال تردید کے واسطے نقل کیے ہیں تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں اُن کی تائید نہیں کرتے۔ اور اس سے اس کتاب کا پوزیشن فراب و خندوش نہیں ہوتا ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ، مابرج ص ۱۹۳ اس کی ایک مثال ابتدائی بحث میں تفسیر خازن جلد ۳ ص ۲۲۵ تحت آیت لقد ہمّت الی سے پیش کی ہے علاوہ اس کے ابن خلدون کی یہ رائے صرف قصص و حکایت میں ہے احکام و اعمال و عقائد خود اس سے مشتق کرتے ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۳ یعنی پیش کردہ حوالے کا آخری حصہ جسے گواہان مدعا علیہ نے دانستہ نقل نہ کیا۔

(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کی تقلید میں نہیں کہا بلکہ خود اپنی تحقیق ہے اور حوالے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۸۰ کا حوالہ ملاحظہ ہے ذہاں رئیس المفسرین کا فیضی لفظ نہیں ہاں بڑے بڑے ائمہ سے اس کی توثیق منقول ہیں قال النوری اجمعت الامتہ حم یصنع مثل تفسیر الطبری، امام نووی فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر کے مثال کوئی بھی تفسیر تصنیف نہ ہوئی۔ ابی حامد اسفرائینی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ملک بین تک صرف تفسیر ابن جریر کے حصول کے واسطے سفر کرے تو کم ہے (فتح البیان جلد ۱ ص ۱۸۰)

پس اس سے تو اور ہماری تائید ہوئی کیونکہ ہمارا حوالہ اسی مسلم و معتبر کتاب کا ہے جس کو امت نے معتبر و قابل مانا ہے اور جس کے متعلق مرزا صاحب بھی رئیس المفسرین لکھتے ہیں اور اُس کے قول سے دلیل لاتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پہلے قرآن سے مرزا صاحب نے حل کر کے تائید پیش کی ہے ہم نے بھی پہلے الفاظ قرآنی اور سیاق و سباق سے پیش کر کے یہ نقلی تائید پیش کی ہے لہذا یہ بالاتفاق قبول ہونی چاہئے۔

(۱۱) یا بنی آدم سے اصل یہی ہے کہ عام اولاد آدم بلا تخصیص ائمہ محمدیہ اور یا ایہا الذین امنوا سے صرف

مومنین امت اور یا ایہا الذین کفرو! سے کفار مکہ اور خطاب میں لیا گیا الناس آئلبے اسے اصل بحث میں قرآنی امثلہ سے واضح کر چکا ہوں عدالت خود منقلبہ فرمائے کہ اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو دیگا صرف الفاظ بدلائے ہیں۔

(۱۲) ہدیۃ النبیہ کا حوالہ جو ڈیٹل اصول پر غیر مسلم اور جدید بے نیرو ہاں اس آیت کا اس تخصیص میں انحصار کا کوئی بھی ذکر نہیں عدالت خود اصل حوالہ ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳) بیان نسخ اخبار کا کوئی معاملہ نہیں نسخ کی بحث ہے جسے بلاوجہ یہاں چھیڑا جاوے یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ اولاد آدم سے خدا نے رسول بھیجے کا روزا نزل و وعدہ فرمایا تھا۔ رسول بھیج کر وعدہ پورا فرما دیا۔ اگر رسول نہ بھیجتا تو خلافت وعدہ خلافی ہوتی۔

اس میں یہ وعدہ ہی نہ تھا کہ قیامت تک آتے رہینگے۔ یہاں تک خاتم النبیین کو ناسخ بنانا پڑے۔ وہ وعدہ علیحدہ پورا ہو گیا اور یہ حکم علیحدہ ختم نبوت اور انسداد سلسلہ نبوت و باب نبوت علیحدہ رہا۔ نسخ سے کوئی علاقہ ہی نہیں اگر وہاں استمرار کا تذکرہ ہوتا تو ضرور یہ نسخ کہلاتا۔

(۱۴) لفظ اتان کی بحث بلاوجہ چھیڑی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ آما جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس سے صرف استقبال مراد ہوتا ہے استمرار کے واسطے نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس آیت سے صرف بنی آدم سے نزل میں رسول آئندہ بھیجے کا وعدہ نکلا۔ ہمیشہ قیامت تک بھیجتے رہنے کا ثابت نہ ہوا۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری غیر متعلق لفظی بحث چھیڑ دی۔

بحمد اللہ ثابت ہو چکا کہ اس آیت کے متعلق جو تاویلات مختار مدعا علیہ نے میری بحث پر کی ہیں ان میں کوئی قوت نہ تھی۔ اور اصل بحث کے اعتراضات استدلال پر لا جواب ہی رہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ میں نے اپنے دعویٰ پر روح المعانی ج ۳ ص ۱۱۱ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ اس جگہ بنی آدم سے تمام انسان مراد ہیں۔ امت محمدیہ کی تخصیص نہیں اور یہ لا جواب رہا۔

(دوسری آیت)

انی جاعلک للناس اماما۔

اس سے استدلال ہی بے ربط تھا جسے آج تک کوئی بھی سفت و غفلت سے نہ سمجھا۔ یہ کسی جواب ہی کے قابل نہ تھا اور جو کچھ اصل بحث میں اس پر کر چکا ہوں وہ کافی سے زائد ہے۔ اب مختصراً دو چار لفظ جواب الجواب کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔

## خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ

- (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل میں نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہیگا۔ جب تک ظالم نہ ہوں۔ پس یا سب کو ظالم بنا دینا تو یا نبوت کا امکان۔
- (۲) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ذریتہ کا لفظ عربی زبان نہیں صرف جمائی نسل پر بولا جاتا ہے غلط ہے۔ لغت عرب کا حوالہ پھیر کر ہدایتہ الشیعہ صحت دیکھو۔
- (۳) مرزا صاحب یلاریب ابراہیمی نسل سے ہیں استفتاء ص ۷۷ (جواب الجواب)

جواب ہونہ سکا صرف ماننا چاہیے۔

- (۱) ابراہیمی نسل سے وعدہ بھیغہ اسم فاعل کے تھا جو استقبال کے معنی میں ہے وہ پورا ہوا اس میں کہیں استمرار کا پتہ نہیں کہ ہمیشہ پورا ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ ظالم نہ ہو جائیں۔ یہ استمرار کے معنی صرف مختار مدعا علیہ کے معنی زیادہ ہیں جس پر کوئی ایک حوالہ نہیں اور استقبال کے معنی آج تک سلف و خلف یلتے چلتے آئے ہیں اب نہ آل ابراہیم کوئی ظالم ماننا پڑتا ہے نہ اجراء نبوتہ بندینا صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر یہ عقیدہ لازم آتا ہے اور اگر مختار مدعا علیہ کے طرز پر استمرار ہو تو سادھے تیرہ سو سال تک آل ابراہیم کو عیاذ باللہ ظالم ماننا پڑے گا جس میں تمام فتن رونما ہو وے مگر نبی نہ بنائے گئے حالانکہ ابراہیمی نسل میں اب تک کس قدر صحابہ ائمہ قطب ابدال غوث صلحائے امت گزرے۔ یہ محض لغو تاویل ہے اسلاف قطس کے خلاف تصریحیں کی ہیں غرض استمراری معنی محض تفسیر بالراے ہے جو مرام قطعی ہے۔

- (۲) یقیناً ذریتہ کا لفظ عربی زبان میں صرف جمائی ذریتہ پر بولا جاتا ہے اور انسان کی نسل و فرزند ان پر اطلاق پاتا ہے۔ لغت کی مختصر کتاب اس تصریح سے پر ہیں قرآن و احادیث و محاورات عرب میں سینکڑوں حوالے موجود ہیں مختار مدعا علیہ باوجود اس قدر اس معاملہ میں تعلی کے عربی لٹریچر سے ایک بھی مسلم وغیر مسلم حوالہ نہیں کر سکا اور اپنے عجز کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ ”یہاں پر لغت عرب کے حوالے چھوڑنا ہوں۔“

واقعہ رہے کہ بدینہ الشیعہ اردو کی کتاب ہے۔ اردو محاورات میں مجازاً ذریتہ نہ معلوم کس قدر معنوں پر آتا ہے عربی لغت میں عربی کا ایک بھی محاورہ نہ مل سکا اور میرا دعویٰ محمد اللہ جواب رہا۔ منضلل اہل بحث سے ملا حظ ہو۔



(۳) مرزا صاحب کا شی فارس یا اولاد فاطمہ سے ہونا کوئی علم الانساب کے اموں پر نہیں بلکہ ان کا کشفی و الہامی ہے جو کسی پر بحث نہیں۔ ہاں اون کے نسب نامہ میں ہے کہ وہ مغل ہیں مگر مرزا صاحب اسکی تردید فرماتے ہیں کہ ائمہ نے میر سے پر دہی بھیجی کہ میری آباء اقوام ترکیہ میں سے نہیں۔ (استفادہ مک)

پس اب نسب نامہ کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں جب کہ اب تک مغل فارس یا بنی فاطمہ ہونا ہی طے نہ ہوا اور سب کا سب خلافت نسب نامہ مشہور کشفی رہا۔ اور اصل نسب نامہ کو مرزا صاحب کے الہام اور وحی الہی نے بزرگ اون کے غلط ثابت کر دیا۔

انساب کی کتاب سے مرزا صاحب کا قابل اعتماد ابراہیمی نسل ہونا ثابت نہیں۔ باقی اصل میں اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں۔ جب کہ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے نہ کسی نبی کے آنے کا امکان ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا۔ بہر حال عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ ہماری بحث کا کوئی بھی جواب نہ پڑا۔

## خلاصہ تاویلات

(تیسری آیت اللہ یصطفی الخ)

(۱) یصطفیٰ میں حال اور استقبال دونوں مراد لینے پر جو مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس کے لیے منہج اور جرح گواہ مدعیہ کا حوالہ پیش ہے۔

(۲) مشترک کے دونوں معنی یکدم لے سکتے ہیں جیسا کہ روایت عینہ میں دیتے ہیں۔

(۳) چونکہ اس آیت میں یہ صیغہ خدا کے واسطے مستعمل ہے لہذا استمرار ہی کے معنی موزوں ہوں گے۔

(الجواب)

(۱) میرا اعتراض دونوں حال و استقبال کے معنی یکدم حقیقہ مراد لینے پر تھا اور بتایا تھا کہ اسے اصطلاح میں عموم مشترک کہتے ہیں اور یہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے لا عموم لہ ای الحشر لک کہ عموم مشترک نہیں ہو سکتا۔ نور الانوار ص ۸۷ جرح گواہ مدعیہ کا حوالہ ۱۱۸ پر ص ۲۳ سے پیش کیا تھا جو بالکل لاجواب رہا۔

البتہ منہج اور گواہ مدعیہ کی جرح سے پیش کیا کہ مفارغ وہ فعل ہے کہ حال و استقبال دونوں پر دلالت کرے مگر میرا اعتراض مفارغ کے اس معنی یا دلالت پر نہیں بلکہ حقیقہ ایک ہی استعمال میں بطور عموم مشترک مراد ہونے پر ہے اور وہ مجدد اشترک لاجواب ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ مفصل اصل بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

- (۲) نایت عینہ اپنی طرف سے مثال گروہ کو میرا پیش کردہ حوالہ فوراً انوار ص ۸۷ علوم مشترک کا نہیں ٹوڑ سکتے بہر حال ایک ہی معنی مراد دینے جا سکتے ہیں جیسا کہ بحث میں بیان کر چکا۔
- (۳) مشارع میں استمراری معنی تحقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ کفریہ مضمون بنانے کے واسطے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی میں جائیں۔ بلکہ اس کے نہ مراد ہونے پر نہ ان پطربس میں پیش کر چکا اور خدا کی طرف نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ استمرار مراد ہو بلکہ حالی یا استقبال ہی مراد ہوتا ہے۔ تمام قرآن پاک میں سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اور مفتاح مدعا علیہ کے ادعاء کی ایک بھی نہیں مل سکتی۔ میں نے خازن ج ۵ ص ۱۷۷ سے اس کا شان نزول پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہاں اجزاء نبوت وغیرہ کا کوئی بھی تذکرہ نہیں صرف اہل مکہ کے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اللہ نے بشر جو ہم جیسا تھا رسول کیسے بنایا۔ جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ ما یرید کہ یہ کسی نہیں کہ کوئی میسر ہو بلکہ اللہ کے نظر و انتخاب پر موقوف ہے جسے چاہے برگزیدہ کرے وہ ملائکہ کو بھی رسالت کے واسطے چیتا ہے۔ اور لوگوں سے بھی۔ چنانچہ چنا اور پھر جب چاہا یہ سلسلہ خاتم النبیین سے بند فرما دیا کوئی محل اعتراض اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔ اور اصل اعتراض لا جواب ہی رہا۔

### د چوتھی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

- اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا اور محض یہ تاویل کی کہ۔
- (۱) ایام الصلح سے جو اسی آیت کے جواب میں تائید پیش کی گئی وہ گواہان مدعا علیہ کے معنی کے متضاد نہیں کیونکہ اس میں اور نبوت کا انکار ہے اور گواہان مدعا علیہ اور قسم کی ثابت کرتے ہیں۔
- (۲) کشتی نوح میں ایام الصلح کے خلاف مضمون ہے۔
- (۳) جو ترجمہ آیت پیش کیا ہے اس دعا کے مفہوم سے مطابقت ہے جو اس آیت میں ہے۔
- (۱ الجواب)

- (۱) ایام الصلح میں مطلقاً انکار ہے اور یہ کتاب اس زمانہ کی ہے جب کہ دعویٰ نبوت کا دہم و گمان بھی مرزا صاحب کو نہ تھا بلکہ نبوت پر پردہ پڑا تھا کیونکہ اس کا سہ ماہی تالیف یکم جنوری ۱۸۹۹ء ہے عدالت خود ایام الصلح کی عبارت سے میرے جواب کا مقابلہ فرمائے تفصیل اصل بحث میں ہے۔

(۲) کشتی نوح ۵/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی دعویٰ نبوت اور نبوت سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے لہذا اس سے اس کا تعلق نہیں اس وقت تو تمام آیات و احادیث میں تحریفات کر چکے تھے۔

(۳) آیت اھدنا الصراط المستقیم کا یہ ترجمہ کہ ”ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تبرا انعام ہوا“ محض تحریف اور غلط ہے اور یہ کہنا کہ بلا اس معنی کے یہ دعویٰ نہ ہوگی یہ بھی غلط ہے دعا مانگنے پر بھی صحیح معنی یہ ہوں گے ”ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تبرا انعام ہوا“ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان اپنی مطلب برآری کے واسطے کس قدر غلط تاویلات اور ترجمہ میں تحریف کر لیتے ہیں اور اپنے زعم کے مطابق اپنے کو نبی بنانے کی روزانہ دعا کرتے اور سکھاتے ہیں۔  
باقی جوامع اس آیت کے بحث میں دیئے گئے تھے ان کا نام تک نہ لیا اور وہ لاجواب ہی ہے۔

### خلاصہ تاویل

### ( پانچویں آیت ومن یطعم اللہ والرسول الخ )

(۱) مختار مدعا علیہ نے معصیت سے نبی ہونا مراد لیتے پر بخاری سے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت وصال مع الذین انعم علیہم اور حدیث التاجر الصدوقی بحشمہ مع الانبیاء پیش کی اور اگر خود سے دیکھی جائیں تو ہمارے موافق ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ مراد کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں

(۳) تو فنامع الابراہ اور فاکتبنا مع الشاہدین وغیرہ میں متبعی من ہے کہ ہمیں ان کے زمرے سے کر دے۔  
(۴) خدا کی معیت کی آیاتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(الجواب)

(۱) اس استعمال سے صرت میں نے یہ بتایا ہے کہ اگر نبی بنا مراد ہوتا تو اسے بطور تحصیل حاصل استعمال نہ فرماتے نیز اسی مولیٰ پر ہر تاہر صدوق نبی بن جاتا یا ہی سکتا حالانکہ یہ مراد نہیں تفسیل اصل بحث سے ملاحظہ ہو اس سے لاجواب ہو کر ادھر ادھر لانا شروع کر دیا۔

(۲) یہ کہنا کہ اس آیت سے یہ مراد لینا کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا جواب عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں اور صرف یہ گزارش کرتا

ہوں کہ آیت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ و بزرگان دین سلف و خلف تو یہی سختی کرتے چلے آئے ۔  
اب مختار مدعا علیہ اونہیں جو چاہت کہے اور جو چاہتے سمجھے رہیں نے تو اس کا شان نزول اور صحابہ سے  
روایت مرزا ماسیب کے رئیس المفسرین ابن جریر جلد ۲۲ ملا وج ۵۹ سے پیش کر دی تھی ۔ جسے لاجواب  
سمجھ کر جواب میں ذکر تک نہ کیا ۔ اصل بحث ملاحظہ ہو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ملا دیکھا ۔ بخاری  
ج ۲ ص ۶۷۷ اصل بحث ملاحظہ ہو ان درجوں کا وجود دوسری آیت سے پیش کیا تھا اور اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا  
بہر حال یہ بھی لاجواب رہا ۔

- (۳) ان ائمہ میں سے بمعنی مجازاً مراد ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ ہر جگہ مراد ہو ۔ چنانچہ جن لوگوں نے  
ان ائمہ میں یہ معنی ایسے ہیں وہ بھی آیات متنازعہ سے یہ مراد نہیں لیتے ۔
- (۴) خدا کی معیت پر قیاس نہیں کرتا بلکہ ان ائمہ سے اگر مع کے واسطے یقعدہ نکلا بنا لیا جائے جیسا کہ گواہان  
مدعا علیہ نے بنالیا ہے تو ان کے زعم باطل پر ہر انسان کا خدا بنایا خدا بننے کی دعا کرنا لازم آئے گا ۔ جواب  
نہ ہو سکا مخالف کی سہی کی ۔ باقی اہل جو جواب تھا اس کا ذکر تک نہ کیا ۔ اس آیت میں مع سے معیت بمعنی  
رفاقت مراد ہے اور اس کا ثبوت اسی آیت کا آخری حصہ مصرح موجود ہے کہ وحسن اولیاءہ دنیقا  
یہ انبیاء و صدیقین و صلحاء اچھے رفیق ہیں اس سے بعض قرآن اس استدلال کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس کا  
جوابی بحث میں اشارہ تک نہیں عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے معلوم ہوا کہ یہ جواب بالکل  
لاجواب ہے کوئی تاویل بھی ممکن نہیں ۔

## (پچھٹی آیت استخلاف)

خلاصہ تاویلات

- (۱) اس سلسلہ میں جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے وہ قابل التفات ہے ۔
- (۲) گواہ مدعا علیہ نے خلافت روحانی اور جسمانی دونوں پر چسپاں کی ہے ۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے ۔
- (۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا عموم الفاظ قرآنی کو باطل کرتا ہے اور چند ائمہ
- (۴) جسمانی بادشاہت تغیر مومنین اور غیر صلحاء کو بھی مل جاتی ہے ۔
- (۵) تغیر کبیر کے دو حوالے ۔

الجواب

در اصل اس بحث کا کچھ بھی جواب نہیں عدالت اصل بحث کو اس سے مقابلہ فرمائے ۔

(۱) الحمد للہ کہ جواب کے قابل انتقادات نہ ہوتے تو مختار مدعا علیہ نے اعتراف کر لیا۔

(۲) یہ غلط ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی خلافت سے روحانی اور جسمانی کے دونوں مراد لی ہیں۔ البتہ روحانی سے نبی ہونا نہیں

بلکہ دارث علوم نبویہ ہونا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ بیٹا باپ کا خلیفہ یا مرید پیر کا ہوتا ہے۔ نیز سلطنت ظاہری

ولیمکنہم فی الارض سے مراد لیا ہے۔ اور اس پر صریح صریح قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ جن کا کوئی بھی جواب

نہ ہو سکا اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا بھی عموم الفاظ کو باطل نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہاں عموم نہیں بلکہ منکم سے خود ہی

تخصیص فرمادی ہے اور تمام امت ائمہ سلف و خلف۔ آج تک اسے صحابہ کرام کے فضائل و خصوصیات

سے شمار کرتی رہی ہے۔

(۴) صرف جسمانی بادشاہت نہیں بلکہ روحانی اور درانت علمی بھی ہمراہ ہے اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

(۵) تفسیر کبیر کے دونوں حوالے یہاں سے غیر متعلق ہیں اور یہاں انہیں لگانے سے تغیر بالآیات جو میں نے

پیش کی ہے۔ بالکل باطل ہو جائے گی نیز امام رازی نے بھی اس آیت کو اسی معنی اور صحابہ کرام پر محمول کیا

ہے۔ نیز کسی مطلب کے صریح آیات اور احادیث سے متعین ہونے کے بعد اس کے خلاف کسی کا قول منبر

نہ ہونا مسئلہ فریقین متفقہ مسئلہ ہے پس یہ قطعاً پیش ہی نہیں ہو سکے بہر حال اس کے قابل انتقادات ہونے

کا اعتراف ہے اور تاویل جو کی ہے۔ وہ ظاہر ہے جو کچھ بھی ہے۔ عدالت خود ہی اصل بحث سامنے رکھ کر

ملاحظہ فرمائے۔

باقی آیات کا جواب الی جواب رہا۔

## (احادیث امکان نبوت کا ثبوت)

میں نے اس کا تفصیلاً ایک ایک حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا تھا اور حدیث تو اس بن سہمان جس

میں نبی اللہ کا لفظ ہے اس کی تضعیف از الہ ص ۳۳ سے اور نبی اللہ سے جہازاً نبی ہونا سراج منیر ص ۱۰

پیش کیا تھا جس سے اجراء نبوت کوئی لازم نہیں آتا اب یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ منشا نہیں بلکہ وہ ہے

عدالت خود اصل سے ملاحظہ فرمائے مطلب واضح ہے۔

حدیث محدث والی میں بخاری شریف کے اندر تصریح ہے میں غیر ان یکونوا انبیاء الخ کہ محدث نبی نہ ہوں گے لہذا اس سے بھی

اجراء نبوت نہ ثابت ہوا۔ البتہ خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی (کنز العمال) اولاً تو کنز العمال

ہیں لان یکنون نبیا بھی ہے کہ البکر بنی نہ ہوں گے۔ باوجود افضل الناس ہونیکے۔ یہ صحیح ہے اور ایسے بکثرت محاورات ملیں گے۔

مرزا مظہر جان جاناں رحم کی مدح میں کہا گیا ہے کوئی آج اس کے برابر نہیں۔ وہ سب کچھ ہے الا پیغمبر نہیں باقی کے واسطے بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے میں بھی اپنی اصل بحث کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بجدا اللہ ایک دلیل سے بھی اجراء نبوت ثابت نہ ہو سکا۔ فلہذا الحمد  
ختم نبوت، ودعوی نبوت کا مسئلہ ختم ہوا۔

# تیسری وجہ تکفیر کا اثبات وجواب الجواب

## انکار حشر اجساد و نفع صور

گوہان مدعیر نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب حشر اجساد اور نفع صور کے منکر ہیں حالانکہ بیسیوں آیات اور احادیث کثیرہ سے یہ بات قطعاً ثابت اور امت کا مسلم عقیدہ ہے جس کا جواب مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ہرگز ان امور کے منکر نہیں۔ اور مختلف حوالہ جات ان امور کے متعلق پیش کیے ہیں کہ مرزا صاحب ان امور کو پیش کرتے۔ اور مانتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواد مدعا علیہ کے بیان و بحث سے یہ بات تو ثابت ہو گئی۔ کہ فی الواقع حشر اجساد اور نفع صور کا انکار کرنے والا قرآن اسلام کا کذب اور مخالف اور کافر ہے۔ لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مرزا صاحب ان امور کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کو ان امور کا معتقد اور مقرر جانتا ہے لہذا اس وجہ کی بنا پر کافر و مرتد نہیں ہیں۔

مختار مدعیر کی طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے کہ گو مرزا صاحب نے بعض مقالات میں ان امور کا اقرار کیا ہے۔ لیکن وہ اقرار محض لفظی اور جمالی ہے۔ اور یہاں انکار ہے۔ وہ نہایت بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد قرآن کی تیسری محض لفظی رہ جاتی ہے و جمعی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں

اِذَا جَاءَهُ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَشَهَادَةُ لِرَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ اَنْكَ لِرَسُولِهِ وَاللَّهُ  
يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ اتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اِنَّهُمْ  
سَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - (سورۃ المنافقون ۳) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ  
وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخَدِّعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ اِلَّا  
اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ فِى قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ - (الایہ

ماصل ان آیات مبارکہ کا یہ ہے کہ کسی شخص کا اقرار ہے کہ اس کی حالت قطعی طور پر یا اس کا قول یقیناً انکار پر دلالت کرتا ہو۔ کوئی وقت نہیں رکھتا۔ بس مرزا صاحب نے جب کہ وہ باتیں نہایت بسط اور تفصیل سے لکھ دیں۔ جن سے لازمی اور ضروری طور پر حشر اجساد کا انکار یعنی قبروں سے مردوں کا میدان حشر میں جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اب ان کے اقرار اسی قسم کے ہوں گے۔ جیسے کہ منافقین کے اعداء اسلام و رسالت و ایمان ہیں جو محض بے سود ہونے کی وجہ سے کالم خراب دیے گئے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیات اور ان کی مثل اور آیات سے ظاہر ہے۔

## تفصیل و توضیح

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ اعتقاد پیدا و ایجاد کیا ہے کہ انسان مرنے کے بعد فی "نورِ جنت" یا جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے سائے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جنت و جہنم ہو۔ دینیے اعلیٰ درجہ کے لوگ صدیقی شہید انبیاء جو سائے وجود اور قویٰ کے ساتھ داخل جنت ہو جلتے ہیں۔ اور ان کے مقابل بڑے بڑے کافر جہنم میں سائے وجود اور قویٰ سے داخل جہنم ہو جاتے ہیں۔ یہی محض اس کے لیے جنت و دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جلتے جیسا عامہ مومنین کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ یہاں ان کے مقابل عامہ کفار کے لیے دوزخ کی جانب سے جیسا کہ مرزا صاحب کی کتاب الزلہ ادہام صفحہ ۳۶۰ کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ جس کو گواہ نمبر اپنے بیان میں پیش کیا تھا۔

نیر مرزا صاحب کی کتاب حمائم البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ وقد علمت انفا ان اهل الجنة والسعير يدخلون مقاميهما بعد موتهم من غير مكث ولا ينظرون القتيمة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات فقد قامت قيامته۔

یعنی تجھے ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اہل جنت و دوزخ اپنے مرنے کے بعد بلا تاخیر اپنی اپنی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ تینا کو دیکھیں گے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو مر گیا۔ اس کی نیا امت ہو گئی (۲) جو لوگ سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ جنت یا جہنم میں سر دست نہیں جاتے۔ وہ بھی یوم الحشر اور یوم الحساب سے پہلے پہلے ترقی کرتے کرتے اونٹنی اور درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے ہیں۔ اور صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو گواہ نمبر کی محولہ عبارت الزلہ ادہام صفحہ ۳۶۰ تقطیع خورد کے بعد کی عبارت "ہاں جب اس درجہ سے ترقی کرتا ہے۔ تو ادنیٰ سے اعلیٰ میں آجاتا ہے اس ترقی کی ایک سیر بھی صورت ہے (۳) آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ شہیدوں اور صدیقیوں کی طرح سائے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جائے۔ اور وہ تینا کو دیکھیں گے بھی نہیں۔ اور صفحہ ۳۶۱ میں ہے "اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ بہشت میں داخل ہونے کے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں۔ کہ تقریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے۔ اور وہ تینا کو دیکھیں گے بھی نہیں۔ اور صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو ایک ذرہ بھرا ایمان عمل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور قوتوں کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس کتاب الزلہ ادہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن حمائم البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ عبارت میں بلا تاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے۔ جو بظاہر تدریج کے مخالف ہے۔

صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو ایک ذرہ بھرا ایمان عمل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقیوں اور شہیدوں کی طرح سائے وجود اور قوتوں کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس کتاب الزلہ ادہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن حمائم البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ عبارت میں بلا تاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے۔ جو بظاہر تدریج کے مخالف ہے۔



لیکن ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی بیان نہیں کیا۔ کہ اہل دوزخ کی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ جس طرح ادنیٰ مومن کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی ترقی الیٰ اقصىٰ مراتب جہنم کے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

بہر حال مرزا صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ کوئی بہشتی اور کوئی دوزخی بہشت یا دوزخ سے نکالا نہیں جاتا۔ خواہ اس درجہ بہشتی ہو۔ یا ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۰ ازالہ اوہام باب حاصل کلام یہ ہے۔ (سے) تو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ میں آجاتے رنگ، اب جب کہ تمام لوگ یوم الحساب سے پہلے اپنے سائے وجود اور نمای قویٰ کے ساتھ یا بہشت میں ہوں گے۔ یا جہنم میں۔ اور بموجب عقیدہ مرزا صاحب کوئی آدمی بہشت اور دوزخ سے نکالا نہیں جاسکتا۔ تو اس سے لازمی اور ضروری طور پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ ہر اجماد باطل ہے۔ یعنی مردے قبروں سے اٹھ کر میدان حساب میں جسمانی طور پر جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ میدان حساب میں روحانی طور پر لوگ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۵ بسلسلہ عبارت محولہ گواہ نمبر امدعا علیہ کفر کی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے۔ (سے) اسی طرح روحانی طور پر بہشتی میدان حساب میں بھی ہوں گے۔ اور بہشت میں بھی ہوں گے۔ تک

مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ ہر روحانی کی تصریح کی ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قیامت کے دن حضور رب العالمین میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کو یا بالفاظ دیگر ہر جسمانی کو بہودیانہ خیال قرار دیا۔ اور تمام امت کو بہودی سرشت قرار دیا جو آج تک ہر جسمانی کی معتقد چلی آتی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ د ۳۵۱ ملاحظہ ہو۔ اور قیامت کے دن حضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا۔ (سے) گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم میں داخل کرے گی۔ (رنگ)۔

مرزا صاحب نے اس مقام پر یہ تصریح کر دی ہے۔ کہ یوم الحساب میں بھی جنتی جنت میں ہی ہوں گے۔ اور دوزخی دوزخ میں۔ صرف بہشتیوں پر رحم الہی کی تجلی ہوگی۔ اور دوزخیوں پر قہر الہی کی تجلی ہوگی۔ اور اس طرح پر جنت والوں کو جنت نئے رنگ میں دکھلایا جائے گا۔ اور دوزخیوں کو دوزخ نئی شکل میں اور یوم الحساب کے بعد جنت و دوزخ میں داخل ہونے کی یہی حقیقت ہے۔ اسی طرح حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ فیمثل اللہ الجنة فی اعین اہلہا بصودۃ ما راء تھا اعینہم قط کما وعد فی کتاب للمسلمین فی کون لہم ذلک الیوم یوم المسرة العظمیٰ والسعادة الکبریٰ فیدخلونہا فرحین امتین۔

وکذلک تمثل جہنم فی اعین اہلہا فی صودۃ ۱۰ یفجعہم و یبتہا ۔

یہاں سے مرزا صاحب کا یہ عقائد ثابت ہوا۔ کہ یوم الحساب کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل ہونا صرف تمثلی اور محض دکھانا ہے اور تحصیل حاصل جیسا سینا کا کھیل مرزا صاحب کے اس عقیدہ سے اسلام کے اس مسلمہ عقیدہ کا انکار لازم آتا ہے۔ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ بعض مومن اپنے فسق و فجور کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے جو اپنے اعمال کی سزا بھگت کر یا شفاعت سید المرسلین و دیگر انبیاء علیہم السلام یا شفاعت صالحین سے یا محض رحم رب العالمین سے دوزخ سے نجات پا کر داخل جنت ہوں گے۔ کیونکہ موجب عقیدہ فاسدہ مرزا صاحب دوزخ سے کوئی خارج نہیں ہو سکتا۔

نیز اصحاب اعراف کا بھی انکار ہو گیا۔ جو نصوص قطعیہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ یہ بات بھی مخفی نہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ عقیدہ محض کسی غلط فہمی سے ایجاد نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس کے ملحدانہ نتائج سے بے خبر تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اس سے اسلامی عقائد میں سخت انقلاب پیدا ہوگا اور معتدات اسلامیہ زیر و زبر ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ ان کی ایک خاص غرض اس عقیدہ سے وابستہ تھی اس لیے انہوں نے نصوص قرآن و احادیث کی کچھ پروا نہ کی اور یہ عقیدہ تراش لیا کہ جتنی لوگ مرنے کے بعد اور جہنمی فوج جنت اور جہنم میں چلے جاتے ہیں اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکتے اور اس پر بعض آیات اور احادیث کی غلط تاویل کر کے استنباد و استدلال کیا۔ اور یہ ظاہر کیلئے کہ گویا وہ اسلام اور مسلمانوں پر قرآن کی باہمی مخالف آیتوں میں تطبیق اور توفیق دیکر تعارض کو دور کر کے احسان کہہ رہے ہیں گو اد مختار مدعا علیہ نے بھی اپنے بیدہ امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کفریہ عقیدہ کا میں احسان بتلایا ہے۔

مختار مدعا علیہ اپنے جواب بحث میں کہتا ہے کہ (مرزا صاحب نے) جو آیات اور احادیث ان مسائل کے منطوق پائی جاتی ہیں محدین کے اعتراض کو ملحوظ رکھ کر ان میں تطبیق فرمائی ہے تو یہ تقریر جو ازالہ اوہام میں بیان ہوئی ہے تو وہ ان مختلف حدیثوں اور آیات کی تطبیق میں ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے چند آیات اور احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ۔

”پس اگر کوئی شخص مرنے کے بعد جنت اور دوزخ میں داخل نہیں ہوتا تو مختار مدعا علیہ ان آیات اور اپنے عقیدہ میں کہ مردے قبروں سے اٹھیں گے تطبیق کر کے دکھائیں۔“

مختار مدعا علیہ کی اس تحدی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے زعم میں یہ ایسا عقیدہ تھا جس کو مرزا صاحب کے سوا کسی نے حل نہیں کیا اور اگر مرزا صاحب تشریف لا کر یہ عقیدہ حل نہ کرتے تو اسلام اور مسلمان محدین کے اعتراضات کے بارے میں قیامت تک دبے رہتے کچھ ظاہر ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیات و احادیث جن کی باہمی تطبیق کے لیے اس نے تحدی اور چیلنج کیا ہے یہ ہیں۔

(۱) اعزقوا فادخلوا النار عذبا۔ (نوح) کہ نوح کے مخالف غرق کیے گئے پھر انہیں آگ میں داخل کر دیا۔

(۲) النار يعرضون عليها عذابا وعشيقا۔ کہ فرعون صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور



دورخ وغیرہ سے تکلیف پاتا ہے اور دوزخ کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے ماسوا اس کے احادیث میں بہت تفصیل ہے۔ شہداء کے لیے زیادہ خصوصیت سے مذکور ہوا کہ ان کی ارواح جنت میں جا کر منتہی ہوتی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دار دنیا میں ہوتے ہوئے بھی سیر جنت سے مانع نہ تھا بلکہ واقع میں پیسا کے احادیث میں مصرح ہے کہ ان امور میں کسی طرح قیاس و گمان کو دخل نہیں ہو نصوص سے ثابت ہوا اس کا ماننا ضروری ہے۔ یہ بھی کیلے القبر و وصۃ من ریا عن الجنة و حضرة من حضور النبیان لیکن یہ باغ اور آگ کا گڑھا محض برزخی اور عارضی ہے جو یوم البعث والحشر پر ختم ہو جائے گا نہ وہ جنت جو یوم الحساب کے بعد عطا ہوگا جس سے کوئی نکالا نہ جائے گا جس کا نام دار السلام بھی ہے جس میں ادنیٰ آدمی کو زمین و آسمان کی وسعت کے مطابق حصہ دیا جائے گا جس کے بعد اندوہ و رنج کا نام نہ رہے گا جس کی نسبت حدیث قدسی میں ہے اعداد و لعباد فی المصلحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر اور نہ وہ جہنم میں جس میں سے اہل کبار و سون کھلے جائیں گے اور کفار لا یقفی علیہم فی موتوا ولا یخفف عنهم من هذا البھا کے ماتحت وہیں رہیں گے۔

(والتفصیل کثیرۃ فی القرآن والا احادیث الحدیث)

اس تہمید کے بعد گزارش ہے کہ عقائد مدعا علیہ نے آیت نمبر اپوش کی ہے کہ "نوح علیہ السلام کے مخالف غرق کئے گئے اور انہیں آگ میں داخل کر دیا" اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسلامی عقیدہ بعثت من فی القبور اور حشر اوصاف کے مخالف ہو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نار سے جہنم سمجھ لیا ہے۔ اور عام کو بلاوجہ خاص قرار دے کر اپنا دلی شوق پورا کر لیا ہے اور خواہ مخواہ قرآن کریم میں تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سچی بالکل بے سود ہے کیونکہ نار کا لفظ نار آخرت اور جہنم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ دنیا اور نذر برزخ سب کو شامل ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے نار آخرت اور جہنم مراد لے کر حشر اوصاف کے قطعی اور حکم عقیدہ سے اس کو نکال دیا جائے کیونکہ اس سے مراد نار برزخ اور عذاب قبر لیا جائے اور اگر بالفرض نار آخرت اور جہنم بھی ملو لیا جائے تو بھی تو جہنم بخوبی ہو سکتی ہے اور حشر اوصاف سے قطعاً کوئی زحمت نہیں ہوتی کیونکہ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع قطعی اور یقینی ہو عموماً قرآن کریم بصیغہ ماضی بیان کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے محاذوں سے کسی کو ان کا انکار نہیں ہوگا اور نہ ہی عقائد مدعا علیہ ان کا انکار کر سکتے ہیں تاہم مزید تسلی و اطمینان کے لیے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں

فوقاھم اللہ شردک الیوم ولقاھم نضرة و سردا و

جناھم بہا صبروا جنة و حبروا الایۃ

اس جگہ تین بصیغہ ماضی کے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے امور مستقبلہ کو جو یوم الآخرۃ میں پیش کرنے والے ہیں یقینی اور قطعی الوقوع ہونے کی وجہ سے بصیغہ ماضی ذکر فرمایا ہے اسی طرح ان سے اگلی آیات میں وحلوا اساور من فضۃ و سقمھم ربھم شربا طھروا میں بصیغہ ماضی استعمال ہوا ہے ان آیات میں اللہ

تعالیٰ نے ان اہرار اور نیکوں کی جزا کا بیان کیا ہے جو دنیا میں نیک کام ایفاء نذر اور مساکین کو طعام دینا وغیرہ اعمال صالحہ کرتے ہیں اور قیامت کے خوفناک دن سے ڈرتے ہیں صرف مردوں کا ذکر نہیں بلکہ جو عہد نبوی میں تھے یا بعد میں ہوئے اور ہوں گے ان سب کے ثواب کو جو انہوں نے ان کو ملنے والا ہے بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے تفسیر بیضاوی میں غائۃ اللغات کے ماتحت لکھا ہے المراد عذاب القبر یعنی اس ادخال نار سے مراد عذاب قبر ہے یعنی برزخی نار مراد ہے پھر دوسرا احتمال ذکر کر کے اس کی بھی توجیہ کر دی ہے او عذاب الآخرة والتعقيب لحدہ الاعتداد بما بین الاعراق والادخال اولادہ المسبب کالمتعقب للسبب وان تراخی عنہ لفقد شرط الوجود مانع یفید عذاب تحرق عذله انہی صورت میں تعقیب یعنی اغراق کے پیچھے ادخال نار کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ درمیانی زمانہ برزخی کو نظر انداز کیا گیا ہے یا اس لیے کہ سبب موجود ہونے کے بعد وجود سبب گودہ کسی شرط کے نہ موجود ہونے یا کسی مانع کی وجہ سے پیچھے آئے نمونہ متعقب ہی کے ہے کالین حاشیہ جلالین میں ہے الام اذ باء دخلہم النار ادخالہم فیہا فی البرزخ قال المصالح یعرقون فیہا من جانب ویحرقون فیہا من جانب وقال مقاتل فادخلوا نارا فی الآخرة والتعقب علی ذلک لحدہ انہما داودہ بین الاعواق والادخال حکانہ سورۃ - یعنی ان کو آگ میں داخل کرنے سے برزخ کی آگ میں داخل کرنا مراد (جیساکہ) صفاک نے کہا ہے کہ وہ ایک طرف غرق کیے جاتے تھے دوسری طرف جلائے جاتے تھے مقاتل نے کہا ہے کہ نار آخرت مراد ہے اس صورت میں تعقب اغراق اور ادخال نار کے درمیانی زمانہ کے اعتبار نہ کرنے سے اور نظر انداز کر دینے کی وجہ سے ہے گویا وہ ایک نیند ہے میں کہتا ہوں صاحب کمالین کا یہ قول کہ گویا وہ ایک نیند ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ قبروں سے نکلنے کے بعد لوگ یہی کہیں گے یٰو یلینا من بعدنا من مرقدنا۔ (سین)

اے افسوس ہماری خواب گاہوں سے ہیں کس نے جگا دیا۔ پھر خود ہی کہیں گے یا انہیں کہا جائے گا۔ ہذا ما وعد الرحمن وصدق الرحمن

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نار سے مراد نار برزخ ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ کوئی ایسا لفظ ہے جس سے ہم نار جہنم کو لینے پر مجبور ہو جائیں اور اگر نار آخرت اور عذاب جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی بلا تکلف توجیہ ہو سکتی ہے جیسا کہ مفسرین کے حوالے سے ہم نے بیان کیا ہے۔ اور امور مستقبلہ میں ماضی کا استعمال کام اللہ میں بکثرت ہے لہذا عقیدہ اہل اسلام بحث من فی القبر یرا شجرہا سے اس کا کوئی تعارض و تضام نہیں ہے اور مرزا صاحب کا اس تعارض و تضام کا ہمانہ سے کفریہ عقیدہ کا تراشہ الٰہی اور ہوس خالص ہے۔

## دولہ اشکال اور اس کا حل

آیت جس کو مختار مدعا علیہ نے اسلام کے قطعی عقیدہ کے متعارض سمجھ کر اس کی تطبیق کا مطالبہ کیا ہے وہ ہے جو عذاب فرعون اور فرعونوں کے متعلق سورۃ مؤمن میں ہے۔ النار بیعوضون علیہا عذوۃ و عشیۃ و یومہ یقترمون الساعة اذ خلوا ال فرعون اشد العذاب۔

اس کے ماقبل ہے خوفہ اللہ سیئات ما مکروہ و عاق بال فرعون سوۃ العذاب النار بیعوضون۔۔۔ الخ یعنی یوم آل فرعون کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے منصوبوں سے بچا لیا۔ اور آل فرعون پر بُرا عذاب نازل ہوا (غرق کئے گئے پھر، صبح لگے پہر اور پچھلے پہر آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب (یعنی جہنم) میں داخل کر دو۔

علامہ نے اس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا ہے جو بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں کے مختلف وقتوں میں مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ایک غرق ہونے کے بعد قیامت تک لگے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونے کا جو نسبتاً اخف العذاب ہے دوسرا قیامت کے بعد اشد العذاب میں داخل ہونے کا جس سے مراد دخول جہنم ہے۔

لگے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونا عذاب قبر ہے جو قیامت سے پہلے ہے اس کی نسبت بخاری مسلم ترمذی میں بھی حدیثیں موجود ہیں جو آل فرعون کے علاوہ اس کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب اثبات القبر میں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مرنا ہے تو اگلے پچھلے پہر ٹھکانا اس کو دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت سے اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب کی دوسری فصل میں ترمذی کی ایک حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر نامی قبر میں سوال کرتے ہیں اس کے بعد صحیح جواب دینے والے مومن کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے اس میں روشنی کی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو شادی شدہ کی طرح راحت سے سو جا یہاں کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اٹھا دے اور اس کے برخلاف کافر کو عذاب ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھا کر اکرے۔

یہ حدیثیں اور آیت محمولہ بالاتفاق عذاب کی مثبت ہیں ان سے یہ بھی ثابت ہوا عذاب قبر کے بعد یوم البعث ہو گا جس کی تفصیل اور آیات و احادیث میں آئی ہے سورہ یسین میں ہے و ففتح فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربهم ینسلون یعنی قبر نما پھوٹا جائے گا تو مردے قبروں سے اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے

سورہ قمر میں یخرجون من الابدات کانہم جراد منتشر - قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ پرانندہ مڑی دل ہیں اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ نفعِ صورت کے بعد مردے قبروں سے نکل کر میلانِ عدالت رب العالمین میں حاضر ہوں گے اور عجلِ بالآیات اور حدیثوں سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ عذابِ تبرا بزرگی عذابِ جواشد العذابِ آخرت کے مقابلہ بالکل خفیف ہے اور اسی طرح ثوابِ ختم ہو کر یوم البعث ہو گا اور مردے قبروں سے نکل کر حاضر عدالت رب العالمین ہوں گے۔

الغرض یہ آیت سلسلہ ہمارے مذہب کی مثبت ہے اور مرزا صاحب کے عقیدہ کفریہ اور انکارِ حشر و اجماع کی بچکنی کر رہی ہے مرزا صاحب کا تو یہ مذہب تھا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فوراً جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے پھر اس سے نکل نہیں سکتا بڑے سرکش کافر اپنے سامنے وجود اور تمام قوی کے ساتھ داخل جہنم ہو جاتے ہیں لیکن اس آیت نے ثابت کر دیا کہ سب سے بڑا کافر فرعون اور فرعون بھی قیامت کے دن داخل جہنم اور اشد العذاب ہوں گے برزخ میں صرف اگلے پیچھے پہرہ پر پیش ہوتے ہیں یعنی عذابِ القبر میں مبتلا ہیں اور جب احادیثِ محمولہ بالا اور دیگر آیات کو جن کا ذکر محض نمونہ و مثال کے طور کیا گیا ہے اس آیت سے ملا کر یکجا لی نظر سے دیکھا جائے تو بشرطیکہ انسان بالکل انصاف و ایمان سے خالی نہ ہو قطعاً و یقیناً سمجھ لے گا کہ عذابِ قبر و برزخ کے بعد حشر و اجماع بالکل حق اور عین الحقیقہ ہے اور مرزا کا مذہب قطعاً باطل ہے۔

باوجود ایسی کھلی صاف اور واضح نص کے مختار مدعا علیہ کا اس کو اپنے موافق اور ہمارے مخالف سمجھ کر تطبیق کے لیے تحدی کرنا سخت حیرت انگیز ہے لیکن ہم ان کو ایک طرح سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا کام محض یہ ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں وہی کہے چلے جائیں خواہ وہ بدایہ باطل ہو اور علی خود واری اس کے کہنے سے صراحتاً رد کرتی ہو۔

### تیسری آیت

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ - (سورہ فجر پ)

اس آیت میں حشر و اجماع اور بعثت من القبر کے خلاف اور متعارف کوئی لفظ نہیں ہے مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کی تقلید کی وجہ سے دہو کہ ہوتا ہے کہ ہر نفس مطمئنہ کو مرنے کے وقت یہ حکم دیا جاتا کہ فوراً بلا توقف جنت میں داخل ہو جاو جنت سے نکلنا محال لہذا حشر و بعثت اجماع محال لیکن اول تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکم داخل جنت بوقت موت دیا جاتا ہے بلکہ سیاق آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیامت کو ہو گا اور اگر اس کو بھی بالغرض

مان لیا جائے کہ یہ حکم بوقت موت ہی ہے تو یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ اس سے مراد وہی جنت ہے جس میں داخل بعد الحساب ہوگا اور جس سے نکلنا محال ہے ممکن ہے کہ اس سے حکم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم القبر ووضۃ من ریاض الجنۃ۔ روضہ یعنی قبر ہی مراد ہے۔ اس صورت میں بھی یہ آیت شتر وبعث اجساد کے مخالف نہیں ہو سکتی کیونکہ اس جنت سے ضرور ضرورت قیامت کے دن نکلنا پڑے گا۔ اور اگر بالکل ہی ارضاء عنان کر کے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہی جنت مراد ہے جس سے کوئی نہ نکلے گا جس میں دخول کے بعد بعث و شتر اجساد ناممکن ہے تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ فی القبر بلا تراحمی و مہلت داخل ہونے کا حکم ہے تب تک اسلامی قطعی عقیدہ بعث و شتر اجساد سے یہ آیت متعارض نہیں ہو سکتی اور آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس امر کو قطعاً ثابت کرے لہذا اسی صورت میں بھی ممکن ہے کہ یہ محض اذن اور بشارت دخول جنت ہے اور جنت میں داخل ہونے کا تحقق اور وقوع اپنے وقت اور شرائط شتر وبعث حساب کے بعد ہوگا۔

غرض اتنے اختلافات کے ہوتے ہوئے اسی آیت کو عقیدہ بعث و شتر کے خلاف اس کو پیش کرنا جس کو نصوص محکمہ قرآن و حدیث قطعاً یقیناً ثابت کرتی ہیں نفس امارہ کی پیروی ہے۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکم دخول جنت قیامت کو ہوگا اس سے پہلے قیامت ہی کا ذکر ہے کلا اذا دنا الارض دنا و جاء ربک و الملک صفا صفا و حیجۃ یومئذ بجمہر یومئذ کر الانسان و انی لہ الذکر یقول یدلیتی قدمتی لحياتی یرسب قیامت کا ذکر ہے اس کے بعد عذاب قبر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا فیومئذ لا یعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد

یعنی اس دن یعنی قیامت کے دن میں عذاب کافر کے بعد اسی سلسلہ میں حسب اسلوب اللہ تعالیٰ جو مومن اور کفار کا بالمتقابل ذکر کرتا ہے قرآن حکیم نے نفس مطہرہ کا ذکر فرمایا اور اس کو دخول جنت اور عباد اللہ الصالحین کی شمولیت کا حکم دیا گیا پس یہ بھی قیامت کے دن سے ہی متعلق ہے اب معاملہ بالکل صاف ہے اور کسی صورت میں بھی ہمارے مخالف اور متعارض نہیں۔

### پہلی آیت

مختار مدعا علیہ نے جو تھی آیت یہ پیش کی ہے اور کہا ہے اور اسی طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنة قال یدلیتی قومی یعلمون۔ اسے کہا گیا کہ تو بہشت میں داخل ہو جائے اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے پہلے فادخل فی عبادی و ادخل جنتی میں مذکور ہوا علاوہ برال جس شخص کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ شہید ہے تو شہداء و بالخصوص مازون دخول جنت ہوتے ہیں پس اگر دخول





تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا یہاں سے تو اس شخص کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور کمال زندگی ہی اس کو بشارت اور اکرام کے طور پر کہا گیا اور دخول جنت کا حکم سنایا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت زندہ جنت میں چلا جا بلکہ یہ مطلب ہو گا کہ اپنے وقت پر جنت میں چلے جانا میرے جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح سورہٴ مرسلات میں مکتذین کو حکم دیا گیا اَنْطَلِقُوا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِہِ تَكْذِبُونَ آیات یعنی جس جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس کی طرف چلو حالانکہ مکتذین کے ساتھ فوت شدہ کی کوئی قید نہیں بلکہ اللہ مَخْلَقَكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ۔ الایہ کے خطاب سے جو ماقبل میں ہے ان کا زندہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

الفرض اللہ تعالیٰ اموء مستقبلہ کو جن کا وقوع اس کے علم میں قطعی ہوئے ہے وقوع شدہ کی طرح بیان فرمادیتا ہے اور ان کا حکم فی الحال دے دیتا ہے اگرچہ ان کا وقوع مابعد میں اپنے وقت معین پر ہونے والا ہو۔

نمبر ۵ کا جواب :-

۱۰ اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس علم قطعی کی بنا پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا امور مستقبلہ ان کو بصورت وقوع دکھائے گئے ان مستقبلات کو ایسے الفاظ میں بیان فرمادیتے تھے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں گویا واقع ہو چکی ہیں لیکن دراصل ایسا سمجھنے والا صریح غلطی کرتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ نے کی ہے مختار مذکور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دکھا تو اس میں اکثر ضعیف تھے، اس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ مرغولے فرابجنت اور جہنم میں پہنچ گئے اب حشر و بعثت کیونکر ممکن ہے لیکن مرنے والے تو وہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندوں کو بھی جنت میں دیکھا ہے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود تھے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳ باب مناقب عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہل ثبیر سے فرمایا اسے ثبیر ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں یعنی حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ان کو شہید فرمایا حالانکہ وہ برسوں زندہ رہ کر شہید ہوئے۔

۱۲ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶ ابوبکرؓ فی الجنة و عمرؓ فی الجنة و عثمانؓ فی الجنة و علیؓ فی الجنة و طلحہؓ فی الجنة و الزبیرؓ فی الجنة عبد الرحمن بن عوفؓ فی الجنة و سعد بن ابی وقاصؓ فی الجنة و سعید بن زیدؓ فی الجنة و ابو عبیدہؓ بن الجراحؓ فی الجنة یعنی آنحضرت نے ان دس بزرگوں کی نسبت فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جائیں گے بلکہ جہل ثبیر کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۳ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا جس نے زمین پر شہید کو چلتا پھرتا دیکھا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(۴) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ میرے کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ظہر اور زہیر جنت میں دونوں پڑوسی ہیں اس میں کوئی صیغہ استقبال کا نہیں بلکہ امر مستقبل کو بصورت وقوع بیان فرمایا۔

(۵) مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں نے جنت میں اپنے اگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی۔

(۶) مشکوٰۃ صفحہ ۵ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو جنت دکھایا گیا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت کو دیکھا اور اپنے اگے آہٹ سنی تو ناگاہ بلال موجود تھا۔

ان احادیث سے جو بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جنت میں ہونا بیان کیا جو ہنوز زندہ تھے نیز ان لوگوں کو جو زندہ تھے جنت میں ان کی آہٹ سنی ان کو دیکھا۔

اس سے مختار مدعا علیہ کے اس استدلال کا جواب ہو گیا جو اس نے آنحضرت کے جنت و نار کو دیکھنے اور اس کہنے سے کہ ”دوزخ میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت میں اکثر ضعیف لوگ تھے“ سے کیا تھا کہ انسان مرکز فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس حدیث کو اسلامی عقیدہ بعث و حشر احسا کے متعارض سمجھ کر ہم سے تطبیق کا متحدانہ مطالبہ کیا تھا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی طرف سے اس عقیدہ کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا تھا کہ انہوں نے قرآن کریم اور احادیث میں ان مسائل کے متعلق جو تعارض پایا جاتا تھا اور ملحدین اس پر معترض ہوتے تھے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے یہ وجہ تطبیق پیدا کی ہے گویا یہ ایک خالص اسلامی خدمت ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر بہت بھاری احسان ہے لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں جو اتحاد کا دروازہ کھولا ہے درمیان خود غرضی اور نفس امارہ کی پیروی کے لیے کھولا ہے ورنہ نہ کوئی ملحدین کا اعتراض نہ تعارض جیسا کہ جمائے بیان سے ثابت ہو چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب مورد وحی الہی اور مامور من اللہ ہونے کے مختلف دعوای کئے تو اس وقت مجملہ ان دعویٰ کے یہ دعویٰ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مسیح بن مریم بنادیا ہے چنانچہ آپ کا الہام ہے کہ انا جعلناک المسیح ابن مریم۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ میں بوجہ مشابہت روحانی کے مسیح ابن مریم ہوں اور مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۸ و ۵۰ و ۵۱ و حاشیہ ۳۶۱ پر اس بات کا صاف اقرار ہے مرزا صاحب بارہ سال تک اس عقیدہ پر رہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عقیدہ سے نہ روکا اور نہ اس غلطی پر مشتبہ کیا بارہ سال گزرنے پر بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر دعدہ کے مطابق کوآہ ہے وکان امر اللہ مفعولاً یہ اردو عربی کا مجموعہ الہام ازالہ ادہام میں ہے۔

اب مرزا صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے دلائل دھڑا دھڑا فرما کر پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب بزم خود وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر چکے تو ایک شبہ دل میں گذرا کہ اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہی مان لیے جائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزیز علیہ السلام کی طرح زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اس نکتہ بندی کے لیے مرزا صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا کہ انسان مرکز فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے نکلنا محال ہے لہذا حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آسکتے یہ ہے علت غائی اس عقیدہ کے اختراع کی نہ ملحدین کا جواب اور تطبیق جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے بیان کیا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا اور آئیر کریمہ و یحییون ان یحمدوا باموالہم یغفلوا الا یہ کا اپنے آپ کو مصداق بنایا۔

مرزا صاحب کے اس اختراعی اور ملحدانہ عقیدہ کی علت غائی جو ہم نے بیان کی ہے اسی مضمون کے سابق میں موجود ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے بیان و بحث میں حوالہ دیا ہے مرزا صاحب ازالہ اہام صفحہ ۸۳، ۹۳، ۱۰۳ پر لکھتے ہیں ”اب ظاہر ہے کہ مسیح فوت ہو چکا تو اب وہ موت کے بعد آ نہیں سکتا“ پھر اسی صفحہ ۹۴ پر لکھتے ہیں ”ما سوا اس کے مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی بر طبق آیہ کریمہ یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ جنت میں داخل ہو چکی اب کیونکہ وہ اس غم کدہ میں آجائیں“ پھر صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر لکھتے ہیں ”سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راست باز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت وما صعد منها بمعذرتہم جہنم ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے“

ان حوالہ جات سے بیابیت اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس خبیث عقیدہ کے ایجاد کی علت غائی خود غرضی اور اپنے غلط دعوئی مسیحیت کی حفاظت اور بزم خود حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا ابطال ہے نہ ملحدین کے اعتراضات کا جواب اور رفع تعارض آیات و احادیث اب ایک بات

قابل غور باقی ہے کہ ممکن ہے یہ عقیدہ مرزا صاحب نے غلطی سے اختیار کیا ہو جس سے بعثت و نشر و نشر میزبان حساب وغیرہ اور ان کی ان تفاسیل کا جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مملو و مشحون ہیں اور جن پر مستقل ابواب محدثین نے قائم کر کے ہر ایک باب میں بہت بڑا ذخیرہ احادیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اہل اسلام کا سلف سے خلف تک مسلسل عقیدہ چلا آتا ہے انکار لازم آتا ہے اور مرزا صاحب کو اس لزوم اور خرابی کا علم نہ ہو اور اس فساد عظیم کی طرف توجہ منقطع نہ ہو تو یہ کفر عمدہ نہ کیا گیا ہو ایسی حالت میں معذور قرار دے کر ان کی تفصیل و تکفیر سے اعراض کیا جائے تو بہتر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ سمجھ کر جان بوجھ کر عمدہ محض خود غرضی سے کیا ہے اور نہ اس قسم کا اختراع جس سے معتقات

اسلامیہ فطیہ پر انقلاب عظیم اور انکار لازم آتا ہو قابل عفو و اغماض ہو سکتا ہے خصوصاً جس حالت میں مرزا صاحب ہیں کہ باوجود متنبہ ہونے کے اسی عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو طرح طرح کے مغالطوں سے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اپنے انتہائی استکبار سے نیٹکروں آیات و احادیث سے جو امور قطعاً و یقیناً ثابت ہیں ان سب کو نھکر دیتے ہیں مرزا صاحب کو اپنے اختراعی عقیدہ کی سب ترخیاں معلوم ہیں لیکن وہ خود غرضی اور اثباتی ہوئی اور تکبر کی وجہ سے معتقدات اسلامیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے اور اپنی جہٹ اور انکار پر بہ مستور قائم رہتے ہیں بلکہ اس ملحدانہ عقیدہ کے اثبات میں اپنے جدوجہد و سعی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے چنانچہ مرزا صاحب ازلا و اہام بعض صفحہ ۳۵۱ ر ۳۵۲ پر ایک سوال کے لکھتے ہیں "سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راستباز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت و ماہم منہا بمخرجین - ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہ ہو جو عزیر نبی کی نسبت قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا وجہ یہ کہ بر طبق قاعدہ مفروضہ بالازدہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے خارج کیا گیا ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردوں کا قبروں سے جی اٹھنا اور میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں آنا یہ سب باتیں اس آیت کے ایسے معنی کرنے سے کہ راستباز انسان مرنے کے بعد بہشت میں بلا توقف داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس میں سے کبھی نہیں نکلتا باطل ہو جاتے ہیں اور مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے عقیدہ مختصرہ کے تمام مفاسد معلوم تھے کہ اس سے مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کسی قدر بیان ہوئی کہ سبکدو آیات و احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے لیکن مرزا صاحب اپنے عقیدہ سے غائب نہیں ہوتے رجوع نہیں کرتے اور اپنی حقیر غرض کی خاطر نہایت بے پروائی سے معتقدات اور مسلمات اسلام کو نکالتے ہوئے بربان حال یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو طبع کا نشان

باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن

(العیاذ باللہ)

اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے اسی ملحدانہ عقیدہ پر اصرار کیا اور انہیں آیات اور احادیث کو پیش کیا جو مختار مدعا علیہ نے اپنے بیان اور بحث میں پیش کی ہیں جن کا جواب بقدر ضرورت ہم دے چکے ہیں اور مرزا

صاحب اور مختار صاحب کے مغالطوں اور استدلال کی کیفیت واضح ہو چکی ہے بہر حال مرزا صاحب نے اپنا وہی عقیدہ قائم رکھا اور تحریف معنوی قرآن شریف میں کر کے بزعم خود اس کو ثابت کیا اور نصوص حکمہ قطیعہ قرآن و حدیث کی تحریف کر کے بہت بڑے الحاد کا دروازہ کھول دیا اس پر یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ ہم سب کچھ مانتے ہیں حشر اجماع مانتے ہیں یوم الحساب مانتے ہیں یہ مانتے ہیں وہ مانتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ و من الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الآخر و ما ہم بمؤمنین یخدعون اللہ و الذین اٰمنا اسی طرح مرزا صاحب سب کچھ مانتے ہیں اور درحقیقت کچھ بھی نہیں مانتے لفظ مسلم لیکن معنی و مفہوم کا انکار جب کسی چیز کے لوازم کا انکار صاف صاف ہو تو ملزم کا انکار خود بخود ہو جائے گا مجملہ صاحب حشر اجماع ہو گا تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس کے لوازم کیا ہیں؟ کیا اس کے سوا کوئی صورت متصور ہو سکتی ہے کہ انسان جہاں ہوں جس حالت میں ہوں درندہ لگا گیا ہو جل کر راکھ ہو گیا ہو دریا میں ڈوب مرا ہو اس کے ذرات ہوائیں ہوں مٹی کی قبر میں ہوں پونے کی قبر میں ہوں۔

”کہا بد انا اول خلقی نعیدہ“ کے ارشاد خداوندی کے ماتحت نفیہ ثانیہ کے دقت کھڑے ہو جائیں جیسا کہ ارشاد حق سبحانہ ہے ثم نفیہ فیہ اخری فاذا هم قیام ینظرون (زمر) پھر جہاد منقشر کی طرح پکائے والے کی آواز پر حشر کی طرف روانہ ہوں جیسا کہ ارشاد ہے ینخرجون من الاجداث کانهم جراد منتشر معطین الی الداع یقول الکافرون هذا یوم عسر دقس) و اشرفت الارض بنود رہا و وضع الكتاب و سجی بالنبیین و الشہداء و قضی بینہم بالحق و وفت کل نفس ما کسبت و ہم لا یظلمون و سبق الذین کفروا الی جہنم زمر الایات زمر) و نفخ فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربہم ینسلون (الایات (یسین) و عرصوا علی ربک صفا لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرة بل زعمتم ان لن نجعل لکم موعداً و وضع فتنی المجرمین مشفقین منافیہ و یقولون یاویلنا ما لهذا الكتاب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا حصاها و وجدوا ما عملوا احضاراً و لا یظلمون ربات احد! کہف بیکم کلام آیات قرآن مجید ہر مفتنی بغیر اس کے کہو نہ کہ پورا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے اپنے مقام قبروں سے نکل کر میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں پیش ہوں لیکن مرزا صاحب کسی کو دوزخ اور بہشت سے نکلنے نہیں دیتے بلکہ ان تمام واقعات یوم الحساب کو یہ کہہ کر ختم کر دیتے ہیں کہ جنتیوں پر جنت میں ہی رحم کی تجلی اور دوزخیوں پر دوزخ میں تہری تجلی ہو کر قصہ ختم ہو جائے گا عرش رب العالمین کا آنا و جاء ربک و الملک صفا صفا و عرصوا علی ربک صفا ۲۔ بلا ترحمان حساب ہونا وغیرہ مسلمات عقیدہ اسلام یہ سب یہودیت الغرض مرزا صاحب تمام لوازم بعث و نشر و نشر و ذرہ واقعات مسلمہ قطیعہ کے منکر اور اپنے ملحدانہ عقیدہ پر جس سے قرآن کریم کے اکثر حصہ اور بے شمار احادیث صحیح مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے قطعاً

اسلام سے خارج ہیں اور تاویلات رکیکہ باطلہ جو سر اسر تحریف ہیں ان کو اس کفر سے بڑا نہیں دی سکتیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب علی طور پر صاف صاف انکار کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی زبان حال سے بھی کہتے ہیں۔

ہم تو مانیں گے ہی جس میں ہم مطلب کا نشان  
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن  
(العیاذ باللہ)

## نفع صور

مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ وہ نفع صور کے منکر ہیں اور قرآن میں جو نفع صور کا ذکر ہے اس سے مسیح موعود مراد لیتے ہیں مختار مدعا علیہ نے جواب میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے نفع صور کا انکار نہیں کیا بلکہ معنی متعارف اہل اسلام وہ نفع صور کے فائل ہیں اور اس پر دو حوالے شہادت القرآن سے پیش کئے ایک \* ۲۵ سے جس میں مرزا صاحب نے سورۃ زمر کی آیت و نفع فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا ما شاء اللہ قرآن میں من شاء اللہ ہے ماشاء اللہ نہیں، نہ نفع فیہ اخوی فاذا ہم قیام ینظرون کے ماتحت نفع صور کی دو قسمیں نفع اضلال و نفع ہدایت قرار دی ہیں اس جگہ مرزا صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ یہ آیتیں ذوی الوجہ ہیں دوسرے یہ کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب نے جو ان آیتوں کو ذوی الوجہ قرار دے کر دونوں عالم سے متعلق کیا ہے تو اس میں نفع صور معنی متعارف کا جس سے قیامت واقع ہوگی اقرار ہو گیا تو گویا نفع صور سے ایک ہی کلام میں بیک وقت دو معنی مراد ہوئے جتنی نفع صور اور مجازی نفع صور یعنی مسیح موعود لیکن یہ بات عربیت کے رو سے ممنوع ہے کہ ایک کلام کے بیک وقت دو معنی اور مجازی معنی مراد لیے جائیں نیز مرزا صاحب کا ذوی الوجہ کہنا بھی ذوی الوجہ ہے اسی کتاب شہادت القرآن کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اغلباً مرزا صاحب کی یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کا ایک حصہ تو اس عالم سے متعلق ہے جس میں نفع صور کا ذکر ہے اور اس سے مراد مسیح موعود ہے اور اس بات کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسی جگہ کہا ہے کہ مسیح موعود کو کلام الہی میں نفع صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے یہاں علی العموم کلام الہی میں نفع صور کو مسیح موعود کے لیے استعارہ تکرار دیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ فلاں آیت میں استعارہ اور فلاں میں حقیقی معنی نفع صور مزید برآں یہ کہ نفع صور کی صرف دو قسمیں اسی مقام پر بیان کی ہیں۔

(۱) نفع اضلال۔

(۲) اور نفع ہدایت نفع صور متعارف اسلامی کا نام تک نہیں یا اگر مرزا صاحب اس کے فائل ہوتے تو لازم تھا کہ جب

انہوں نے نفخ صور سے مراد نفخ اضلال اور نفخ ہدایت کی تفصیل کی تھی جو اس عالم سے متعلق ہے تو نفخ صور جو اس عالم سے متعلق تھا اس کا بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے ذہنی الوجہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا بعض حصہ نفخ صور وغیرہ کا تو اس عالم سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دوسرا آخرت سے کیونکہ وہ کی طور پر اس عالم پر متعلق نہیں ہو سکتا وہ حصہ یہ ہے و وضع الكتاب وجئ بالنبیین والشهداء وقضى بينهم بالحق ووفيت كل نفس ما كسبت وهم لا یظنون وسيق الذين كفروا الى جهنم الزکیات (زمر) چنانچہ یہی بات مرزا صاحب نے حاشیہ صفحہ ۱۶ میں آیت و نفخ فی الصور فجمعناهم جمعاً وعرصناهم جمعاً یومئذ للکافرین عرصات الذین كانت اعینهم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یمتیعون سمعاً کے متعلق لکھی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۶ شہادۃ القرآن ان آیات میں کسی کم تجربہ آدمی کو یہ شبہ نہ کہہ را لی۔ بلکہ قیامت کو ہو گا:

دوسرا حوالہ مرزا صاحب کو نفخ صور کا قائل ثابت کرنے کے لیے شہادت القرآن صفحہ ۴۴ سے پیش کیا گیا ہے اور یہ ہے ”کیونکہ نفخ صور جسمانی اشیاء اور امانت تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی اشیاء اور امانت بھی نفخ صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے“ مختار مدعا علیہ نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مرزا صاحب نے جسمانی اشیاء و امانت کو نفخ صور کے ذریعہ سے چونکہ مان لیا ہے لہذا نفخ صور بمعنی متعارف اسلام کا اقرار کیا لیکن اس میں بھی اس امر کی کوئی تصریح کی گئی کہ اشیاء اور امانت اخروی بھی نفخ صور سے ہوگی اشیاء و امانت جسمانی تو دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور ہونا ہے گائنث تو اخروی اشیاء و امانت میں ہے جس کی کوئی تصریح مرزا صاحب سے نہیں منتقل ہوئی برخلاف اس کے انکار منصوص ہے اسی صفحہ پر چند سطر اس سے پہلے لکھتے ہیں ”نفخ صور سے مراد قیامت نہیں ہے“ اور عبارت محمولہ مختار مدعا علیہ سے اگلی سطر میں لکھتے ہیں ”اور جیسا قرآن میں نفخ سے کسی جگہ کا بھیجنا مراد ہے“ اس طرح صفحہ ۲۵ میں ہے ”وہاں ہوں علاوہ مسیح موعود کا پیدا ہونا جس کو کلام الہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے“ ان حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نفخ صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود یا مجدد ہی مراد لیتے ہیں لیکن نفخ صور کے معنی متعارف کی کسی جگہ تصریح نہیں کرتے۔

مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے کہ و نفخ فی الصور فجمعناهم جمعاً۔ آیات میں مرزا صاحب نے مسیح موعود مراد لیا ہے۔ اور تسلیم کر لیا ہے کہ لم یظاہر سباق و سیاق یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے لیکن ہم نے مذکور بالا حوالوں سے دکھا دیا ہے کہ مرزا صاحب علی العموم نفخ صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود بتلئے ہیں اس آیت میں تو وہ بھی مان گئے کہ قیامت کا نفخ صور مراد نہیں وجہ یہ بیان کی کہ سباق و سیاق قیامت مراد لینے سے مانع ہے مگر یہ سراسر غلط ہے بلکہ سیاق آیت نفخ صور اخروی کو متعین کر رہا ہے ملاحظہ ہو و نفخ فی الصور فجمعناهم جمعاً وعرصناهم جمعاً یومئذ للکافرین عرصات الذین كانت اعینهم فی غطاء



عن ذکری دکا نوا کا یستطیعوت مسمعا - یعنی صور پھونکا جائے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے  
اور اس دن (یعنی قرنا پھونک کر اکٹھا کرنے کے دن) جہنم کو کافروں کے سامنے کریں گے اے پس یہ نص قطعی ہے کہ اس  
جگہ نفع ضرور سے مراد تیا مت کا آئہ ہے نہ مسیح موعود وغیرہ -

### توہین انبیاء

آنچه دادا دست ہر نبی را حرام  
داد آن جام را مرا یتیم

مرزا صاحب کی نقلی انہی بڑھی ہوئی ہے کہ ان کی نظر میں ہر انسان دنیا کا ان کو اپنے سے نیچے نظر آتا ہے تقاضا  
ذاتی کے کلمات ان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں کہ انبیاء اہل العزم پر اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں شونجی اور گستاخی اس قدر  
ہے کہ انبیاء کی توہین کو مستند ہے - یہ اشارہ جو مختار مدعیہ کی طرف سے بیانوں اور بحث میں پیش کئے گئے اگر ان کو  
ناویل و تخصیص سے الگ کر کے خالی الذہن ہو کر کیجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک منصف انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو  
جاتا ہے کہ مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین اور استخفاف  
ہو رہا ہے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کے جام کے حصول  
کے مدعی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں تو گویا مرزا صاحب تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہوئے اس  
سے تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوئی -

مختار مدعیہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو اپنی معرفت کا  
جام پلایا بظہیر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی پلایا اس میں نہ افضلیت کا ادعا ہے نہ دوسرے انبیاء کی توہین و تحقار  
اگر ان کو ادعا افضلیت ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ -

انبیاء گر چہ بودہ اندے  
من بعرفان نہ کمرم ز کے

یعنی میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں بلکہ یوں کہتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں نیز یہ بھی نہ کہتے کہ -

واردت مصطفیٰ شد م یقین  
شدہ رنگین بزرگ یار سین

اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے -

لیک آئینہ ام نذوب غنی  
از پئے صورت مہ مدنی

شعر کا مطلب شعر کے لفظ کے علوم کو ملحوظ رکھ کر دیکھنا چاہیے دوسرے شعر جو مختار مدح علیہ نے بیان کئے ہیں وہ شعر کی شرح نہیں ہیں اور نہ کسی کو تخصیص کا کوئی حق حاصل ہے لہذا اگر ان کو اس کی شرح بھی قرار دیا جائے تو بہت نا فائدہ نہیں اصل شعر کا مفہوم کیا ہے۔

اس شعر میں الفاظ - آچہ - ہر نبی - اور جام - تمام قابلِ نور ہیں یہ سب الفاظ عموم اور استقراق پر دلالت کرتے ہیں۔ جام سے کیا مراد ہے ظاہر ہے کہ اس سے مراد انعامات حق سبحانہ ہیں آچہ کا لفظ عام ہے اور ہر نبی تمام انبیاء کو شامل تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کسی نبی کو بخشا وہ سب مجھ کو بھی بخشے ہم علیہ السلام عرفانِ نبوت کا انعام دیا نوح علیہ السلام کو جو کچھ بخشا وہ بھی مجھے بخشا ابراہیم کو مزید برآں خلعت کا انعام بخشا دہ بختی مجھے دیا گیا جو موسیٰ علیہ السلام پر نبوت تشریفی کا اور کلیم اللہ ہونے کا انعام ملا تو وہ مجھے ملا علی ہذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تشریفی ابدی ناسخِ جمیع شرائع سابقہ اور ختمِ نبوت کا انعام بخشا گیا وہ بھی سب مجھ کو دیا گیا ان کمالات اور انعامات کے ماسوا مرزا صاحب کو کچھ ذاتی کمالات اور انعامات بھی مل چکے گئے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ ہوئے اور نہ ہی تو یہی انعام دیکھو جو مختار مدح علیہ نے چشمہ معرفت نمبر ۸۲ و ۸۳ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیلِ اشاعت کے سامان نہ دیے گئے اور مرزا صاحب کو وہ بھی حاصل ہو گئے تو مرزا صاحب چونکہ بقلِ خود جامعِ جمیع کمالات انبیاء مدح اپنے کمالات خاصہ کے ہیں لہذا وہ بحکمِ قاعدہ الکمل اعظم من الجزء سب سے افضل برتر اور اعلیٰ ہوئے یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس شعر کے

زندہ شد ہر نبی بہ اندنم

ہر رسولے نہماں بہ پیر ہنم

ہر رسول کا لفظ تمام رسولوں کو شامل ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہیں مرزا صاحب کا پیر بنیٰ اتنا وسیع ہے کہ تمام رسول اس کے اندر سما جاتے ہیں اور وہ سب کو محیط ہے ظاہر ہے کہ محیط محاط سے بڑا ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس الہام کے کہ آسمان سے بہت تخت اتارے برتر اتخت سب سے اونچا پچھلایا گیا جس کی مختار مدح علیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں اولیاء امت کے تخت مراد ہیں لیکن مختار مدح علیہ نے مرزا صاحب کی اس تاویل سے سخت توہین کی ہے کیونکہ اس نے مرزا صاحب کو مقامِ نبوت گرا دیا اور مقامِ ولایت میں ان کے لیے تخت پچھلایا اگر وہ نبی ہیں تو ان کا تخت مقامِ نبوت میں ہوگا اور سب سے اونچا اور اگر وہ نبی نہیں ہیں دعویٰ نبوت باطل اور انشاء ہے تو مقامِ ولایت میں بھی جگہ نہیں مل سکتی پھر مقامِ ولایت میں وہ تخت پچھلایا جائے گا اور سب سے اونچا۔

مختار مدح علیہ کے پیش کردہ اشعار میں تمام انبیاء کے ساتھ ہمہری کا دعویٰ ہے اور۔

ایک آئینہ ام نذب غنی

انپے صورت مہ مدنی

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کا اعداد اس کی تفصیل آئندہ آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

در برم جہا صمد ہمہ البرار

آدم نیز احمد مختار

اس شعر میں انبیاء کا اول و آخر بیان کر کے تمام انبیاء کے صفات و کمالات کا مجموعہ ہونے کا نعرہ لگایا گیا ہے۔  
جہا صمد البرار سے ظاہر ہے کہ پڑھے تو مراد نہیں ہو سکتے صفات و کمالات ہی مراد ہوں گے گویا مرزا صاحب تمام  
انبیاء کے کمالات کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اسی طرح جس طرح سوسین رضی اللہ عنہ گریبان میں۔

کربلا ہست سیر ہر نام  
عدسین است در گریبانم  
اعتراف یہ شعر بھی تقریباً انہیں اشعار سابقہ کی طرح ہے اور اس پر وہی کلام ہے جو ان پر تھا۔  
زندہ شد ہر نبی با مدغم

ہر رسولے نہاں بہ پیر ہنم

کے جواب کی نسبت مختار مدعا علیہ نے بیان گواہ نمبر کا حوالہ دیا ہے خلاصہ جواب جو بیان میں ہے یہ ہے کہ  
مرزا صاحب کے آگے سے ہر نبی اس وجہ سے زندہ ہو گیا کہ اس الحاد اور دہریت کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی  
بتوں کا انکار کر دیا تھا اور انبیاء کو مکار فریبی اور دعوئی میں جھوٹا جانتے تھے اور جو لوگ انبیاء کی وحی اور نبوت کے قائل  
تھے ان سے انتہاء اور تنہی کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پھر وحی کا نبوت دیا اور بتا دیا کہ  
جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اسی طرح پہلے انبیاء بھی صادق تھے پس مرزا  
صاحب کا سچا ہونا گویا ان تمام انبیاء کا صادق ہونا ہے گواہ نے کہلے کہ اس شعر میں مرزا صاحب نے اس لطیف مضمون  
کو اد کیا ہے۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ حسب زعم مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کا یہ لطیف مضمون واقعہ کے مطابق ہے یا محال  
برعکس کیا مرزا صاحب کی نبوت کے دلائل و نشانات ایسے ہیں جن سے نبوت کا دقتار جو کھو یا جا چکا تھا از سر نو قائم ہو  
جائے کیا منکرین نبوت انبیاء اور متہزین مرزا صاحب کے معجزات کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیا دہریت الحاد اور لامذہبی  
دنیا میں سے اٹھ گئی ہے کیا مرزا صاحب کی نبوت کی روشنی نے منکرین کی آنکھوں کو خیر کر دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے  
اور یقیناً نفی میں ہے اور معاملہ بالکل برعکس ہے اور تمام مفاسد مذکورہ آگے سے بہت بڑھ گئے ہیں الحاد و دہریت او  
لامذہبی کی ویسا ہی پھیل گئی جو یورپ سے بڑھ کر ہندوستان میں مذہب پر حملہ آور ہو رہی ہے اسی طرح دیگر ممالک میں دن بدن

لامذہبی کا مرثیہ بچل رہا ہے دوس نے قانونی طور پر مذہب کو ملک بدر کر دیا ہے۔ مذہبیت اور ہمیت ملکی قانون ہو گیا ہے تو ان واقعات کی موجودگی میں یہ کتنی فضول اور بیہودہ لاف زنی ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے تمام انبیاء کی صداقت کے دلائل پیدا ہو گئے بلکہ حق یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے کئی ایسے دلوں سے بھی انزام نبوت اٹھ گیا ہے جو نبوت کو ایک جیل القدر منصب خداوندی جانتے تھے اور اکثر غیر مسلم بھی ایسے نبی بن کے دل پر اسلام کا اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب تقدس اور وقار تھا لیکن مرزا صاحب نے اگر وہ سب دہر کر دیا مرزا صاحب نے اعجاز و معجزات کے بلند بانگ دعاوی کئے ہندوؤں عیسائیوں کو اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے بڑی تحدی سے پیشگوئیاں کیں کیونکہ دے دیکر بھی آپ کے پاس سر پایہ اعجاز تھا لیکن وہ جھوٹی نیکیں تو مرزا صاحب نے لایعنی تاویلوں اور عذرات لنگ سے ان کی مرمت کرنی چاہی لیکن ہندو مسلمان عیسائی سب نے مرزا صاحب کو ان معجزات میں جھوٹا جانا یہاں تک کہ مرزا صاحب کی بدولت آریوں اور عیسائیوں نے اسلام کا مسخہ اڑایا مسٹر عبداللہ آفتم کی پیشگوئی اس کی زندہ مثال ہے محمدی یکم کی پیشگوئی مرزا صاحب کے معجزات کی ایک جیٹی جاگتی تصویر ہے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا اور مرزا صاحب کا الہامی جنگ اور مرزا صاحب کی ہلاکت کیا نبوت کی عظمت کو قائم کرینوالہا ہے اگر مرزا صاحب نبی تسلیم کر لیتے جانیں، نہیں ہرگز نہیں پس اگر مرزا صاحب ہی انبیاء کے محی اور میت ہیں تو پھر موت ہی متیقن ہے نہ حیات اس صورت میں مرزا صاحب کے بلکہ کتنا ہی موزوں ہوگا مردہ شدہ ہر نبی بآدم - (العیاذ باللہ)

یہ تاویل اور مضمون لطیف سراسر باطل ہے اور اصل بات وہی ہے جو اوپر بیان کر چکے کہ مرزا صاحب نے اس شعر اور اس کے ہم مثل اور اشعار میں انبیاء سے افضل اور برتر ہونے کا دعویٰ اور انبیاء کی تحقیر اور توہین کی ہے۔

ردضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب ملک  
میرے آنے سے ہوا کامل بجلد برگ و بار

مختار مدعا علیہ نے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا کہ مرزا صاحب کی مراد اس سے صرف یہ ہے کہ وہ شخص جس کا آخری زمانہ میں آنا مقدر تھا اور جس کی آمد پر تکمیل اشاعت اسلام موقوف تھی وہ میں ہوں اور میرے آنے سے وہ بات پوری ہو گئی یہ بھی کہا ہے کہ ردضہ آدم سے مراد نسل انسانی ہے اور مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے دنیا کی تمام قومیں دین اسلام کو قبول کر لیں گی اس شعر کا یہ مطلب جو بیان کیا گیا ہے شعر کے الفاظ سے تو سمجھا نہیں جاتا کیونکہ نہ اس میں اسلام کا نام نہ اشاعت و تکمیل کا ذکر - ردضہ آدم سے نسل انسانی مراد ہے جس کو مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے افراد انسانی اس باغ کے درخت مرزا صاحب بھی اس باغ کے درخت اور زید عمر بکر مسلم غیر مسلم سعید شقی بھی مرزا صاحب کی طرح اس باغ کے درخت جو اپنے اپنے وقت پر اس باغ میں پیدا ہو رہے ہیں مرزا صاحب کے وقت بھی پہلے بھی اور بعد بھی -

پہلے مصرعے کے معنی تو صاف ہیں ہر ایک فرد انسانی نسل انسانی کے باغ میں اضافہ کر کے تکمیل کر رہا ہے لیکن دوسرے مصرعہ کا مطلب صاف نہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے در باغ بچلہ برگ و بار مکمل ہو گیا کیا اب کوئی انسان پیدا نہ ہوگا اور نسل انسانی منقطع ہو گئی اور آپ آخری انسان ہیں یہ بات تو بدایہٴ باطل ہے لہذا اس کی تخصیص ضروری ٹھہری تاکہ مطلب شعر کا یہ سکے اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب باغ انسانی کی خاص قسم کے مکمل اور آخری درخت ہیں جو اشرف اور اعلیٰ قسم ہے اور چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہذا وہ قسم بھی معین ہو گئی اب اس شعر کے وہ معنی ہوئے جو صحیح حدیث میں قصر نبوت کی مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں خنمت بی البنیان و ختم باب النبیین میرے ساتھ عمارت ختم ہو گئی اور نبی میرے ساتھ ختم ہو گئے لیکن مرزا صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط کیونکہ مرزا صاحب کے ادعا کے مطابق باغ نبوت کے آخری درخت اور مکمل مرزا صاحب میں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ظاہر ہے کہ افضلیت اس آخریت کے لوازم میں سے ہے جو آخر ہوگا وہ افضل بھی ضرور ہوگا اس طرح پیر مرزا صاحب بزم خود افضل النبیین اور خاتم النبیین بنے۔ العیاذ باللہ

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا  
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

مدعا علیہ کے مختار صاحب کہتے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنا مقام بیان کیا ہے کہ میں بروز مسیح موسیٰ اور محمد و احمد ہوں کسی نبی کی توہین نہیں ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آئندہ آئے گا کہ آدم نیز احمد مختار الہ کا جواب بھی ادا ہو چکا ہے سے نیز میں کبھی آدم کبھی موسیٰ الہ کا جواب بھی دیتا آ گیا۔

## ادعاء عینیت

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ گواہان نے مدعی نے مرزا صاحب پر یہ الزام لگاتھا یا کہ مرزا صاحب نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور گواہان مدعا علیہ نے جواب دیا تھا کہ مرزا صاحب نے جہانی طور سے محمد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بلحاظ روحانیت کے مرزا صاحب کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے علیحدہ نہیں ہے جیسا کہ عبارت ایک غلطی کا ازالہ سے ظاہر ہے۔

پھر کہا ہے کہ مختار مدعیہ کہ وہ اعتراض جو اس نے اتحاد کی بناء پر کی ہے ورنہ اگر ایک روح تھی تو تناسخ لازم آیا ورنہ نہیں تو مرزا صاحب کی روح اگر نبی تھی تو ختم نبوت ٹوٹ گئی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نبی تھی مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہ ہونی، ہمارے جواب پر وارد نہیں ہو سکتا اس لیے میں گواہان مدعا علیہ کے جواب کی طرح اشارہ کر دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اتحاد رد مانت کے دعوے پر جو اعتراض مختار مدعیہ کی طرف سے کیا گیا ہے وہ اٹل ہے اور لا جواب گواہان مدعا علیہ کا بیان ان کا جواب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جواب البحث میں کوئی جواب مختار مدعا علیہ نے دیا ہے بلکہ بیان کا حوالہ دیکر پہلو تہی کی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب نے عین محمد کے الفاظ اپنے لیے نہیں فرمائے۔ صرف یہ کہا ہے کہ مجھے بروز کی طور پر محمد اور احمد کا نام دیا گیا۔ یہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان استناد و تنازعہ کی نسبت ہے اور نقل اور اصل کی۔

پھر تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ کی عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ مگر گواہ مدعا علیہ کے بیان مطبوعہ کے صفحہ ۱۱۵ پر ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلافت میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام اور احمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔“

اس کے بعد کہاہے (جواب البحت میں) پس حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب وہ حقیقی محمد نہیں جو آج سے بقول محمد علی چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے اور وہ محض بروزی اور نام نہاد محمد واحد تھے تو جس غرض کے لیے یہ ہیر پھیر اور دعاوی بے دلیل کئے تھے وہ باطل ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب کا الگ وجود ہوا اور ختم نبوت ٹوٹ گئی کیونکہ یہ مہر تو ٹوٹنے سے اسی صورت میں محفوظ رہ سکتی ہے کہ کوئی غیر نبی نہ ہو اور محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی صورت میں ممکن اور متصور ہے کہ مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عینیت اور اتحاد ہو اور وہی کا ثابہ نہ رہ جائے تو بہر حال یا مہر ٹوٹ جائے گی یا عینیت محض ہوگی یا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔ اور یہ تینوں باتیں ناممکن اور محتار مدعا علیہ کے نزدیک محال ہیں دو تو اس کے مذہب کے نزدیک محال تیسری عینیت کا اس کو انکار۔

لیکن اب ہم یہ غماز کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مذہب کو بیان کرنے میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے اعداد عینیت سے جو توہین و کفر اور استحالة لازم ہوتا ہے اس کے خطرات کو وہ برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے جواب سے سبکدوش ہونا درحقیقت ناممکن ہے اور بغیر اثبات عینیت دونوں چیزیں یعنی مرزا صاحب کی نبوت اور حفاظت مہر نبوت ممکن نہیں اسی لیے مرزا صاحب نے اثبات عینیت کے لیے (جو درحقیقت بدابہت عقلی اور شرعی سے باطل ہے) بڑے بڑے فضول اعداد کئے ہیں اور کفر پر کفر کا ارتکاب کرتے چلے گئے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ نے بھی انکار کر کے علیا میث کر دیا ہے۔

مرزا صاحب کی تصریحات عینیت

(۱) ”کیونکہ میں بارہا بتلایا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منهم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر نبی خاتم الانبیاء ہوں (نا) مجھے آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا ہے۔“

(تفصیل کلاں ”ایک غلطی کا ازالہ“ صفحہ ۵)

(۲) اور چونکہ میں ظنی طور پر محمد ہوں ..... کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات نبوت میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے نبوت کا

دعویٰ کیا (بحوالہ صدر)

(۳) لیکن آنحضرت کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کے نام کا وارث اس کے خلق کا وارث اس کے علم کا وارث اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا۔

(بحوالہ صدر)

(۴) کیونکہ بردزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنی اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہوگی چونکہ نبوت بھی نہیں ہیں ایک کمال ہے اس لیے سرزدی ہے کہ تصویر بردزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔

(بحوالہ صدر)

(۵) تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بردزی اپنی اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ کسی طرح بردزی طور پر محمدؐ اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بردزی طور نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بردزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بردزیں دینی نہیں ہوتی۔

(بحوالہ صدر)

(۶) غرض خاتم النبیین کا غلط ایک الہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دن بلکہ ہزار دنہ بردزی رنگ میں آجائیں اور بردزی رنگ میں اور کلمات کے ساتھ اپنی نبوت کا یہی اظہار کریں۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶)

(۷) اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بحر بردزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے ..... اور چونکہ وہ بردزی محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں ..... ایک بردز محمدی جمیع کلمات مجدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لیے مقرر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔

(بحوالہ صدر)

(۸) مورد بردز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔

(بحوالہ صدر)

(۹) اب اس تمام تجربہ سے مطلب یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں میں اس طور سے جوہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے بر شراعت سے





مرزا صاحب کی سیرت و سوانح عمری دنیا کے سامنے ہے آپ کے افعال معاملات معصقات معجزات آپ کی کتابوں سے عیاں آنجناب نے کنجروں کو مال لے کر کھایا اور اس کو حلال بتایا ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ان جملہ امور کے باوجود آپ محمد مصطفیٰ ہیں اور آپ کے خلق روحانیت تمام اور تمام کمالات کے جامع خالق اللہ اشتکی اگر کوئی سیاہ فام بد صورت کو یہہ المنظر جیسی یہ کہے کہ میں جن یوسفی رکھتا ہوں اور میں اور یوسف علیہ السلام جن میں برابر ہیں تو تب بھی اتنی توہین بلحاظ حسن کے یوسف علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی جتنی اس حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قادیان سے کی گئی ہے خیر اب ہم صبر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ کر گذارش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو یہ معاملہ بغور دیکھنا چاہیئے۔

لے دھا انتفاع اخی الدنيا بنا ظره اذا استوت عند الانوار والظلم۔

یعنی کسی انسان کو نور اور اندھیرے جب یکساں نظر آئیں تو اس کو آنکھ سے کیا فائدہ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور عنایت کی بحث تھی ابھی مرزا صاحب کے ارتقاء کی دو منزلیں باقی ہیں جو اس مضمون ”سید الانبیاء اور مرزا صاحب“ کے متعلق ہیں لیکن قبل اس کے کہ میں ان کو ذکر میں لاؤں ایک ضروری نتیجہ ان اقتباسات کا بیان کرنا ہوں جس کو اس مقدمہ سے بنیادی تعلق ہے یعنی مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر مرزا صاحب نے ان اقتباسات میں جو ”ایک غلطی کے ازالہ“ سے پیش کیے ہیں متعدد جگہ یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی کوئی الگ انسان دعویٰ نبوت کرے تو مہر ٹوٹ جاتی اقتباس ۷ میں زیادہ واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خاتم النبیین کی مہر لگ چکی ہے اس کا ٹوٹنا ناممکن ہے نہ ٹوٹنے کی صرف یہ صورت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار کریں۔ ان اقتباسات کے ماسوا اس استہوار ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں اور بھی سچی جگہ یہ مضمون ہے کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹی محال ہے جس سے واضح اور صریح طور پر ثابت ہو گیا کہ لفظ خاتم النبیین کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس سے ختم نبوت اور اجراء نبوت کی بحث کا توفیض ہو گیا۔ فلہ الحمد۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر خود تشریف لاکر اپنی نبوت کا اظہار فرمادیں جیسا کہ بزعمر مرزا صاحب قادیان میں تشریف لاکر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا ہے تو مہر نہیں ٹوٹی یہ ایک الگ بحث ہے جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں اور ہمیں اس کا اسی طرح انکار ہے جیسا کہ مسئلہ تثلیث نصاریٰ اور تناسخ ہندو کا یہ مسئلہ عقلاً و شرعاً باطل ہے اور تثلیث کے گورکھ دھندے سے کسی طرح کم نہیں ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے ما تعبدون من دونه الاسماء سمیتہا انتہ وابتہ وکھ ما قول اللہ بھا من مدطن ان الحکم

الاعتقاد والآيات ذلك الدين القيم ولكن أكثر الناس لا يعلمون - (لوسف، آیت ۳۴)  
 جائے عبرت ہے کہ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا صاحب کہتے تھے کہ آنحضرت کا لحاظ فطرت جیدہ کہ ارفع مقام ہے  
 ایسا ہی خارجی طور پر بھی ارفع واعلیٰ مرتبہ وحی اور اعلیٰ وارفع مقام بحسب کا آپ کو عطا ہوا یہ وہ مقام ہے کہ میں اور مسیح  
 دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت نامیہ ہے (ملاحظہ ہو توضیح المرام صفحہ ۱۲ و ۱۳)  
 ایڈیٹن دوم تیسرا درجہ بحسب کا وہ ہے (الحی) وحدت نامیہ ہے۔

لیکن اب آپ محمد مصطفیٰ اور جامع جمیع کمالات مجددیہ مع نبوت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن اجمعی بس نہیں  
 ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے اپنی روحانیت کو اکمل اور برتر ثابت کر رہے ہیں۔

(الغیاذ باللہ)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بروزی طور پر وہی قائم الانبیاء اور محمد مصطفیٰ ہونے کا وہاں پر مذکور  
 ہو چکا ہے خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو دفعہ مبعوث ہوئے ہیں ایک دفعہ الف خامس  
 یعنی پانچویں ہزار میں دوسری دفعہ الف سادس کے اخیر میں یعنی چھٹے ہزار میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں۔  
 لیکن پانچویں ہزار میں آپ کی روحانیت کا مل رہ تھی بلکہ کمالات کی بیڑیوں پر پہلا قدم تھا پھر جب آپ چھٹے ہزار  
 میں مسیح موعود بن کر آئے تو آپ کی روحانی قوتیں کمال کو پہنچ گئیں جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے ملاحظہ ہو  
 خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۷

”فَكَذَلِكَ طَلَعَتْ رُوحَانِيَّةُ نَبِينَا صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَلْفِ الْخَامِسِ بِاجْمَالِ صِفَاتِهَا  
 وَمَا كَانَ ذَلِكَ الزَّمَانُ مِنْتَهَى تَرْقِيَا تَهَا بَلْ كَانَتْ قَدَمًا اُولَى الْمَعَارِجِ كَمَا لَا تَهْتَأُ شَرْ  
 كَمَلَتْ وَتَجَلَّتْ تِلْكَ الرُّوحَانِيَّةُ فِي آخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ اَعْنَى فِي هَذَا الْحَيِّينَ“  
 ص ۱۸۱ وَأَعْلَمَانِ نَبِينَا صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا بَعَثَ فِي الْاَلْفِ الْخَامِسِ كَذَلِكَ بَعَثَ  
 فِي آخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ بَاتِّخَاذِهِ بَرُوْنَا الْمَسِيْحِ الْمَوْعُودِ وَذَلِكَ ثَابِتٌ  
 بِنَصِّ الْقُرْآنِ فَلَا سَبِيلَ اِلَى الْحُجُودِ“

ص ۱۸۱ ”وَمَنْ أَنْكَرَ مِنْ أَنْ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَلَّقُ بِالْاَلْفِ  
 السَّادِسِ كَتَعَلُّقُهُ بِالْاَلْفِ الْخَامِسِ فَقَدْ أَنْكَرَ الْحَقَّ وَنَصَّ الْقُرْآنَ وَمَا مِنْ الظُّلْمِ  
 بَلْ الْحَقُّ أَنَّ رُوحَانِيَّتَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ فِي آخِرِ الْاَلْفِ السَّادِسِ اَعْنَى فِي هَذِهِ  
 الْاَيَّامِ أَشَدُّ وَأَقْوَى وَأَكْمَلُ مِنْ تِلْكَ الْأَعْرَافِ كَمَا لَبَدَا  
 التَّأَمَّرُ“

مرزا صاحب کے غلطہ الہامیہ کی یہ عبارتیں بالکل واضح اور صاف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درسانی قوتیں جب آپ پابانجویں ہزار میں مکر کے اندر مبعوث ہوئے جہاں ابتدائی تمہیں کامل نہ تھیں بلکہ وہ کمالات کی بہرہ منسوب پر پہلا قدم تھا گو اس وقت آپ کی روحانیت ہلال یعنی پہلی رات کے چاند کی مانند تھی لیکن جب آنحضرت چھٹے ہزار کے اخیر میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں قادیان کے اندر مبعوث ہوئے تو آپ کی روحانیت نہایت زبردست بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کے کمال پر پہنچ گئی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے وہ نص قرآن کا منکر ہے جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ محمدؐ کی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بزعم مرزا صاحب محمد قادیانی میں جس کو اہل دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ہلال اور بدر کی نسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ ہلال ہیں اور مرزا غلام احمد بدر یعنی چودھویں رات کا چاند۔ (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً)

اس مضمون کو مرزا صاحب کے ایک مشہور حواری نے جس کا نام قاضی اکمل ہے اپنی ایک رباعی میں اس طرح پر نظم کر دیا ہے۔

محمدؐ بجز آرائے ہیں ہم میں      اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی مثال میں  
نہ دیکھنے ہوں جس نے اکمل      غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

### مرزا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ناپاک حملہ

یہاں تک تو مرزا صاحب کی ان شونیوں کا ذکر تھا جو مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور عینیت پھر بعد ازاں اپنی برتری اور افضلیت کے دعوے کر کے کی تھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی نسبت یہ گستاخی کی تھی کہ معاذ اللہ آپ کی روحانیت کامل نہ تھی اور آیہ کریمہ واکمل خلق عظیم اور اسی قسم کی دوسری آیات قرآنیہ کی تکذیب کی تھی لیکن حکم آیہ کریمہ شہد کان عاقبۃ الذین اساءوا السوء ان کنوا بائعات اللہ - (یعنی پھر ان لوگوں کا انجام جہنم ہے) ایسی برائیوں کی تمہیں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات الہیہ کی تکذیب کی) ان گناہوں اور شونیوں نے مرزا صاحب کو تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم تک پہنچا دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اصول موضوعہ میں سے ملتے ہیں کہ اکمل و اصفیٰ وحی پانوالوں پر جب خدا کا کلام فصیح و لذیذ نازل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے غلطی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو

حقیقۃ الوحی باب سوم صفحہ ۱۵ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے (الی) کہ درتوں سے پاک ہوتا ہے۔

اس سے زیادہ صاف اس مسئلہ کو جو دجی الہی کا بنیادی اصول اور امتیازی نشان و معیار ہے کیا بیان کیا جائے۔

(۲) مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول المسیح میں بکرات بیان کیا ہے نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں ”کیونکہ خدا

کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور پیکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر

نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں..... (الی)..... اس

یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو گھر سمجھتا ہے اور اگر

اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جائے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہو بجائے خود معجزہ قرار دیتا ہے۔“

(۳) خاص اپنی وحی کی شان میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ ۸۸ نزول المسیح اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی

نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جاننا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا

ہوں کہ زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں۔“

(۴) صفحہ ۸۹ پر فرماتے ہیں ”مگر اچھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الہی تجلی فرماتا ہے اس

کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رکھتی ہے؟“

(۵) صفحہ ۱۱۴ اور ۱۱۵ پر فرماتے ہیں ”اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب

یہی ہے کہ اس کی کوئی نشانیاں میں (۱) اول یہ کہ الہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ

اگرچہ اس کے ساتھ دلائل ظاہر نہ ہوں بڑے زور اور جوش سے بتلاتی ہے کہ میں

خدا کی طرف سے ہوں اور ظہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جائے یا

ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا

ظنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے۔“

یہ تو بہن وحی الہی اور مورد وحی الہی کی شناخت کا طریقہ اور اس کی علامتیں کہ وہ مورد وحی کے نزدیک بوجہ

ابن نور اور قوت اور جوش اور الہی برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی قوت وغیرہ امور کے جو خدا کے کلام اور

وحی کے ساتھ اترتے ہیں اس کا کلام خدا اور وحی الہی ہونا ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا ہمارے نزدیک یہ بات

بدیہی ہے کہ ہم کانوں سے سنتے آہنگ سے دیکھتے اور زبان سے بولتے ہیں صاحب وحی کے نزدیک اس میں شک کرنا

کفر ہے اس کی روح ہر دم بولتی ہے کہ یہ خدا کا کلام یقینی بغیر کسی شک و شبہ کے ہے اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جائے

یا اس پر بجلی بھی گرنے لگے تو بھی وہ اس کو ظنی یا شکی حدیث النفس یا الہام شیطانی نہیں کہہ سکتا۔

اگرچہ الہام شیطانی اور حدیث النفس کی شناخت کا طریقہ اس مذکورہ بالا کلام مرزا صاحب سے خود بخود بچھا

جاتا ہے کہ یہاں یہ علامات موجود نہ ہوں اور ظہم اور مورد وحی کو شبہ یا شک یا تردد اس کلام کی نسبت پیدا ہو گیا

ہو تو وہ وحی شیطانی ہوگی لیکن اس استنباط کی بجائے مرزا صاحب کی تصریح ان کی غبارت میں پیش کر دینا زیادہ موزوں ہے ۔

(شیطانی الہام) اسی آخری حوالہ منقولہ کے صفحہ ۱۱۱ کے اوپر متصل لکھتے ہیں ۔

اُس جگہ یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہوا الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو ہمہ پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسہ کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں مانو دے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے ۔

(۲) پھر صفحہ ۸۶ کے مذکورہ بالا حوالہ کے اوپر کی تین سطروں میں تحریر فرماتے ہیں ۔ اگر ایک کلام انسان سے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شاید یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ۔ (یعنی حوالہ ۱۱۱ جو صفحہ ۸۶ نزول المسیح کا اوپر منقول ہوا تمام اس کے ساتھ پڑھ لیا جائے ۔

مرزا صاحب نے ان منقولہ بالا عبارتوں میں الہام شیطانی اور وحی الہی میں جو امتیاز قائم کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں بالکل صاف اور واضح ہے لیکن باوجود ان اصول موضوعہ اور مسئلہ کے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین کی شان عالی میں جو گستاخی کی ہے اس کو محال مجبوری بادل ناخواستہ سو مرتبہ الیہ اقبالہ کہتے ہوئے پیش کرتا ہوں کل کفر کفرناشنو چنانچہ مرزا صاحب ختمہ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۱۱ اوپر لکھتے ہیں ۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا بلکہ عنقریب خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت اندیشہ بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو“

جس واقعہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں سورہ اقرآن کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْانْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْانْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔ یہ سب سے پہلا حصہ قرآن ہے جو نازل ہوا (علی الصبح) اب مرزا صاحب کی اس تحریر کے رو سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اقرآن کریم کی ان پہلی پانچ آیتوں کو مرزا صاحب کے مسئلہ مذکورہ المعیار کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو نتیجہ صاف ہے اور ناگفتہ بہ مرزا صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مورد الہام شیطانی اور قرآن کریم کو الہام شیطانی قرار دیا اس کے بعد تمام قرآن کریم کا یہی حکم ہوگا اور یہ بالکل ظاہر ہے

کہ جب صاحبِ قرآن ہی معاذ اللہ موردِ وحی شیطانی ٹھہرا تو قرآن کی نہ صرف یہ پانچ پہلی آیتیں بلکہ کل کا کل الہامِ شیطانی ہے اب ایک اور بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ جب مرزا صاحب نے نہایت صفائی اور پوری تفصیل کے ساتھ وحی الہی شیطانی دی میں مابہ الامتیاز بیان کر دیے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیوں ایسی عبارت تحریر کی جس کا صاف اور کھلا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ معاذ اللہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی قطعی طور پر تکذیب ہوتی ہے شائد واقعات کی مجبوری ہو تو اس کا جواب یہی ہے جس کی طرف ہم اس مضمون کے ابتداء میں اشارہ کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے مرزا صاحب کو کبھیج کر اس مقام پر لاکھڑا کیا جن کا ذکر اجمالاً و مثلاً اوپر گزر چکا ہے درنہ اس واقعہ میں جو خشیت علی نفسی سے مرزا صاحب نے بیان کیا ہرگز شک یا شیطانی مکر کا کوئی لفظ نہیں ہے مرزا نے محض تکلف اور تحریف اور انفرادے سے معنی کئے اور کلمہ آیت کریمہ حق من کان فی الضلالة فلیمد دلہ الرحمن مناد و بحکھ نولہ مانولی ونصلہ جھنہ شہر کان عاقبة الذین اساءوا السوء ان کنوا بآیات اللہ - اور کتاب کفرِ عظیم کی سراپائی -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے فرمایا وہ دو سبب سے تھا ایک تو دفعۃً اور اچانک جبرئیل کا بڑی رعب دار صورت میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ انتہائی مشقت کی حد تک پھینچنا اور دبا دبا جس سے آپ کو جہانی طاقت پہنچی یہاں تک کہ بوجہ جاڑا لگنے کے گھر جا کر فرمایا زمونی زمونی دوسرے عظیم الشان بارخوبت کی وجہ سے دل میں فکر پیدا ہوا کہ واللہ اعلم قوم کی طرف سے کیا کیا سلوک پیش آئیں گے ایک طرف بشری ضعف جبلت اور کمزوریوں کا احساس غرض ان مجموعہ امور سے اگر خشیت علی نفسی فرمادیا تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی آنحضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو عین رب العالمین کے حضور اچانک عصا کو سانپ کی صورت میں دیکھ کر بھاگ نکلے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور نہ ڈر تو امن والوں سے ہے فلما دارھا کس انھا جان

لی مدبراً ولھ یعقوب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الاممنین - پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا خطرہ پیش کیا دبا فی قتلتم منهم نفساً فاحذوا ان یقتلوا - (سورہ قصص) اے پروردگار میں نے ان کا ایک آدمی (غلی سے) مار دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھے زیادہ صاف زبان ہے اس کو میرا مددگار رسول بنا دے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی جیسا کہ آگے اسی مقام پر مذکور ہے الغرض ابتداءً اندیشہ انبیاء علیہم السلام کو بتقاضائے بشریت زیادہ ہو کر رہا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس امر کی کافی توضیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہی اسباب کی بنا پر اندیشہ کا اظہار فرمایا یہ کہ معاذ اللہ آپ نے جبرئیل کو شیطان اور آیات قرآن کو شیطانی الہام در مکر خیال کیا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی نعمت یقین و ایمان حاصل نہ تھی تو پھلا اور کس کو ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ

فرمائیے اَمَّا الرَّسُولُ فَمَا نَزَلَ إِلَيْهِ مِنْ دَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ یعنی رسول ہر اس کلام پر ایمان لایا جو اس پر اس کے رب کی طرف سے آئی ہو مگر اگر دوسری بھی لیکن مرزا صاحب کے نزدیک تو رسول کریم کو یقین یعنی ایمان حاصل نہ ہوا تو بھلا مؤمنوں کو کیونکر ہو گا۔ نعوذ بالله من الھود بعد الھکس مرزا صاحب نے بڑا ظلم کیا کہ محض افراء اور بہتان سے انھیں حضرت پر ناپاک حملہ کیا اور قرآن کی تکذیب اور اسلام کی تکفیر کا سامان اپنی کتابوں میں جمع کر دیا اور محض جھوٹ اور افراء پر دنازی کے طور پر یہ طوفان اٹھایا اور نہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسی روایت موجود بھی ہوتی جس کا صاف یہ مفہوم ہوتا تو وہ نصوص قطعہ کے سامنے بالکل واجب الرد یا قابل تاویل ہوتی تو تاویل کی جاتی خصوصاً جب کہ وہ اپنے الہام کے مخالف حدیثوں کو بھی ردی میں پھینک دیتے ہیں تو انھیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ابطال پر جو حدیث دلالت کرتی ہو اس کو بطریق اولیٰ باطل اور غلط سمجھ کر رد کر دینا چاہیئے تھا لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے کوئی حدیث بھی نہیں ہے اور محض افراء پر دنازی اور بہتان طرازی سے قرآن اور نبوت نبی کریم کے ابطال کی سعی کر کے اپنے کفر اور دشمن اسلام ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہاموں کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی یدِ ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں، اپنی مزعومہ الہاموں پر یہ وثوق اور ان کو کلام خدا کہنا بہت بڑی بد ذاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا کہ ان کو جبرئیل اور کلام الہی کی نسبت یقین نہ تھا اور شیطانی مکر کا اندیشہ ہو گیا تھا کتنی بڑی بھاری بد ذاتی ہوگی۔

الغرض مرزا صاحب نے اپنی تحریروں کے رد سے اسلام کی بیگنی کا پورا مواد ہم پہنچا دیا ہے دشمنان اسلام اگر ان دستاویزوں کی بنیاد پر اسلام پر حملہ آدرہوں تو کتنی بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہو مجر۔ اس کے کیا جواب ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر غلط ہے کفر ہے افراء اور بہتان ہے۔ اور درحقیقت ہے بھی سراسر بہتان کفر اور قرآن اور بانئے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس پر ناپاک اور خطرناک حملہ (اعاذنا اللہ عن امتثال ذلک)

## حقیقی خاتم

مختار مد علیہ نے کہا ہے کہ مختار مد علیہ نے خطبہ الہامیہ ص ۱ کے حوالہ سے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے متعلق کہا ہے کہ میں حقیقی خاتم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں خاتم النبیین کہا گیا ہے حقیقت کے مقابلہ میں مجاز ہوتا ہے تو گویا انھیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی خاتم النبیین ٹھہرے اور یہ صریح کفر والحاد ہے۔

اس کے جواب میں مختار مد علیہ نے کہا ہے کہ یہ الزام محض افراء اور بہتان ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہیں بھی اپنے آپ کو حقیقی خاتم النبیین نہیں کہا اور نہ انھیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازی خاتم النبیین کہا ہے۔



(۱) اس انکار کے بعد خود ماننا ہے کہ جو ختمیت مرزا صاحب کو حاصل ہے وہ بلحاظ وراثت کے ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی بعثت بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔

(۳) مرزا صاحب کو جو ختمیت حاصل وہ ختمیت ولایت نہ ختمیت نبوت۔

(۴) مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے۔

خیر ختمیت وراثت سے حاصل ہوا اتباع سے ہو بروز سے ہو دیکھنا یہ کہ وہ ختمیت نبوت ہے یا ولایت اور حقیقی ہے یا مجازی اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ختمیت نبوت کے ہے اور حقیقی ہے تو مختار مدعیہ کا الزام صحیح ہوگا افتراء اور بہتان نہ ہوگا اور مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی خاتم النبیین کرنا ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مرزا صاحب کا کفر والحاد مختار مدعا علیہ کو ماننا پڑے گا کیونکہ اس نے محض انکار کیا ہے یہ نہیں کہا کہ یہ کفر نہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی اس کو کفر اور الحاد جانتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء بھی کہتے ہیں لیکن یہ خاتم الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تو خاتم الخلفاء سلسلہ بنی اسرائیل کہا ہے لیکن وہ اس سلسلہ کے خاتم الانبیاء بھی ہیں مرزا صاحب نے خود ان کو انبیاء بنی اسرائیل کا خاتم کہا ہے غرض اس جگہ خلافت اور نبوت میں تضاد نہیں ہے بلکہ تقریباً مترادف ہیں آخر مرزا صاحب کا دعوے بھی تو نبوت کا ہے اور خلیفہ ہونے کا یہی پس خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء کہنے سے خاتم الانبیاء ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہا ہے خواہ بروزی طور پر ہو۔ ملاحظہ ہو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ ”کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین ہم لیسما بحقواہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں“

اب رہی یہ بات کہ ختمیت حقیقہ کا بھی دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ تو اب ہم اسی عبارت کو دیکھتے ہیں جس عبارت کو مختار مدعا علیہ اور مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت بھی صحیح ہے وقد ختمت النبوة علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیکن مدعیہ کے مختار کو کچھ مضر نہیں اس نے کب اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی تصریح نہیں۔ مختار مدعیہ کی پیش کردہ عبارت میں جو مرزا صاحب کے متعلق ہے اور اس سطر کے ایک سطر چھوڑ کر بعد ہے ختمیت حقیقہ کا لفظ موجود ہے ”فان الختمية الحقيقية كانت معددة في الالف السادس الذي هو يومئذ من ايام الرحمن ليشابه ابا البشر من كان هو خاتم نوع الانسان“ یعنی پس ختمیت حقیقہ چھٹے ہزار میں (یعنی عہد مرزا صاحب) کے لیے مقدر تھی جو ایام رحمن کا چھٹا دن ہے تاکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ شخص جو نوع

انسان کا خاتمہ ہے (یعنی مرزا صاحب) مشابہ ہو جائے۔

پس اب معاملہ بالکل صاف ہے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ختم نبوت کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ حقیقت کی صفت بیان نہیں کی اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں اور بالمقابل اپنی خفیت کو ختمیت حقیقت کے ساتھ موصوف کیا اور یہی مختار مدعیہ کا دعویٰ تھا کہ تحقیق کے بالمقابل چونکہ مجازی ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مجازی ہوئی اور یہ کفر و الحاد ہے۔

”مختار مدعا علیہ نے ایک یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے“

یہ درست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے اور تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت اور ختم نبوت کے حصول کا اپنے لیے دعویٰ کیا ہے باوجودیکہ یہ تمام دعاوی باطل اور سراسر کفر ہیں لیکن تاہم مرزا صاحب کے خیال کی بناء پر اس کو مسلم رکھتے ہوئے اگر مرزا صاحب اپنے لیے مقابلہ کوئی زائد فضیلت بھی ثابت کریں تو فاضل اور مفضول کے مفہوم انتہائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فاضل کی افضلیت مفضول کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس صورت میں فاضلیت اور مفضولیت کا مفہوم ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ۱۲۰ ہزار برس کے بعد عبد اللہؐ پر عبد المطلب کے گھر جنم لیا ”آئینہ کمالات“ ص ۳۳ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کا ظہور قرار دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ سید المرسلین خاتم النبیین وغیرہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے کمالات کہلائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل نہ ہوں گے اگر آپ افضل ہیں تو بعینہ اس طرح مرزا صاحب نے بھی اپنی افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کی ہے جو محال اور سراسر محال ہے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین ماننا اور اپنے آپ کو ختمیت حقیقہ کا مصداق قرار دینا یا بالفاظ دیگر حقیقی خاتم النبیین بالمقابل ٹھہرانا صاف توہین اور کفر ہے۔

### سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی عملاً توہین

مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے جن کا ذکر کسی قدر اوپر گزر چکا ہے دشمنان اسلام کو اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ جب وہ مرزا صاحب کے معتقدات دعاوی مرزا صاحب کے اخلاقی نمونہ اور معجزات کو ان کی گتالوں میں اور ان کے مشن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور ان کو سراسر جملہ بازی چالاکی دروغ گوئی کٹھاری معاملات اور اخلاق کی کجروی کا واقعات کی روشنی میں قطعی ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ان دعاوی

کو دیکھتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بروز اور ان کی صفات کاملہ کے مظہر اور جامع ہیں تمام نبوتوں کی سرمت اور شکست و زحمت کرنے آئے ہیں آپ محمدی آئینہ ہیں اور بروز محمد اور مظہر روحانیت محمدی بلکہ وہ روحانیت جو اصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلال کی طرح بالکل کمزور اور ادنیٰ حالت میں تھی اس بروز یعنی مرزا صاحب کی ذات میں بڈرین کرپوری آب تاب سے جلوہ گر اور تاباں ہوئی ہے اور مرزا صاحب کے اس شعر کو پڑھتے ہیں۔

زندہ شد ہر نبی بآئینہ

ہر رسول نے نہاں بہر پیروں

تو وہ اسلامی تصنیفات مصنفات تاریخ دہریت کو چھوڑ چھوڑ کر مرزا صاحب کے احوال مقالات مصنفات اور مشن کی تحریروں کو اسلام قرار دے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سیرت معتدسہ معجزات اور خلق عظیم کو اور آپ کی نبوت اور جملہ انبیاء کی شان اور نبوت کو مرزا صاحب کی شان اور نبوت پر قیاس کر کے اسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مرزا صاحب کی نبوت کو انہوں نے بالکل قریب سے دیکھا ہے۔ اگرچہ بعض دشمن اسلام پہلے بھی محض تعصب کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے رہے لیکن ان کو جواب دندان شکن بآسانی دیے جاتے مگر اب اسلام کے دشمنوں کو مرزا صاحب اور ان کے مشن کی تحریری اور عملی حالات سے بہت بڑی طاقت اور دلیری ہو گئی ہے۔ بتلائیے اگر نبوت انبیاء سابقین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اخلاق قدسیہ اور سوانح زندگی کا مبیار مرزا صاحب کی نبوت سوانح حیات اور معجزات کو قرار دیا جائے تو دشمنان اسلام کو مسلمان منہ دکھانے کے قابل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی دشمن یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے جو تمام الانبیاء کے بروز ہیں اور ان کو زندہ کرنے والے کبجروں کا مال بھی لے کر رکھا ہے اور آئینہ کمالات کے اخیر میں اس قسم کے مالوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کے لیے شریعت اسلامی میں ایک نئے حکم کا اضافہ فرمایا ہے کہ نافرمان آدمی کا مال دجان اس کے ملک سے نکل کر مالک حقیقی کے قبضہ میں آجائے اور مالک حقیقی کو اختیار ہے کہ اس کو دیسے ہی ہلاک کر دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ نجی تہری نازل فرما دے اصل عبارت آئینہ کمالات کی ملاحظہ ہو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اس کی ملک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جائے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ نجی تہری فرما دے بات ایک ہی ہے۔“

(آئینہ کی کمالات اسلام صفحہ ۴۰۱)

اب اگر کوئی دشمن اسلام یہ اعتراض کرے کہ قرآن کا تو یہ حکم ہے ۱۱ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا ای الایۃ

یعنی اسے رسول پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک کام کرو تو معلوم ہوا کہ چونکہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کا بروز ہیں اور ان کی شان تقدس کو زندہ کرنا والے کجبروں کی اجرت زنا وغیرہ کی کمائی کھائی ہے لہذا وہ بھی پاکیزہ اور حلال طیب ہے اور تمام رسول اس قسم کی پاکیزہ چیزیں کھلیا کرتے تھے نیز یہ معلوم بھی ہو گیا کہ زنا بھی حلال ہے۔  
(معاذ اللہ)

نیز یہ معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی شریعت میں ہندوستان کے اندر تمام ان مسلمانوں کا جو مرزا صاحب کو نہیں ملتے اور ایسا ہی دیگر نافرمان اقوام ہندوؤں عیسائیوں سکھوں وغیرہ کا قتل کر دینا اور ان کے مالوں کا لوٹ لینا سب جائز ہے جیسا کہ محولہ بالا مرزائی قانون کا صاف منشاء اور مفہوم ہے اور خواہ مخواہ مرزائیوں کو اگر قدرت حاصل ہو جائے تو اسی دستاویز سے اس حکم پر وہ عامل ہوں گے۔

مرزا صاحب کے شریعت کے یہ جدید احکام ہیں اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جب مرزا صاحب کو تمام انبیاء کا بروز اور بروز محمدی اور خاتم الانبیاء مان لیا جائے تو کسی کے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔

.. مرزا صاحب کے تشریحی نبی ہونے کا یہ یقین ثبوت ہے اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے جو زبانی وہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت جدیدہ کے مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو کافر سمجھتے ہیں تو اب وہ خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہو گئے۔  
حوالہ مذکورہ بالا آئینہ کمالات اسلام کی ضروری تشریح بھی لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا ذکر کردہ مدعا واضح نہیں ہو سکتا کیونکہ کجبروں و نجرہوں کو تو اس عبارت محولہ میں کوئی نام نہیں ہے لہذا اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کی عبارت محولہ بالا مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں ہے جس کو مرزا صاحب ”قولہ“ اور ”قول“ کے عنوان قائم کر کے بیان کر رہے ہیں ”قولہ“ سے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کا اور ”قول“ سے مرزا صاحب کا قول مراد ہے۔ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ میں مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق پچاس سوالات جرح کئے ہیں جو دوسرے نمبر میں جا کر ختم ہوئے ہیں ان میں چند سوالوں کے جواب مرزا صاحب نے دیے ہیں۔

عبارت محولہ بالا مولانا موصوف کے آٹھویں سوال جرح کا جواب ہے جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۵ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۶ پر بدین عبارت ہے۔

(سوال ہشتم)

ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو۔ لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو۔ ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں

لانا ہو علم ایذا رسانی ہے رہی بد خلقی بد گوئی پر مصر ہو تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی پچی نکل اُسے اس پچی پیشگوئی میں ہمہ ولی محدث دمجہد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے۔

اس کی مزید توفیح سوال نمبر ۱۳ میں صفحہ ۳۷ پر ہے مولانا موصوف مرزا صاحب سے سوال کسے ہیں ”در سوال پہل دہبارم میاں الدیا ساکن انبالہ سے آپ نے اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت دو سو روپیہ یکم ویش منگوا یا (۲) اور وہ کیا روپیہ تھا (۳) اور آیا وہ کس کام میں آپ نے صرف کیا؟

یہ اللہ دیا کنجہر تھا جس نے توبہ کی تھی اس کا پہلا مال جو حرام کمائی اجرت زنا وغیرہ سے تھا مرزا صاحب نے منگوا یا اور استعمال فرمایا ان سوالات سے پہلے نمبر ۱۲ جلد ۱۴ میں مولانا موصوف میر ناصر نواب صاحب خسر مرزا صاحب کی مثنوی ”در حالات مکاری اہل زمانہ“ مندرجہ نمبر بدکور کے حاشیہ پر کر چکے ہیں جس میں انہوں نے جلی پیروں خصوصاً مرزا صاحب کے حالات کا کسی قدر نقشہ کھینچا ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے۔

بد معاش اب نیک از حد بن گئے      یوسلیم آج احمد بن گئے  
بیسے دریاں بنے دجال ہیں      ہر طرف مارے انہوں کے جال ہیں  
اسی مثنوی میں کچھ اور یہ شعر ہیں۔

قرن سے اک دفعہ ہو جائے نجات      گوٹے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ  
ہو تہمبول ہی کا یا رائٹوں کا ہو      رائیوں کا مال ہو یا ہمانڈوں کا ہو

اس دوسرے مصرعہ کی تشریح مولانا موصوف نے حاشیہ پر یہ کی ہے ”جیسا کہ الہ دینامی تائب مرحوم کا روپیہ جو اسی قسم سے تھا کامیابی نے منگوا یا“

غرض سوال ہشتم کا منشاء یہ ہے کہ مرزا صاحب نے الہ جاکنجر انبالوی سے جس نے توبہ کی تھی اجرت زنا کی کمائی کا سابقہ روپیہ اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت منگوا یا اور استعمال فرمایا۔  
مرزا صاحب نے اسی سوال ہشتم کو قول کے عنوان سے نقل کر کے اقول کہہ کر اس کا جواب دیا ہے اور اس کو عبارت محولہ بالا سے جائز ثابت کر کے نئی شریعت کی تعمیر کی ہے۔

مرزا صاحب نے اس سوال کو نقل کرنے میں عجب چالاکی کی ہے تین چار سطریں عبارت میں سے اول دائرہ کو نقل کر کے بیچ میں سے چھوڑ گئے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی کتاب پر حصے والے کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مرزا صاحب پر اجرت زنا کا حرام مال کھانے کا الزام لگایا گیا ہے اور جب تک کسی کو اشاعت السنہ کے اصل حوالے معلوم نہ ہوں مرزا صاحب کا یہ فعل شیعہ مخفی رہے لیکن دراصل یہ بڑی خیانت اور پسے درجہ کی بزدلی ہے۔

خیر اب تو سوال بھی واضح ہو گیا اور جواب بھی واضح مرزا صاحب نے اسی خبیث اور حرام مال اجرت زنا کھانے سے

انکار نہیں کیا اور یہ کہہ سکتے تھے ہاں یہ کر دیا اور ثابت کیا کہ یہ طلال ہے طیب ہے لیکن رسولوں کو۔ پس اگر توفیقہ مرزا صاحب رسول مان لیے جائیں اور آنجناب کی رسالت ہی تمام رسولوں کے لیے میزان قرار دی جائے تو نبوت اور رسالت ایک نہایت ہی ذلیل چیز ہوگی جس کو کوئی شریف انسان پسند نہیں کر سکتا۔

پس درحقیقت مرزا صاحب نے اپنی عملی اور اخلاقی اور اعتقادی حالت سے نبوت اور انبیاء کی سخت توہین کی ہے اور اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب خارج از اسلام اور کافر ہیں۔

اس قسم کے کئی واقعات ہیں لیکن بطور مشنت نمونہ از خروارے ای پرکتھا کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ ۹۔ اکتوبر کی بحث میں کہا تھا کہ جب مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے نزول کو اسلام کی بربادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین خیال کرتے ہیں جو مرزا صاحب سے ان کے رعم کے مطابق گھنیا نبی ہیں تو جو ان سے بڑھیا نبی ہیں یعنی مرزا صاحب ان کی نبوت سے بطریق اولیٰ بہت زیادہ توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بربادی اسلام متصور ہے۔

مختار مدعا علیہ کہ یہ مغالطہ ہے فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یا نبوت مستقل بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماننی پڑے گی جو متنع ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا اور یہ بھی محال ہے کیونکہ امتی کا مفہوم یہ ہے کہ جو بغیر انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔

مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ استدلال اور فرق بالکل غلط ہے اور امتی کی یہ تعریف خود غرضی سے گھڑی گئی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں نہ قرآن سے نہ حدیث میں اور نہ علماء اسلام میں بلکہ سراسر قرآن کریم اور تصریحات اکابر کے خلاف ہے۔

۱۰۔ مختار مدعا علیہ کے مسلم امام عبد الوہاب شعلانی یواخت والجو اس بحث ۳۲ میں شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی رح کا قول فتوحات میکہ کے باب عاش سے حدیث انا سیدہ ولد آدم۔ ولا تفرک متعلق نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزل عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سیدہ ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پھر اس پر یہ شہادت بھی پیش کی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عامل ہوں گے جس سے صاف ثابت ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور امتی ہیں اس میں کوئی امتناع کسی قسم کا نہیں ہے۔

(۲) صحیح حدیث میں آیا ہے لو کان موسیٰ حیاً لہذا مبعوثاً الا انبیا علی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ادلی العزم نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور تبع ہو سکتا ہے لہذا امتی کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے

قطعا باطل ہے۔

(۳) یہی امام عبدالوہاب شمرانی روایت والجاہر صفحہ ۶۲ جلد ۲ پر شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول فتوحات کے باب الثالث والتبعین سے نقل فرماتے ہیں اعلیٰ اللہ لیس فی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم من هو افضل من ابی بکر بنو عبدالمطلب علیہ السلام وذلک انہ اذا انزل بین یدی الساعۃ لا یجکد الا بشیء محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیکون لہ یوم القیمۃ حشران حشرۃ فی زمرة الرسل ملواء الوصالۃ وحشرۃ فی زمرة الاولیاء ملواء الولایۃ۔ یعنی اس امت میں جسے عید السلام کے سوا کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ جسے جب قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کریں گے پس قیامت کو ان کے دو حشر ہوں گے ایک لوہ رسالت کے ساتھ رسولوں کے زمرہ میں اور دوسرا شہداء و اولیاء کے ساتھ زمرہ اولیاء میں۔

ہمارا مقصود اس سے واضح ہے حاجت تشریح نہیں کچھ اکبر قدس اللہ سرہ کے اور کئی حوالے ہیں بسکن بھی کافی ہیں۔

(۴) اب مرزا صاحب کی سینے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ پر آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ہا انیتکم من کتب الایۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اس پر سب نے اقرار کیا (مخلصاً) ہر کتابت ہو کہ تمام رسول حضرت مسلم کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔

(۵) مرزا صاحب حمامۃ البشری صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔ وما اختلف اثنان من علماء هذه الامة في ان الغضاثل انطیۃ التي توجد في هذه الامة قد تفوق بعض الغضاثل التي توجد في الانبیاء بالاصالة ولذلك قيل ان الانبیاء السابقین كانوا ينظرون الى هذه الامة بعین الغبطة ونفی اکثرهم ان یكونوا منهم فلعلہم یکن فی هذه الامة شیء من الغضاثل التي لم توجد فی انبیاء بنی اسرائیل فخلصوا ربهم ان یجعلهم من هذه الامة۔

یعنی بالاتفاق علماء امت کی رو سے ہے کہ اس امت میں بعض ظلی فضائل ایسے جو انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل پر فوقیت رکھتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ پہلے انبیاء اس امت کو غیظ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر انبیاء نے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ کاش وہ اس امت سے ہوتے پس اگر اس امت میں کچھ ایسے فضائل نہ ہوتے جو انبیاء بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیوں یہ سوال کیا کہ ان کو اس امت میں سے کر دے۔

یہ عبارت واضح ہے اگر اسنی کا یہ مفہوم ہوگا کہ وہ بغیر اتباع قرآن و انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہ اور بے دین

اور ناقص محض ہو تو انبیاء نبی اسرائیل سابقین نے باوجود نبوت اور رسالت کیا اپنے آپ کو گمراہ اور بے دین اور ناقص ثابت کرنے کے لیے یہ دعا کی تھی؟

اور حسب اقرار تسلیم مرزا صاحب انبیاء نے جب کہ اپنے پروردگار سے یہ دعا کی ہے کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم ظاہری امت بنا دے۔ نیز تاکہ وہ میثاق انبیاء اور نصرت کا عہد اس دنیا میں ظاہر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انبیاء کی دعا کو مسترد فرما دے لہذا اس سبب الدعوات نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ ان سب کی طرف سے ایک ایسے نبی کو نمائندہ قرار دے کر عیاناً و شہوداً امتی اور مومن اور ناصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے مزید اشتقاق تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وافی اولی الناس بعیدی بنی مویم لعدیکن بیئنی و بیئہ بنی و انہ نازلہ۔۔۔۔۔ یعنی میں سب سے قریب تر لوگوں سے ہوں میرے بنی مریم کے ساتھ الحدیث اس حدیث کی تشریح مع اثبات اشخاص ائمہ کمالہ اسلام صفحہ ۳۴ پر ہے۔

اسوا اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب تصریح مرزا صاحب بیٹا ہونے کی نسبت بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمہ چشم اربعہ صفحہ ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے ”سو حضرت مسیح نے ان نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لیے ان سے پہلے آئے تمثیل طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے اور اپنے لیے قرب کے ”دم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے ”در پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظهر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا ہے جو بیٹے کے ماں سے جانے کے بعد آئے گا جو باغ کمالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی ہے پھر اس حاشیہ کے حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں ”در بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم سیدۃ الدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں درجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی یہ قول غالباً اسی منابست بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے تب عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی۔“ مزہ

اس علت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب تصریح مجازی بیٹا ہونا بھی ثابت ہے۔ لہذا امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیا ہے قطعاً باطل ہے۔

۹۰ اب قرآن شریف ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ صَدَقْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ الَّذِينَ



آئینا ہمہ الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون و اذا یقول علیہم قالوا ائمانا بہ انہ الحق من ربنا انا کننا من قبلہ مسلمین اولئک یتوبون اجرہم موتین بما صبروا الایۃ ۔

یعنی ہم نے پے درپے ان کے لیے اپنے کلام کو اتارا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں جن لوگوں کو ان سے پہلے ہم نے کتاب ہی پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری کہتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے ان لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے دہرا اجر دیا جائے گا الخ ۔ اب بتلائیے وہ مؤمنین اہل کتاب جو قرآن کریم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بنے کیا وہ اس سے پہلے گمراہ بے دین اور ناقص تھے یا وہ مسلمین مؤمنین تھے اور امتی بن کر دہرے اسد کے مستحق بنے ۔

(۷) احادیث صحیح میں آیا جن کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر صاحب علم جانتاہے کہ تین شخصوں کو دہرا اجر ملے گا۔

(۱) وہ شخص جس نے کسی اپنی لونڈی کی تربیت کی اور عمدہ ادب سکھایا پھر اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا ۔

(۲) وہ مومن اہل کتاب جو اپنی کتاب پر ایمان لایا (بعدہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ۔

(۳) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کی خیر خواہی کی ۔

دلائل و شواہد مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ اسی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب نے بیان کیا ہے غلط اور باطل اور اتباع ہوائی اور خود غرضی پر مبنی ہے لہذا وجہ فرق جو مابین مرزا صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بارہ توہین و جنک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی تھی باطل ہو گئی اور مختار مدعیہ کا الزام توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مرزا صاحب کا مسلمہ کفر تھا قائم اور بدستور رہا ۔

قول مختار مدعا علیہ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ تسمیہ النشی بما یشود الیہ کی قسم سے ہے جس طرح انگور کو شراب سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس لیے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ قول مختار مدعیہ کے اعتراض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ انگور کو شراب کہنا مجاز ہے جس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ عصر یعنی نیموڑا انگور کی صفت ہے نہ شراب کی بر خلاف مرزا صاحب کے اس قول کے کہ وہاں کوئی قرینہ معنی مجازی کا موجود نہیں ہے بلکہ شرک کو عظیم کہہ کر حقیقت کو اور محکم کیا گیا ہے اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اس کو مخلوق پرستی کا ستون کہہ کر ارادہ مجاز کے خلاف گویا ایک زبردست دلیل قائم کر دی ہے ۔

(الا ستقامتہم) پر لکھتے ہیں ۔ والله ین یجمعہ حیات هذا الدین وحیات ابن مریم یعنی قسم

ہے اللہ تعالیٰ کی دین اسلام کی زندگی اور ابن مریم کی زندگی ہرگز جمع نہ ہوں گی۔ دیکھئے کس تاکید شدید اور قسم کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کو دین اسلام کی موت قرار دیا گیا ہے۔

اور ضخیمہ براہین احمدیہ مصہیحیج کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں کہ ”افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا“

غرض مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ سے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کو ذکر کیا ہے شرک عظیم جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ مخلوق پرستی کا ستون۔ اسلام کی نفیض یا اسلام کی موت بت پرستی وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہاں تسمیۃ اللہ فی سبیل اللہ کی تائید کا اگر نہیں ہو سکتی باقی رہا اعتقادہ علیہ کا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ اور حدیث مسلم سے استہشاد اور ان پر قیاس بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے نثار ڈالنے اور بت کو سجدہ کرنے والے کو مشرک کہا ہے اور یہاں کا یہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قسم کھانے والے کو فاسق اور گناہگار کہا ہے گو ان افعال کو بھی شرک کہہ لیا جائے لیکن قابل تادیل اور شرک دون شرک کی قسم سے لیکن مرزا صاحب نے شرک عظیم مخلوق پرستی بت پرستی نفیقین اسلام کے اوصاف سے عقیدہ حیات مسیح کو متصف قرار دیا ہے لہذا اس کا مرتکب بقول مرزا صاحب و حسب فتویٰ گنگوہی قدس سرہ مشرک بت پرست ہو گا۔

نہ قسم ادنیٰ شرک کا مرتکب اور فاسق و گنہگار۔ اسی طرح حدیث مسلم بن ابی حنیبلہ و بین الشریک والکفر ترک الصلوٰۃ میں ترک صلوٰۃ کو مشرک و کافر نہیں کہا گیا بلکہ وہی حد کہا گیا ہے پس یہاں تو منجری الشریک کی تادیل کی بھی حاجت نہ رہی۔ اس تادیل کی تب ضرورت ہوتی جب ترک صلوٰۃ کو شرک کہا جاتا۔

مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس بناء پر مرزا صاحب نے اس کو شرک قرار دیا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کیا ان لاکھوں عیسائی ہونیوالوں نے اپنے ارتداد کی یہ وجہ بیان کی ہے ہرگز نہیں یہ لوگ جو عیسائی ہوئے ہیں بعض تو اصول مقدسہ اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے اور اکثر اور اغلب خواہشات اور مخلوط نفسانہ کے استیفاء اور حقیقتہً الدنیا کی خاطر عیسائی ہوئے ہیں بلکہ پہلی قسم کے تو بالکل اقل قلیل اور الشاد والنادر کا معدوم کے حکم میں ہیں۔

اسی عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اسلام میں موجود ہوتے ہوئے لاکھوں عیسائی اسلام میں داخل ہوئے اور جوتے رہتے ہیں اور کئی بد نصیب اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی مرزا بیت کو ترک کر کے عیسائی ہوئے خصوصاً جب کہ اہم کی نسبت مرزا صاحب کی پیچگوئی غلط لگی جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی دبی زبان میں سے انوار الاسلام میں تسلیم کر لیا ہے کیا ان کے عیسائی ہونے کا باعث حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا؟

پس عقیدہ مذکورہ کو شرک عظیم قرار دینے کی جو وجہ گھڑی گئی ہے محض بہانہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو بت پرستی اور شرک عظیم قرار دے کر تمام امت کی عامتہ و خاصتہ توہین کی ہے نہ علماء اس توہین کی زد سے بچ سکتے ہیں نہ اولیاء نہ مجددین و محدثین نہ تابعین نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور نہ ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرزا صاحب نے نہ صرف توہین کی ہے بلکہ سب کو شرک قرار دے کر ایسے کفر کا ارتکاب کیا ہے جس کو اگر بغائر نظر دیکھا جائے تو درنگیٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل وغیرہ سے بحث نہیں ہے لیکن جہانگیر مسئلہ مذکورہ کا تعلق ہے یہ ثابت کرنا چاہئے ذمہ لازم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں اگر دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا صاحب کا بھی بزم خودِ ملہم ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے صحیح معنی پڑھ لینے کے باوجود بارہ سال کے لمبے عرصہ تک یہی عقیدہ تھا اس عرصہ میں آپ نے اپنی اس کتاب میں جو باہر الہی آپ نے تصنیف فرمائی تھی قرآن شریف اور اپنے الہام سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی نسبت یہ دعویٰ کیا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جہانی طور پر مصداق ہے اویہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مکمل اور مورد ہے ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ تحت الہام و آیت هو الذی ارسل رسولہ بالہدای ددین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ - (الی) اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مکمل اور مورد ہے۔

نیز ملاحظہ ہو حاشیہ برائین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ تحت آیت والہام عسی دبکم ان یوحکموا ان عدتہم عدنا وجعلنا جہنم لکافورین حصیۃ - (الی) یعنی افاقہ اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔

مرزا صاحب کو یہ مسلم ہے بلکہ ان کی تصریح ہے کہ میں بارہ سال تک بعد الہام اسی عقیدہ پر تھا چنانچہ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں ”بجہر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے برائین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جہاں حاجب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پرامل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

پس جب اس بارہ میں انتہائی تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ صدمہ ماقول مر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول

کہ لوگوں کو سنلاے اور بہت سے نشان مجھے میسے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھایا گیا تب میں نے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیا،

مقامِ مدعا علیہ نے اسی مضمون کو اپنے جوابِ بحث میں باختصار بیان کیا ہے اور احرار میں کہا ہے کہ مرزا صاحب کے اس رسمی عقیدہ کے بعد جس پر دمتھے جب خدا تعالیٰ نے جب ان پر حضرت یعلیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ظاہر کر دیا تو آپ نے لوگوں میں حضرت یعلیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی وفات کے مسئلہ کو اجماعِ فشرح کر دیا مگر مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ بیان کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر تھے سرتاپا غلط ہے بلکہ مرزا صاحب محض رسمی اور تقلیدی عقیدہ پر نہ تھے بلکہ مرزا صاحب نے قرآن اور اپنے الہام کی روشنی میں اس عقیدہ کو اختیار کر رکھا تھا جیسا کہ براہین احمدیہ کے منقولہ بالا حوالوں صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹ اور صفحہ ۵۰۵ سے ظاہر اور عیاں ہے۔

یہ بھی طرفہ تماشہ ہے کہ بارہ برس تک تو قرآن و حدیث سے حیاتِ یعلیٰ علیہ السلام کو ثابت کرتے رہے اور مئی قرآن بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے صحیح صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی تیس آیتوں میں سے کئی آیت کے معنی میں یہ فرمایا کہ اس آیت سے وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت ہے اور نہ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ میں حیاتِ مسیح علیہ السلام کے اقرار کے بعد متنبہ کیا کہ یہ غلط ہے اور حق وفاتِ مسیح کا عقیدہ ہے جب بارہ برس گزر گئے تو خدا تعالیٰ نے پے در پے متواتر الہام اس مضمون کے شروع کر دیے کہ حضرت یعلیٰ فوت ہو گئے ہیں مرزا صاحب بھی پہلی بار تو ان الہاموں سے بہت گھبرائے گئے ہوں گے کیونکہ پہلا عقیدہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کا بھی مرزا صاحب کے ابتدائی الہام **الترحم علیہم القرآن لئن نذر قوماً ما ائذنا بآئوهم وللنشتبہن سبیل المجرمین** کی بناء پر اللہ میاں کا تسلیم کر دے تھا کیونکہ اس الہام کا ترجمہ براہین احمدیہ میں یہی مندرج ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ جن نے ہمیں قرآن مجید کے صحیح معنی پڑھا دیے ہیں الہام اور حیاتِ مسیح کا عقیدہ قرآن اور الہام سے ہی ثابت کیا گیا تھا اس لیے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی اس تناقضِ بیانی سے تردد کا ہونا اور گھبراہٹ لازمی تھی ایسی صورت میں ایک دو یا پانچ سات بار کے الہام سے مرزا صاحب کو وفاتِ مسیح علیہ السلام کا یقین کیونکر آسکتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ کو بیتہ اراک کرنا پڑا کہ مرزا صاحب کو متواتر پے در پے بکثرت الہام کئے جو ایک بڑے مینہ سے مشابہ تھے اور وحی الہی اپنی روشنی انہما تک پہنچ گئی اور ماسوا اس کے اور بہت سے نشان دیے گئے اور یقین کو مرزا صاحب کے دل میں روز کی طرح بٹھا دیا گیا تو مرزا صاحب بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے۔

کثرتِ الہامات کا ذکر جو وفاتِ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مرزا صاحب کو ہوئے عبارتِ محولہ احوال از احمدی کے علاوہ حمامۃ البشری کے صفحہ ۳۳ پر بدیل الفاظ مرزا صاحب نے کیا ہے واللہ ما قلت قولاً فی وفات

المسیح وعدم نفعه وقيام مقامه الا بعد الالهام المتواتر المتتابع النازل كالحابل وبعد مكاشفات صريحة بنية منيرة كخلق الصبيح - "يعني قسم ہے اللہ کی کہ میں نے مسیح کی وفات اور دوبارہ نہ آنے اور میرے اُنکا قائم مقام ہونے کا عقیدہ اختیار نہیں کیا مگر ایسے الہاموں کے بعد جو مواضع درپے اور ایک بڑی بارش کی طرح مجھ پر اترنے والے تھے اور ایسے مکاشفات کے بعد جو صریح اور بالکل صاف اور صبح صافی کی طرح روشن تھے یا

اسی طرح حقیقتہ الوحی وغیرہ کتابوں میں بھی حوالے ہیں لیکن یہ دو حوالے ہی کافی ہیں۔

حوالجات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مرزا صاحب کو الہامات نے تعلیم کیا ہے نہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت اور مختارہ عالمیہ دعوئی کہ مرزا صاحب نے اس کو قرآن حدیث سے الم نشرح کر دیا صاف جھوٹ اور قرآن کریم اور حدیث پر سراسر ہتھکنڈ ہے اگر یہ مسئلہ قرآن کریم اور احادیث سے الم نشرح ہوتا تو اور امت کو جانے دو مرزا صاحب کیوں قرآن کریم اور احادیث اور اپنے الہامات سے حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات کرتے اور بارہ سال کے عرصہ وراثت تک اس پر قائم رہتے قرآن کریم اور الہامات کا ذکر اور ان سے حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات تو بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۹۸ و ۹۹ و صفحہ ۵۰۵ اوپر گند چکا ہے احادیث سے اثبات کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اُسے لگا۔

(بحوالہ انزال اہام وتوضیح المزمع وشہادت القرآن)

اس کے بعد جب مرزا صاحب کے خیالات نے پٹا کھلایا اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ کسی علم کے الہام نے آپ کو تعلیم کیا تو اس وقت مرزا صاحب نے قرآن کریم کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈالنا شروع کر دیا اور حکم تحریفون البکم عن مواضع قرآن کریم کی تیس آیتوں سے وفات مسیح علیہ السلام کے ثبوت کا دعویٰ کر دیا پس ایک حق پرست ایماندار کے لیے تو مرزا صاحب کی یہ گادوائی سراسر باطل ہے اور اس امر کا یقین ثبوت کہ مرزا صاحب قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو محض الکارہ برائی سمجھ کر استعمال کرتے ہیں جو جو مرزا صاحب کے خیالات پلٹے جلتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہی قرآن اور حدیث کے معنی بھی پلٹے جلتے ہیں۔ اور مختارہ عالمیہ علیہ اس کو قرآن اور حدیث سے الم نشرح کرنا سمجھتا ہے جو ایک مضحکہ خیز خیال اور سراسر غلطی ہے اور مرزا صاحب کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کا ایک بین ثبوت۔

بہال تک تو مرزا صاحب کے رسمی عقیدہ نہ ہونے کا ذکر تھا اب یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام امت حیات مسیح علیہ السلام کی معتقدہ جلی آتی ہے اور وہ یقیناً مرزا صاحب سب کے سب مشرک ٹھہرے معاذ اللہ میں اس وقت اسلامی کتب تفاسیر احادیث وغیرہ سے حوالے پیش کرنا اور دلائل عقیدہ حیات بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

(۱) مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام کے آغاز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں جس کے ٹائٹل پر البہامی البہامی لکھا ہوا ہے۔

”مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ ”حضرت مسیح بن مریم اسی عصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے“ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی سالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے جس کا مصداق حسب اعلام دالہام الہی بھی عاجز ہے۔“

(۲) اور اس کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ”اب پہلے ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اجتہاد کی کتابوں کے درمیان جن بیابوں کا اسی وجود عصری کے ساتھ آسمان پر بلانا تصور کیا گیا ہے درودنی میں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادیس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے انہیں کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ مل بھی پائے جاتے ہیں“

(۳) افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوئی اندیش لوگوں نے کس قدر بڑی غلطی کھائی جس کی وجہ سے وہ حدیثوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ یہ توضیح ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی فعلی کے سلسلے سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یسین کامل کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا لیکن وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کردار یا مخلوقات ابتداء سے اس پر اپنے عملی طریق سے قائم اور محافظی آئی ہے اس کو ظنی اور ظنی کیونکہ کہا جائے ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیابوں سے باپوں تک اور بابوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہوگا اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل در آمد کو اول درجہ کے یقینات میں سے یقین کرے پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد و راستہ اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی ان پر ترجیح کرنا درحقیقت الہی لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند ردایہوں کی بناء پر لکھا ہو بس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رنگ و روش میں داخل پئی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت دوسے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام

بخاری وغیرہ نے اس بیچگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو روڑا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لیے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیح مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا۔  
 علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نمودبا لشرہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس پر آمادہ کیا تھا؟

(شہادت القرآن صفحہ ۸۷۹)

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- (۱) مسلمانوں کا عقیدہ حیات علیٰ علیہ السلام اور یقینہ ان کے نزول کا ہے نہ کسی مثیل مسیح کا جس کو اب مرزائی اصطلاح میں مسیح موعود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
- (۲) یہ عقیدہ آنحضرت کے اقوال مقدسہ یعنی احادیث نبویہ سے پیدا ہوا ہے۔
- (۳) یہ عقیدہ ابتداء سے مسلمانوں کے دگ دریش میں داخل چلا آیا ہے اور تعامل اعتقادی کے طور پر سلسلہ یہ سلسلہ اپنے اصل مبدئ تک اس کے آثار اور انوار نظر آ رہے ہیں۔
- (۴) جو امور سلسلہ اسناد کے ساتھ سلسلہ تعامل اعتقادی یا علی سے ثابت ہو جائیں وہ اول درجہ کے یقینات ہوتے ہیں ان پر حرج کرنا حدیثقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی سے کچھ بھی حقہ نہیں ملا۔

(۵) مرزا صاحب اس عقیدہ کو اب الہام اور اعلام الہی سے غلط جانتے تھے۔

(۶) پہلے مرزا صاحب بھی اس کو احادیث کی بناء پر صحیح مانتے تھے اور اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

نتیجہ یہ کہ اگرچہ حوالجات سابقہ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن مزید توضیح کے لیے ایک حوالہ ازالہ ادبام صفحہ ۱۹۸ تقطیع نور سے نقل کیا جاتا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

”یہ عقیدہ جو براءین احمدیہ میں درج ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے“

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح رسمی نہ تھا بلکہ احادیث نبویہ کی پیروی کا نتیجہ تھا اور پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ براءین میں اسی عقیدہ کو مرزا صاحب نے اپنے الہام اور قرآن سے ثابت کیا ہے پس مرزا صاحب کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اپنے الہام کی بناء پر تھا۔

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی اصل حقیقت کا انکشاف صرف مرزا صاحب پر ہوا

ہے اور وہ بھی ان کے دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تمام امت کا اعتقاد بزعمر مرزا صاحب اصل حقیقت کے خلاف تھا یعنی حیات مسیح علیہ السلام کا اور انہیں کے بیعت نازل ہونے کا کسی مثیل کا اور اسی بناء پر مرزا صاحب نے اسی کتاب ازالہ ادبام کے صفحہ ۶۹۱ پر لکھ دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان پرک وغیرہ کی اصل حقیقت نہ کھلی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں (معنی)

اس طرح مرزا صاحب نزول مسیح کی اصل حقیقت مرزا صاحب پر منکشف ہونے اور ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر مخفی رہنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے ظاہر کرے اور مخفی کرے اس کے ہر ایک فعل میں مصلحتیں حکمتیں اور امتحان ہوتے ہیں لیکن اکثر آدمی اس بات کو جانتے نہیں وہ شریعت کے ظاہر اور چھلے کو تو جانتے ہیں اور اس کے مغز سے غافل ہیں اور جب ان پر سر حقیقت ظاہر کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں اس کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور بدگمانی کر کے کافر ہوتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ساری امت کس طرح خطا اور غلطی پر متفق اور ہم خیال ہو گئی اور ہم کیونکر یہ سمجھ لیں کہ وہ سب غلطی پر تھے اور تم حق پر ہو۔ ان پر افسوس ہو یہ کیوں اس بات کو نہیں جانتے مانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات پر غالب ہے جب وہ کسی بات کو چھپانے کا ارادہ کرے تو سمجھنے والے اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کے سنن کو قرآن میں پڑھ کر غافل رہتے ہیں۔

کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقررین انبیاء سے بعض باتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ اس اختفاء کی وجہ سے امتحان کئے جلتے ہیں اور کسی امت کا حق نہیں ہے کہ اپنے فہم میں انبیاء پر بڑھ جائے ..... تم خدا کے امتحان سے کیوں نہیں ڈرتے کہیں نزول مسیح کی بیگانگی تمہارے لیے قتلہ ہی نہ ہو، یہ ترجمہ ہے مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ اگلیہ کمالات اسلام صفحہ ۴۵۲ ر ۴۵۵ یخفی ما یبشیر و یددی فی کل فعلہ مصالحم وحکمہ وابتلات (الی) ولعل نبأ نزول المسیح یكون فتنة لکم۔

عبارت مولد میں مرزا صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ مخفی رکھا اور ساری امت کی اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی پر تھی اور جب اللہ تعالیٰ مقررین انبیاء پر بھی بعض باتوں کی حقیقت کو مخفی رکھتا ہے تو مسئلہ اپنے فہم اور سمجھ میں نبی سے کیونکر بڑھ سکتی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵۲ ۵۵۳ پر لکھتے ہیں فتضرعت فی حضرة اللہ تعالیٰ و طرحت بین یدیه متمنیاً لکشف سرا نزول و کشف حقیقة الدجال (الی) فاخبرنی ربی ان التورہ روحانی لا جسمانی۔

یعنی میں نے خدا کے حضور میں تضرع کیا اور نزول مسیح کا سر اور حقیقت و حال کے انکشاف کی آرزو میں خدا کے سامنے بیٹے اپنے آپ کو گرایا تاکہ مجھے علم یقین اور عین الیقین حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی عنایت میری تعلیم اور تعلیم کی طرف متوجہ ہوئی



اور اس نے مجھے اپنی طرف سے الہام کیا اور تعلیم کیا کہ نزولِ مسیح کا اصل مفہوم صحیح ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو مخفی رکھنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مکر اور ابتلا ان کے انہام پر غالب آگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منہ کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر جسمانی خیال (یعنی نزولِ جسمانی) کی طرف متوجہ کر دیا اور اسی پر قناعت کئے رہے اور یہ خبر ان کے پاس لکھی ہوئی اور قرآن بعد قرآن اسی طرح چھپی ہوئی چلی آتی جس طرح دانہ بالی میں چھپا ہوا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہمارا یہ زمانہ آگیا اور اسلام کمزور ہو گیا گناہ بڑھ گئے عیسائی غائب ہو گئے اور انہوں نے ان عشاق پر جو عربوں کے شکار کی مانند تھے حملہ کر دیا اور ہم پر وہ مصیبتیں آئیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور نامرین کو دیکھتے دیکھتے ہماری آنکھیں سوچ گئیں تو راب اللہ تعالیٰ نے صداقت کی صبح کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا..... اور مجھے یہ خبر دی کہ نزول روحانی ہے جسمانی نہیں:

خلاصہ کلام بالا یہ ہے کہ حقیقتِ نزولِ مسیح علیہ السلام کا اظہار اللہ تعالیٰ نے صرف مرزا صاحب پر کیا اور وہ بھی بڑے تصریح و زاری اور استکشافِ حقیقت کی آرزو میں مرزا صاحب کے اپنے آپ کو حضورِ خداوندی میں ڈال دینے کے بعد اور اس سے پہلے قرونِ اسلام میں یہ خبر ایسی مخفی تھی جس طرح ایک دانہ بالی میں چھپا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مخفی رکھنے کا ارادہ کر لیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مکر اور ابتلا اور تقدیر کے ماتحت مسلمانوں کے مونہہ حقیقتِ روحانی سے نزولِ جسمانی کی طرف پھیر دیے اور ان کو شرک اور جھوٹ کی اندھیری رات میں رکھا جب مرزا صاحب کا زمانہ آیا تو صداقت کی صبح نمودار کر دی خیر یہ بات تو الگ رہی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو اس تکلف سے (معاذ اللہ) گلا اور مشرک بنانے میں بقول مرزا صاحب کیا لطف تھا؟ لیکن یہ بات نہایت صفائی سے مرزا صاحب نے اس جگہ واضح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین علماء ابویا محدثین مفسرین مجددین عوام و خواص امت سب مشرک بت پرست اور مخلوق پرست تھے اور مرزا صاحب بھی باون سال کی عمر تک یعنی دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد تک مشرک تھے مرزا صاحب کا یہ کفر بڑا عظیم الشان اور انتہائی درجہ کی فوجین ہے۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ مرزا صاحب نے پہلے لوگوں کو قابلِ معافی قرار دیا ہے یہ محض اہل فریبی اور طفلِ تسلی ہے شرک اور بت پرستی قابلِ معافی نہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن دیشاء اور فرمایا ومن دیشرک بالذکر فکان ما خرم من السماء فقطظہ الطیر او یتھوی بہ الیہ فی مکان صحیق (رج) اور شرک سے مراد منجمل الشریک لینے کا جواب اور پراچھکا ہے۔

## نوہین مسیح علیہ السلام

(پینگوئیاں)

قول مختار مدعا علیہ اس جگہ مرزا صاحب کو ان لوگوں کا جواب منظور ہے جو انبیاء میں اجتہادی غلطی کو نہیں مانتے اور عیسائیوں کی تردید بھی ہے مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں نہ کہ باطل مختصاً۔

الجواب

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام اور اعجاز احمدی میں جن کے سوا لجات مذکور ہو چکے ہیں حضرت عیسیٰ کی پینگوئیوں کو صاف صاف طور پر چھوٹی کہا ہے اور انتہائی تحقیر اور استحقاف سے ان کو بطور طعن بیان کیا ہے اور اگرچہ اجتہاد کی غلطی کے الفاظ بھی کہے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی تکذیب بھی اس زور شور سے اور صفائی سے کرتے ہیں جو ان کو اجتہادی غلطی کے حدود میں رہنے نہیں دیتی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن ضعیف اور کمزور سیرایہ میں اور ابطال نبوت کے دلائل بڑے زبردست اسلوب اور پر شوکت الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہادی غلطی کا مہمانہ اور اقرار نبوت انتہاء اور تسخر ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام تقطیع خرد صفحہ ۸۷ لے نفسانی مولویہ اور خشک زاہد واتم پر افسوس (دلی) نغز شیں پیش آگئیں۔

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں علماء اسلام اور صوفیاء کرام مرزا صاحب کے مخاطب ہیں نہ عیسائی بقول مرزا صاحب علماء اسلام نے مطالبہ کیا کہ اگر تم مسیح ہو تو معجزات مسیحی دکھاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ مانجز آیا اور اس کا ظہور ہو گا۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ تم اسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی الجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پینگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خیریاں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔

کیا مآلاب کا قصہ مسیحی معجزات کی روایت کو دور نہیں کرتا اور پینگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ اجتر ہے۔

کیا یہ بھی کچھ پینگوئیاں ہیں کہ نزلے لے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی تھپ پڑیں گے اور اس سے زیادہ تقابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پینگوئیاں غلط نکلیں مسیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہود اور سکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے وہ آخر محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے



(۱) مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں ایک بھی جھوٹی نہیں ہوئی  
(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یہودی فاضل کے واقعی ایسے سخت اعتراض ہیں جن کا جواب  
نہ مرزا صاحب دے سکتے ہیں نہ کوئی اور علماء اسلام میں سے نہ کوئی عیسائی۔

(۳) مرزا صاحب ان اٹل اور لاجواب اعتراضوں کا جواب دینے والے کو سورہ پیر انعام دیں گے ساتھ ہی اس  
کے یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی نسبت آپ نے یہ تحدی کی ہے کہ اگر مولوی شہداء اللہ صاحب  
میری پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کرے تو خدا کی قسم ہر پیشگوئی پر سورہ پیر انعام دوں گا ملاحظہ ہو  
صفحہ ۳۳۳ اعجاز احمدی اور مولوی شہداء اللہ نے موضع مذ میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا دالی ثبوت  
ہمارے ذمہ ہوگا۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابطال نبوت پر کئی دلیلیں موجود ہیں۔

(۶) ہم ان کو نبی صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ قرآن نے نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دیا ہے۔

(۷) ان مقامات محولہ بالا میں بھی مسلمان مخاطب ہیں اگر کسی جگہ عیسائی کا ذکر ہے تو جتنا ہے اور محض ضمنی طور  
پر۔

عبارت صفحہ ۵ پر جو مرزا صاحب نے اس فاضل یہودی کے اعتراضات کو لاجواب قرار دیا ہے  
یہ وہی اعتراضات ہیں جن کو صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے یعنی تحت دُؤاد بہشت کے تحت یہود اور مسک  
یوٹی اور بطرس وغیرہ کی پیشگوئیاں جس کا مقدمہ عا علیہ نے جواب الجنت میں حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات  
یہود کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے ابطال پر کئی دلائل قائم ہیں اسی طرح صفحہ ۱۳ پر ۱۴ پر انہیں  
اعتراضات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص  
اس عقدہ کو حل نہیں کر سکتا۔

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے عقیدہ اور عقیدہ میں فاضل یہودی کی بیان کردہ  
پیشگوئیاں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی صورت میں قطعاً اور یقیناً کی تھیں اور صاف اور صریح طور پر چھوٹی  
نکلیں اور ان کا جواب محال اور ناممکن ہے۔

ازالہ ابہام کی عبارت سے بھی جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور  
عقیدہ ہے اور انہی حالات کی بناء پر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی دلیلیں موجود  
ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب نے اصولاً اس بات کو مانا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی

پیشگوئیاں باطل ہو جائیں جیساکہ مختار مدعیہ نے بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵ کہا تھا لہذا ان حالات کی موجودگی میں اجتہادی غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ حسب تصریح مرزا صاحب جب کہ خود مرزا صاحب اور دیگر انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جب کہ اجتہادی غلطی کہہ سکتے ہیں تو حضرت مسیحؑ کی اجتہادی غلطی پر مرزا صاحب نے اس قدر طعن و تشنیع کیوں کی اور فاضل یہودی یا شریبر یہودی کی ہمنوائی اختیار کر کے اس کو لا جواب اور لائچل عقدہ اور لائل ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کیوں قرار دیا۔ حالانکہ کسی اور نبی کی اجتہادی غلطی پر اس قدر سنگین الزام نہیں لگائے بلکہ اس کو انبیاء کے حق میں جائز اور ایک معمولی امر قرار دیا گیا ہے۔

پس اسی اصول سے اس شریبر یا فاضل یہودی کو جواب دیا جاسکتا ہے کہ اول تو اسلام اور قرآن کے رو سے تم محرفین اور کذابین کے توالوں اور کتابوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں مرزا صاحب مختار مدعیہ کی محولہ عبارت صفحہ ۲۵ میں خود لکھتے ہیں ”جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں“

دوم یہ کہ اگر کوئی بات اس قسم کی بغیر محال و التسلیم ہوگی تو ایسی پیشگوئی ہوگی جو محتمل الوجہ اور قابل تاویل ہوگی یا بدرجہ غایت غلطی اجتہاد لیکن مرزا صاحب کے حوالجات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی غلطی پیشگوئیوں میں موجود نہیں نہ اجتہادی غلطی کی گنجائش نہ تاویل کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہودیوں کی کذب اور جھوٹ کا شاہدہ مرزا صاحب ان واقعات کو بیس اور صحیح جان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو ایسا عاف اور صریح اور قطعی طور پر جھوٹا سمجھتے ہیں کہ ان کی توجہ نہ مرزا صاحب سے ہو سکتی ہے نہ روسے زمین پر کسی اور شخص سے اور مرزا صاحب کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی اولہ قطعیہ موجود ہیں اور اثبات نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا مرزا صاحب کا بعض مواضع پر نہایت کمزور اسلوب اور دھیمی آواز میں اجتہادی غلطی کہنا محض ایلہ فخری اور تمسخر و استہزاء ہے چنانچہ وہ عبارتیں جو مختار مدعیہ نے صفحہ ۲۵ و ۲۶ سے نقل کی ہیں نیز صفحہ ۳۴ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اجتہادی غلطی کا عذر بھی کرتے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت میں خلل نہیں آتا اور ساتھ ساتھ طعن اور نبوت پر ہرج و مرج و قدح بھی کرتے جاتے ہیں اور حوالجات سابقہ میں تو ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا سامان اکٹھا کر دیا ہے۔

قول مختار مدعیہ کہ۔

مرزا صاحب کا قرآن کریم کے سہارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کی توہین اور تنگ نہیں ہے اس کو توہین سمجھنا مختار مدعیہ کا انوکھی طرز کا استدلال ہے وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ منشاء نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت پر ایمان لانے کا قرآن مجید نے ہی ہم کو حکم دیا ہے اور صرف اتنی بات کسی نبی کی توہین کا جواب نہیں ہو سکتی۔

ہاں البتہ جس مخصوص انداز سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو قرآن سے مانا ہے وہ نہ صرف ان کی توہین کا موجب ہے بلکہ قرآن کریم پر بھی ایک کھلا کھلا طعن ہے جس سے ایک مخالف اسلام اور قرآن نہایت آسانی سے حملہ آور ہو سکتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفحہ ۱۳ و ۱۴ مجاز احمدی درجہ پر جہاں مرزا صاحب نے اس مضمون کو بیان کیا ہے وہ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں ان کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی نسبت مرزا صاحب نے وہاں دو متضاد باتیں جمع کر دی ہیں۔

(۱) ابطال نبوت مسیح کے دلائل کا اقرار۔

(۲) قرآن مجید کا نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دینا

اس صورت میں مرزا صاحب کو جو مشکل درپیش ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے قرآن کریم کا صاف انکار بھی مشکل جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے باطل ہونے پر دلائل لا جواب بھی موجود۔ محکم تہ درویش بجان درویش چارونا چار نبوت لکھا کہ اقرار کر دیا لیکن نبوت کو باطل کرنے والے دلائل کا ذکر و اقرار بھی بالمقابل ساتھ ہی ساتھ کر رہے ہیں بہر حال اس حالت کدائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بلکہ انکار نبوت مصرح ہے اور اقرار اتحدوا ایما تم مجتہد الایہ کا مصداق۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال و بطلان پر ایک نہ دو کئی دلیلیں موجود ہیں تو اس حقیقت نفس الامری کے برخلاف قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں کیوں لکھ دیا اس سے تو قرآن مجید کی جرح و تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا ادا مان اٹھ گئی قرآن مجید تو آئینہ حقائق تھا لیکن یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کو جن کی نبوت کے ابطال اور بطلان پر کئی ایک دلائل فی الواقعہ موجود ہیں ان کو بھی ایک اولی العزم نبی اور برگزیدہ رسول صاحب کتاب قرار دینا ہے اندریں صورت اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہا اور نہ وہ کتاب اللہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ معاذ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون۔

غالب اسی خیال سے مرزا صاحب نے صفحہ ۱۳ و ۱۴ مجاز احمدی پر اظہار افسوس کیا ہے اور لکھا ہے ”در غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن انسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض میں کسی طرح ہم ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کر لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی نبوت کو روئے میں مگر

یہاں نبوت بھی اثبات نہیں ہو سکتی ہمارے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر چھوٹی نکلیں اور آج کون زین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے“ اور صفحہ ۱۳ پر ہے ”اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران میں بغیر

اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں اور یہ اسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی بیسیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔

اور اور شہادت کیا جا چکے ہیں کہ جو یہود کے اعتراض ہیں وہی مرزا صاحب کے اعتراض ہیں اور مرزا صاحب کا عندیہ اور عقیدہ اس امر میں ان کو موافق و مطابق ہے اور اسی خیال سے مرزا صاحب نبوت عیسویہ کے بطلان پر اولہ موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے ان کی نبوت منوانے پر فحش کر رہے ہیں۔ پس چار اپدیش کردہ سوال مذکورہ بالا مرزا صاحب کے خیال پر وہ عقیدہ ہے جس کی نسبت بقول مرزا صاحب یہ کہنا صحیح ہے کہ آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے اور غالباً مرزا صاحب کے کلام میں اسی عقیدہ کی طرف اشارہ لفظاً و تصوراً و غیرہ ہے مختار مدعیہ نے دافع الملاء کی عبادت کی بنا پر جو اعتراض مرزا صاحب پر قائم کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے

(۱) اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے بہت کچھ طویل تحریر لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ عیسائیوں کے سلمات کی بنا پر کہا ہے نہ یہ کہ وہ ان کا اپنا عقیدہ تھا یعنی کسی فاضلہ عورت کی پاپاک کماٹی کے عطر کو مسیح علیہ السلام کا استعمال کرنا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھونا یا کسی بے تعلق جوان عورت کا مسیح کی خدمت کرنا یہ باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کے سلمات سے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور یہ عیسائیوں کو الزام دینے کی خاطر سے بیان ہوئی ہیں جیسا کہ لفظ ”نہیں سنا گیا“ اور بعد میں ”بنایا گیا“ سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم میں ان باتوں کا نشان نہیں پایا جلتا۔

(۳) مسلمان بھی اس الزام میں ملحوظ ہیں جو بغیر اکل و شرب ان کو زندہ مانتے ہیں اور بقول مرزا صاحب ان کے مخالف خدا کے مخالف نام کے مسلمان ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ الزام جو مختار مدعیہ نے قائم کیا تھا کہ مرزا صاحب کا ان قصوں کو اور شہادت پینے کو اس امر کا باعث قرار دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا قرآن میں قصور نام زد رکھا اور حضرت یحییٰ کا نام قصور رکھا ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب اور خدا کے نزدیک در حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیب موجود تھے، ان جوابوں سے رفع نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ و بیان گواہان مدعیہ ص ۱۲۴۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت مسیح کی شراب نوشی کا جواب دیا ہے کہ ان کی شریعت میں حلال تھی وہ بھی سست ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ در حقیقت ان کی شان کی نسبت یہ عیب اور قرح کی تہیز تھی جو قصور کی صفت کے منافی تھی۔

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے جو یہ کہا تھا کہ یہ واقعات اور قصے محض یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں نہ مرزا صاحب کے نزدیک اور اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں اس کی نسبت تو بالگدائش ہے کہ بے شک اسلامی تعلیم میں عصمت انبیاء کا عقیدہ مسلم ہے اور ایسے فواحش سراسر منافی عصمت، لہذا یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ مختار مدعیہ کی بحث اور گواہان مدعیہ کے بیانات سے ثابت ہے اور دافع البلاء کی عبارت میں جو تکلف اور غلط باویل مختار مدعا علیہ نے کی ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں اور نہ جواب مختار مدعیہ۔

اس کے ماسوا مختار مدعا علیہ نے جو حوالہ نریاق الثلوب صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ کے حاشیہ در حاشیہ سے اپنے جوابات کی تائید و توثیق کے لیے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب و فواحش در حقیقت مسیح علیہ السلام میں موجود تھے اور مرزا صاحب کا یہی عقیدہ ہے اور مختار مدعا علیہ کا یہ قول غلط اور جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں محض عیسائیوں اور یہودیوں کے مسلمات ہیں بلکہ اس میں تو مرزا صاحب نے غریب ڈھال ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ فواحش و عیوب مسیح علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور حکم سے تھے ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ کی عبارت محلہ مختار مدعا علیہ ہر ایک رسول الہی یا محدث یا مامور من اللہ جو دنیا میں آیا ہے (الی الخ) اور اسی بنا پر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک اساطیر کی تعلیم عطا کیا تھا الخ۔

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیحؑ کے لیے بلکہ ہر ایک نبی اور رسول اور مومنین اللہ کے لیے اصولی طور پر یہ سنت قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے فواحش اور فسق و فجور کا کہ ان کتاب کی تعلیم دیتا ہے جس سے شر پر آدمی ان پر الزام لگا سکیں معاذ اللہ سب حانہ و تعالیٰ عما یصفون۔

مرزا صاحب کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اور قرآن کریم کی صاف تکذیب ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء انتقلون علی اللہ ما لا تعلمون نیز فرماتا ہے وینہی عن الفحشاء والمنکر کیا تم اللہ پر ان باتوں کا انشاء کرتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں یہی باقی آیات کا مفہوم ہے لیکن مرزا صاحب نے ان آیات قرآنہ کے مریخ خلاف اللہ تعالیٰ کو صریح فواحش کی تعلیم دینے والا قرار دیا اور اس کو عادت اللہ قرار دیا اور وہ ان لوگوں کے حق میں جس کو تمام دنیا کے لیے عملی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر میریہ بات بھی سمجھ سے باہر ہے کہ جب بقول مرزا صاحب ایسے فواحش کا ارتکاب انبیاء سے مسرور ہو تو ان پر الزام لگانے والے شر پر اور غیث کیونکر ہوئے لیکن اس معنی کو بھی ان شاء اللہ ہم حل کر دیں گے۔

اب ہم اپنے بیان مذکورہ بالا کی مزید توضیح اور توثیق اور مرزا صاحب کے اس عقیدہ کفریہ کو الم نشرح کرنے کے لیے



اسی کتاب تریاق القلوب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس کو مرزا صاحب نے زیادہ تو صیح اور بسط سے بیان کیا اور اس کی مثلہ پیش کی ہیں اور اس فعل شیعہ کا فلسفہ اور حکمت بیان کی ہے۔ — ملاحظہ ہو۔

مرزا صاحب کا حاشیہ تریاق القلوب جو صفحہ ۳۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۳۷ تک پانچ صفحوں پر لکھا گیا ہے اس حاشیہ میں مرزا صاحب نے چند باتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) عظیم الشان انبیاء اور صدیقین سے ایسے کاموں کا سرزد ہونا جو اخلاقی حالتوں اور معاشرتی طریقے میں قابل ملامت ہوں اور ان امور کا تضرع کی طرح خدا کے علم اور حکم سے ہونا۔

(۲) وہ امور اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جن کو مال حرام کھانا۔ خون ناحق کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ عہد شکنی زنا کاری کے مال حرام کو استعمال کرنا۔ نامحرم حسین اور جوان عورت سے اپنے اعضاء کو ملانا وغیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے ہوتی ہیں جس طرح۔

(۳) جیسے علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آخری باتوں کا اذن دیا۔

(۴) اس قسم کی چند اور مثالیں۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی اسرائیل کے قبضہ میں بے گناہ لوگوں کے مال اللہ تعالیٰ نے دیے جو نہایت قابل شرم درد فگونی سے حاصل کیے گئے تھے اور عہد شکنی سے ہضم کئے گئے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسائیوں کے الزامات۔

(۷) حضرت شیخین رضی اللہ عنہما پر زور فحش کے الزامات دربارہ عفت و دیانت و امانت و غضب و نفاق۔

(۸) اللہ تعالیٰ ایسا اس لیے کر مہلت کہ نہ اپنے خاص مقبولوں اور مجبوں کو بد بخت شتاب کاروں سے بھٹی رکھے

اور تاکہ وہ غیبت طبع انسانوں کا جنت ظاہر کرے اور شریروں کا امتحان ہو۔ ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے

کہ مرزا صاحب نے سراسر مغالطہ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان امور کے حکم اور اذن کی

نسبت کرنا افتراء ہے اور تعظیم اسلامی اور قرآن بلکہ جملہ ادیان کے خلاف رہا تضرع کا واقعہ تو اس کا تعلق تکوین سے

ہے نہ تشریع اور شرائع سے اس پر انبیاء شریعہ کے اعمال کو قیاس کرنا سراسر مغالطہ ہے یا ناواقفی اور بے حسالت

انہوں نے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی کہہ دیا تھا انک لن نثبتہ طبع معی صعباً۔ یعنی میں اور کام

پر رہوں تو اور کام پر یعنی تو بوجہ مامور بالشریعت ہونے کے میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شیخین (صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کی

مندس ہستیوں میں ایسے افعال کا تسلیم کرنا مرزا صاحب کی بڑی بے باکی اور جرأت ہے علماء اسلام اور اہل سنت

و اجماعہ کی طرف سے متعصب اور صدی مخالفین کو اس کے جوابات کا حقہ دے جا چکے ہیں لیکن مرزا صاحب نے تو

اس جگہ بیسیوں اور رد و فسخ کی فتح کا اس جگہ اقرار کر کے ہنسیار ڈال دے اور یہ کہہ کر دامن چھڑا لیا کہ ایسے افعال شنیعہ کا انبیاء اور اولیاء سے سرزد ہونا محکم الہی ہوا ہی کرتا ہے گویا اعتراضات مسلمہ اور جواب وہ جس کو کوئی معقول انسان کچھ وقعت نہ دے سکتا ہو کیونکہ وہ قرآن کریم اور اسلام بلکہ تمام ادیان و شرائع سماویہ کو دہم برہم کرنے والا اور ان کا مخالف اور مکذب ہے۔

بہر حال مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے قصہ کو تسلیم کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے فاحشہ عورتوں کی حرام کمان کے خطر وغیرہ کو استعمال فرماتے تھے اور جو ان حسین نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملا یا کرتے تھے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی درد غلوئی عہد شکنی اور حرام خوری کا مرتکب قرار دیا ہے کیونکہ ان واقعات کو تسلیم کر لیا ہے اور ان کے نتائج مذکورہ بالا کو خود ہی بیان کیا ہے اور جو جواب ہے وہ سراسر نامعقول اور بمنزلہ صفر کے ہے لہذا مرزا صاحب توہین علیہ علیہ السلام توہین موسیٰ علیہ السلام کے بالخصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور تمام انبیاء اور اولیاء کی توہین کے بالعموم مرتکب ہوئے اور وہ اصول وضع کئے جس سے قرآن کریم اور اسلام کی تکذیب اور تخریب اور تمام ادیان حشرہ کافضول اور لغو ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا اس عظیم الشان کفر کا اندازہ قیاس سے باہر ہے جو کئی کفروں پر مشتمل ہے اور جس سے تعطل شرائع اور الحاد کے تمام دروازے کھل گئے۔

اب ہم حسب وعدہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب کو اس عقیدہ ناشدنی اور کفر کی کیا ضرورت پیش آئی جس کو انہوں نے اس صورت میں پیش کیا جس سے تمام کارخانہ شریعت ہی دہم برہم ہوا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسے وائش اور کبار کا مرتکب انبیاء سے ظہور پذیر ہونا سنتہ الشریعہ داخل مانا جائے تو امتوں کا کیا حال۔

سے گر ہمیں مکتب است نہیں ملتا

کار طفلان تمام خواہ شد

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ خود غرضی سے کیا اور کہا ہے در نہ حقیقت انبیاء ایسے فاحش سے مبرا اور معصوم ہیں۔ مرزا صاحب کی خود غرضی کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب باجوہ و داعیہ نبییت مہمیت صدیقیت نبوت وغیرہ مقامات عالیہ کے حق سے بڑھ گئی بلندی مقصود نہیں چونکہ ایسے امور قطعاً سرزد ہوئے اس لیے مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ وہ ان سے اپنا بری ہونا ثابت کرتے ہاں یہ اصول وضع کیا کہ تمام انبیاء سے ایسے امور کا باذن الہی سرزد ہونا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ایسے امور مہمیت ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو اس اصول کی وضع پر مضطر اور مجبور کر دیا لیکن نمونہ دشالہ ہم صرف دو موٹی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ مرزا صاحب نے انبالہ کے ایک شخص سے زنا وغیرہ کی حرام کمائی کا روپیہ منگوا کر استعمال کیا جس کا ثبوت اشاعت السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۲ سے اور اس کے جواب سے جو مرزا صاحب نے اپنے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۴۰ میں دیا ہے مفصل اور گز پچکھ ہے مرزا صاحب نے اس روپیہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک نیا قانون وضع کر کے اپنے تشریحی نبی ہونے کے دعویٰ کا عملی ثبوت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نافرمان آدمی کا جان و مال خواہ وہ حربی نہ ہو رسولوں کے لیے مباح ہے اس خطرناک اور مخالف اسلام قانون کی تفصیل بھی کس قدر اوپر گز پچکی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے برخلاف واقعہ یہ بیان کیا تھا کہ برائین احمدیہ تین سو چوبیس یعنی ۸۰۰ چار ہزار اٹھ سو صفر تک ملی نے تالیف کر لی ہے اور تین سو مضبوط عقلی دلائل سے قرآن کریم اور انحضرت صلی اللہ کی نبوت کی حقیقت ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب مشتمل ہے ایک مقدمہ اور ایک اشتہار اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر لیکن مرزا صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ تھا جس سے مسلمانوں کو فریب دے کر روپیہ جمع کرنا منظور تھا اور کتاب صرف تین سو چوبیس بجائے پینتیس یا سیتیس ۳۵ ہزار اشتہار وغیرہ تھی جس میں تین فصل اور خاتمہ بھی نادر دہے اور بجائے تین سو اولہ حقیقت کے تمہیدات اور البانات اور پہلی دلیل پر ہی کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ازالہ ادواء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی کسی پادری کے جواب میں اسی قسم کی عبارت لکھی ہے جیسی دافع البلاء کی ہے کسی پادری نے اپنے رسالہ میں اس آیت سے تمسک کر کے حضرت یحییٰ کی فضیلت ثابت کی تھی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تھا اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ان مسلمات کی بنیاد پر وہ طعن انہیں پر لٹا دیا پس اسی طرح مرزا صاحب نے کیا اور نہ مولانا رحمت اللہ صاحب ان بھی قصوں کی صداقت کے معقد نہ مرزا صاحب۔

ہوایا گذارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کی یہ مماثلت اور عذر سر اسر غلط اور خلاف واقعہ ہے مولانا رحمت اللہ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ الزام فرمایا جیسا کہ ان کی عبارت محمولہ سے ظاہر ہے نہ قرآن مجید سے تمسک اور اسے شہادہ کر کے اور نہ وہ ان نپاک قصوں کے معقد جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا اقرار ہے نیز وہ عیسائی کا طعن کرنے کے بعد بتقا حبلے غیرت اور ضرورت فرما رہے ہیں۔ اور یہاں مرزا صاحب کے اندر یہ تینوں باتیں مفقود ہیں لہذا یہ قیاس مختار مدعا علیہ کا سر اسر غلط ہے۔ مختار مدعا علیہ نے بہت سی عبارتیں مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے ان کی کتابوں سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے ان کی کوئی قویٰ نہیں کی۔

(۳) ان کے حق میں جو طعن مرزا صاحب نے کئے ہیں وہ الزامی ہیں نہ ان کا اپنا عقیدہ ۔

(۴) مرزا صاحب نے کسی فرضی یسوع کو گالیاں دی ہیں اور ضرورتاً مناظرین ایسا کیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بھی یہ طریق بعض جگہ پر اختیار فرمایا ہے پہلی تین باتوں کا جواب تو اس جواب الجواب بحث عنار مدعیہ اور گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ نمبر ۲۲ کے بیانات میں کافی ہو چکا ہے ۔ اسی طرح سب کا جواب بھی بحوالہ صدر آپکا ہے لیکن اس کی مزید توضیح کے لیے گذارش ہے کہ مرزا صاحب نے اگرچہ کئی مواضع میں یہ عذریاں کیا ہے لیکن ان کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دے کر خاموش کرنے کا سامان ہے ۔ درہ جو بدذاتی اور طعن دشمنی مہملہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴۷ سے ۵۱ تک یسوع کے نام سے کی گئی اور جن واقعات کو اسباب اور دلائل بدذاتی قرار دیا گیا ہے اکثر وہی واقعات دوسری جگہ پر مسیح اویسے وغیرہ ناموں کی طرف منسوب کئے ہیں مثلاً بیٹنگوئیاں حاشیہ صفحہ ۴۷ منیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع ہو چکی ہیں جن کی تہذیب اور توہین کر کے ان کو نادان اسرائیلی شریرا اور مکار وغیرہ سے یاد کیا ہے وہی بعینہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷ میں مسیح کے نام بیان ہوئی ہیں اور ان کو باختر فرار دیا ہے اور غلط کہا ہے بلکہ ازالہ میں اور زیادہ ہیں ۔ اور اجماعاً زاحمدی میں بھی ان زائد کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر جواب الجواب میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں فرضی یسوع کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مسیح یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے ۔

مجموعات کا ذکر جو یسوع کے نام سے منیمہ کے حاشیہ صفحہ ۶۷ پر ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا ۔ تالاب کی مٹی کا معجزہ تھا نہ یسوع کا ۔ یسوع کے ہاتھ میں سوا مکرو فریب کچھ تھا یہی مضمون انکار مسیح کے نام سے صفحہ ۶۷ ازالہ اوہام میں موجود ہے نیز حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں اس کرناقی تالاب کا ذکر موجود اور اسی ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۳ تک اٹھائیس مجموعہ پر مجموعات مسیحی کو کل الترب مسریزم ہیرولعب مکرو شجبدہ بازی قرار دیا گیا جس کا عشر عشر بھی منیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع نہیں ہوا ۔

کنجریوں سے میلان صحبت حرام کمائی کا عطر جو حاشیہ منیمہ صفحہ ۷ بیان ہوا اس سے کہیں زیادہ صاف دافع البلاء کے آخری صفحہ اور آئینہ کمالات اسلام اور تریاق القلوب کا حاشیہ صفحہ ۱۴۷ اور ۱۲۷ پر ہے بنام مسیح ۷ جس کو مرزا صاحب نے محقق اور صیح مانا ہے پس مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ کا یسوع کو فرضی کہنے کا اضافہ لغو اور فرضی ہے اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ۔

رہ گئی یہ بات کہ مرزا صاحب نے کسی مناظرانہ ضرورت کے ماتحت یہ بدذاتی کی ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے عنار مدعیہ نے تریاق القلوب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدذاتی گورنمنٹ کے مصالح ملکی کی عرض سے وقوع میں آئی ہے یہ بے شک مرزا صاحب کے کلام کا مفہوم ہے اسی طرح ہم نے اس جواب میں مرزا صاحب کے ان مطاعن اور فواحش کی علت غائی واضح طور پر بیان کر دی ہے جو مرزا صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں یعنی

فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کا استعمال کرنا اور جوان حسین اور نامحرم عورتوں کے اعضاء اپنے اعضاء کو ملانا ۔  
(العیاذ باللہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی توہین استغاث اور انتہائی بدذہابی کا باعث جو مرزا صاحب سے منہمک انجام آتھم میں سرزد ہوئی یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی منعلقہ پادری می عبد اللہ آتھم جب صاف طور پر بھوئی ٹنگی جس پر مرزا صاحب نے بڑے زور و شور سے تحدی کر کے دنیا کو اس کا منتظر بنا رکھا تھا اور اس پر بصورت بھوئی ہونے کے اپنے لیے بڑی بڑی شرطیں اور سزائیں تجویز کی ہوئی تھیں کہ مجھ کو رو سیاہ کیا جائے گلے میں رسہ ڈالا جائے اور تمام بدکاروں اور لعینوں سے زیادہ بدکار اور لعنتی سمجھا جائے تو اس پر ہر مذہب و ملت کے عوام و خواص نے اور خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں نے اشتہاروں اخباروں رسالوں نظموں وغیرہ سے مرزا صاحب کی بہت کچھ تواضع کی اور ملامت اور تکذیب کی چاروں طرف سے بوجھا دیں مرزا صاحب پر پشیمیں جس پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو عموماً اور عیسائیوں کو خوب کوسا اور سب دشتم کو کمال تک پہنچایا اسی تقریب سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بدذہابی کی جو حوالجات گواہی و محاربان فریقین میں بحوالہ ضمیمہ انجام وغیرہ پیش ہوئی ہیں ۔ انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم جو مرزا صاحب کی کتابیں ہیں ان کا نام ہی جاسے اس بیان کی تصدیق کر رہے کہ اس بدذہابی کا باعث آتھم صاحب کی پیشگوئی ہے ۔

اس کے علاوہ اس کی مزید تصدیق خاص اسی حاشیہ میں موجود ہے جس میں بدذہابی کی گئی ہے ملاحظہ ہو شروع حاشیہ صفحہ ۳ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”ایک مرد پرست فتح مسیح نام نے فتح پور تحصیل شمالہ ضلع گورداس پور سے پھر اپنی لے حیاتی کو دکھلا کر ایک گندہ ادب بدذہابی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے جس میں وہ پھر اپنی بے مشرعی سے کام لے کر یہ ذکر بھی دیا کہ لاتاہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی“

اس کے بعد اپنی تحریروں کے حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی ۔ بعد ازاں انتقاماً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کئی صفحات تک سب دشتم کرتے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۴ کا حاشیہ تا صفحہ ۹ ۔

اور حاشیہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں ”مسیح عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی (یعنی مسیح علیہ السلام کی) پیشگوئیوں پر تو ایمان لادیں اور آتھم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہوگا اور اسی صفحہ پر لکھے ہیں ”یہ مرد پرست لوگ کیسے جاہل اور غیث طینت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آتھم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے اب کالک کالک کا میہ کا عیسائیوں کی پیشانی سے اتر نہیں سکتا“

نوٹ :-

مشر آتھم مرزا صاحب کی میعاد پیشگوئی (جو پندرہ ماہ تھی) تک نہیں مرے تھے ۔

ان خواجہات اور بیان سابقہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ مرزا صاحب نے جو بدزبانی حضرت علی علیہ السلام کی نسبت ضمیمہ انجام میں کی ہے وہ محض نفسانی جوش اور اپنے ذاتی انتقام لینے کے لیے مرزا صاحب نے کسی اسلامی حمایت کی خاطر اور صحیح نیت سے البتہ مختار مدعا علیہ نے جو اسی صفحہ سے مرزا صاحب مہاجور ہوا پیش کیا جس میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ فوج مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ یہ محض مرزا صاحب کے کہنے سے قابل تسلیم ہے کیونکہ مرزا صاحب عموماً اپنی اغراض نفسانیہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتصار کا بہانہ کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مسٹر عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی مذکورہ بالا میں بھی آپ نے وہیہ اختیار کیا تھا کہ پیش گوئی تو محض اپنے آپ کو معجزاتی ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھی لیکن جب وہ جھوٹی ہو گئی تو میعاد گزرنے کے بعد کہہ دیا کہ چونکہ مسٹر آتھم نے اپنی گستاخی سے توبہ کر لی تھی جو درحقیقت پیش گوئی کی بنا تھی اس لیے موت کا عذاب بھی اس سے مل گیا اور ایک قصہ گھڑ لیا کہ مسٹر آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک مکروہ سخت لفظ کا استعمال اپنی کسی کتاب میں کیا تھا اور میں نے اس کو عین پیش گوئی کے وقت کہہ دیا تھا کہ تمہاری موت کی بیش گوئی کی بنا پر یہ لفظ ہے تو اس نے اسی مجمع میں دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر زبان منہ سے نکالی اور کہا کہ میں نے یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ملاحظہ ہو حقیقتہ الہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئی کی بناء وہ خبیث لفظ ہوتا تو مرزا صاحب پندرہ ماہ تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ دراز تک یہ کیوں کہتے تھے کہ جو فری نڈا بھڑکے کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنارہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہنسنے موت پاؤں میں گرایا جلتے گا اور جب آتھم میعاد مذکور میں نہ ہوا بلکہ تقریباً دو سال بعد میں مرا تو مرزا صاحب کے لیے نہایت سہل بات تھی کہ مرزا صاحب یہ جواب دے کر تمام تکلیفوں اور تکلفات سے مخلصی حاصل کر لیتے کہ پیشگوئی کی بناء فلاں خبیث لفظ تھا جو آتھم نے کہا تھا اور یا ام پیشگوئی میں ہی اس نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہذا پیشگوئی غلط نہ ہوئی بلکہ شرط رجوع کے ماتحت سچی نکلی۔ پس یہ باتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ افسانہ بطور حیلہ گھڑ لیا تھا چہر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب آتھم نے اسی وقت یہ صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہرگز نہیں کہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ پر افراد کر رہے ہیں اور لطف پر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس تکذیب کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہ کر اپنے افتراء اور کذب بیانی کی تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کے لیے عیسائیوں پر افتراء کر دیا کرتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گالی دی ہے وہ کیا ہے لہذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فوج مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کوئی گالی دی تھی قابل اعتبار نہیں اور اصل وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو زبان درازی مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں کی محض نفسانی سے کی ہے اور انتقام ذاتی ہی اس سے

مقصود و مطلوب ہے۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب جو مرزا صاحب سے سرزد ہوئی ہے اس کا باعث بھی اغراض ذاتیہ میں نہ تائید اسلام جس کا بیان کسی قدر اوپر گزر چکا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جب اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم جو مسیح موعود ہوئے گاد دعویٰ کرتے ہو تو مسیح علیہ السلام کے معجزات تو دکھلاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب نے وہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ملاحظہ ہو ازالہ ادہام صفحہ ۷۷ و حاشیہ ازالہ ادہام صفحہ ۲۹۵ سے ۳۲۲ تک اور مسیح کے پاس صرف عمل الترتب مسمریزم شعبہ بازی اور مکرو فریب وغیرہ ہی تھا۔

مرزا صاحب نے انکار معجزات مسیح علیہ السلام کا اور ان کی تحقیر اور استہزاء کا ایک یہ بھی جواب دیا ہے جس کو ہم حمایت البشریٰ مطبوعہ صفحہ ۷۷ السطر ۷ سے سامنے لاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں ”ومن اعتراضاتہم انہم قالوا ان هذا الرجل يحقر معجزات المسيح وليستہنأ بها ويقول انہا ليست بشيء و لو احدث لادى مثلها بل اكبر منها ولكنى اكول ولا اتوجه اليها كما الشايقين اما الجواب فاعلم يا اخي ان المعجزة ليس من فعل العباد بل من افعال الله تعالى فما كان لرجل ان يقول اني افعل كذا وكذا باختياري واداتي وما يفعل الانسان باختياره واداته وقد بيبره فلو فعل من افعال الانسان ولا نسبه معجزة بل هو مكيدة او سحر فافهم يا اخي ذاك الله ربنا“

یعنی ان مسلمانوں کے اعتراضوں میں سے مجھ پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتا ہے اور ان سے استہزاء کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح کے بلکہ اس سے بڑے بڑے معجزات بھی دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور شایقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ انسانی فعل کا نام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے پس کسی آدمی کا حق نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا ایسا کر سکتا ہوں (یعنی معجزہ دکھا سکتا ہوں) اور جس چیز کو انسان اپنے اختیار و ارادہ اور ندریر سے کرے وہ انسانی فعل ہو گا اس کا تمام ہم معجزہ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ سکریا جادو ہے۔ اسے بھائی اس بات کو سمجھ لو خدا نیکو زاد ہدایت دیوے۔

ماصل اس کا یہ ہوا کہ جو امور خارقہ مسیحؑ سے سرزد ہوئے ہیں جن کو معجزات کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور جن نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان سے بڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں مکروہ جانتا ہوں وہ سب اس کے کہ انسانی تدبیروں اور یوں کا نتیجہ ہیں درحقیقت معجزات نہیں بلکہ مکرا اور جادو ہیں معجزات تو خدا کا فعل ہوتے

ہیں نہ انسان کا اس نکتہ کو خوب سمجھ لو خدا تمہیں زیادہ ہدایت دے۔

ہمارے اس بیان کی مزید تائید اور تصدیق کے لیے ملاحظہ ہو اناطولیہ صفحہ ۴ و ۷ و حاشیہ صفحہ ۳۲۱ و ۳۲۲ و صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ و صفحہ ۳۰۹ و ضمیمہ انجام صفحہ ۴ و ۷ حاشیہ۔ اور جو بیان مذکورہ بالا کو ان حوالجات سے ملا کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہاں کہیں مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں مجرمہ کا ہونا تسلیم کیا ہے وہ صرف یہی الجواب ہے جو انسانی تدبیروں اور سیلہ گری سے پیدا ہو گیا تھا یعنی کمال الہیہ مسمریزم یا تالاب کی مٹی کی تاثیر سے وہ درحقیقت مجرمہ نہیں تھا بلکہ شعبہ بازی مکر اور قابل نفرت امر تھا اور حمازۃ البشر ہی کی عبارت محمولہ بالا کی تعریف کے رو سے وہ مکر اور جادو تھا۔

ان تو نصیحات اور تفسیر محات کے بعد اب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بڑے شدو مد کے ساتھ وہ معجزات مسیح علیہ السلام کو بیان کرتا ہے کہیں کہتا ہے و آتینا عیسیٰ بن مریم البینت وابدناہ بروح القدس۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے اور اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب کہ آپ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا بلکہ آپ کی والدہ صدیقہ کو بطور بشارت کہا جاتا ہے۔ اذ قالت الملائكة ان الله يبشرك بكلمة منه اسمي المسيح عيسى ابن مريم وجيها في الدنيا والاخرة ومن المقربين ويكلم الناس في المهد وكهلا واذ قالوا قل رب اني يكون لي ولد ولبني عيسى بشر قال كذلك الله يخلق ما يشاء اذ قضى امرا فانما يقول له كن فيكون ويعلم الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولا الى بني اسرائيل اني قد جئتكم باية من ربكم اني اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله و ابرى الاكمه والابرس و احي الموتى باذن الله و اُنشئكم بما تاتون و انا قد خروا في سجدتكم ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مؤمنين۔

(آل عمران رکوع ۵)

پھر ملاحظہ ہو کہ اولین و آخرین کے دروبر قیامت کے دن بھی کس شاندار مقامی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان معجزات کا ذکر فرماتا ہے۔ یوم یجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتكم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغیوب اذ قال الله يعيسى ابن مريم اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك اذ اين تك بروح القدس تكلم الناس في المهد وكهلا و اذ علمتك الكتاب والحكمة و التوراة والانجيل و اذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذن الله فتنفخ فيها فتكون طيرا باذن الله و ابرى الاكمه و الابرس و احي الموتى باذن الله و اذ تخرج الموتى باذن الله و اذ



كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتهم بالبینات فقال الذین كفروا منهم ان هذا لا  
سحر مبین۔ (مائدہ ع ۱۵)

اب ایک طرف مرزا صاحب کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہوا سامنے رکھ لیا جائے اور ایک طرف قرآن کریم کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے معجزات مسیح کا انکار تحقیر اور استہزاء کر کے اور ان کو سحر قرار دے کر ان کفار یہود کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کر لیا ہے جن کا ذکر اس آخری آیت (مائدہ ع ۱۵) میں ہے کہ (اے مسیح) جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ساف جادو ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے اس دعویٰ کی اثبات پر کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر کسی فرضی آدمی کو بُرا بھلا کہنا جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے یسوع فرضی سے سلوک کیا ہے دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن مختار مذکور کی یہ سراسر غلط فہمی ہے یا اس نے عمداً مغالطہ کیا ہے۔ فرضی انسان پر طعن کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر جو کسی انسان کی نہایت وہ دیکھتے ہوں ایک انسان کو ان سے متصف قرار دے کر جس کا وجود حقیقت میں نہیں ہے پھر اس پر طعن کیا جائے مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت الوہیت ہے پس اگر کوئی شخص ان سے خطاب کرتا ہو اس کے کہ تمہارا مسیح چنیں چناں ہے اور دل میں اس باطل دعویٰ الوہیت کا مدعی کا ارادہ کرے اور شرط وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ ہوگا فرضی انسان پر طعن اور اگر وہ اس شرط مفروضہ کو ذکر کر کے طعن کرے گو وہ نفس الامر میں محال ہو تو یہ اور صورت ہے غرض کسی حکم کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے ذکر کرنا اور بغیر شرط کے ذکر کرنا اور جھجھرے پہلی کو یعنی ایک امر معدوم کو فرضی طور پر بطور شرط ذکر کر کے حکم لگانا تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن اس سے مذہبیں انکار نہ مختار مذکور کو فائدہ اور دوسری صورت کا ذکر قرآن میں نہیں نہ مختار نے اس کی مثال پیش کی ہے پہلی آیت جو مختار نے پیش کی ہے اس میں صاف شرط موجود ہے ومن یقل منهم الاینه یعنی جو دعویٰ الوہیت ان میں سے کہے گا اس کو سزا ہے جہنم ملے گی یہ بالکل صاف بات ہے اور اس کی مثالیں قرآن میں بکثرت بلکہ عام محاورات میں آتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملک ولنکون من الخاسرین۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف اور تجھے پہلے لوگوں کی طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کر دے گا تو تمہارے عمل باطل ہو جائیں گے اور خاسرین سے ہو جاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اس میں کسی قوم کے خیالات کا لحاظ نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کا خیال ہے کہ آپ سے شرک سرزد ہوا لیکن ایک محال کو بطور شرط ذکر کر کے حکم دیا گیا ہے اسی طرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت مختار صاحب کو لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دستور العمل کی طرح بغیر ذکر شرط کے کوئی آیت پیش کرتے جو قطعاً ناممکن ہے۔ پس اس آیت کے ذکر میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے۔

دوسری آیت میں یہی غلطی مختار مدعا علیہ نے کی ہے اس میں بھی شرط کا صریح ذکر ہے ان اداد ان یهلك  
المسیح . یعنی اگر مسیح کو ہلاک کرنا چاہے یعنی مارنا چاہے لہذا یہ آیت مختار مذکور کے مدعا کے مطابق نہیں ہے ۔  
علاوہ برائ اس آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے یہ ملک کے معنی میں لکھا  
در عذاب دے کر استیصال کرے " عذاب دے کر کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ۔ اور ہلاک کرنے سے مراد موت دینا ہے

جیسے ۔ دوسری جگہ یہ سب علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " فلما ہلک " (مومن) .. یعنی جس وقت وہ  
فوت ہوئے اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عذاب دے گئے اور ان کا استیصال ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
ان امروہلک " (نساء آخر) یعنی اگر کوئی آدم مرے تو اس کے ورثہ کو یہ حکم ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل  
اد آیتکم ان اہلکم فی اللہ ومن معی اور حمننا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیوم (ملک)  
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو مار دیوے یا رحم کرے تو کافروں  
کو عذاب الیم سے کون بچائے گا مختار مدعا علیہ کے معنی کے مطابق تو یہ مطلب ہوگا کہ مجھے اور صحابہؓ کو عذاب کر کے  
استیصال کر دیوے (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم الوہیت کا اعتقاد  
رکھتے تھے جیسے عیسائی بہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے ۔

انصر من مختار مدعا علیہ نے جو کچھ قرآن کی طرف منسوب کیا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے علاوہ برائ جب کہ ہم نے  
دلائل واضعہ اور تحالجات صریحہ سے فرضی یسوع کے افانہ کو ہی باطل کر دیا ہے اور مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے  
مذرات باطلہ کا بلیک استیصال کر دیا ہے تو بالقرآن اگر ان آیات سے یہ ثابت بھی ہو جاتا تو مدعا علیہ کو کچھ بھی مفید نہ ہوتا  
اور نہ ہمیں مضرت مختار مدعا علیہ نے ہم ۔ مارج سترہ کی بحث میں لکھا ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے منشاء اور تصریحات  
کے خلاف استنباط کر کے کسی کے کلام سے نکالی جائیں وہ لازم مذہب ہوتی ہیں نہ کہ مذہب ان کی بنا پر تکفیر نہ ہونے  
اور مختار مدعیہ نے امانت اور دیانت کے خلاف مرزا صاحب کے کلام سے غلط استنباط کر کے الزامات قائم کئے ہیں پھر  
اس کی پانچ نظیریں پیش کی ہیں لیکن ان پانچوں نظائر میں امور ضروریہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مختار مدعیہ کے  
استنباط بالکل صحیح اور درست ہیں اور بڑی صفائی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ اکثر الزامات کے  
مطابق ہے اور بعض میں لزوم ہیں ہے اور ان کے متعلق مرزا صاحب کے اور مختار مدعا علیہ کے عذر بالکل ناکافی  
اور محض حیلہ جوئی پر مبنی ہیں مختار مدعیہ کی بحث اور اس جواب البحت میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی  
ہے گواہ مذہبہ کا جواب جو کہ طرز کی دیگر تصانیف کو بھی دیکھ کر اس کا عندیہ معلوم کرنا چاہیے جو مختار مدعا علیہ نے  
حوالہ میں پیش کیا ہے وہ بھی کسی طرح میں مضرت نہیں کیونکہ ہم نے تو کئی کئی کتابوں سے حوالہ باہم موافق پیش کر کے الزام  
قائم کئے ہیں اور بالخصوص اس مسئلہ متنازعہ توہین عیسیٰ علیہ السلام میں تو مرزا صاحب کی تصریحات کا کافی ذخیرہ پیش کیا گیا ہے

صرف استنباط۔

مختار مدعا علیہ نے گذشتہ بزرگوں سے دو احادیث منقولہ پیش کئے ہیں کہ لازم مذہب نہیں ہوتا اور اس کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ایک ابن حزم کی کتاب الفضل جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ سے اور دوسرے عبد الوہاب شحرانی کی کتاب یواقیت والجاوہر جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ کا۔

اسی طرح گواہان مدعیہ کے حوالے پیش کئے ہیں لیکن یہ حوالے کسی طرح اس کو مفید نہیں ہیں چنانچہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اس قسم کے لزوم اور غلط استنباط پر ہم گز بنی نہیں بلکہ عموماً ان کی تصریحات پر ہستے اور یہاں لزوم پر بناء ہے وہاں لزوم غیر مرجح نہیں بلکہ بالکل یقین اور بدیہی ہے جس پر مرزا صاحب کو علماء اسلام نے بار بار تکفیر کی اور لزوم کفر کو اظہر من الشمس کر کے اتمام حجت کو احسن اور اکل طور پر پورا کر دیا لیکن مرزا صاحب نے محض ہیبت و عناد سے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر بڑی سختی کے ساتھ اصرار کیا مرزا صاحب پر جو اتمام حجت کیا گیا ہے وہ کسی طرح اس اتمام حجت سے کم نہیں جو کفار اور مشرکین پر کیا گیا اگر فرق ہے تو یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کفار کو معجزات نبوت دیکھنے کا موقع حاصل تھا وہ یہاں پر موجود نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل یہاں پر یہ رکھ دیا کہ مسلمانوں کے مقابل پر مرزا صاحب نے جو مہملے وغیرہ کئے اس میں ان کو ناکام ثابت کر کے معجزات کی مانند اپنی فعلی شہادت دے دی اور مرزا صاحب کو ان کی قطعی اور حتمی پیچھوٹیوں میں ناکام رکھ کر ان کے کذب پر اپنی فعلی شہادت عیاں اور واضح کر دی پس اس حالت میں نہ ابن حزم کا قول تکفیر مرزا صاحب کے خلاف ہے نہ یواقیت کا حوالہ نہ کسی اور کا۔

علاوہ برآن ابن حزم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی بات کا خلاف کرے جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے یا اس سے رسول نے کہی ہے خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجماع تو اتر کی نقل یا خبر واحد کی نقل سے ثابت ہوئی ہو تو پھر وہ شخص اس کے خلاف عقیدہ یا بد مذہبی وغیرہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

فوجب ان لا یکفر الا بقول قالہ الا ان یرکض (الی) تکفیر مضافاً لفتہ

(کتاب الفضل صفحہ ۲۲۴ ج ۳)

اسی طرح مختار مدعا علیہ کے حوالے سے پہلے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہرت عیسے ابن مرثا علیہ السلام کے سو کسی اور نبی کا قائل ہو وہ کافر ہے جس کے کفر میں دو آدمی بھی آپس میں مخالف نہیں ہوتے (صفحہ ۲۲۴ ج ۳) اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الی) بلکہ ہذا علی کلی احد اور اسی صفحہ میں اس سے ماقبل لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کفر یہ قول کہے پھر اس پر اتمام حجت کر دیا جائے اور وہ عناد سے نہ ملے تو وہ کافر ہے اس پر احکام مرتد جاری ہوں گے اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول (و لکن یدمول اللہ و خاتما للنسبیین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ سن لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ثابت کر سکتا ہے سوائے علی بن مریم علیہ السلام کے جن کو آخری زمانہ میں نازل ہونے کی احادیث صحیحہ مسند میں خبر دی ہے ہذا ما سمعناہم قول اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وحقا نقہ الذین بینہ (الیٰ) فی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان۔ (کتاب الفضل جلد ۸ صفحہ ۱۸۰)

گو ابان مدعیہ نے اپنے بیانوں میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے پیش کیے جن کی بناء پر تکفیر مرزا صاحب قادیانی لازمی ہے اور اس سے حوالہ مختار مدعا علیہ کی حقیقت بھی ظاہر ہو گئی کہ اس سے مراد وہ لزوم ہے جس کا قائل کلمہ کفر کو علم تہذیب و علم یا اس پر اتمام حجت ہو جائے تو ایسا شخص ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صاف کافر ہے جس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

مختار مدعا علیہ نے لواقبت سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں سخت مغالطہ اور زنیانت سے کام لیا ہے آدھی بات کو نقل کر دیا ہے اور یقینہ کو جو اس کے مدعا اور مشکوٰۃ کو باطل کرتی تھی چھوڑ دیا ہے اور لا تقربوا الصلوات کی مثال کو اپنے آپ پر منطبق کیلئے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ قال الکمال (والصحيح ان لا ذم للمذہب ليس بمذہب وانہ لا کفر بمجرد اللزوم) لان اللزوم وغيروا الاقترام وقب وقر فی الصوافق ما يقتضي تقييده بما اذا لم يعلم ذو المذہب اللزوم وبان اللازم کفر فانه قال من يلزمه الکفر ولا يعلم به ليس بکافر انتهي ومعنوه ان علمه کفر لا لتزاما یا کہ واللہ اعلم انتھی،

مختار صاحب نے صرف اتنی عبارت نقل کر دی جو بین القوسین ہے اور یقینہ کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے مطلب کے مخالف اور ہماری مؤید تھی اور اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ لزوم سے کفر نہ ہونے کا اور لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا مطلب وہ نہیں ہے جس سے مختار صاحب کی غرض پوری ہو سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لزوم سے کفر نہیں ہوتا جس لزوم کا اس صاحب قول و مذہب کو علم نہ ہو اور نہ اس لازم کے کفر ہونے کا علم ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو جان لینے کے بعد وہ لزوم نہیں رہ جاتا بلکہ التزام ہو جاتا ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کمال کی یقینہ عبارت چھوڑ دی جو اس نے علم عقائد کی مشہور کتاب مواقف کی پیش کی تھی جس سے اس کا مقصود یہ تھا لزوم مجرد کا کفر نہ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک صاحب مذہب بے خبر ہو لزوم کا علم ہو جانے کے بعد وہ التزام اور کفر بن جاتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر جو الزامات قائم کئے گئے وہ اسی قسم کے ہیں یا تو ان میں لزوم ہیں اور بدیہی ہے جس کا عدم علم قابل تسلیم نہیں یا اتمام حجت ہو کہ مفید علم ہو کہ التزام اور کفر ہو گئے ہیں اور اکثر وہ کفر تصریحات پر مبنی ہیں لہذا مرزا صاحب بلا شک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے

پس جو اجزاء الحکام ازمد کو مانع نہیں ہو سکتا۔

یواقیت والجاہر میں سے کمال کے قول میں سے موافق کی جس عبارت کو مختار مدعا علیہ نے بطور نیابت پھوڑ دیا تھا وہی عبارت نبراس کے تعلیقات یعنی حواشی میں موجود ہے نبراس میں ہے البحث الاول انه تقدر فی الشرع ان التزام الکفر کفر " لا لزوم " یعنی التزام کفر کا کفر ہے نہ کہ لزوم۔  
(نبراس صفحہ ۱۹۹)

اس پر حاشیہ ۱ میں ہے "کما صرح فی الموافق حیث قال من يلزمه الکفر ولا يعلم به فليس بكافر اس کا مطلب حوالہ یواقیت میں گذر چکا ہے۔

نبراس میں اس بحث کا جواب دو طرح دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے اجیب بوجهین احدهما ان المضارۃ التذموة بعد ما ظهر بهم لذمه " یعنی نضارے کے لزوم کفر کی جو بحث تھی کہ لزوم کفر تو عندا الشرع کفر نہیں ہوتا پھر وہ کافر کیونکر ہو گئے اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ لزوم کفر کے ظہور ہو جانے کے بعد نضارے نے اس کا التزام کر لیا ہے اس پر تعلیقات کے میں ہے "ولزوم الثمنی مع العلم به التزام والتزام الکفر مع العلم بالکفر " یعنی جب لزوم کا علم ہو جائے تو وہ التزام ہو جاتا ہے اور التزام کفر مع العلم کفر ہے۔

نبراس کا دوسرا جواب "وقتا ینہا ان اللزوم البدیہی فی حکم الالتزام " یعنی ایسا لزوم جو بالکل صاف اور بدیہی ہو التزام کے حکم میں داخل ہے۔

پس ان حوالہ جات علم کلام سے جو ہم نے پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لزوم کفر تو کفر نہیں ہوتا جس کا پتہ صاحب مذہب کو نہ ہو اگر اس کو علم ہو یا اس پر لزوم کفر کو ظاہر کر دیا جائے اور وہ ہٹ دھرمی اور عناد سے قبول نہ کرے یا لزوم ہی بالکل صاف واضح اور بدیہی ہو تو ان صورتوں میں لزوم نہ رہے گا بلکہ التزام ہو جائے گا اور التزام کفر بالاتفاق کفر ہوتا ہے پس مرزا صاحب بنا بر بیانات گواہان مدعیہ بحث و مختار مدعیہ اور اس جواب البحث کے کفر کا التزام کر نولے تھے لہذا وہ بالاتفاق کافر ہیں ان پر اور ان کے متبعین پر ارتداد کے حکام جاری ہوں گے۔

## صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

گواہان و مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متعلق خود مرزا صاحب کے حوالجات ازالہ اعجاز احمدی سے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابوہریرہؓ کو غبی و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معمولی انسان جوش میں اگر غلطی کھانے والا کہا ہے۔ اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) مرزا صاحب نے سرالخاتہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔  
(۲) یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے۔

(۳) غبی کا معنی نہ سمجھنے والا ہے۔ اور الا واد اصول شاشی فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد صحابہ میں نہیں تھے۔

(۴) مرزا صاحب نے ابن مسعودؓ کو معمولی انسان نبیوں کے مقابلہ میں کہا ہے۔

(۵) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں سخت الفاظ استعمال کئے۔

### الجواب

میں ہر ایک نمبر کا جواب ترتیب بالا کے مطابق عرض کرتا ہوں۔

(۱) مختار مدعا علیہ نے ان توہینی الفاظ کو بحق صحابہ استعمال کرنا تسلیم کر لیا۔ مگر اس کو توہینی کلمات کی وجہ سے دفع کرنا چاہا جو دو وجہ سے غلط ہے۔

(وجہ اول)

گویا مرزا صاحب نے حضرات صحابہ کی توہین اور تعریف دونوں کا ارتکاب کیا ہے جو ہمارے قائم کردہ الزام کے خلاف نہیں کیونکہ نفی توہین ثابت ہو گئی جو ہمارا مدعا تھا باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب نے کہیں صحابہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اولاً نہ ہمیں اس سے کوئی انکار ہے اور نہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے ثانیاً صحابہ جیسے واجب الاحترام جماعت کے شان میں گستاخی اور توہین کرنا پھر ان کی مدح سرائی بھی کرنا ایک پکے مسلمان کی شان سے ایسا ہی بیحد ہے جیسا محقق تحقیر توہین کرنا۔ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف میں ہزاروں جملے اور سینکڑوں قہقہے بھی کہتا ہے مگر ساتھ کبھی کبھی والد کے سامنے گستاخی بھی کرتا ہے اور بیعت کلمات بھی بولتا ہے۔ تو کیا وہ بیٹا حقوق والد کی زد میں نہیں آئے گا یا لا اقل لہماف کا وعید اس کو شامل نہیں ہوگا یقیناً ہوگا۔ علی ہذا مرزا صاحب باوجود صحابہ کی تعریف کرنے کے بھی ان توہینی کلمات کی وجہ سے توہین صحابہ کے مرتکب ہیں۔

(وجہ ثانی)

تو ہیں صحابہ اور تعریف صحابہ صحیح کرنا گویا کہ حق کے ساتھ باطل کو ملانا ہے جس کو مرزا صاحب و جال کی علامت بتلاتے ہیں چنانچہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں ”وہال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا سابع ہو کر پھر پیغمبر کے ساتھ باطل ملاوے“

(۲) مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوہریرہ کو غبی اور حضرت ابن مسعود کو معمولی انسان کہنا اگرچہ تو یہ معنی الفاظ میں مگر مرزا صاحب نے توہین کی نیت سے نہیں کہے باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے یہ کلمات کس نیت سے کہے اس پر مرزا صاحب کی تصریح کی ضرورت تھی۔ جو مختار مدعا علیہ نے پیش نہیں کی۔ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی نیت جو امر مخفی اور اسرار قلب سے ہے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً احکام شریعت کی مدارِ ظاہر پر ہے نیز یہ الفاظ مقام مدح میں استعمال نہیں کئے بلکہ ان حضرات کے اقوال اور آراء کی تردید میں استعمال کئے ہیں جو توہین و تحقیر کا زیرِ دست قرینہ ہے۔

(۳) ایک ایسا جلیل القدر صحابی جس کی مریات تمام صحابہ سے زیادہ ہوں اس کو بات کا نہ سمجھنے والا کہتا کس قدر گستاخی اور جرات ہے۔ بہر حال غبی توہین کا لفظ ہے جو مقام مدح میں کبھی استعمال نہیں ہوتا تمام اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے کسی مقداد ہند کے متعلق اس لفظ کی استعمال نہیں لگی کیونکہ عبادت کے مقابلہ میں فطانت ہے جس کے معنی زیر کی کے ہیں جو مقام مدح میں کبھی لکھتے عربی کے خواجہات پیش کرتا ہوں منہج الارب صفحہ ۲۹۷ ج ۳ میں ہے۔ غبی کہ فہم الغرض صفحہ ۲۳۷ میں ہے الغبی۔ الجاہل۔ مصباح معجم سہم میں ہے غبی عن الجبرای جملہ۔

ان خواجہات سے واضح ہے کہ غبی کا معنی ”کم فہم اور جاہل“ ہے۔ پس ایک جلیل القدر صحابی کو کم فہم اور جاہل کہنا کس قدر توہین اور گستاخی ہے۔

کیا مختار مدعا علیہ اس لفظ کی استعمال غلیظہ اول اور ثانی کے لیے جائز سمجھتا ہے۔ جب وہ مرزا صاحب کے صحابہ کے حق میں اس لفظ کی استعمال کو ناجائز اور موجب توہین سمجھتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے صحابہ کے حق میں یہ لفظ کیوں توہین نہیں ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے نہایت بے محل نور الانوار اور اصول شاشی و قلوبی رشیدیہ و تفسیر مظہری کے خواجہات پیش کئے ہیں حالانکہ ان خواجہات میں حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق غبی کا لفظ قطعاً استعمال نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی ادنیٰ شائبہ ملتا ہے ان خواجہات میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہدین تھے۔ اصول شاشی کے الفاظ ہیں۔ القسم الثانی من الرواۃ ہم المعتمدون بالحق والعدالت۔

دون الاجتهاد والفتویٰ کا بی ہر عیۃ والنسبت ممالک۔ (اصول مائشی صفحہ ۸۴) علی ہذا فتاویٰ رشیدیہ و تفسیر منظر ہی کے حوالہ جات کا بھی منشا یہی ہے۔ نور الانوار کی دون الفقہ کا معنی بھی دون الاجتہاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا مقدم فی الاجتہاد نہ ہونا ان کی کوئی توہین نہیں مجتہد ہونا یا نہ ہونا متنازعہ فی نہیں بحث لفظ غنی کے متعلق ہے جس کے معنی کم ہنم اور جاہل کے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ جات میں حتیٰ کا لفظ قطعاً نہیں سوبہ الزام بھی لا جواب رہا۔ میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس نے ان بے محل حوالہ جات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔ برہر سب لوگ کافر اور مرتد تھے اور ایسے ان اقوال سے صحابہ کی توہین کے مرتکب ہوئے تھے یا نہیں؟

(۴) یدلک حضرت ابن مسعود بنی اور رسول نہیں کیا جو شخص رسول اور بنی نہ ہو اس کی توہین توہین نہیں کہلانی اور کیا اس کو معمولی انسان کہہ کر اپنی رائے کے مقابل اس کی رائے کو خطا وار اور جوش نفسانی کا اثر کہہ کر ٹھکانا حضرات صحابہ کے جلالت شان اور علوم تربت کے منافی نہیں مختار مدعا علیہ کے خلیفہ اول اور ثانی جو اس کے نزدیک بھی نبی نہیں کیا ان کو معمولی انسان جوش نفسانی میں اگر خطا وار کہنا اس کے نزدیک ان کی توہین چاہیہ از اللہ و اہم کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں مرزا صاحب حضرت ابن مسعود کے قول کی تردید کر رہے ہیں بناءً تردید یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی مرزا صاحب کے نزدیک اس میں سخت خطا کی۔ اور خطا کا موجب محض جوش تھا اور ابن مسعود سے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ معمولی انسان تھا نبی اور رسول نہیں تھا ملاحظہ ہو اصل عبارت از اللہ و اہم صفحہ ۹۹۔ مقام تردید میں ان الفاظ کی استعمال سوا توہین و تحقیر کے اور کوئی مفہوم نہیں رکھتی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجوم ہدایت و اعتدال قرار دیتے ہوئے فرمایا اصحابی کا لہجہ و باہم اقتدایتہم اہتدایتہم اور ان کی اقتداء کا حکم دیا اگر ان کو یونہی معمولی انسان سمجھ کر ان کا تخطیہ کیا جائے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں ابن مسعود جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کے قول کو ٹھکرایا جائے تو اسلامی اصول و روایت و نقل پر کس قدر سنگین زدہ ہے۔ اور اس میں شان صحابہ کی کس قدر توہین ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

قابل غور امر یہ ہے کہ علماء اصول نے حضرات صحابہ کے دو قسم مقرر کئے ہیں ایک مقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن مسعود دوسرے غیر مقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابی ہریرہؓ۔ مرزا صاحب نے دونوں قسم کے صحابہ پر ہاتھ صاف کیا ہے ابو ہریرہؓ کو جہی کہا اور ابن مسعود کو جوش میں خطا کرنے والا بتایا

مختار مدعا علیہ نے حضرت عباس اور حضرت علیؓ کے طوائف تفسیر کو بیان کر کے مرزا صاحب کے اس قائم کردہ اصول کی اور بھی توثیق کر دی ہے۔ حالانکہ کتب حقائق میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مشاہیرت صحابہ پر سکوت کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی۔ یعنی میرے صحابہ پر نکتہ چینی کرنے کے معاملہ میں خدا سے



ڈرنا اور سب سے زیادہ قابل غور یہ امر ہے کہ حضرات صحابہ کا تخیل مرزا صاحب اس لیے کر رہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا قول مرزا صاحب کی رائے کے خلاف ہے مرزا صاحب کی رائے حق ہے اسی کے مقابل حضرت ابوہریرہ کا قول غلط ہے کیونکہ وہ غبی کم فہم اور جاہل ہے اور مرزا صاحب کی رائے صحیح ہے اور حضرت ابن مسعود کا قول غلط ہے کیونکہ وہ ایک معمولی انسان ہے اس نے جوش میں اگر خطا کی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے ان الفاظ ”نبی و رسول مد تھا“ کی آڑے کر مرزا صاحب کے توبین انبیاء کے الزام سے بچانا چاہا ہے یہ بھی اس کا مغالطہ ہے کیونکہ صحابہ نجوم اعتقاد اور واجب الاقتداء بنص صریح میں انوار امت کے لیے ان کا احترام واجب اور ان کی اقتدار لازم ہے پس ان کا نبی یا رسول نہ ہونا ان کے استخفاف اور تحقیر کا متقاضی نہیں اگر ایک زندیق کسی نبی کا استخفاف کرتے ہوئے یہ کہدے کہ آخر یہ بھی عام انسانوں کی طرح انسان ہیں خدا تو نہیں کیا یہ آڑ اس کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے ہرگز نہیں۔ محمد اللہ حضرت ابن مسعود کی توبین کا الزام بھی لاہوا رہا۔ پھر براہین قاطعہ کلبے محل حوالہ دے کر بے سود بحث کو لمبا کیا ہے اور اس کی عبارت سے غلط استنباط کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت جگہ سوز اور روح فرسا الفاظ استعمال کئے ہیں پھر نتیجہ ان الفاظ میں نکالاجب مختار مدعا علیہ کے نزدیک ایسی باتوں سے بھی کفر و ارتداد لازم آتا ہے تو ان کلمہ فتویٰ اس زمانہ کے لوگوں تک نہیں بلکہ بڑوں بڑوں تک پہنچ گا۔ مختار مدعا علیہ کے اس بہانے نتیجہ کے جواب میں اس کے بدشواؤں کے کفریات صریحہ اور توبین انبیاء و صالحین کی ایک مکمل فہرست پیش کر دیتا اور ایسے ہی الفاظ بھی استعمال کرتا جیسے کہ مختار مدعا علیہ نے استعمال کئے ہیں مگر عدالت کے وقت کا احترام کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کرتا ہوں۔

## توبین صحابہ کا الزام اور اس کا جواب

مختار مدعا علیہ۔

میں نے تخیل الہامیہ کی یہ عبارت ”شخص میری جماعت میں داخل ہوا“ وہ درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا پیش کر کے ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے تمام صحابہ کی توبین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں وجوہ ذیل بیان کئے ہیں۔

(۱) اکابر اسلام نے امام مہدی کو حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز مانا ہے اس بروز روحانیت کے لحاظ سے امام مہدی کے اصحاب کو صحابہ میں داخل ہونے والا کہنا موجب توبین نہیں ہو سکتا۔

الجواب

یہ محض افتراء اور بہتان ہے امام مہدی کا حضور علیہ السلام کی روحانیت کا بروز ہونا نہ قرآن میں ہے نہ احادیث سے

ثابت ہے نہ ائمہ اہل بیت کا قول ہے نہ ائمہ مجتہدین سے مبرح ہے نہ سلف صالحین سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ مختار مدعا علیہ اپنے استدلال کی نائید میں ضعیف سے ضعیف بھی ایک قول نہیں پیش کر سکا۔ اور یہ عقیدہ بلحاظ حقائق شرعیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اجماعی عقیدہ سے افضل البشر بعد الانبیاء البوکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی امام مہدی سے باجماع امت حضرت ابوکر بلکہ تمام صحابہ افضل ہیں اگر امام مہدی کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو حضرات صحابہ کے ملنے اور دیکھنے والے بطریق اولیٰ صحابہ میں شامل ہوں گے۔ مگر غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت یہ فضیلت اپنی ہی جماعت کے لیے مختص سمجھتے ہیں اور بغرض محال امام مہدی کے اصحاب کے لیے یہ حکم مجازاً اگر ثابت ہو بھی جائے (امام مہدی آئیں گے)۔ کیونکہ اولاً تو مرزا صاحب امام مہدی کی آمد کی تمام احادیث کو ضعیف موضوع ناقابلِ تجزئہ قرار دے چکے ہیں چنانچہ حقیقتہً مہدی صفر ۱۰۰ کو ملاحظہ کیا جائے۔

ثانیاً یہ کہ صحیح براہین احمدیہ جیم صفحہ ۱۸۱ میں مرزا صاحب اس مہدی ہونے سے انکار کر چکے ہیں جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے اس کا نام (محمد) اور اس کے والد کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک اور آپ کے والد کے نام پیر اور آل فاطمہ علیہا السلام پر ہوگا۔

الغرض اولاً بروز کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ثانیاً امام مہدی کا حضور علیہ السلام کا بروز ہونا غیر صحیح اور مفاسد عیدہ کا مستوزم ہے ثالثاً مرزا صاحب کا مہدی ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک امام مہدی کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب ضعیف اور موضوع ہیں اور قابلِ جھٹ نہیں۔ رابعاً احادیث سے جس مہدی کا جن صفات سے ثابت ہوتا ہے اس سے مرزا صاحب انکار مرتج کچکے ہیں لہذا بروز کی توجیہ سے مرزا صاحب کے اصحاب کا صحابہ میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا اور بدستور تو بین صحابہ کا الزام باقی رہا۔ اگر بغرض محال بروز کا مسئلہ مان ہی لیا جائے تو اگر امام مہدی کے اصحاب بروز کے طور پر صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر امام مہدی بھی بروز کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اور پھر امام مہدی کو خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین رحمۃ اللعالمین صاحب شفاعت کبریٰ صاحب معراج سید ولد آدم مخاطب لولاک لما خلقت الافلاک نبی صاحب شریعہ ناسخ للشرائع صاحب قرآن ناسخ کتب سادہ اور معجوت الی الناس کافہ مہبط نزول بھریئل علیہ السلام کو ماننا پڑے گا العیاذ باللہ العظیم۔ اور کوئی یعید نہیں کہ مرزا صاحب کے تبیین اسی توجیہ باطل کی وجہ سے مرزا صاحب کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور مرزا صاحب کے الہامات اور دعاوی بھی اسی قسم کے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے قول ومن دخلہ فی جماعتی الخ کو حدیث علماء امتی کا نبیاء نبی اسرائیل پر قیاس کر کے

مشابہت اور مماثلت لیتا بوجہ ذیل باطل ہے۔

(الف) حدیث میں کاف حرف تشبیہ موجود ہے جو مشابہت اور مماثلت کے لیے موضوع ہے مرزا صاحب کے قول میں حرف تشبیہ نہیں۔

(ب) حدیث میں علماء امت کو انبیاء نبی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے علماء کو حضرات انبیاء کرام کے زمرہ میں داخل نہیں کیا گیا اور مرزا صاحب کے قول میں تصریح موجود ہے کہ جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں داخل ہوگا یعنی صحابی ہوگا۔ مثلاً ایک طالب علم جب ہائی سکول بھاؤ پور میں داخل ہوگا تو وہ یقیناً ہاں سکول کا طالب العلم ہوگا نہ یہ کہ ہائی سکول کے طالب علموں سے اس کو کوئی مشابہت ہو گئی۔ اور درحقیقت وہ ہائی سکول کا طالب علم نہیں ہوا۔

(ج) خود مرزا صاحب کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کے بعض خواص خصوصاً ایسے ہیں جن کو مرزا صاحب نہیں پاسکتے پھر ان کے متبعین مریدوں کی کیا شمار چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۸ ج ۱ انہوں میں ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راست باز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر بطور خلل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جو بھی فضائل ہیں جواب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ مولانا شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا جواب حسام الحرمین وغیرہ کے توالیحات کے جواب میں دیا جائے گا۔

### توہین اہل بیت

مختار مدعا علیہ سے توہین اہل بیت کے الزام کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکا کہ اس نے ہمایہ بے دردی سے آٹائے دو چہان سرور انس و جان کی ذات والا صفات پر توہین کشتی نوح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تعلیم کو محکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہل بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہل بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی توہین توہین لازم لگے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرز استدلال سے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اَلَا اَنْتُمْ اَہْلُ بَيْتِیْ کَسَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَہَا نَجَّاهُ مَنْ تَخَلَّفَ هَلْکَ (دعاء احمد) مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا اور امت کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب پر اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب خلاف تعلیم حضور علیہ السلام اپنی تعلیم کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں یا اس کے مقابل اپنی امت کے لیے دوسری کشتی نوح بتا رہے

ہیں بہر نوح اہل بیت کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزام قائم کر دیا کہ حضور نے اپنے اہل بیت کو کشتی نوح قرار دے کر اصل کشتی نوح کی توہین کی ہے۔

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں اور کون دیکھ سکے کہ مالک ہیں حضور جس کی چیز ذریعہ نجات قرار دیں اور جس کو تفصیل و تشریح قرار دیں مجاز و مختار ہیں صاحب شریعت کا معنی بھی یہی ہے کہ جدید احکام و شرائع لا سکتے ہیں مگر مرزا صاحب ان کی جماعت کے زعم میں بھی صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ وہ تمام احکام و شرائع علی حضور علیہ السلام کے تابع ہیں پس خود مرزا صاحب اور اس کی جماعت کو اپنے اختراعی دعوئے کے بنیاد پر بھی حضور علیہ السلام کی مقرر کردہ کشتی نجات کے خلاف کوئی اور کشتی نجات بنانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ پس سب کہ انہوں نے اپنے ادعا منصب سے تمنا و ذکر کے تعلیم نبویہ کے خلاف کشتی نجات اپنی تعلیم کو قرار دیا تو لا بد اہل بیت کی توہین کا ارتکاب کیا جس کا کوئی جواب مختار مدعا علیہ سے نہ بن آیا تو حضور علیہ السلام پر اصل کشتی نوح کی توہین کا الزام ٹھہرا کر مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا اور عدالت میں اسلام کی دشمنی اور حضور علیہ السلام کے جھوٹے دعویٰ غلامی کی حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

### امام حسین علیہ السلام کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس الزام واقعی کو دفع کرنے میں نہایت مغالطہ وہی اور غریب کاری سے کام لیا ہے اور چند غلط توہمات کی ہیں۔

(۱) اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے۔

الجواب

یہ سلسلہ کذب اور دُعا ہے اعجاز احمدی درحقیقت مناظرہ میں جو مولانا شاہ صاحب کو مولانا شہداء اللہ صاحب امرت سہری سے مقابلہ میں شکست فاش نصیب ہوئی اس کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اعجاز احمدی کے پہلے صفحہ میں موجود ہے ایھا الذنا ظفون اشد کھ اللہ۔ آپ صاحبان پر واضح ہو کہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ موضع صلح امرت سہری میں باصرار منٹے محمد یوسف صاحب کے میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ہماری طرف سے مولوی محمد سرور صاحب مقرر ہوئے اور فریق ثانی نے مولوی شہداء اللہ صاحب کو امرت سہری سے طلب کر لیا مرزا کی تصریح ناطق کہ اعجاز احمدی مولوی شہداء اللہ صاحب امرت سہری کے بالمقابل لکھی گئی ہے۔ ہاں مائیں بیچ پر مولوی شہداء اللہ صاحب حضرت قبلہ پیر مر علی شاہ صاحب مولانا اصغر علی صاحب رومی کے علاوہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ کا نام بھی ہے مگر تالیف وغیرہ کا سبب شیعہ نہیں۔



اگر واقعی مرزا صاحب کو حضرت امام حسینؑ کا احترام تھا تو پھر اس قدر تعلیانہ دعویٰ اور شتان بینی و بین حسینؑ کم کہنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی تعلیٰ اور فخر کے جوش میں اکابر امت بلکہ انبیاء علیہم السلامؑ کی بھی توہین کر جاتے ہیں پھر جب علماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب پر نکتہ جبینی ہوتی ہے تو وہ ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں آج ان کی امت مرزا صاحب اس حکمت عملی سے بے جا فائدہ اٹھانا چلتے ہیں۔ جہاں کسی کی توہین کا اعتراض ہو بھٹ مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی عبارت اس کے خلاف نقل کر دیتے ہیں کبھی خدا کے ان پڑوں کو اس امر سے سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر مرزا صاحب کو ان حضرات کا واقعی احترام اور ان کی عظمت تھی تو پھر ان کے خلاف توہین الفاظ کہنے کی کیا حاجت تھی۔ کسی صحیح العقل انسان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس کو اپنا بزرگ اور واجب الاحترام سمجھتا ہو اور اس کی مدح و ستائش میں طلب اللسان ہو مگر گاہے گاہے اس بزرگ محترم کے متعلق سخت نکتہ چینی کسے اور اس کی توہین و تحقیر میں بھی حصہ لے۔

(۷) مختار مدعا علیہ نے کر بلائے است سیر ہر آنم کی تین توجیہ کی ہیں۔

(الف) امام حسینؑ کی طرح مظلوم۔

(ب) جماعت سے بعض لوگ مبتلا آ کام ہوں گے۔

(ج) واقعہ شہادت کی عظمت کا بتلانا مقصود ہے۔

### الجواب

مختار مدعا علیہ کی توجیہات قابل تعجب ہیں۔ مرزا صاحب نہایت تعلیٰ سے اپنی فنیت و برتری بیان کرتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے اشار اور عظیم الشان قربانی اور مظلومیت کی شہادت کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مراتب و ملائج کو حضرت امام حسینؑ سے اعلیٰ اور افضل بتاتے ہوئے شتان بینی و بین حسینؑ کہتے ہیں۔ میں یہاں صرف مرزا صاحب کے اشعار کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اس ترجمہ کی روشنی میں مختار مدعا علیہ کے بے جا توجیہات کی حقیقت عدالت کے نزدیک واضح ہو جائے گی۔ ”مجھ میں اور تمہارے حسینؑ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسینؑ میں تم دشت کربلاء کو یاد کرو اب تک روتے ہو پس سوچ لو۔ میں جنت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسینؑ دشمنوں کا کشتہ پس فرق بین اور ظاہر ہے“

(اعجاز حسینی)

## اولیاء کی توہین،

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے دفع کرنے کی چند توجیہات کی ہیں۔

(۱) اگر مرزا صاحب کے اس شعر سے تمام اولیاء کی توہین ہوتی ہے تو دین اسلام نے دیگر ادیان کو منسوخ کر کے ان سب ادیان کی توہین کی ہے۔

### الجواب

مختار مدعا علیہ نے ہمارے قائم کردہ الزام توہین کی علت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قائم کردہ ارشاد ہدایت باقی تمام ارشاد ہدایت کے منسوخ ہونے سے توہین لازم آتی ہے تو اسلام بھی باقی ادیان کو منسوخ کرنے میں ان ادیان کی توہین کی ہے گویا ہر طرح اسلام کے باقی ادیان کو منسوخ کرنے سے ان ادیان کی توہین نہیں ہوتی اسی طرح مرزا صاحب کے طرق فیوض و بیل ہدایت سے سابقین کے تمام طرق اور سبل کے منسوخ ہو جانے سے سابقین کی توہین نہیں ہوتی گویا مختار مدعا علیہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مرزا صاحب کا طرق اولین کے طرق کے لیے لسانی ہی ناسخ ہے جیسا اسلام دیگر ادیان کے لیے الحمد للہ مختار مدعا علیہ نے اس سچائی کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا جس کو ابتداء سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ کے اس جواب میں ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی امت درحقیقت مرزا صاحب کی تعلیم اور طریق کو اولین کی تعلیم و طریق کے لیے ناسخ مانتی ہے۔

(۲) چونکہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔

### الجواب

سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی برائت ثابت کرنے کے لیے کس بے دردی کے ساتھ میرے قائم کردہ وجوہ توہین کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیتا ہے گویا اس کو حضور علیہ السلام سے علاقت تک نہیں باقی رہا یہ امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں کیونکہ افضل کی فضیلت کا بیان مفضول کی توہین نہیں ہو کرتی اور حضور علیہ السلام کی افضلیت بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جس میں ایک مسلمان کو بھی کلام نہیں مگر مرزا صاحب کے لیے یہ وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابوبکر کی افضلیت تمام امت میں احادیث صحاح اور اجماع امت میں ثابت ہے اور اسلامیان عالم کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکرؓ لہذا مرزا صاحب کے اس قسم کے دعوای اختیار امت کی توہین کا موجب ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب کے شعر سے توہین لازم آتی ہے تو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے اس شعر افلت شمس الاولین

سے بھی توہین لازم آتی ہے۔

### الجواب

(۱) حضرت پیر پیران سید عبدالقادر جیلانیؒ مدعی نبوت نہیں بلکہ کبار اولیاء امت سے ہیں جو پھر حال کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ ان پر نزول جبرئیل ہوتا تھا اور نہ معبط وحی الہی ہونے کے مدعی تھے نہ کوئی نئی تعلیم جاری کی اور نہ کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی نئی نجات بنائی پس ان کے شعر میں شمس سے حقیقتہً مراد اسلام ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے شمس یعنی ادیان منسوخ ہو گئے اور کہ ہمارا شمس یعنی اسلام کبھی غروب نہیں ہوگا مرزا صاحب کے دعوای اور ان کی تعلیمات اور تمام کارخانہ دیگر گول ہے وہ نئی دنیا اور نیا آسمان اور نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا تعالیٰ بنانے کے خواہاں ہیں اس لیے مرزا صاحب کے شعر کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو پہلی تعلیم منسوخ ہو گئیں یا یہ کہ اب موصول الی اللہ صرف مرزا صاحب کا ایجاد کردہ مذہب احمدیت ہے چنانچہ مختار مدعا علیہ نے اس پر تصریح کی ہے جو آگے عرض کرتا ہوں۔

(۲) حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ولی کامل تھے مگر مدعی نبوت نہ تھے صوفیہ کرام کی تصریحات کے مطابق سکین بعض کلمات اہل اللہ کی زبان سے بے اختیار نکل جلتے ہیں تو ان کو پسند نہیں فرماتے بیساکہ کتب تصوف میں مصرع ہے اور چونکہ انبیاء کی بشت مخلوقات کی ہدایت و ارشاد کے لیے ہوتی ہے اور ان کا تقرب الی اللہ نہایت اعلیٰ اور موثقی ہوتا ہے اور ان کا قول و فعل قابلِ محبت ہوتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے کسی قیمت بھی سکھ نہیں ہوتا۔ پس چونکہ مرزا صاحب مدعا علیہ اور اس کے مختار کے نزدیک نبی ہیں لہذا مرزا صاحب کے لیے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ سکھ کی حالت میں ایسا کہا ہو۔ پس مرزا صاحب کے اس شعر کا قیاس حضرت پیر صاحب کے شعر اور قول پر قیاس کرنا قیاس مع الغایق ہے۔

(۳) مرزا صاحب کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طریق نکالے تھے وہ سب طرق اب بند کئے گئے ہیں اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

### الجواب

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے شعر کا معنی کر کے ہمارے مقصد کی ہلکی تائید و توثیق کر دی ہے۔ بحمد اللہ العلم اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا جو ہمارا دعویٰ یعنی مرزا صاحب سے اختیار امت و اکابر کے نزدیک جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے جو طریق اور ذریعے تھے دو حال خالی نہ ہوئے یا تو وہ حضور علیہ السلام کے طریق کے مخالف تھے یا موافق۔ اگر موافق تھے تو ناحق ان ذرائع اور طرق کی بندش کا حکم دے کر اختیار امت کی توہین کی ہے یا اگر پہلے رنگوں کے طرق کے مخالف تھے تو



اس سے بڑھ کر اکابر و اختیار کی تحقیر و توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر استثناء احد سے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایک ایسے طریق پر چلایا جو حضور علیہ السلام کا طریق نہ تھا۔ پھر اس میں کسی ایک کا استثناء نہیں۔ اولین و پیالیان اسلام حضرات صحابہ میں جنہوں نے صحراے عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کو یا مثال کر کے لوگوں کو مشرف باسلام کیا اور دور افتادہ انسانوں کو خدا رسیدہ بنایا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جن کے مساعی سے افضیٰ مشرق و مغرب کے لوگ مشرف باسلام ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچے۔ اور پھر علماء امت اور ائمہ مجتہدین ہیں جنہوں نے کتاب سنتہ کے حقائق و معارف و مآرب کے ذریعہ سے قلوب کو مغرور کیا اور پھر اصحاب السلاسل اربعہ شیعہ فقہانہ قادیانہ سہروردیہ ہیں جنہوں نے بابائے طریقی محمدیہ لاکھوں سالین اور اہلین الی اللہ بنائے۔ جن میں مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؑ اور امام شحرانی وغیرہ حضرات ہیں۔ الغرض مرزا صاحب نے کوئی نیا طریق ارشاد و ہدایت ایجاد کیا ہے جس پر سابقین کا عمل نہیں تھا اور جس کی وجہ سے پہلے مذاہب بند اور بے کار ہو گئے تو یہ نسخہ شریعت محمدیہ ہے یا وہی طریق ارشاد و ہدایت ہے جو حضور علیہ السلام سے ماخوذ و منقول ہے اور جو نسلاً بعد نسل صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اصحاب شریعت و ارباب طریقت کا معمول و مسلک رہا ہے۔ پس اس صورت میں ان کے چشموں کو شک کہنا اور ان کے طریق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہ پہنچانے والا سمجھنا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اپنے طریق ارشاد کو سمجھنا نہ صرف اختیار و ابرار امت کی توہین ہے بلکہ مفاسد عیدہ کو مستلزم ہے کیونکہ اس توجیہ پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ خدا تعالیٰ کا تقرب اور وصول الی اللہ ہرگز نہیں پاسکتے اور ان کے تمام مجاہدے اور تمام اعمال صالحہ اور ان کا تقویٰ و طہارت اور ان کا عرفان معرفت اور زہد و عبادت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تعلیم کی پیروی و پابندی کے باوجود ذریعہ ہدایت و وسیلہ نجات نہ ہو تا و حقیقہ کہ ان اصول اور تعلیم کا اتباع نہ کیا جائے جو مرزا صاحب کی طبع زاد تعلیم ہے۔

(۵) مجدد الف ثانی صاحب نے ہزار سال کے سر پر آنے والے مجدد کو صدی کے سر پر آنے والے مجدد پر اپنی فضیلت دی ہے جتنی سوا در ہزار میں نسبت ہے تو گویا اس قول میں مجدد صاحب نے سابق مجددین کی توہین کی ہے۔

### الجواب

(الف) مختار مدعا علیہ نے اگرچہ حضرت مجدد صاحب کو مسلم بزرگ مانا ہے مگر اس کو اپنے مسلم بزرگ کا مقرر کردہ اصول بھی تسلیم نہیں ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے حقیقتہً الٰہی صغیر ۳۶۱ کے بیان میں یشک توہین کی ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کا اقرار ہے اور مختار مدعا علیہ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب جو دویں صدی کے مجدد

ہیں اور حضرت مجدد صاحب سربندی مجدد الف ثانی ہیں۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر مجدد ہو رہے ہیں جو دہویں صدی کے مجدد یعنی مرزا صاحب اور دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد صاحب سربندی کے درمیان حسب تصریح مجدد صاحب بلکہ نسبت ہوگی یعنی مجدد الف ثانی صاحب مرزا صاحب سے دس گنا افضل و اکمل ہوں گے۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ جس قدر مجھ سے پہلے ادبیاد ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ سراسر توہین و تحقیر ہے جو ہمارا مدعا ہے۔

(دب) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول مجدد میں سابقین کی قطعاً توہین نہیں بلکہ توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔ حضرت مجدد صاحب کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہزار سال کے سر پر جو مجدد آتا ہے وہ اُن تمام مجددین سے دس گنا افضل ہوتا ہے جو اس ہزار سال کے ہر صدی پر آتے ہیں۔ بالکل صحیح اور مسلم سن ہجری کے پہلے ہزار سال کی پہلی کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن صاحب نے حج الکرامہ میں اور مرزا صاحب کی امت میں سے عبدالرحمن خادم نے اپنی پاکٹ بک میں لکھا ہے۔ پس پہلے ہزار سال میں جس قدر مجددین صدی بھری آئے اُن سب سے حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں۔ کیونکہ تابعی، اذخیر القرون میں سے ہیں۔ پہلے ہزار اسلامی ختم ہونے پر دوسرے ہزار اسلامی کے پہلی صدی پر جو مجدد آیا وہ اس ہزار سال کے ان تمام مجددین سے افضل ہے جو اس ہزار سال کی ہر ایک صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔

پس مجدد صاحب کے اس قول سے حضرت مجدد صاحب الف ثانی کی فضیلت صرف ان مجددین پر ثابت ہوگی جو ہزار ثانی کے ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ پس مجدد صاحب کی فضیلت صرف آئندہ آنے والے مجددین پر ثابت ہوئی نہ پہلے ہزار سال کے مجددین پر۔ مجدد صاحب کے اس قول کے مطابق مرزا صاحب نے برتری اور فضیلت ظاہر کر کے مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگوں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور علامہ عبدالوہاب شمرانی وغیرہ بزرگوں کی توہین کی۔

## اے بد ذات فرقہ مولویان

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے جواب میں اپنے نبی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء امت کے حق میں نہایت مغفلانہ الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ لعین النبی فاحشاً و لا متعافحشاً اتباع کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی سخت کلامی بھی برداشت کرتے ہیں چونکہ مختار مدعا علیہ نے اس بحث کو بجا طویل دیا ہے اور اس قسم کا مغالطہ بار بار دیا ہے اس لیے مختار مدعا علیہ کے مغالطہ کو ظاہر

کرنے اور اصل حقیقت کو دکھلانے کے لیے ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

### خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ

- (۱) مرزا صاحب نے شرفاء و علماء کو گالیاں نہیں دیں یہ گالیاں ان علماء کو دیں ہیں جن کا شیوہ خیانت و شرارت ہے۔
- (۲) مرزا صاحب کی یہ گالیاں ایسے علماء کو ہیں جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ الج۔
- (۳) شاہ دلی اللہ صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو بہبود کا نمونہ بتلایا ہے۔
- (۴) یہ گالیاں ان مولویوں کے حق میں ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کی اور ان کی زبان دلازی انتہا کو پہنچ گئی اور فحش مضمون کے اشتہار دئے۔
- (۵) مسیح مولوی نے جس طرح اپنے وقت کے مولویوں اور نقیہوں کو سانپ اور سانپ کے بچے حرام کار و شراب کہا اسی طرح مسیح محمدی نے اسی قسم غیث فطرت تمسوح القلب سیاہ باطن مولویوں کے حق میں یہ الفاظ اسے بد ذات فرقہ مولویان الج استعمال کئے۔
- (۶) یہ الفاظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کے حق میں ہیں۔
- (۷) ان العدوی صاروا الج۔ سے مراد وہ مولوی ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو گالی دیں جو خسرو بہر صفت ہیں۔
- (۸) کٹر العمال میں حدیث ہے کہ امت میں ایک خوف آئے گا۔ لوگ علماء کی طرح جمع کریں گے تو وہ خسرو بہر بندر ہو چکے ہوں گے۔
- (۹) ایسے مولویوں سے مراد وہ مولوی ہیں جو نقول کے پابند ہوں گے۔
- (۱۰) اگر مرزا صاحب کی فتنام دہی گالی ہیں تو قرآن میں بھی بہت سے گالیاں ہیں ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الم
- (۱۱) عورتوں سے جن کو کتیاں کہا ہے وہ مراد جنہوں نے گالی دیں۔

### الجواب

چند ہر ایک شق کے جواب دینے سے ایک اجمالی جواب دیتا ہوں۔ کہ علماء وقت کو مرزا صاحب نے کیوں گالی دیں اور علماء وقت اور مرزا صاحب کے عداوت کیوں تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے مخصوص قطعہ کتاب

سنت و اجماع امت اسلامیان عالم متفقہ عقیدہ تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت سے تیس جہال کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس پیشگوئی کے مطابق کئی ایک مدعیان نبوت پیدا ہوئے۔ علماء امت نے ان کو کذاب و دجال قرار دیا اسلامی حکومت نے ان سے جہاد کیا آخر ان کو قتل کر کے فتنہ کو فرو کیا۔ مسئلہ کذاب مدعی نبوت کو کافر و دجال قرار دیا بحکم خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ نے جہاد کیا اور قتل کیا علیؓ ہذا جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا علماء نے اس کو دجال و کذاب کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا۔ تاکہ مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ دعویٰ نبوت کیا۔ اسلامی حکومت نہیں تھی جو اس پر احکام شرعی جاری کرتی۔ صرف علماء امت موجود تھے جنہوں نے حیات دین متین کے لیے مرزا صاحب کو بروی حدیث سیکون فی امتی و دجال و کذاب کہا اور مرزا صاحب کے تمام جہل اور ان کے پردوں کو پارہ پارہ کیا امت محمدیہ کو کفر و ارتداد کے اس فتنہ عظیم سے بچانے کے لیے مرزا صاحب کو مناظروں میں شکستیں دیں اور ان کی تردید میں متعلق کتابیں لکھیں اور مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی خراب کاریوں کو آشکار کیا اس جہاد فی الدین میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت گرانقدر خدمات ادا کیں۔ مرزا صاحب کا جادو ان کے منشاء اور تخیل کے مطابق نہ بل سکا اور مرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ اس فتنہ عظیم کی سرکوبی کے لیے علماء وقت نے امتی کا بیاد بنی اسرائیل کا نشان دکھلایا ہے جب تک طبقہ علماء موجود ہے میری دعوت حسب منشاء اشاعت نہیں ہو سکتی اور علماء کا وجود میری قبولیت کے لیے سنگ راہ ہے تو پھر کیا تھا کہ مرزا صاحب نے علماء امت اور بزرگان وقت کو نہایت غلیظ گالی دیں۔

مولوی الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عصا موسیٰ میں مرزا صاحب کی گالیاں کو خوب حروف تنبیہ کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے اس کے لیے عصا موسیٰ کھنصر ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ کیا جائے اب تفصیلاً ہر ایک شق کا جواب دیتا ہوں۔

(۱) یہ جواب بالکل مہمل و بے سود ہے پہلے شرافت اور بذات کا ایک معیار مقرر کیا جونا جس معیار پر تنقید کی جاتی کہ فلاں شریف ہے اور فلاں شریف نسب شرافت علم شرافت تقویٰ کے باکمال انسانوں کو مرزا صاحب نے سخت جھٹ گالی دی ہیں مثلاً پیر سید مہر علی ثناء صاحب گولڑوی حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبداللہ صاحب ٹونگی مولانا اصغر علی صاحب رومی وغیرہ اکابر علماء اور برگزیدہ بزرگوں کو گالی دینا اور بھران کو شرم کرنا کتنا کفر و تعدی ہے۔ ان حضرات نے محض نصرت دین اور علماء حق اور محافظت احوال اسلام و حکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون الہ

مرزا صاحب پر فتویٰ تکفیر دیا جو محض اصول اسلام کے مطابق اور حکم شرعی کی پابندی تھی ایسے علماء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی تھی۔ لا تزال طائفة من امتی الخ

(۳) حضرت شاہ صاحب کا قول بھائی مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپیاں نہیں کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کا وجود اور دعویٰ اور علماء کا ان کے متعلق فتویٰ تھا ہاں حضرت شاہ صاحب کا قول ان مولویوں کے متعلق ہے جو کہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر کلیات قرآنہ اور احادیث نبویہ کی تحریف کر کے اصول دین میں فتنہ ڈالتے ہیں اب معاملہ بالکل صاف ہے ایک طرف تو وہ علماء جو کلیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا ہی معنی کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے مروی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور اسی اصول اور روشنی میں مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں جو تفسیرحات الہیہ اور تنصیفات نبویہ اور اقوال اجماعیہ کے خلاف مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر آیات و احادیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اسی لیے شاہ صاحب کے قول ایسے مولویوں کو یہودی صفت کہا گیا ہے۔

(۴) مرزا صاحب نے جس قدر علماء و خطباء کو گالی دی ہیں اس کا ہزاروں حصہ بھی کوئی عالم دین بردے سکتا ہے مرزا صاحب کو دجال و کذاب کہا مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بعد مدعی نبوت کے لیے صادر ہوئے ہیں اس میں علماء کا کیا قصور ہے یہ ایک فتویٰ شرعی ہے ہر ایک مسلمان ایسا کہنے کے لیے شرعاً مجبور ہے۔

(۵) یہ مرزا صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان ہے انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کامل سے متصف اور خلق اعلیٰ کا نمونہ ہوتے ہیں اگر کسی انجیل میں ایسا لکھا ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف نہیں اس لیے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے جو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے قرآن و حدیث اور ائمہ صحابہ میں اس کا کوئی اصل نہیں باقی رہا یہ کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مخالف علماء کے حق میں غیبت فطرت مسرور القلوب اور سیہ باطن کے الفاظ استعمال کئے ہیں ہم ان کو برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مولیٰ اور آقا علیہ السلام نے اس طریق گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

(۶) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں تھی پہلے پہل حبیب مرزا صاحب نے اسلام کی خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی تعریف و توصیف کر دی جب رفتہ رفتہ مرزا صاحب اسلامی تعلیم سے دور ہوتے گئے تو مقدسین پر زبان درازی کی۔ مجدد و مہدی بننے بنتے مسیح نبی رسول بننے گئے تو ناپار مولوی صاحب نے تمام اکابر و افاضل علماء ہند سے استغاثہ کیا سب نے بالاتفاق مرزا صاحب

پر کفر کا فتویٰ دیا اور قرآن و احادیث صحابہ کرام ائمہ عظام کے اقوال و آثار کی روشنی میں یہ فتویٰ مرتب ہوا۔ اس لیے ہمدی گذارش ہے کہ اس فتوے کو جو ایک کتابی صورت میں ملاحظہ فرمائے تاکہ یہ تمام حقیقت واضح ہو جائے اگر اس وقت کے علماء مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے تو کیا ناموس اسلام کی خیانت اور روایت اسلامی کی حفاظت بھال اور بے علم لوگ کرتے کیا ادوار ماضیہ کے علماء دائرہ نے مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی تھی۔ مرزا صاحب کے وقت کے علماء نے مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں کوئی نیا کام نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ میلہ کذاب اور اسود منی اور علی باب و ہمدانہ مدعیان نبوت کو کافر کہنے والے علماء تو علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل کا مصداق ہوئے اور چودھویں صدی کے مدعی نبوت مرزا صاحب کی تکفیر کرتے علماء بدترین مخالفی ٹھہریں۔

اولاً یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے کیونکہ عقار مدعا علیہ نے اس کو کوئی نبوت نہیں پیش کیا محض دعویٰ بلا دلیل ناقابل سماعت ہے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ پہلے ایک قابل مواخذہ بات کر دیتے۔ جب اعتراضات ہوتے افتراء کے طور اس کی ابتداء اور ان کی طرف منسوب کر دیتے تھے ہاں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا علماء نے موجب فرمان نبوی ان کو کذاب و دجال ضرور کہا یا مرزا صاحب کی بیسگوٹیوں پر نکتہ چینی کی مرزا صاحب کے دلائل لا طائل کی حقیقت کھول کر رکھ دی تاکہ لوگ اس فتنہ والہ جد سے بچ جائیں۔ جس پر مرزا صاحب نے دلائل کا جواب دے نام وہی سے دیا جو ہر مطلوب کا طریق کا ہے۔

(۸) عقار مدعا علیہ نے کثر العمال کی حدیث نقل کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء کو خنزیر اور بندر بتلایا ہے۔ بندر اس لیے کہ نقل آثار نے عادی ہوں گے یعنی لکیر کے فقیر اور پرانی روایات کے پابند ہوں گے۔ اور خنزیر اس لیے جواب سے عاجز ہو کہ خنزیری صفات یعنی گالی دیں گے یہ ہے عقار مدعا علیہ کا سلیقہ جو اس نے اپنے پیشوا مرزا صاحب سے دلالتاً پایا ہے۔ اب میں حدیث کا جواب دیتا ہوں اور مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے ثابت کرتا ہوں۔ کہ عقار مدعا علیہ نے ناحق اس حدیث کو مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث صاف طور پر ان مولویوں پر منطبق ہے۔ جنہوں نے قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام اخیر زمانہ کے متعلق بیسگوٹی فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک خونخوار فتنہ اٹھے گا جو اس فتنہ قادیانیہ کی طرف اشارہ ہے ناواقف لوگ اپنے علاقہ کے مولویوں کی طرف اس فتنہ کی فریاد لے جائیں گے۔ کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اٹھیں انہیں سے بعض مولوی پیسے اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بقی ہمارے اہل کے بعض مغضوب علیم لوگوں کی طرح مسوخ ہو کر خنزیر و بندر ہو چکے ہیں یعنی رسول خدا سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتلایا صراط مستقیم چھوڑ کر اس فتنہ کو قبول کر کے کو نوا قسردہ خاسستین

کا مصداق ہو چکے ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی فتنہ عظیمہ کی دعوت دیں گے۔ یا معنی ہے کہ اس گروہ کے مولویوں میں بندوں کی نقل اور خنزیروں کی بے غیرتی پائی جائے گی۔ چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے مولوی مرزا صاحب کی برائت کے لیے مختلف نقلیں اتارتے رہتے ہیں اور عاقل لیل جو کہیں تو رات کا قول کہیں انجیل کے حوالے کبھی جنم ساکھوں کی عبارتیں کسی وقت صوفیہ کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ تاکہ مرزا صاحب کی برائت کا سامان ہو جائے اس فرقہ کے مولویوں کو مناظرہ و استدلال کے میدان میں جو روز اول سے شکستیں اور ذلتیں نصیب ہوتی رہی ہیں۔ مقتضائے غیرت یہ تھا کہ کبھی نام نہ لینے مگر جمائے آقا، صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خنزیر صفت بتلا کہ بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ ان میں غیرت نہیں ہوگی یہ ہے حدیث کا مطلب جس کو مختار مدعا علیہ نے غلط بیان کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کو بشارت دی ہے کہ جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے لایزال طاقتہ من امتی ام

(۹) مختار مدعا علیہ اپنے پیشوا سے کس قدر تنزل کر کے کہتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی کلام میں گالیاں ہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ قرآن کریم میں گالیاں ہیں ورنہ خود مرزا صاحب تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ ماننا پڑے گا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ پس ان ہر دو عبارات سے عدالت خود غور فرما سکتی ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسلام اور باطنی اسلام اور قانون اسلام یعنی قرآن کریم سے کس قدر ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تعلیم پر اعتراض کیا جائے تو ویسا اعتراض اسلام پر کر دیتے ہیں اگر الزام مرزا صاحب سے ثابت ہو تو اسی قسم کا اعتراض حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اعتراض مرزا صاحب کی کلام پر درود ہو تو ویسا ہی اعتراض قرآن حکیم پر عائد کر دیتے ہیں پھر لطف یہ کہ دعویٰ بھی موجود ہے۔ صا مسلما نسیم از فضل خدا۔

(۱۰) قرآن کی بیان کردہ مثال ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الایۃ بھی حرف بحرف مرزا صاحب کی حماقت کے مولویوں پر صادق آتی ہے کیونکہ کناہیں پڑھنے کے بعد ان مولویوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو پس پشت ڈال کر ختم نمونہ کا قرآنی اور نبوی اور جامع عقیدہ چھوڑ کر محض ہوائی نفس میں علم ربانی سے کوئی فائدہ نہ ٹھہرایا اور پھر علماء ربانین نے ان کے عقیدہ باطل کی تردید میں روز روشن کی طرح دلائل و براہین قائم کر دیے وہ صم، بکم علی رکھ دہایت سے محروم ہے مختار مدعا علیہ نے تو اس جواب میں کمال ہی کر دیا مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو خنزیر کہتے ہیں اور ان کی بیویوں کو کتیاں مگر مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ وہ عورتیں مراد ہیں جو مرزا صاحب کو کالی دیتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً اس ملک کی عورتوں کو شجرات مذہبی کا علم بھی نہیں ہوتا اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سب مخالفین کی عورتوں کو مرزا صاحب اور ان کے اپنے خاندانی مخالفت مذہبی کا علم بھی ہوگا ہو تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ مخالفوں کی عورتیں مرزا صاحب کی کالی دیتی ہوگی پھر مرزا صاحب کا بلا اشتغال مخالفوں کی عورتوں کو کتیاں کتنا کس قدر بلاوجہ الزام ہے۔

## ذریۃ البغایا

مختار ان مدعیہ نے لغت کے مستند اور معتبر کتب سے ثابت کر کے بتلایا کہ ذریۃ البغایا کے معنی حرام کار عورتوں کے بیٹے کے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے ان تمام مخالفوں کو جو ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور اس دعویٰ میں ان کو چھوٹا مانتے ہیں ان کو زنا کار عورتوں کی اولاد بتلایا ہے۔ حالانکہ کوئی شریف انسان اپنے کسی مخالف کو صرف اختلاف دعویٰ کی وجہ سے زانیہ عورتوں کی اولاد یا حرام زادے نہیں کہتا کیونکہ مذہبی اختلاف بنیاد عقائد پر ہے مد مخالف کے لفظ حرام اور زانیہ عورت کے اولاد ہونے پر مختار ان مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ اس حقیقت نفس الامری کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب کے قول لاقوۃ الا ذریۃ البغایا کی چند ریگ توجہ نہیں کی میں۔ پہلے اس سے کہ میں ان توجہات کا بطلان ثابت کروں خود مرزا صاحب کے مصنفات بغی و بغیہ و بغایا۔ بمعنی زانیہ زنا کار بازاری حرام کار فاحشہ عورتیں پیش کرتا ہوں جہاں کہیں مرزا صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے ان کا ترجمہ زنا کار حرام کار عورتیں کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کے صرف ایک رسالہ لجنۃ النور سے جو دحوالے پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے بغی و بغیہ و بغایا۔ کا ترجمہ زنا کار بدکار بازاری عورتیں کیا ہے چنانچہ لجنۃ النور کے صفحہ ۳۱ میں ہے یسرون بتلک البغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے بلکہ ”بیدن زن ہائے زانیہ خوش مے شونڈ۔ اور صفحہ ۶۹ میں ہے ویجتراؤن کا بغایا علی الخاام الحباثت۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم ”چوزنان بازاری برہر نوع ناپاکی دلیری مے نمایند“ اور صفحہ ۸ میں ہے وقد تجتمع الیہم فی بعض لیا الیہم بغایا السوف۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔

”وگلے در بعض شب زنان بازاری مے آزند“ اور صفحہ ۱۶ میں ہے یتزوجون البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے ”در نکاح خود مے آزند زنان بازاری را“۔ اور اسی صفحہ میں ہے تخم بوجہ کا بغایا

نوع من الحیلا دۃ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ”ہاں بچہ زنان بازاری قسے از چالاک در ایشال یافتہ میشود“ اور صفحہ ۸۸ میں ہے فان نطقته البغایا قد خاوا اکثر ولد۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ ”بچہ کہ لفظ زنان بازاری اکثر بچگان مخلوط شدہ“ اور اسی صفحہ میں ہے۔ ویتلون تلوا البغایا لکاری الحانتہ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے ”و پس زنان فاسقہ بچہ مستان سڑا خانہ می روند“ اور صفحہ ۱۹ میں ہے ان للہیجال والبغایا سنیرۃ واحدۃ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ”زنان فاحشہ و دجال در جملہ جوئی و کار سازی مشہوت می آزند“ اور صفحہ ۹۰ میں ہے ان نسا دادان کن بغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ”در خانہ زمان ان خانہ فاسقہ باشند“ اور



صفحہ ۹۶ میں ہے ”ما اھلکھم الا البغایا“ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے ”ہلاک نہ کرو ایسا نہ ا  
مگر زنان فاحشہ“ وقد کثرت البغایا للشهوة الناس فی هذا الزمان۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے  
یہ لکھا ہے ”دربلے بد بختی مردم زنان فاحشہ ہیں زمان بسیار شدہ اند“۔

اور صفحہ ۹۶ میں ہے ”دبما تسقط بغی من کثرة الخمر فی وسط السوق و بالزمر“ جس کا ترجمہ  
مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”و بسا اوقات زن فاحشہ اکثر شرب خوری در وسط بازار و گدڑ مردم بیہوش  
مے شود“۔

اور صفحہ ۹۷ میں ہے ”و یبذل فی مداوات بغی جھد اسی۔“ جس کا مرزا صاحب نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔  
”و مزینج مے کند در علاج زنان فاحشہ کوشش طیب“۔

اور صفحہ ۱۱۸ میں ہے ”واشتغلوا من شجر الوقایة والهدایة الی العواہر و البغایا جس کا ترجمہ  
مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے ”وازشرح وقایہ و ہدایہ رومافترہ سوئے زنان بکھر“۔

ہم نے مرزا صاحب کے ایک رسالہ سے جو وہ حوالے لیے پیش کر دیئے ہیں جس میں مرزا صاحب نے بغیہ۔  
بغی۔ بغایا کا ترجمہ زن ہائے بازاری زن ہائے زانیہ زن ہائے فاحشہ زنان بدکاریا ہے اب آئینہ کمالات ص ۵۵  
کے لفظ ذریعۃ البغایا کی تشریح اور تعین معنی میں مختاران مدعا علیہ کے پیشوا غلام احمد صاحب کے استعمالات اور  
محاورات اور بیان کردہ معنی سے صاف ظاہر ہے۔ مختاران مدعا علیہ کو یقین صریح ہے کہ مرزا صاحب کی پیماس  
الہا یاں ان محاوروں کی تشریح اور بیان معنی سے خالی ہیں اگر مختاران مدعا علیہ کو اپنے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب  
کی کسی عبارت میں بغیہ اور بغایا کے وہ معنی ملتے جو مختاران مدعا علیہ مرزا صاحب کے قول ”الذیۃ البغایا کے کرتے  
ہیں تو مرزا صاحب کی کسی ایک عبارت یا اس کے ترجمہ سے دکھلاتے حالانکہ ان کے پیشوا و مقتدا مرزا غلام احمد صاحب  
کو بغیہ اور بغایا یعنی زن فاحشہ زنان بدکاری وغیرہ الناط لکھنے کا بکثرت اتفاق ہوا۔ پھر انچہ صرف ایک رسالہ لجنۃ النور  
سے جو وہ حوالے پیش کئے گئے ہیں بلکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنفات سے چند ایسے حوالے پیش کرتے  
ہیں مختاران مدعا علیہ کے مسلم مقتدا و پیشوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ذریعۃ البغایا کے معنی یعنی اولاد حرام اور  
حرام زادے کے صریح الفاظ اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں استعمال کئے ہیں ذریعۃ البغایا کا معنی اولاد حرام  
اور حرام زادے کے متعلق مختاران مدعا علیہ ناجائز خیال کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگے  
ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے منکرین کے حق میں ذریعۃ البغایا بمعنی اولاد حرام کے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے ان کی  
تسکین کے لیے لجنۃ النور سے ۱۴ حوالے پیش کر دیئے ہیں کہ مرزا صاحب بغیہ اور بغایا کے معنی زنان بازاری اور زناکار  
بدکار کرتے ہیں۔ اگر ان کی تسکین کے لیے کافی نہیں تو اپنے مقتدا و پیشوا کے حوالجات ذیل پڑھ لیں کہ کس

طرح اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں ذریعہ البغایا کے مترادف الفاظ صریح کہتے ہیں۔  
(۱) ”پھر بھی کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس میلہ کی طرف متوجہ نہ ہو اور تاحق سچائی پر پیرہ ڈالنا چاہے  
تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا“

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)  
(۲) ”جو شخص اس فیصلہ کے خلاف ہو اس کو اس گے اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس  
کو دلہ الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں“

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)  
اس ”اکوہہ“ حرام نہیں، حلال زادہ ہیں تو اس ”سمون“ کو پڑھ کر اس فیصلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں“  
(انوار الاسلام صفحہ ۳۱)

(۳) ”اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لیے سنی کرتا ہے اور کون دلہ الحرام  
بننے کے لیے سنی کرتا ہے۔“  
(انوار الاسلام صفحہ ۳۲)

(۴) ”کہ اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا گیسو والہ سکھ ہماری اس فتح نمایاں کا  
قائل نہ ہو تو اس کے لیے طریق یہ ہے کہ مشر عبد اللہ صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور  
اگر ایسا کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں اس کی فطرت میں خلل ہے یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور  
کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔“

(مختصر تقریر متعلق فتح اسلام مطبوعہ ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء)

ان چنگانہ حوالجات کے ملاحظہ کے بعد عدالت کے سامنے یہ امر بخوبی آجاتا ہے کہ ذریعہ البغایا کے معنی وہ  
ہیں جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں اور مختاران مدعا علیہ نے جو غلط اور لغو تاویلات بیان کئے ہیں  
وہ بالکل صحیح اور قابل اعتناء نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی عادیہ مستمر ہے کہ جو شخص ان کی افترا کی اور خود ساختہ  
باتوں کو تسلیم نہ کرے تو فوراً اس کو حرام زادہ اور دلہ الزنا کہہ دیتے ہیں۔

باقی رہا مختاران مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ بول کر اس سے بدخصلت انسان مراد  
ہوتا ہے اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تاہم ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کے مقتدار اور پیشوا استعمال  
کردہ لفظ ذریعہ البغایا ہے جس کے معنی زانیہ عورتوں کی اولاد کے ہیں۔ اور اس لفظ البغایا کے استعمال کا کوئی محاورہ  
یعنی بدخصلت انسان کے نہیں پیش کیا۔ تنازعہ فیہ لفظ ذریعہ البغایا ہے نہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ  
وغیرہ۔

علی ہذا متنبی کا یہ شعر ہے

تتكرمونهم وانا سہیل طلعت بموت اولاد الزناء

ان کو مفید نہیں اس لیے مختار ان مدعا علیہ نے اس شعر کا غلط یہ ترجمہ کیا ہے۔

”یعنی اے علی بن اسحاق آپ حاسدوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ سہیل ستارہ ہوں جو ان حیوان سرشت بد باطنوں کے لیے طلوع ہوا ہوں“

حالانکہ مولانا افتخار علی صاحب نے تفہیم البیان شرح متنبی میں یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اور تو حاسدوں کی موت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں سہیل ہوں کہ میں بہائم اولاد الزناء کی موت لے کر

آیا ہوں۔“

مختار مدعا علیہ نے پہلے تفہیم البیان کا ترجمہ نہایت لطیف سے پیش کیا تھا اب چونکہ تفہیم البیان کا ترجمہ ان کے مدعا کی تردید کرتا ہے لہذا اس ترجمہ سے اعراض کر کے از خود ترجمہ کیا اور حیوان سرشت بد باطنوں کا لفظ از خود بڑھالیا جو تفہیم البیان کے ترجمہ کے بالکل خلاف ہے تفہیم البیان میں لکھا ہے اداد با اولاد الزناء البھانہ والعوب تقول اذا طلعت سہیل وقع العوباء فی البھانہ۔ یعنی اولاد الزناء سے مراد جانوروں میں اور عرب کہتے ہیں۔

کہ جب سہیل ستارہ نکلتا ہے تو جانوروں میں وبا پھیل جاتی ہے۔ یعنی جس طرح سہیل ستارہ کے طلوع سے اولاد الزناء یعنی جانوروں میں موت پڑ جاتی ہے اسی طرح میرا وجود حاسدوں کے لیے موت کا موجب ہے۔ مگر مختار مدعا علیہ کی دلیری قابل دید ہے کہ عدالت کے سامنے دیوان متنبی جیسی مشہور عالم کتاب کے شعر کے معنی کے متعلق غلط بیانی کر کے دہوکہ دینا چاہا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے پیشوا اور مقتدا مرزا غلام احمد صاحب جس نے اسلام اور بانی اسلام کی مقدس تعلیم اور روایات سے تسخیر کیا۔ اپنی خرافات اور ہرطیالت کے بچاؤ کے لیے حضرت سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کو نشانہ بنایا۔ تمام شاہراہ اسلام پر ہاتھ صاف کیا جہاں کہیں مرزا صاحب کے فعل و قول پر اعتراض ہوا فوراً بے دردی سے حضرت آقا نامدار کی ذات پر کلمات پر ویسا حملہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے اس طریق جواب سے پادری بغلیں بجا رہے ہیں۔ چنانچہ پادری ایس ایم پال مدیر اخبار نور افشاں نے کتاب معذرت نامہ مرزا لکھ کر عیسائیت کی بڑی خدمت کی ہے جو کچھ وہ اسلام اور بانٹی اسلام اور قرآن حکیم کے متعلق بر ملا نہیں کہہ سکتے تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں کہہ گیا ہے اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا ہے۔

”بالآخر اس قدر اور گزارش کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے جمع اور تالیف میں ہم نے اپنے آپ کو بالکل غیر جانب دار رکھا ہے اور اپنی طرف سے ایک جملہ بھی نہیں لکھا ہے اور ہر قسم کے تصرف سے بالکل اجتناب کیا ہے اس لیے مسیحی مناظرین کی خدمت میں بھی بہی عرض ہے کہ اگر کبھی ان کو اس کتاب سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح اس کے حوالے پیش کریں کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کا فلان مرید یہ کہتا ہے از خود ان اعتراضات کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔“

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ گزارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے جواب لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہمارا ذکر مطلق درمیان نہ لایا جائے کیونکہ ہم صرف حوالوں کے ذمہ دار ہیں نہ کسی اور امر کے بلکہ براہ راست قادیانوں کو خطاب کریں“

(معذرت نامہ مرزا صفر (۱۰))

ارادہ تھا کہ پادری صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کر دیے جائیں مگر اختصار کی خاطر اس رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں :

(۱) معذرت سوم : آنحضرت کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں۔

(۲) آنحضرت کی پیشگوئیاں کی غلطیاں مرزا کے مریدوں کے زبانی۔

(۳) مرزا جی کی دشنام دہی کی معذرت کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے۔

(۱۵) قرآن و احادیث میں بھی تناقض ہے

(۱۹) مرزا صاحب کے فرزند دہلند یعنی موجودہ قادیانی خلیفہ کی طرف سے معذرت کہ اگر مرزا صاحب نے اپنی پوجی

کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو آنحضرت نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۲۱) معذرت اول - اگر میری کلام میں سر قہ ہے تو قرآن میں بھی ہے۔

(۲۲) معذرت دوم - قرآن میں بھی غلطیاں ہیں۔

(۲۷) آنحضرت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب مجھوں مجھے تو آنحضرت بھی محصور تھے۔

(۳۳) اگر مرزا صاحب نے اپنی کوئی بات چھپائی تو آنحضرت نے بھی چھپائی۔

(۳۴) اگر مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوئی تو آنحضرت کی مراد بھی پوری نہیں ہوئی۔

(۳۵) اگر مرزا صاحب کے اہمات میں غیر زبانی کے الفاظ ہیں تو قرآن میں بھی ہیں۔

اس قہرست کے مطالب پر نظر ڈالنے اور پادری صاحب کی گزارشات پر غور کرنے سے بالکل واضح ہے کہ مرزا صاحب اور اس کے مریدوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک اور قرآن حکیم اور اسلام پر کسی قدر ناپاک حملے صرف اس لیے کئے ہیں کہ مرزا صاحب کے ہر بات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن پر واضح چسپاں کر دیئے جائیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کی برأت ہو جائے، پادری صاحب نے معذرت نامہ کی تمہید میں ایک خط نقل کیا ہے جو لاہوری مرزائیوں کی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا ہے جس کا خاص حصہ ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کرتا ہوں ”جب کسی مترض نے مرزا صاحب کی خصلت یا قول یا فعل پر اعتراض کیا اور کوئی عیب یا نقص یا بدی ان کی طرف منسوب کی تو (قادیان سے) اس کے جواب میں کبھی مرزا صاحب کی برأت یا صفائی نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا کہ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں ایسے جوابوں سے کوئی امید ہے سادے مسلمان جو اس کی حقیقت سے زیادہ واقف نہیں ہیں مطمئن ہو جاتے ہوں گے مگر غیر مسلمین کے لیے تو صرف مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ اسلام بھی سخت اعتراضوں کا نشانہ بن گیا“ (معذرت نامہ ص ۱) الحاصل مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے مرزا صاحب کے قابل اعتراض اور غلط افعال و اقوال کے الزامات کے جواز اور برأت کے لیے حضرت سرور عالم علیہ السلام اور قرآن حکیم پر ویسے سنگین حملے کر دیئے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ یا فرد واحد نے اپنے فعل یا قول یا اپنے مقتدا مرشد و استاد کے فعل و قول پر اعتراضات اور مخالفوں کی گرفت اور الزامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن حکیم پر عائد کر کے حضور کی زندگی کو یا قرآن پاک کی تعلیم کو معرض طعن اور مورد الزام نہیں بنایا۔ ہاں بعض پادریوں اور چند مقصبات آریوں نے بے شک یہ طریق اختیار کیا مگر اس سے وہ نقصان متصور نہیں ہو سکتا جو مرزا صاحب اور جماعت مرزا صاحب کی تحریرات سے ہوتا ہے اولاً پادری اور آریہ مسلمانوں کے اشتعال سے خائف ہو کر اس بے باکی سے حملے نہیں کر سکتے ثانیاً اگرچہ مرزائیوں کا تعلق اسلام سے دیا ہے۔

جیسا عیسائیوں اور ہندوؤں کا اور عامۃ المسلمین کے حملوں کو بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے حملوں کی طرح اعداء کے حملے سمجھتے ہیں مگر عیسائی اور آریہ ان حملوں کی وجہ سے خوشی سے بھولے نہیں سماتے اور جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات مقدس پر کھلے لفظوں اعتراض اور حملے نہ کر سکتے تھے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں کر کے اپنی اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے

کس قدر لغو اور فضول ہے مرزا صاحب کی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تقریباً ۸۲ ہیں ان تمام کتابوں اور رسالوں میں مرزا صاحب نے بلا ربط اور مناسبت جو کچھ لکھا وہ اپنی مجددیت مہدویت مسیحیت اور رسالت و نبوت کے ثبوت میں مختلف رنگ اور گونا گوں پینترے بدلے رفتہ رفتہ اسلام اور اسلامی روایات اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر ہاتھ صاف کرتے گئے مرزا صاحب کے دجل اور کذب کو ظاہر کرنے کے لیے علماء نے اپنا قرہیم ادا کیا تو گالی گلوچ پر اتر آئے اگر کسی نے اس بدخلق پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے۔ حضور علیہ السلام نے مخالفوں کو گالی دی تھیں۔ علماء نے ختم نبوت وغیرہ استدلال بالمحدث پیش کیا تو احادیث کو یہ کہہ کر کہ روای کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ بھوٹے۔ اور جعلی معجزات اور نشانوں کا پلندہ تیار کیا۔

واقعات نے اس کو غلط ثابت کیا تو کہہ دیا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بعض الہامات کو صحیح نہیں سمجھا۔

محمدی بیگم اور عبد اللہ آقہم وغیرہ کی پیشگوئیاں جو بالکل صاف غلط ثابت ہوئیں ان کی تمجیحات و تادیلات میں سرگود کو شش کی علماء اور اکابر امت کے سپت دشتم۔

میں یورادر صرف کر دیا اور ان کے اوراق سیاہ کرتے گئے اور ساتھ ہی اصول اور روایات اسلام کا انکار اور اپنی مدح سرائی اور اسلاف کا تحظیہ کرتے گئے۔ مرزا صاحب کے مصنفات۔ مثلاً سراج منیر نزول المسیح

ترباقي القلوب تحفہ گو لڑوہ اعجاز احمدی وغیرہ کو ملاحظہ کیا جاوے۔ اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت اسلامی عقائد اور روایات کے ثبوت میں ایک دلیل ایک برہان بھی نہیں ملے گا۔ کہیں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر کچھ بیان ہوگا۔ جس میں دلائل اور براہین کا رنگ نہیں بلکہ اس اولوالعزم کی شان میں استہزاء و تمسخر کا پہلو قوی ہوگا۔ اللہ اکبر۔

کس قدر عدل و انصاف سے عاری ہوا مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی کتابوں کو بھی اسلام کی صداقت پر تصنیفات کہتا ہے اگر ان کو اسلامی روایات کی تردید اور دشمنانہ تمسخر سے تعبیر کیا جائے تو زیبا ہے۔ اگر ان مصنفات میں کہیں کہیں حضور علیہ السلام کے متعلق کوئی مدح کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور اخلاق عالیہ اور تعلیم میں اور اس کے فلسفہ و حکمت پر بیان نہیں۔ بلکہ اس میں اپنی صفائی منوانے کے لیے فحاشیت اور علانیہ کا دعویٰ کر کے حضور علیہ السلام کی عینیت و ہمسری تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور بس۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے مصنفات میں مذہب اسلام اور بائنی اسلام سے جو دشمنی کی گئی ہے اور عیسائیوں اور آریوں کو کھٹے لفظوں میں حملے کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ پادری ایس پال مدبر نور افشاں کی مخدنت نامہ مرزا صاحب اور اس کے دیباچہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے الذریعۃ البغیاء کی دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کو باپ مانتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو ذریعۃً بغیاء کہا گیا۔ اور مسلمانوں پر جن کا اعتقاد حضور علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ۔

حج - بعد از خدا بزرگ توئی قصہ محض۔

یہ الزام غلط ماند کیا اُھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے حقیقی اور روحانی باپ ہیں انہیں چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دینا اور حضور کو چھوڑ کر ان کو اپنا باپ تسلیم کرنا ہے۔ تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے پس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریعۃً بغیاء قرار دیا جانا بالکل درست ہے۔“

یہ مختار مدعا علیہ کی حیانت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر ایک واجب الاحترام الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ بناتے ہیں ان کھٹا لا بہتان عظیم مگر میں ہنر مختار مدعا علیہ نے بغیاء کا معنی بدکار عورت تو تسلیم کر لیا ہے لیکن محض فریب اور خداع کے مسلمانوں کو ذریعۃً بغیاء کہنے کی جواز کی وجہ حضور علیہ السلام کا چھوڑنا اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا بتلایا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے ان لوگوں کو ذریعۃً بغیاء کہا جو مرزا کے دعویٰ

کو نہائیں اور اس کی مہل مصنفات کو بنظر محبت نہ دیکھے اصل عبارت مرزا صاحب کی تہیے تھاک کتب بینظر البیہا  
 کل مسلمہ بعین المحبة والمودة و ینتفع من معارفہا ویقبلنی ویصدق دھوقی الا ذریۃ البغایا  
 الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقبلون - جس کا ترجمہ نفی ہے  
 یہ کتابیں ہیں ان میں ہر ایک مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نظر کرے گا اور ان کے معارف سے نفع اٹھائے گا  
 مگر وہ زانیہ عورتوں کی اولاد جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا دی ہے سو وہ قبول نہیں  
 کریں گے۔

آئینہ کمالات کی اصل عبارت اور اس کے نفی ترجمہ سے واضح ہے مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو  
 ذریعہ البغایا یعنی زانیہ عورتوں کی اولاد کہا ہے جو مرزا صاحب کے دعویٰ یعنی مہدی ہونا مسیح ہونا نبی و رسول ہونا نبی محمد  
 علیہ السلام ہونا نہیں مانتے۔

مسلمان اپنی دینی اور دنیاوی فلاح کی مدار حضور علیہ السلام کی غلامی سمجھتے ہیں مگر مرزائی حضور علیہ السلام کی  
 غلامی پر اکتفا نہ کر کے مدار ایمان اور مدار نجات مرزا صاحب کی غلامی سمجھتے ہیں۔ اس لیے مختار مدعا علیہ کے استدلال  
 پر استعجاب مرزا صاحب کی امت کو ذریعہ البغایا کہنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر مسلمان اس حقیقت الامر سے  
 بخوبی واقف ہیں کہ جب سے مذہب اور تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور باہمی مشابہت اور اختلافات کا سلسلہ  
 شروع ہوا ہے۔ کسی مذہب اور شائستہ انسان نے اپنے مخالف کو اپنے بات منوانے کے لیے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو میری بات  
 نہ مانے گا اور میرے دعوے کو تسلیم نہ کرے گا وہ حرام زاد ہے ہاں چھوٹے نادان بچے کھیلنے وقت ایک دوسرے کو ایسا  
 کہہ دیتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قابل اقتداء سیرت ان سفیہانہ حرکات سے مقدس ہو کر جاتی ہے۔ یہ مرزا  
 صاحب کے اختلاف کا نمونہ ہے بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمہری اور عنیت کا دعویٰ ہے۔  
 ح - چہ نسبت خاک را بجاہم پاک۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب ان کتابوں کے متعلق (جن میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی فضیلت  
 کا ذکر ہے) فرماتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان ان کو بنظر استخوان دیکھتا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے اصل عبارت اور کبھی جاچکی  
 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھے گا مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں جن کے دلوں  
 پر مہر لگی ہوئی ہے مختار مدعا علیہ نے ایام الصلیح کے ٹائٹل پیج کی یہ عبارت - ہ ہماری اس کتاب میں اور سالہ فریاد در دین  
 وہ نیک جلن پاوری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے  
 ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور نہ ان  
 کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی میں ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری



وہ ذاتیات پر بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں جو منہ پر بدزبانی اور کینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

اور لجنۃ النور کے ترجمہ کی یہ عبارت ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی ہنسک سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں پر اعتراض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریلوں میں سے بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے بے وقوفوں میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی اور برائی ظاہر کرنے میں لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو روکتا ہے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

اور اسی طرح الہدیٰ صفحہ ۶۸ کی عبارت دلیس کلامنا هذا فی احتیاد ہم بل فی اشراہ۔ یعنی ”ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے“ نقل کر کے یہ دہوکا دینا چاہا ہے کہ الذی یرتہ البغایا سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے حق میں بدزبانی اور برائی ظاہر کرتے تھے اور اس کی تائید میں ایام الصلح اور لجنۃ النور اور الہدیٰ کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حاشنا وکلا۔۔۔ ان عبارتوں کو اصل الزام کے دفع کرنے میں ادنیٰ تناسب بھی نہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کہتے ہیں ہر ایک مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور میرے دعوے کی تصدیق کرے گا مگر اسلام زادے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔

مرزا صاحب کی دشنام دہی کی علت مرزا کے دعوئی کو نہ ماننا ہے اور اس کی تصدیق نہ کرنا ہے اب مرزا صاحب کا دعوئی ہے کہ میں نبی ہوں پس وہ مسلمان (خواہ عالم ہو یا جاہل ہو یا عربی یا عجمی) جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کے اس بیان کے مطابق الذی یرتہ البغایا میں سے ہے۔

### ازواج مطہرات کی توہین

ہمارا اعتراض یہ تھا کہ اہمات المؤمنین کا لقب صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ازواج کو اہمات المؤمنین نہیں کہا جاتا مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب کی بیوی کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (جو لقب خصوصی ازواج مطہرات ہے) کہہ کر ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ ایک بھی سند شرعی پیش نہ کر سکا نہ کتاب سے نہ حدیث سے



ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیان کو ارض حرم قرار دے کر بیت اللہ کی توہین کی ہے اور مختار مدعا علیہ جواب جرح میں کہہ چکے ہیں کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے۔

(۱) گواہ مدعا علیہ نے جرح کے جواب میں مہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ گواہ مدعا علیہ نے تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ مرزا صاحب کا ہے۔

### الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ورنہ جرح مانع مسلمہ کو اپنا عقیدہ ہونا تسلیم کر چکا ہے عدالت خود فرماتے ہیں اس کا انکار بھی قابل تعجب ہے ایک طرف مرزا صاحب کو نبی ماننا ہے جس کا ہر قول و فعل حجت ہوتا ہے دوسری طرف مرزا صاحب کے صریح حکم کہ ”قادیان کی زمین ارض حرم ہے“ پر عقیدہ ہونے سے انکار کیا ہے مرزا صاحب کی نبوت بھی ایک عجیب چیز ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیان کی زمین ارض حرم ہے مگر ان کی امت کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں۔

(۲) ”مرزا صاحب نے زمین قادیان کو جہنم خلق کی دہر سے ارض حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔“

### الجواب

مختار مدعا علیہ کا دید و دانستہ یہ ایک مغالطہ ہے یا علوم عربیہ کی ناواقفیت ہے کیونکہ علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ تشبیہ میں عموماً حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کے شعر میں کوئی حرف تشبیہ نہیں۔

(۳) یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر جہنم کے لیے ارض حرم جہنم کرتے ہیں یہاں بھی دعویٰ کرنا دین ہی کے لیے ہے کیونکہ علماء دین کے لئے تجویزیں سوچی جاتی ہیں اسلام کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔

### الجواب

بالکل غلط ہے قادیان میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحریف اسلامی روایات کی تکذیب عقائد اسلامی کی تبذیل سکھائی جاتی ہے پھر سب سے زیادہ نقصان ارساں پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے عیسائی اور آریہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ مشن قادیان کے کاموں سے بہت خوش ہیں اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے شکر گزار ہیں عیسائیوں کے خیالات و افکار ذریرۃ البغایا کے منہم میں بیان کر چکا ہوں اب آریہ کی اخبار آریہ دھرم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ”اسلامی عقائد کو مترنزل کرنے میں احمدیت نے آریہ سماج کو ایسی امداد دی ہے جو کام آریہ سماج صدیوں میں انجام دینے کے قابل ہوتا وہ احمدی جماعت کی جدوجہد نے برسوں میں

کر دکھایا بہر حال آریہ سماج کو خواصاً اولان کے مقلد اور مرد مرزا بنوں کا منکور ہونا چاہیئے۔ (اگر یہ دیر ۱۱۷ مارچ ۱۳۳۰ صفحہ ۱۲۰ اکمل نہ ۱۰)

یہ ہے سرزمین قادیان کے سارنلے جس کو مختار مدعا علیہ اعلیٰ دین کے تجاویز اور فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے کا مرکز بنلا رہا ہے قادیان وہ زمین ہے جہاں کے مدعی نبوت نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی حیثیت کا دعویٰ کیا حضور علیہ السلام کے ظہور کو ہلال اور اپنے ظہور کو چوہ ہویں کا چاند بتلایا ہے حضور علیہ السلام کی دہشتناکی غلطیاں گنوائیں مگر اپنی غلطیوں کی کوئی لسٹ نہیں مرزا صاحب پر اعتراض کو حضور علیہ السلام کی ذات مقدس پر چسپاں کیا۔ قادیان کی زمین سے یہ آواز نہیں اٹھی۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں  
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل  
اور پہلے سے ہیں بڑھ کر عزت میں  
غلام احمد کو دیکھ قادیان میں

(یہی اور کسی چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دینے سے مشبہ کی توہین نہیں ہوا کرتی بلکہ مشبہ بہ سے اس کی فضیلت اور برتری ثابت ہوتی ہے۔

الجواب

اولاً مرزا صاحب کے شعر میں تشبیہ نہیں کیونکہ تشبیہ کے لئے حرف تشبیہ کا ہونا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے ثانیاً قادیان میں جو ہجوم خلق ہوتا ہے وہ اعلیٰ دین اور ذکر فضائل رسول مدنی نہیں ہوتا بلکہ بنیاد کے اکھیر نے اور رسول قدنی کی برتری کے لیے ہوتا ہے۔

ثالثاً بغرض محال اگر مختار مدعا علیہ کے زعم کے مطابق بھی مان لیا جائے تو کیا کسی وصف کے پائے جانے سے حقائق شرعیہ اور مصطلحات دینیہ کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے انبیاء کو سچی خوابیں آتی ہیں پس جس شخص کو سچی خوابیں آئیں کیا مختار مدعا علیہ اس کو بھی رسول اور نبی کہے گا۔ جس کتاب میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ النبیۃ والسلام کا ذکر ہو۔ مختار مدعا علیہ اس کو قرآن کج کہے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ سچی خواب دیکھنے والے شخص کو نبی کہنے اور اس کتاب کو قرآن کہنے میں انبیاء اور قرآن کی فضیلت و برتری ثابت ہے غالباً ہرگز نہیں کہے گا۔ یہ تو تمام جھوٹے مدعیان نبوت کا سابقہ رہا ہے کہ مصطلحات اسلامی کو ہمیشہ اپنے لیے ثابت کرتے رہتے ہیں۔

(۵) لیکن بزرگان اسلام نے ایک شعر میں دل کو کعبہ بلکہ ہزار کعبہ سے بہتر بتلایا ہے مشہور شعر۔

دل بدست آور کمرج اکبر است الخ

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ایک شعر نقل کیا جس کو بزرگان دین و اسلام کا شعر بتلایا ہے یہ کس قدر بدیہی مغالطہ ہے

کہ یہ شعر بہر حال کسی ایک شاعر کا ہوگا نہ مجموعہ بزرگان اسلام نے بل کہ یہ شعر بنایا ہوگا محض دہوکہ دینے اور اس شعر کو بلند پایا ظاہر کرنے کی خاطر بزرگان اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

یہ شعر اس قدر بے اصل ہے کہ جب مختار مدعا علیہ نے اس شعر کو پیش کیا تو میرے سخت اصرار اور مطالبہ کے باوجود یہ نہ بتلا سکا کہ یہ کس شخص کا شعر ہے اور کس کتاب میں ہے پس ایک ایسے قول سے کہ نہ جس کے قائل کا پتہ ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ ہے استدلال کرنا کتنا ہی لغو ہے احکام و مسائل اصول و دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ زید و بکر کے اقوال سے۔

(۲) بعض نے فرمایا کہ حقیقی کبرہ تو دل ہی ہے چنانچہ علم الکتاب میں لکھا ہے: الجہ۔

الجواب

یہ صرف اُن کی کتب سے ناواقفی ہے اُن کی اصطلاح میں ہر بہت تجلیات کبرہ کہلاتا ہے۔ یا کوہ طور مگر اسے مقام حج من دخلہ کا آہنا مصداق نہیں بناتے بخلاف مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کے کہ سالانہ جلسہ ہی کی حاضری حقیقی حج بتاتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ پس یہ لوازم بناتے ہیں کہ وہاں مجازی معنی شاعرانہ تخیل کی بنا پر مراد نہیں بلکہ حقیقی مقابلہ ہے۔

مزید برآں اور تمام حرمین کے مقامات مقدسہ کے بھی نمونہ دہام بنا سکے ہیں۔

(۳) نیز جب کہ اس کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی توہین حرم کبرہ لازم آتی ہے۔

الجواب

عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شان ہم عصری دکھلاتے ہوئے کس طریقہ سے کہہ دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قادیان کو حرم بنانے سے توہین کبرہ لازم آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی کبرہ کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا مرزا صاحب کا قادیان کو حرم قرار دینا ایسا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو حرم قرار دینا۔ اگر حضور علیہ السلام کا فعل توہین ہے تو یہ بھی توہین ہو سکتا ہے درجہ نہیں مختار مدعا علیہ کے اس جواب سے یہ ثابت ہو گیا کہ قادیان کا حرم ہونا بطور تشبیہ نہیں بلکہ علی سبیل الحقیقت ہے۔ مختار مدعا علیہ نے جو پہلے توہین کی تشبیہ کی تھی وہ غلط ہے کیونکہ مدینہ منورہ کا حرم ہونا حقیقت ہے نہ تشبیہ۔ جیسا کہ بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو عیر و ثوکے مابین حرم قرار دیتا ہوں الخ الحدیث۔

نیز یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی تشریع ماننا ہے کیونکہ کسی شہر یا زمین کو حرم قرار دینا ایک

حکم شرعی ہے اور جس کی قرارداد سے کوئی نیا حکم شرعی ثابت ہو جائے اس کو ابد نبی صاحب شریعت ماننا پڑے گا  
ملاحظہ ہو اربعین ص ۷۸-۸۰۔

شریعت اسلامیہ میں اذن حرم صرف مکہ اور مدینہ منورہ تھے اب مرزا صاحب نے قادیان کی زمین کو بھی ارض  
حرم قرار دیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول اور شارع ہیں آپ علیہ  
السلام کے تنصیص و تعیین سے احکام ثابت ہوتے ہیں آپ کا قول و فعل اصول دین میں سے ایک اصل ہے جس سے  
احکام شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے آپ کا شان مانطق عن الہوی ہے۔

۴) کیا مختار مدعیہ مولوی عبد الملک صاحب پشتر مشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی  
صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر مرتد قرار دے گا جنہوں نے جامع مسجد بہاولپور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی  
مثال اور کعبہ قرار دیا ہے الخ۔

### الجواب

مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کے والد ماجد مولوی عبد الملک صاحب کے اشعار میں نہ کوئی کفر و ارتداد کا  
کلمہ ہے اور نہ مختار مدعیہ کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہیں ہاں مختار مدعیہ علیہ اپنے مذہب اور اصول کو اور اپنے رسول قدنی  
اور اپنے واجب الاطاعتہ خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کی تقریحات کے مطابق مولوی صاحب ممدوح کو دیگر  
کوڑے مسلمانوں کی طرح کافر سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نہ نبی مانتے ہیں اور نہ اس کی بیعت  
میں داخل ہیں اور مرزا محمود صاحب ائینہ صداقت صفحہ ۲۵ میں فرماتے ہیں ”ہر وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت  
میں داخل نہیں ہوا خواہ اس نے مسیح کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر و اشرار اسلام سے خارج ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ  
میرے عقائد ہیں پھر صفحہ ۸۶ پر لکھا کافر بتاتے ہیں۔

باقی رہا کہ اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ کہنا کوئی توہین نہیں کیونکہ جس طرح کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو بیت اللہ  
کہا جاتا ہے ایسا ہی تمام مساجد کو بیت اللہ اور خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس میں بیت اللہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی  
مختلف زمین قادیان کے وہ زمین حرم نہیں ہو سکتی۔

حضرت شیخ الہند مرحوم کے اشعار کا جواب خواجہات حمام الحرمین وغیرہ کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ اور معلوم  
ہو جائے گا کہ محض یہ مغالطہ ہی مغالطہ ہے۔

(۵) مرزا صاحب کے الہام من دخلہ کان آمنًا سے جو مسجد مبارک کے متعلق ہے حرم بیت اللہ کی خصوصیات  
میں کوئی نہیں الخ۔

### الجواب

مرزا صاحب کا قادیان کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کا ان اہام ایجا و کرنا صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیان کو مکہ معظمہ اور مسجد مبارک کو خانہ کعبہ قرار دیتے ہوئے نئی دنیا اور نیا آسمان نئی زمین نیا موسیٰ نیا یسعٰی اور نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نبی خدا کے اصول پر نیا کعبہ اور نئی حرم بنا رہے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب سوہ خاتمہ سے امن کی تصریح کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قادیان زیر نگین حکومت انگریزی تھا اس کے سامنے مرزا صاحب کو اپنے الہامات کی قدر قیمت بخوبی معلوم تھی کہ حکومت انگریزی کسی ایسے مجرم کو جو مسجد مبارک میں جا کر پناہ لے مؤاخذہ سے ماموں نہیں چھوڑے گی۔ پھر کیوں مرزا صاحب اپنے الہام کی ایسی تشریح کرتے جو قانون انگریزی کے مزاحم ہو۔ ہاں مرزا صاحب کو ایسا اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر اس الہام میں ہر طرح کی امن کا روح بھی چھونک دیتے۔

الغرض قادیان کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کا ان اہام ہونا یہ سب کچھ مکہ معظمہ اور مسجد الحرام سے استثناء حاصل کرنے کا سنگ بنیاد ہے جس سے یقیناً ارض حرم اور بیت اللہ کی توہین ہوتی ہے۔

### حج کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں چند وجوہ بیان کی ہیں جن کے حوالجات پیش کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی ضرورت نہیں ان سب وجوہ کا محیط جواب یہ ہے کہ حج مصطلحات شرعیہ میں سے ہے ایک لفظ ہے جس کے معنی بشرائط مخصوصہ ایام مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو اکٹھے مخصوصہ میں ادا کرنا ہے مصطلحات شرعیہ اپنے اپنے معنوں میں حقیقت ہو کرتے ہیں۔ پس سالانہ جلسہ قادیان کو حج کہنا گویا ایک مصطلح شرعی لفظ کو اس کے معنی میں استعمال کرنا ہے جس میں مصطلح معنی کی توہین ہے۔ خصوصاً جب کہ قادیان کی زمین ارض حرم قرار دی گئی ہو اور مسجد مبارک کو مسجد الحرام کی طرح من دخلہ کا ان اہام کا مصداق ٹھہرایا گیا ہو اور سالانہ جلسہ کو حج بلکہ حقیقی حج کہایا ہو تو اب حج کی توہین میں کیا کسر باقی رہی۔

کسی کا نام محمد یا احمد یا اسمیٰ رکھنا اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں کیونکہ اعلام میں وضع جدید ہوتی ہے جیسا کہ علوم عربیہ میں مصرح ہے۔

## (مقبرہ بہشتی)

مختار مدعا علیہ نے مقبرہ بہشتی کی ایجاد کے جواز میں سب ذیل مغالطے دیے ہیں اول یہ کہ مرزا صاحب نے وہی الٹی پڑکھا کر اس جگہ وہی دفن ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہوگا دوم حضرت مجدد صاحب کا قول کہ جو شخص میرے روضہ کی ایک مشمت خاک اپنی قبر میں ڈالے اس کے نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔

(مقامات امام ربانی)

سوم مجدد صاحب کے ایک گورستان میں جانے کی وجہ سے عذاب موقوف ہو گیا۔

(مقامات امام ربانی)

## الجواب

مغالطہ اول مختار مدعا علیہ کا موجب تعجب ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو اس گورستان میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ گویا اس گورستان میں داخل ہونا بہشتی بننے کا کفیل ہے اور مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلاف منشا یہ بیان کر رہا ہے۔ جو بہشتی ہوگا اس گورستان میں دفن ہوگا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے مقبرہ بہشتی کا داخلہ پھر پھر کے اصول پر دکھا ہے کہ اس گورستان میں وہی دفن کیا جائے۔ جو اپنی جائیداد کا پچھلے حصہ سلسلہ کی ملکیت میں منتقل کر دے۔ اور پھر مقابلہ اس کے اور بھی شرائط ہیں مگر کوئی اولاد مستثنیٰ ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب خود اور ان کا خاندان اس ٹکٹ داخلہ کی فیس سے مستثنیٰ ہے آج قادیان کے کاروبار کا اکثر دار مدار اسی قبرستان کی آمدنی پر چل رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روضہ اور منبر کے درمیانی حصہ کو بہشت فرمایا تھا۔ مرزا صاحب نے تمام گورستان کو بہشت قرار دے کر مقبرہ نبوی کی سخت توہین کی اس کے احترام خصوصی کے مقابل اس سے کئی حصہ بڑا اور نکولاز میں لے کر اس کے ہمسر بنایا۔

مغالطہ دوم یہ کہ مقامات امام ربانی کا حوالہ اس انداز میں نقل کیا گیا مقامات امام ربانی مجدد صاحب کی تصنیف ہے حالانکہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔ جو اباب علم کے نزدیک معتبر نہیں اور خوش اعتقادی کا مجموعہ ہے۔ دوسرے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں میں بڑا کچھ زیادہ فرق ہے۔ مغالطہ سوم کو اصل جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تحفیف اور رنج عذاب کا ذکر ہے کسی قبرستان کے بہشتی ہونے کا کوئی ذکر نہیں نیز یہ حوالہ بھی مقامات امام ربانی کا ہے۔ جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بہر حال اس توہین کا بھی کوئی معقول جواب نہ ہو سکا صرف تاویلات پر اتقا کی گئی۔ مفصل اثبات توہین کے لیے ملاحظہ ہو بحث ابتدائی مختار مدعیہ۔



ملاحظہ ہو جو برج گواہ مدعا علیہ ۱۱ مارچ ۳۳ء جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ مگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کافر عود کرتا ہے۔“

”نیز گواہ ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء میں تکفیر سے عود کفر کا حدیث کی تائید سے اقرار کیا ہے“

نیز ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب۔

اور یہ تو متفقہ مسئلہ ہے بخاری و مسلم میں مصرح حدیث میں موجود ہے کہ میں قتال لایحیہ یا کافر الحدیث وغیرہ کہ دوسرے کو کافر کہنے والا اگر وہ کافر نہیں تو یہ ضرور کافر ہو جاتا ہے اب ایک صحت تھی کہ اس کا جواب دیا جانا کہ مرزا صاحب نے یا خلیفہ صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ کیا کوئی معقول توجیہ کرتے مگر بلا وجہ طویل بحث چھیڑی لہذا مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کی مندرجہ ذیل عبارات کے بعد اس میں کوئی تبجی شبہ نہیں رہ سکتا کہ تمام مسلمان روئے زمین اولیاء علماء سلاطین اسلام سب بیک قلم نگے نزدیک کافر و دشمن اسلام سے خارج ہیں یکے کا فر شیطان اور جہنمی ہیں۔

کفر کا قیام

بہر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ -

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۴)

”کفر دو قسم ہے..... تاہیں۔ اہل یسے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے کہ مرزا صاحب کے منکر اسی قسم کے کافر ہیں۔ جس قسم کے کافر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر ہیں۔ کیونکہ محمولہ بالا دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

## (مرزا صاحب کا منکر شیطان ہے)

”اپنے بے شمار نشانات ظاہر و بیان کر کے کہتے ہیں: ”لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔“

(پیشہ معرقت صفحہ ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب کے نشانات یا ان کے مجدد و مسیح وغیرہ ہو گئے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہیں مانتے وہ سب شیطان ہیں۔

## (مرزا صاحب کی بیعت میں رد داخل ہونا الٰہی ہے)

(۱) ”مجھے خدا کا الہام ہوا ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں نہ شامل ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا در رسول کی نافرمانی کرنا الٰہی ہے۔“

(۲) اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں تکبر نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مہر اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن نہ بنی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۳)

اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ کے جہنمی قرار دے دیا۔

(خلیفہ محمود صاحب کا تمام مسلمانوں کے کافر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے،

”سو ہم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تقسیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(اکیس صداقت صفحہ ۳۵)

(جو بھی مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور بیعت میں نہیں وہ پرکا کا فسک)

”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ بیکے کافر ہیں۔“

(اکیس صداقت صفحہ ۱۶)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ تمام روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان اولیاء و صوفیاء علماء و سلاطین اسلام و نوابان سب بلاتاکل

پکے کافر ہے۔ اور گمراہی مدعا علیہ نے ۱۲ مارچ ۱۳۳۵ء میں کہہ دیا کہ چلے وہ کروڑوں کیاسکھوں ہوں۔ اب اس کے بعد جس قدر بھی تاویلات مختار مدعا علیہ نے کی ہیں وہ سب اصولاً بالکل غیر متعلق اور بطحرا و گھوٹکیں۔ مرزا صاحب اور خلیفہ دوم صاحب کی تصریحات نے اُن کا خاتمہ کر دیا پس تمام دنیا کو کافر کہہ کر خود تسلیم مرزا صاحب و گواہان مدعا علیہ کافر اور مرتد ہوئے جس کے بعد فسخ نکاح تو مسلم مسئلہ ہے۔

### مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ

- (۱) اگر تکفیر وجہ ازداد اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے تو تمام فرقہ ہائے اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کر کے مرتد ہو جائیں گے۔ الخ۔
- (۲) منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۶۱ پر ہے کہ خواجہ حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی نے تکفیر کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہو۔
- (۳) گواہ مدعیہ نے ۲۱ اگست کو تسلیم کیا کہ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی کو کافر کہا ان کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔
- (۴) گواہ مدعیہ نے اس کا اقرار ہے کہ ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں کہتے نہ کافر سمجھتے ہیں۔
- (۵) اول تو بحث نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں اور تصبیح بھی کر لیں تو محض تکفیر وجہ کفر و ارتداد نہیں بنا سکتی۔
- (۶) اُٹیکنہ صداقت کی تاویلات مختلف عبارات سے۔
- (۷) میراد شہن بہننی ہے اس پر حوالہ منصب امامت صفحہ ۶۳ و ۶۴۔
- (۸) مختار مدعیہ کا اس کو اس پر محمول کرنا کہ یہ وہ ہیں جو لوگ دعویٰ اسلام کا کہتے ہیں اور ان کا ایمان و اسلام ظاہر اور کفر پوشیدہ اور دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر سے کرتے ہیں شریعت سے دست بردار نہیں درست نہیں عبارت منصب امامت صفحہ ۹۴۔
- (۹) پس جب ان لوگوں سے تین حضرت مولانا شہیدؒ معاملات جائز ہیں تو احمدی مردوں سے جو مسلمان ہوں گے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دست بردار نہیں اور اپنے دعویٰ کی تصدیق اسلامی شعائر بجا لاکر کہتے ہیں ان سے نکاح وغیرہ حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ الخواجب

(۱) جو فرقہ اسلام کے ایک دوسروں کو کافر کہتے ہیں اُس کی بنا کوئی اصول کا اختلاف نہیں بلکہ محض غلط فہمی ہے

مثلاً علماء بریلی اور علماء دیوبند کا متفقہ اصول ہے کہ ادنیٰ اسی توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے پھر بریلی کے علماء کو ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی اور اسی اصول پر کفر لگا دیا علماء دیوبند کو اطلاع ہوئی انہوں نے انکار اور معافی پیش کر دی۔ پس صرف غلط فہمی ہے درجہ تکفیر کوئی بھی نہیں برابر ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے شادی بیہا کے تعلقات قائم جنازوں کی شرکت موجودگی مسجد پر بھی آج تک کوئی بھی مقدمہ نہ ہوا۔ خلاف مرزا صاحب کے متبعین سے کتنے مقدمات ہوئے شاہ جہان پور کی مسجد کا مقدمہ تو لاہور جیل الدہ آباد میں چھپ کر نظروں سے چلا گیا۔

پس تکفیر کرنے والا بوجہ غلط فہمی معذور ہے کافر نہیں اب جس کی تکفیر کی وہ بوجہ خلاف واقعہ ہونے اور اس سے ملوث ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے کسی کا کفر لازم نہ آیا۔ صرف مخالفت و غلط فہمی رہی۔ بخلاف مرزا صاحب کے متبعین کے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے ان کے نزدیک بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ماننا جہاد و ایمان ہمارے نزدیک کفر خالص۔

ان کے نزدیک مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا ایمان ہمارے نزدیک کفر۔ پس وہ ہیں کافر کسی غلط فہمی پر نہیں کہتے بلکہ اصولی اختلاف مرزا صاحب کے ماننے اور بیعت میں نہ شامل ہونے سے کافر خارج از اسلام اور پکا کافر سمجھتے ہیں پس اگر ہم چالیس کروڑ مسلمانوں کے کفر کا فیصلہ ہو جائے تو ضرور مرزا صاحب کے متبعین تو بلا کسی غلط فہمی کے اصولاً انہیں باوجود مسلمان ہونے کے دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر کہنے والے یقیناً اور قطعاً کافر دمرتد ہوں گے جن کا نکاح مسلمہ طور پر فسخ ہونا چاہیے۔

(۲) مہناج السنۃ کے حوالہ میں صرف یہ ہے کہ انہیں ثابت نہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہے یہ بزرگ حنفی بھی نہیں بلکہ حنبلی ہیں ملاحظہ ہو جرح گ مدعا علیہ ص ۱۲ مارچ ۱۳۳۵ء اور ان کی یہ ذاتی رائے ہے کہ ان سے اسلامی تعلقات قائم رہے مگر مسلم شریف ج ۱ باب بیان الخوارج ص ۳۳۳ میں صریح حدیث موجود ہے کہ انہیں مرتد قرار دے کر اور سخت ترین دشمن اسلام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جہاد کیا ہے لہذا یہ حوالہ کچھ بھی مختار مدعا علیہ کو مفید نہیں کیونکہ صحیح مسلم میں ان سے جہاد ثابت ہے کیا مسلمانوں سے بھی جہاد ہوتا ہے؟

(۳) گواہ مدعیہ ملنے "مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں سمجھتے" ضرور کہا اسی کے ساتھ مندرجہ ذیل کوشش بھی اسی تاریخ کی جرح اور سوالات مکرر کے ملاحظہ ہوں۔

اگر کسی کی عبارت سے ضروریات دین کا انکار سمجھا جائے تو اس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا۔ جن لوگوں نے ضروریات دین سے انکار سمجھ کر کافر ٹھہرایا یہ مسلمان رہیں گے گوہر فی نفسہ

غلط ہو۔

”لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن بلکہ اکثر واقع ہے۔“

”امجد رضا خاں صاحب کے اقوال کو کفر نہیں کہتے ممکن ہے ان کا فتویٰ اس بنا پر ہو کہ دیوبند والوں نے کسی ضروریات دین کا انکار کیا چاہے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر ایک کا فرض ہے کہ ضروریات دین کے منکر کو کافر کہے گو وہ تحقیق فی الواقع صحیح نہیں۔“

”رکنفیر دیوبند والوں کی غلط فہمی اور مسئلہ اصول پر ہے۔ جسے وہ بھی کفر کہتے ہیں اور برادرت ظاہر کرتے ہیں“ اسی طرح حدیث من ترک الصلوٰۃ کے ظاہری مہنوم سے کسی کو کافر کہنے کا حکم پس یہ مست و مست دونوں کا جواب ہو گیا۔ (سوالات مکمل)

(۴) تکفیر مسلمین بھی منجملہ وجوہ کفر کی ایک وجہ کفر ہے جیسا کہ اوپر تنہید میں مسلمات سے پیش کر چکا ہوں بلکہ اسے منجملہ وجوہ پنجگانہ کفر کے وجہ پنجم قرار دیا ہے۔ اب تو مختار مدعا علیہ کو ہی مسلم ہونا چاہیئے۔

(۵) آئینہ صداقت کی عبارات میں تاویلات ناممکن ہیں عدالت میری پیش کردہ عبارات اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائے کہیں بھی کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہ صرف مغالطہ ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۶) اوپر بھی اس سے قبل یہ منصب امامت صفحہ ۶۲ و ۶۳ کا حوالہ حل ہو چکا ہے۔ وہاں کہیں بھی امام وقت کے نہ ماننے پر تکفیر اور کافر خارج الاسلام پکا کافر شیطانی جہنمی نہیں قرار دیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ نیز مولانا شہیدؒ کا سوال بھی جو دیشل اصولی پر غیر مسلم ہے۔

(۷) مولانا شہیدؒ نے جن لوگوں سے نفقات جائزہ کئے ہیں ان کا کفر پوشیدہ اور اسلام ظاہر تھا اور یہاں

کفر اظہر من الشمس ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہاں اعلان ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ

ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ہیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر لڑکی نہ دیں چاہے

بچہ تک کی نماز جنازہ حرام سمجھیں پھر تمام ضروریات دین کا کھلا ہوا انکار اور کوئی کفر یہ نہیں جسے نہ کہتے ہوں

پھر یہ اُن پر کیونکر تیاں کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تو انہیں منافقین کی طرح قرار دیا ہے۔ اصل

بحث میں منصب امامت کی یہ تمام عبارات معہ اظہار خیانت پیش کر چکا ہوں اعادہ نہیں کرتا۔

## کیا غیر احمدی یعنی مسلمان اہل کتاب نہیں

یہاں اہل کتاب کا لفظ لغوی معنی کی حیثیت سے زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے کہ باوجود اس امت میں نہ ہونے یا کافر ہونے کے نکاح کن اہل کتاب سے جائز ہے۔ اور قرآن پاک نے لفظ اہل کتاب کن لوگوں کے واسطے

استعمال کیا ہے اس لحاظ سے مسلمان ہرگز اہل کتاب نہیں بلکہ یہ پہلی امتوں کے لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں ملاحظہ ہو۔  
جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۱ مارج سسکہ: بحواب سوال اہل کتاب کے کہتے ہیں۔

”قرآن سے پہلے جن قوموں کو کتاب کی صورت میں ہدایت دی گئی۔ اور وہ اسی کتاب کو ماننے میں وہ خدا کی طرف سے اتنی ہی رہا اہل کتاب ہیں۔“ اس میں خصوصیت سے لفظ قرآن سے پہلے کا قابل غور ہے۔ پس مسلمان کسی طہسرح اہل کتاب کی تعریف میں نہیں آسکتے۔

غیر گواہ مدعا علیہ ۱ قرآن میں اہل کتاب کا لفظ یہود و نصاریٰ پر استعمال ہوا ہے نہ مسلمانوں پر جس طرح مدعا علیہ ۱ پر پہلے مسلمان ان کے نزدیک بھی وہ اہل کتاب نہیں کہ جن کی ٹوکیوں سے نکاح جائز ہو جائے بلکہ کافر ہے اور کافر کی ٹوکی سے نکاح جائز ہی نہیں پس اس وجہ سے بھی ان کے مسلمات سے نکاح منسوخ ہونا چاہیئے۔

### خلاصہ تاویلات

(۱) قرآن بھی تو کتاب ہے اور غیر محرف ہے۔ پس جب محرف کتاب ولے اہل کتاب ہوئے تو مسلمان اہل کتاب کیوں نہ ہوں۔

(۲) پس مسلمان کی ٹوکیاں ہم اہل کتاب سمجھ کر لیتے ہیں لہذا مدعی کا دعویٰ خارج ہونا چاہیئے۔

### الجواب

(۱) مسلمان کافر و مرتد ہونے کے بعد اہل کتاب نہیں رہتا جب کہ مسلمان اس کے نزدیک ایسا کافر ہے کہ اس کو ٹوکی دینا یوں ہے جیسے ہندو کافر کو ملاحظہ ہو ملکہ اللہ صفحہ ۴۸۔ تو اسے صرف اپنی مطلب برکری اور ان کی ٹوکیاں لینے کے واسطے اہل کتاب کیونکہ قرار دے سکتے ہیں۔ جب تک ان پر سے فتویٰ کفر واپس لینے کا اعلان نہ کریں ان کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(۲) کا جواب بھی ضرور نہیں اول تو یہ اٹکل اور تیس محض ہے۔ دوسرے گواہ ۲ مدعا علیہ کا قول جس طرح

۲۱ مارج سسکہ ۱۹ اس کی صاف تردید کر رہا ہے لہذا یہ ٹوکی کسی طرح ان کے نکاح میں نہیں رہ سکتی وہ ان کے نزدیک کافر ہے۔ تو بھی یہ اس کے نزدیک کافر ہیں تو بھی کیونکہ مسلمان اور کافر میں سلسلہ

ازدواج ناممکن ہے لاھن حد لھم۔ ولاھم یحلون لھن الا یہ

## (کیا مدعیہ مشکہ ہے)

اس کا تعلق حیاتِ مسیح سے تھا اور اس کے خارج کرنے پر عدالتی نوٹ موجود ہے لہذا اس پر کچھ عرصہ نہیں کرتا۔

## (علاوہ اختلاف عقائد کے بھی نکاح فسخ ہونا چاہیئے)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسلم کش احکام مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے پیش کئے گئے تھے۔  
(۱)

### تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں

(۱) ”سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد میں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۲۵)

(۲) ”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ بیکے کافر ہیں۔“

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

(۳) ”مکتفوں میں ایک آدمی سے ہم ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں اس سے شیخ یعقوب علی صاحب باتیں کر رہے تھے میں نے ان لوگوں کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔“

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۲)

### دینی معاملات میں کوئی بھی اتحاد نہیں

دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں ہو سکتے اور سمجھ دار آدمی اس کو خوب سمجھے ہیں۔  
(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۳)

(اپس میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی)

”احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے“ (منہج العملی صفحہ ۲۷)

جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۳۳۷ء - در احمدی اور غیر احمدی میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی۔  
جرح گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ و ۲۱ یکم مارچ ۱۳۳۷ء -

(۴)

(کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں)

”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔“  
(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

”غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں جائز نہیں جائز نہیں۔“  
(انوار خلافت صفحہ ۹۱)

(۵)

(غیر احمدی کے پیچھے کا بھی جنازہ مت پڑھو)

”پس غیر احمدی کا پیچھے بھی غیر احمدی ہو اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔“  
(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۶)

(مسلمانوں سے رشتہ و ناظمہ جائز نہیں)

”غیر احمدیوں کو لڑکی بیٹے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں تا اس کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کو تباہ کر لیتے ہیں۔“  
(برکات صفحہ ۷۲)



”حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے“  
(برکات خلافت صفحہ ۷۳)

(۷)

(غیر احمدی مسلمان ہندو اور عیسائی کی طرح کافر ہیں اس لیے انہیں لڑکی نہ دو)  
”جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اللہ نہ یہ جانتا ہے کہ احمیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کہ ہندو عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو“  
(ملکۃ اللہ صفحہ ۶۸)

جس طرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۱۱ راجح ۳۳

(۸)

(مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا)

”آپ زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لیے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے“

(عرفان الہی صفحہ ۹۵ ر ۹۶)

(۹)

(مخالفین کو سولی پر لٹکانا)

”وہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام بیٹے رکھا ہے تاکہ پہلے بیٹی کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ درزا غلام احمد صاحب، اس زمانہ کے یہودی لوگوں کو سولی پر لٹکائیں“

(تقدیر الہی صفحہ ۲۹)

(۱۰)

ساری دنیا کو جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو دشمن سمجھیں گے

ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی

ہیں جو جاناور ہمارا دشمن ہماری بھلائی کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں۔“  
(خطبہ خلیفہ ثانیانہ مندرجہ الفضل جرح گواہ مدعا علیہ ص ۱۲ مراجع ۳۳)

(۱۱)

(ظاہری محبت کا اظہار صرف مسلمانوں کو شکار کرنے کے واسطے ہے)

”شکاری (احمدی) کو کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہیئے کہ شکاری (مسلمان) بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کر دے۔“

(خطبہ جمعہ خلیفہ دوم جرح ۱۲ مراجع ۳۳)

(۱۲)

(تمام مسلمانوں کی جان و مال و ایمان سے عزیز ترین ہستی کی توہین)

”در بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(ڈائری خلیفہ تادیالفضل ۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

”ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو پر پہلو کھڑا کیا۔“

(کلمۃ الحق صفحہ ۱۱۳)

(۱۳)

مرزا صاحب اور صلی اللہ علیہ وسلم میں (عیاذ باللہ) ذرا برابر ترقی نہیں

من فوق بینی و بین المصطفیٰ فیما عرفی و ما دانی - (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

اور ہر شخص مجھ میں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق سمجھتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱)

(مرزا صاحب کے خلیفہ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی دشمنی)

”مرزا صاحب“ بلحاظ ذہنی استعداد اور ارتقاء حضور علیہ السلام سے فضیلت رکھتے ہیں۔  
(قادیانی ریویو جون ۱۹۳۳ء)

دیگر حوالجات بسلسلہ ہیڈنگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر چکے۔  
مسلمان لڑکیاں ان کے نزدیک کتیبوں سے بزر ہیں  
ہمارے دشمن جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیبوں سے بدتر ہیں۔

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

### حوالجات مذکورہ بالا کی تصدیق و توثیق

”میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے اقوال سند ہیں اور اس کے سوا میرے نزدیک کوئی اور دشمنی ستم نہیں۔ گواہ دعا علیہ صل نے مرزا محمود صاحب اور ان کی نصایف پر اپنا ایمان ہونا بتایا ہے۔ اب ان مذکورہ بالا اصولی و فروعی اسلام و کفر کے اختلاف اور رسول کی دشمنی کے ہوتے ہوئے وہ لڑکی اُس کے گھر کیونکر بس سکتی ہے نماز اس کے ساتھ جائز نہیں وہ مرجائے تو بہتازہ بھی نہ پڑھا جائے اُس جیتی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واسطے مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں انتہائی خلوص کے بعد بھی اُسے دشمن سمجھنا ان کا اولین فرض اُسے سولی دینا ان کا کار منصبی وہ غریب ان کے گھر کتیبوں سے بدتر رہے گی وہ دشمن ہے جب تک پوسے طور پر احمدی نہ ہو جائے۔ نیز اور اختلافات مذکورہ ان حالات میں دنیا کی کوئی بھی عدالت اس قسم کا نکاح باقی نہیں رکھ سکتی بلکہ فوراً اُس کا فسخ کرنا ضروری ہوگا۔“

مزید برآں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیاں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر صرف اس لیے نہیں دیتے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور طبع ہوتی ہیں ان کے عقائد سے فطرتاً متاثر ہو کر دین پر یاد کر لیں گی پھر مسلمانوں کی لڑکیاں کیوں طلب کرتے ہیں وہ غریب بھی یہی عزم مساویانہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ کافر و مرتد اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صحابہ و ائمہ و اولیاء امص کے دشمن ہیں پس ہماری لڑکیاں بھی ویسی ہو ہی جائیں گی اس لحاظ سے بھی نسخ نکاح لازم ہے۔

## خلاصہ تاویلات

- (۱) مختار مدعبہ نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابلِ داد ہے احمدیوں کے گھر سولی گھڑی ہوتی ہیں جہاں کوئی مسلمان عورت پہنچی انہوں نے سولی لٹکائی۔
- (۲) خلیفہ ثانی نے جس دشمنی کا ذکر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے البتہ۔
- (۳) مختار مدعبہ کو مسلم ہے کہ ایک مسلمان بنس قرآن ایک یہودی عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ یہودی مسلمانوں اور اسلام سے اشد الناس عداوت رکھتے ہیں پھر احمدی مرد سے نکاح کیوں درست نہیں۔
- (۴) چونکہ اولاد پھر حال احمدی ہوگی پس اُس کی نماز جنازہ کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔
- (۵) اگر اس قسم کے امور بڑا شادی میں مانع ہوئے ہیں تو یہودی و نصرانی سے بھی رشتہ جائز ہونا چاہیئے۔
- (۶) جب کہ یہودی اور نصرانی سے جائز ہے تو احمدی کی اسلامی فرقوں کی لڑکی سے کیوں جائز نہ ہوگی۔
- (۷) مرزا صاحب نے عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کو نکمھا ہے۔

(دکشتی نوح صفحہ ۱۷۷)

## ”الجواب“

- (۱) اس طرزِ خطاب کو عداوت خود ہی ملاحظہ فرمائے یا تو واقعاتی شہادت سے متعلق رکھتا ہے یا سب سے حاجی محمد حسین صاحب بنالوی شہیدؒ کی شہادت اس کے واسطے کافی نہیں کیا وہ سیکڑوں اس قسم کے واقعات جو زندہ اور مباہلہ کے فائل پر تمام دنیا میں تشتتِ ارباب ہو چکے ہیں اور ایک کی بھی تردید نہ کر سکے اس تاویل کو باطل قرار نہیں دیتے عداوتِ اجازت تم سے گی ورنہ تفصیلاً تمام حوالے خلیفہ محمود صاحب کے اس حکم پر عملدرآمد کے پیش کر سکتا ہوں۔
- (۲) ہرگز مولوی لوگوں والی دشمنی کا دباں ذکر نہیں وہاں تو صاف صاف لفظ ہیں کہ ”ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے“ ملاحظہ فرمائیں انتہائی ہمدردی دیکھنے والے کو بھی دشمن فرما رہے ہیں جب تک پورے طور سے احمدی نہ ہو جائے اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں شاید یہ عبارت دیکھ کر بغیر مختار مدعبہ نے یہ تاویل گھڑی ہو ورنہ یہاں تو تمام تاویلات کا انہوں نے خود ہی سدباب کر دیا ہے۔
- (۳) دشمنانِ اسلام یہودیوں کی لڑکی لینا مسلم ہے مگر اپنی لڑکی انہیں دینا تو حرام قطعی ہے پس اگر مرزا صاحب کے متبعین اپنی لڑکی مسلمانوں کو دینا چاہیں تو یہ عند تاویل شاید ایک حد تک مفید ہو یہاں تو دشمنانِ اسلام اور

کافر مرتد ہو کر مسلمان کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے مسلم لڑکی کسی مرتد۔ کافر کی کسی اہل کتاب یہودی و نصرانی کے نکاح میں بھی بالاتفاق نہیں جاسکتی قطعاً حرام ہے۔

(۳) اولاد کا احمدی جو نہ ہی نکاح کے منع کو چاہتا ہے کہ مسلمہ کے بطن کا بیجہ کافر ہو گا یہ درجہ بھی یہ ہے۔ منع نکاح کی ایک گڑبڑ ہے نیز مدیجہ کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح تو پھر حال تسلیم مختار مدعا علیہ تجہیز تکفین نہیں ہو سکتی پس کس طرح اُس کے گھر بس سکتی ہے جہاں اُس کے جنازہ سے بھی کفار والا معاملہ کیا جائے گا اور جا نماز جنازہ کافر و مرتدوں کی طرح وہ گڑبڑ میں ڈال دی جائے گی۔

(۵) یہودی و نصرانی سے رشتہ صرف اسی قدر جائز ہے کہ ہم مسلمان ان کی لڑکی لے سکتے ہیں بانی مسلمہ لڑکی اُس کے نکاح میں دینا حرام قطعی ہے اور یہاں سوال مسلم لڑکی کا کافر کے نکاح میں باقی رکھنے کا ہے نیز ابتداء سے کافر ہونے کا اور حکم ہے اور مرتد ہونے کا اور ایک مسلمہ کا شوہر اگر یہودی اور نصرانی نکاح کے بعد ہو جائے وہ نکاح بھی بالاتفاق منع ہو گا بلکہ ایک مسلمہ منکوحہ لڑکی خدا نخواستہ مرتد ہو کر عیسائی و یہودی ہو جائے اُس کا بھی نکاح فوراً منع ہو جائے گا گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ کو بھی جرح میں مسلم ہے اور دنیا میں روزِ ہر اہل قسم کے کیس فیصلہ ہوتے رہتے ہیں کتنے نظائر تو صرف لاجرئ اللہ کہاویں موجود ہیں۔ جس کے شوہر نے زائد تنگ کیا وہ یہودی نصرانی ہو کر مرتد ہو گیا اور نکاح کے منع کا پسند رہا۔

(۶) یہودی و نصرانی سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے نہ مرزا صاحب کے کسی امتی سے وہ بھی منع ہو جائے گا اور یہ بھی بلکہ چونکہ مرزا صاحب کلامی مرتد ہیں لہذا ان کی لڑکی بھی مسلمانوں کو لینا جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مرتد سے رشتہ مناکحت کسی صورت پر قائم نہیں ہو سکتا نہ پہلے نہ بعد از تداویاتی رہ سکتا ہے بلکہ عند اللہ بالیقیناً قاضی نسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ بیانات گواہان مدعیہ میں بصراحت مدلل معتبر حوالوں سے گذر چکا۔

(۷) کشتی نوح میں اس کی تصریح نہیں کہ مرزا صاحب مسلمان لڑکیوں کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنا چاہیے جن سے دشمنی یہاں تک ہے کہ وہ کشتیوں سے بدتر ہیں وہاں تو اپنی جماعت کا ذکر اور اپنی جماعت کو وصیت ہے اور اپنی جماعت کی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے یہ مسلمہ لڑکی تو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ کئی کافر و دشمن اور موت کے گھاٹ اتارنے کے لائق ہے جس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھو سکتے۔ جس سے کسی قسم کا دینی سلوک روا نہیں رکھتے نہ رکھ سکتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

نیز یہ لڑکی جب کہ اس شوہر کے نبی کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج و جال وغیرہ سمجھتی ہے اور اس کا اعلان

بلکہ عرضی دعویٰ کی تصریح موجود ہے تو اس لوگ کے ساتھ بھی کوئی باغیرت مرزا صاحب کا امتی کسی قسم کا سلوک کر سکتا ہے ایک امتی کے بنی کو یوں سمجھا جائے اور وہ اس سے مراعات کمرے کبھی عقل باور نہیں کر سکتی پس کوئی اگر وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی صرف یہ وجہ ہی تفریق دفع نکاح کی شدتاً اخلاقاً و قانوناً ثابت تھی اور نکاح مزبور دفع ہونا چاہیے تھا۔

### بہر حال نکاح دفع ہونا چاہیے

گذشتہ ہیڈنگ کے ساتھ ہی میں نے ہیڈنگ پیش کیا تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ مدعیہ اور اس کا فریق مرزا صاحب اور ان کی امت کو کافر وائرہ اسلام سے خارج خیال کرتا ہے اور ادھر مدعا علیہ مرزا صاحب اور ان کے امتی تمام مسلمانوں کو بشمول مدعیہ اور اس کے فریق کو کافر خارج از اسلام بتاتے ہیں اس صورت میں اگر مدعیہ اپنے دعویٰ تکفیر و ارتداد میں سچی ہو تو دفع نکاح ہونا چاہیے اور اگر مدعا علیہ سچا ہے تو بھی دفع نکاح ہوگا کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنانے کے بعد یہ خود کافر و مرتد ہو گئی جو موجب دفع نکاح بالاتفاق ہے یوں ہی اگر مدعا علیہ اپنے ادعا میں جھوٹا ہے تو وہ اس طرح مسلمہ کی تکفیر کے مرتد ہوگا پھر بھی دفع نکاح لازم ہے کیونکہ ارتداد کا موجب دفع نکاح ہونا مسلم ہے اسی پر دونوں کے جھوٹے اور دونوں کے سچے ہونے کا حکم خیال فرمائیں۔ بہر حال مدعیہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو یا مدعا علیہ بول ہی مدعا علیہ جھوٹا ہو یا مدعیہ باہرٹیسے ہوں یا دونوں جھوٹے بہر حال دفع نکاح اور مقدمہ بحق مدعیہ و ذگری ہونا چاہیے۔

یہ دلیل نہایت واضح اور مقدمات مسلمہ پر مبنی تھی اس کا جواب کجا مختار مدعا علیہ نے مذکورہ تک رد کیا اور گویا کہ اسے تسلیم کر لیا۔

### احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

میں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب کے متبعین ایک طرف مسلمانوں کو کافر اہل کتاب بتاتے ہیں اور دوسری طرف اپنی لوگوں کا نکاح اگر ان کا شوہر غیر احمدی ہو جائے تو بھی جائز و باقی مانتے ہیں۔ یہ اولاً صحیح نہیں (کیونکہ مسلمانوں سے ان کی لوگ کا نکاح اسی طرح ناجائز ہے جیسے ہندو کافر سے ملا حظہ ہو۔ (ملکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

نیز خود مدعا علیہ نے اپنی ہمیشہ کا دوسرا نکاح اس کے شوہر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بلا طلاق اپنی جماعت کے ایک ممبر سے کر دیا جو شوہر سے نیز اس کا ضمنی تذکرہ گواہان مدعا علیہ متعلقہ نتیجہ جدید میں اپنکلا سے اور اگر بہ

صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو باوجود احمدی ہونے کے لوہے کے دینے یا بعد احمدی ہو جانے کے نہیں اہل کتاب سمجھ کر لوہے کا نکاح فسخ نہیں کرتے ہیں تو شرعیہ مجاہدہ میں ایک نئی شریعت جمہوریہ کا اضافہ لازم آیا کہ ان کے گمان پر مسلمہ لوہے کی کتابی کے نکاح میں وہی گئی یا مرتد کے نکاح میں بعد امتداد باقی رکھی گئی جو خلاف شریعت جدید حکم اور بالاتفاق ہے۔

اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا اور مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

### خلاصہ تاویلات

- (۱) معتاد مدعیہ کا مقابلہ ہے گواہان مدعا علیہ نے بالکل نہیں کہا کہ احمدی لوہے کا غیر احمدی سے نکاح جائز ہے بلکہ ناجائز بنایا ہے گواہ مدعا علیہ نمبر یکم مارنچ۔
- (۲) ہم سے نزدیک نکاح جائز نہیں اگر کوئی کفر سے تو فسخ نہ ہوگا۔
- (۳) جب کوئی مسلمانی شریعت ہو تو شریعت کے مطابق فسخ ہوگا اور جہاں کوئی شریعت اسلامیہ قائم نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اور اس کی رو سے فسخ نہ ہوگا۔
- (۴) اسلامی ریاست ہو تو اس کا قانون جاری ہوگا۔
- (۵) ایک اپنی طرف سے فرضی مثال خلاف فقہ حنفیہ حنفیوں کی طرف منسوب کر کے پیش کی۔
- (۶) گواہان مدعیہ کے نزدیک تو ان مسلمان فرقوں کا نکاح جنہیں وہ اپنے زعم میں کافر و مرتد خیال کرتے ہیں باطل اور ان کی اولاد حرام کی اولاد ہوگی۔

(الکتاب الیمانی ثانیل پنج صفحہ ۷ وازالۃ الغبار صفحہ ۵ و فتاویٰ شریعہ دوم صفحہ ۳۲)

- (۷) پس گواہان مدعیہ اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک رافضی اور دیوبندیوں کے نزدیک رضا خانی اور مغانیوں کے نزدیک دیوبندی۔ مقتدوں کے نزدیک غیر مقلد و بالعکس نکاح باطل اور زنا محض ہے۔ اور آج کل مسلمان فرقوں کا گزراہ ان کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے۔ اور ان کی اولادیں بھی حرام کی اولادیں ہیں۔

(۸) پھر ریاستی قانون پر یوں نکتہ چینی کی ہے کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اسے اختیار ہے لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً و قانوناً و عقلاً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز میں ہم اس کے پابند ہیں بہت میں اختلاف ہے۔

### الجواب

(۱) اولاً یہ صحیح نہیں اس کے متعارض بھی اقوال جرح میں موجود ہیں جیسا کہ متعارض گواہان کے سلسلہ میں عرض کیا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جب ان کی ہونکی ہمارے نکاح میں چونکہ ہم ہندو کی طرح ہیں نہیں آسکتی تو ہماری ہونکی ان کے نکاح میں جب کہ وہ مرتد اور تمام کافروں سے بدتر ہیں کیونکہ گورہ سکے گی۔ اس میں مخالطہ کوئی نہیں یہ میرے اعتراض کی پہلی شق ہے۔

(۲) باوجود نکاح ناجائز و باطل ہونے کے فسخ نہ ہونا یہی تو شریعتِ جدیدہ کا اوداع ہے جس کا خود اعتراف ہے۔ شریعت کا تو حکم یہ ہے کہ جو نکاح ناجائز و حرام باطل ہے وہ فسخ ہے بلکہ وہ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ اسے باقی رکھتے ہیں۔ لہذا شریعت میں سننے حکم کا اضافہ ہوا جو بالاتفاق کفر ہے اور یہ ایک متفقہ وجہ کفر باقرار گوارہ مختار مدعا علیہ ثابت ہو گئی۔

(۳) یہ کہنا کہ جہاں اسلامی شریعت ہو وہاں اس کے مطابق اور جہاں نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق یہ بھی شریعت میں اضافہ ہے دینی معاملات اور شرعی احکام کسی دنیوی قانون سے ترمیم نہیں ہو سکتے۔ نکاح کے بھی اسلامی پرنسپل وہ ہیں برٹش گورنمنٹ نے بھی شمار کیا ہے۔ اور وراثت طلاق و نکاح و وقف وغیرہ برٹش قانون سے مستثنیٰ اور شریعت مجیدہ علی الشریعہ و سلم اور فقہ حنفی کی رو سے برٹش حدود میں ہونے کا معاہدہ و اعلان ہے۔ اور محمدن لائیں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

یہ نکاح کے معاملہ میں کسی اور قانون کے تحت فیصلہ پایا جتنا یقیناً دین میں اضافہ اور وہ منہ لم یحکم بما انزل اللہ فادب اللہ ہم انکافودن کا مصداق اور کفر ہے۔

(۴) اسلامی ریاست کا اگر قانون مسلم ہے۔ تو اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں مرزا صاحب کے متبعین کا تدارک بلکہ ہم اور ان کے فسخ نکاح کے فیصلہ ہو چکے ہیں۔ لہذا یہاں بھی حکم ابدار اور فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور ملاحظہ ہو فیصلہ امیر امان اللہ خان و ریاست پٹیالہ وغیرہ۔

(۵) ان طبع زاد قریبی، مثالوں سے کام نہیں چلتا۔ فقہ حنفی کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں جس کے حوالے بیان گواہان مدعیہ اور جرح گواہان مدعا علیہ میں متعدد پیش ہو چکے ہیں۔

(۶) گواہان مدعیہ نے کسی مسلمان فرقی یا شخص کو سوائے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدین کے کافر نہیں بتایا۔ نہ ان کے کفر کا کوئی فتویٰ دیا اس کے متعلق گواہ مدعیہ نہ دست و دست کا اقرار جرح میں صاف صاف موجود ہے۔ نیز اپنے کافر کہنے والوں کی تکفیر بھی غلط فہمی پر مبنی کر کے انہیں بھی مسلمان اور معذور بتالیے۔ ملاحظہ



ہو جرح برگواہ مدعیہ نمبر ۲۰ -

ایسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا مغالطہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

اس سلسلہ میں کوکب یمانی اور قادی رشیہ یہ حصہ دوم کے غیر مسلم اور بالکل جدید دو تین حوالے بھی پیش کر کے مغالطہ کی سہی کی ہے مگر عدالت ان رسائل کو خود ملاحظہ فرما سکتی ہے کہ محض مغالطہ کے سوا وہاں کچھ نہیں۔ کوکب یمانی حضرت مولانا سید مرتضیٰ حن صاحب مدظلہ العالی کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت مولانا شبیدج کے کفر میں شک کہے وہ بھی کافر اور اس کا نکاح فسخ اور اولاد غیر ثابت النسب اس سے تو بڑی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ آپ ہی اپنی کتاب تمہید ایمان اور کوکب الشہابیہ میں انہیں مسلمان مانتے ہیں۔ پھر اس مغالطہ سے آپ کے مسلمات کی بنیاد آپ کے نزدیک آپ اور آپ کے متبعین کا اور ان کے نکاح و اولاد کا کیا حکم ہوگا۔ انہوں نے دوسرے رسالہ میں اس کی صفائی پیش کر دی اور بناء غلط فہمی دفع ہو گئی کبھی کسی عالم دیوبند کسی عالم بریلوی کو کافر نہیں کہا نہ ان کے کفر کا فتویٰ دیا مگر من کوکب یمانی ان کے کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ ان کے مسلمات پر ان سے استفسار ہے۔ ملاحظہ ہوں کوٹیشن مندرجہ ذیل۔

”و خان صاحب ہی کے فتوے سے ثابت کیا گیا ہے..... تا لازم آتا ہے“ (ڈائٹل پیج ۱۷۶۱) ”اور خوبی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں خان صاحب ہی کے فتوے کا حاصل ہے۔ ڈائٹل پیج ۱۷۶۱) ”خان صاحب کے ایسے فتوے کے بعد“ صفحہ ۵۔

”خان صاحب اور ان کے معتقدین پر تو ان کے قول کے موافق“ صفحہ ۵۔

”مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی قول کے موافق“ صفحہ ۹۔

”اب اپنے بھائیوں کے مطابق کافر ہوئے“ صفحہ ۱۰۔

”و تو اپنے ہی فتوے کے مطابق کافر ہو گئے“ صفحہ ۱۳۔

”ہم نے تکفیر نہیں کی اور نہ ہمارا کام تکفیر اہل قبلہ ہے“ صفحہ ۲۲۔

جو اوپر بیان ہوا ان امور کو تو فرمائیں کہ لازم آتے ہیں یا نہیں..... اگر لازم نہیں تو خان صاحب بیان فرمائیں ہم اقرار کر لیں گے کہ خان صاحب چسے“ صفحہ ۲۲۔

چنانچہ جب خان صاحب نے صفائی پیش کر دی غلط فہمی ختم ہو گئی جس کا اقرار حرج میں موجود ہے کہ ہم کافر نہیں کہتے بلکہ صرف غلط فہمی طرفین سے تھی۔

اب تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی بہتان باندھے اور مغالطہ دے تو اس کا کیا علاج۔

مولف مذکورہ کے دوسرے رسائل سے بھی اس کے متعلق اطمینان کیا جاسکتا ہے کہیں بھی ملاد بریلوی کی تکفیر کا

فتویٰ نہ ملے گا۔ باوجودیکہ سینکڑوں اختلافی رسائل لکھے۔

فتاویٰ رشیدیہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ جن کے نزدیک - افضی کا فر ہے یا ضرورت دین یا قرآن کا منکر یا تکفیر صحابہ کرمہ اللہ سے اُس کے نزدیک سنی کا نکاح اُس سے ناجائز ہوگا - وہاں کوئی فتویٰ اپنا نہیں دے رہے۔ فتوایں کے متعلق دوسرے اُن کے خود تصنیف کردہ رسائل اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں جہاں پوری تفصیل موجود ہے غرض اس سے بھی مدعا ثابت نہ ہوا۔

ازالہ العارین تو ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ صفحہ ۵ پر درج ہے اُس سے کیا استدلال ہو سکتا ہے وہ تو ہلکا موید ہے۔

یہ کہنا محض غلط بیانی ہے کہ مقلدین کے نزدیک اور غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین کا نکاح باطل اور زنا محض ہے ایک بھی تمام دنیا میں اس کے متعلق فتویٰ نہیں۔ وہاں تو صرف تقلید یا رفع یدین یا تائید یا بظہر وغیرہ کا اختلاف ہے کفر و اسلام فتح نکاح کا اختلاف ہی نہیں۔ نہ اُس کا کوئی فتویٰ نہ مقدمہ۔

اُس کے بعد اس اچھے طرز خطاب کو عدالت خود ملاحظہ فرمائے ”اور آج کل کے مسلمانوں کا گذارہ اُن کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے“

اپس کی تکفیر اور اُس کی غلط فہمی اور کسی کے کافر نہ ہونے کی مکمل تشریح ہیڈنگ ”کیا تکفیر و جہاد و دفع نکاح ہو سکتی ہے“ کے تحت میں کرچکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں نمبر (۱) کا بھی جواب آگیا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاویٰ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اُس کے اختیار میں ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً عقلاً قانوناً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کسے؟ محض لغو ہے۔

ریاستی قانون سے نہ ہم واقف نہ ہیں تبصرہ کا حق۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے اُس پر شکہ مینی کرے ہیں تو صرف یہ گزارش کرتا ہے کہ نہ اب یہاں فتوؤں پر دار و مدار نہ کسی مولوی کی شریعت پر اب تو قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے شریعت مجاہدہ علی ما جہما الصلوٰۃ والسلام پیش کی گئی ہے۔ اور اسلامی عدالت شریعت مجاہدہ کی پابند ہے۔ خصوصاً نکاح و طلاق وغیرہ میں سوائے شریعت مجاہدہ اور فقہ حنفی کے ریاست میں بھی کسی اور قانون پر مسلمانوں کے معاملہ میں عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ برٹش حدود میں بھی یہ مسلم ہے اس غلط پرور سیکشن کی تردید میں گذارش ہے کہ:-

جب مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تصریحات میں کہ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور ان کو بیعتیں داخل نہیں خواہ ان کا نام بھی دسنا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کی ہو کافر و اشرہ اسلام سے خارج اور لپکا کافر شیطان اور جہنمی اور حرامی اور سحر ہے۔

تو اگر اس جماعت کو مسلمان مان لیا جائے اور ان کے اسلام کا کسی اسلامی ریاست میں فیصلہ کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم صوفیاء اور علماء و سجادہ نشین و معادیم سلاطین و نوابان و حکام سب کے سب کا فرخار ج از اسلام پہنچی وغیرہ جو نے کا فیصلہ کر دیا گیا ۔ جو کسی طرح مناسب نہیں۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کے اقرار کی تو جہہ محض فضول ہے۔ کیونکہ جب گواہ نمبر ۲ نے ۲۱ مارچ ۱۳۳۵ء کو یہ تسلیم کر لیا کہ ”ہم ان قرآن و حدیث میں مسئلہ مصرح نہ ہو وہاں فقہ حنفی پر عمل کریں گے“ اور اسی تاریخ پر یہ بھی تسلیم کر چکا کہ ”مسئلہ فسخ نکاح قرآن و حدیث کا مصرح نہیں“ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ مرتد کے فسخ نکاح کا ہے تو اب اس تسلیم کے بعد تاویل اور اس سے گریز ناممکن ہے۔ اور اس پریشی مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

### اصولی اختلاف

اس اصولی اختلاف کا حوالہ نہج المصلیٰ صفحہ ۲۷۷ سے اور اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلاف ہونے کی تصریح گواہ مدعا علیہ ۲ کی جرح ۲ مارچ ۱۳۳۵ء سے پیش کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل تاویلات کر۔

- (۱) مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان ہوں۔ اور کوئی عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں۔
- (۲) اصولی اختلاف سے فقہ اول کی یہ مراد نہیں کہ نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔
- (۳) گواہ مدعا علیہ نے کہا تھا کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

### الجواب

- (۱) یہ دعویٰ مدعا علیہ جب صحیح ہوتا کہ اس کا ایمان مرزا صاحب اور اس کے خلفاء پر مشہود نہ ہو مگر ان پر ایمان لانے اور اس پر قائم رہنے کی حالت میں وہ اس کا پابند ہے اور یہ زبانی اقرار محض مغالطہ اور الفاظ بے معنی ہیں جس کا مفصل شہادت و بحث میں گزر چکا۔
- (۲) ہم کب کہتے ہیں کہ اس کی مراد نماز و روزہ کا اختلاف ہے۔ بلکہ اصل اصول دین توحید و رسالت و اسلام کفر کا اختلاف ہم بھی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا ایمان نہ لا نا کفر۔ ہمارے نزدیک نہ ماننا ایمان اور مرزا صاحب کا ماننا خالص کفر ہے۔ نہ معلوم یہ غلطی نہیں مختار مدعا علیہ کو کہاں سے لگی۔
- (۳) یہ تو گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے الفاظ پیش کیے اور میں نے حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۲/۲ مارچ ۱۳۳۵ء سے دیا ہے اور اس کے بجائے الفاظ تہی اوپر پیش ہو چکے ہیں۔ پس یہ تمام تاویلات لاعلمی اور ناقابل التفات ہیں۔

## کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ کو اس میں بھی شامل ہے۔ اور تاویل کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں اصولی و فروعی اختلاف ہے۔ مدعا علیہ اپنے زعم میں مسلمان اور مدعیہ اس کے نزدیک بچے کا فرودخارج از اسلام ہیں۔ نہ نماز اس کی جائز نہ مناکحت بخلاف مدعیہ کے کہ اس کا مذہب اسی طرح مدعا علیہ کو بکا فرود تہ قرار دیتا ہے۔ نیز مدعیہ کے نزدیک مدار نہجائت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک مرزا صاحب کی تعلیم۔ مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا کفر مدعا علیہ کے نزدیک اسلام۔ اگرچہ زبان سے دونوں مدعی اسلام اور مقرر یا بندی قرآن و حدیث ہیں۔ مگر مدعیہ کے نزدیک وہی قرآن قابل عمل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک قرآن آسمان پر اُتھ گیا تھا۔ مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح کسی اور کی وحی والہام سے مدعیہ کے نزدیک رو نہیں ہو سکتی۔ مگر مدعا علیہ کے نزدیک جو احادیث (اگرچہ صحیح ہوں)۔

مرزا صاحب کے وحی والہام کے خلاف میں درودی کی طرح بیسکدی جائیں گی۔ مدعا علیہ کے نزدیک قرآن پاک کا وہی مطلب صحیح اور قابل عمل و حجت ہے۔ جو مرزا صاحب کے اسلام و مذہب کے مطابق ہو۔ یعنی جو مرزا صاحب اور اُس کے دونوں خلفاء بیان کریں۔ اور بس ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص ۲۳ رو ۲۱ و ۲۲ رو ۲۹ مارچ ۱۳۳۳ء نیز گواہ مل مدعا علیہ کا جواب کہ مرزا صاحب کی وحی سب صحیح ہے۔ مگر احادیث کل صحیح نہیں۔ مگر مدعیہ کا اسلام و مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہی مطلب قابل ایمان و عمل ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ جو صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین اویائے امت علامتے ربانیین و وزرگان دین سمجھے اور کسی کا سمجھنا قابل اعتقاد و عمل نہیں۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کی تمام تاویلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ۔

(۱) گواہ مدعا علیہ ۱ کا جرح میں یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ صرف حدیث کے قرآن سے مطابقت کے سوال کا جواب تھا۔

(۲) بہر حال خلفاء کا فیصلہ جملے سے درست اور قابل تسلیم ہے۔ اس پر ہر شخص اپنے مقتدا اور امام کے فیصلہ کا پابند ہوگا۔

(۳) علامہ مستنقاس صاحب بانی دیوبند کا بھی یہی مذہب ہے۔ جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا۔

### الجواب

یہ محض تاویلات ناقابل التفات ہیں کسی جواب ہی کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مختصر اُجواب ترتیب وار مرتب کرتا ہوں۔

(۱) میں نے اس سلسلہ میں جرح گواہ مدعا علیہ ۲۱ ر ۲۳ ر ۲۷ ر ۲۹ ر مارچ ۱۹۳۳ء کے جوابی فقرات پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ گواہ مل کے قول کو لے کر شرح کر رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی خاص دلیل قرار نہیں دیا گیا۔ نیز جو جواب بطور مضابطہ کلمہ کے لکھایا جاتلا ہے۔ وہ سوال تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا عام مفہوم معتبر اور مراد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں جب کہ حدیث وہ معتبر ہوئی جو قرآن کے مفہوم کے موافق ہو۔ اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہے جو مرزا صاحب یا ان کے خلفاء بیان کریں تو مطلب تو پھر وہی ہو گیا۔ کہ حدیث وہی معتبر ہوگی جو مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے بیان کے موافق ہو۔ اور قرآن میں اللہ کی بھی مراد وہی ہے۔ جو ان ہر سہ صحابہ کے بیانات میں ہے۔ بہر حال تمام دین کا دار و مدار بھی صحابہ ثلاثہ ٹھہرے اور بس۔

(۲) بہر حال مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلفاء ہی کا فیصلہ درست مانتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے امام ہیں۔ پس مدعی کو بھی حق ہے کہ بہر حال فیصلہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلفاء راشدین، صحابہ و ائمہ ہدٰی و امام ابوحنیفہ کا فیصلہ درست مانے۔ کیونکہ وہ اس کے امام اور مقتدا ہیں۔ اس طور پر بھی دونوں کے مذہب کا فرق بالکل واضح رہا اور اتحاد کا دعویٰ باطل۔

(۳) حضرت مولانا فوتوی نے عیاذ باللہ کسی کتاب میں بھی اشارہ ”و کنا یتہ“ وہ مذہب نہیں لکھا۔ جو گراہان مدعا علیہ بیان کرتے ہیں۔ نہ ان کے نزدیک صحیح احادیث کسی امتی کی وحی یا الہام کے خلاف ہونے سے ردی کی طرح پھینک دینے کے لائق ہیں۔ وہ صرف حدیث پر روایت ”و روایت“ متفقہ کا ذکر فرما رہے ہیں اور شیعوں کے مقابل اہل سنت کا یہ اصول پیش کر رہے ہیں۔ کہ حدیث قرآن کے خلاف اہل سنت نہیں مانتے نہ یہ کہ کسی کی وحی کے مخالف احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پھینکے کو فرما رہے ہیں۔ مفصل تو بین احادیث کے سلسل میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ محض حضرت مولانا پر بہتان اور مختار مدعا علیہ صریح مغالطہ ہے۔

### مرتد کے معنوں میں تاویل

اُس کے بعد کچھ مرتد کے معنوں میں ترمیم کر کے مدعا علیہ کا اقرار اسلام کو پیش کر کے اُسے ارتداد سے بچانا چاہتے ہیں مگر واضح ہے کہ ضروریات دین سے انکار اور مدعی نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دعاوی والہیات کی تصدیق کے بعد ہزار زبان سے اقرار ہو بہر حال شرح محمد بنی میں وہ مرتد اور کافر ہی ہو گا۔ جیسا کہ اوپر اصل بحث اور جوابی سلسلہ پر بیانات گواہان مدعی میں مفصل حوالے گزریچکے ہیں۔ اور یہ مقدمہ مسل واپس ہونے کے بعد اندرونی شرح شریف فیصل ہو رہا ہے۔ وہ قانونی نظائر جس میں مسلمان ہونے کے واسطے صرف زبان سے مسلمان کہنا کافی تھا گو تمام

اسلامی شمار کا منکر اور کافروں سے بدتر کافر ہو۔ وہ قانون غیر متعلق کا مقدمہ کے اس دور میں کوئی علاقہ نہیں نہ مل کے واپس ہونے کے بعد پہلی کوئی کارروائی سوائے عرض دعوے و جواب دعوے و نتیجہ کے جھٹ ہے۔

### مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس میرٹنگ کے تحت لائینی تاویلات سے اس نظیر کو مختار مدعا علیہ رکھنا چاہتا ہے۔ جو میں نے مدعا علیہ کے ہی جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ سے پیش کی تھی۔ اور اسی قسم کی تاویل گواہان مدعا علیہ نے جرح میں اس کے پیش ہونے کے بعد کی تھی۔ باوجودیکہ اُن تاویلات کا جواب اصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مگر پھر بھی میری ایک دوسرے رنگ میں پیش کر دیں۔ لہذا اب دوسرے جوابی رنگ میں جواب بھی عرض ہے۔

### مقدمات مسلمہ۔

- (۱) مدعا علیہ نے جو پہلے احمدی نہ تھا۔ اور بعد نکاح اُس نے احمدیت اختیار کی۔
- (۲) غیر احمدی سے احمدی یا احمدی سے غیر احمدی ہونا دوسرا مذہب اختیار کرنا یا مذہب بدلنا کہا جاتا ہے۔
- جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۳ راجح ۳۳
- (۳) ان دونوں مقدمات مسلم ہونے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نظیر مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت سے پیش کی تھی۔

”جب عورت مرد کو ظالم پائے یا وہ اس کو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ ناموافقیت ہو یا وہ مرد اصل نامزد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عورت کو اس کے گھر میں آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتوں میں عورت یا اس کے کسی ولی کو چاہیے کہ حاکم وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کر دے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بلانا ضروری ہوگا کہ یوں نہ اس کی عورت کو اس سے علیحدہ کیا جائے۔“

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

جس کے بعد نتیجہ ظاہر ہے کوئی بھی تاویل ممکن نہیں جب کہ مدعا علیہ نے احمدیہ اختیار کر کے باقرار و تسلیم اپنے گواہ کے مذہب بدلایا اور مذہب بدلنے پر مرزا صاحب بھی اُس کی منکوحہ کو حاکم مجاز کے پاس درخواست فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور حاکم مجاز کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہے نکاح فسخ کر دے۔

لہذا مقدمہ مرزا صاحب کے مسلک پر بھی بحث مدعیہ ہونا چاہیے اور نکاح فسخ خلاصہ تاویلات حذا۔

- (۱) مدعا علیہ نے ان مضمون میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ یہ معنی تو منصف احمد پور شرقیہ کے نتیجہ غلط اخذ کرنے سے پیدا ہو گئے اس کی ۹ فردی شکایت کی درخواست ملاحظہ ہو۔
- (۲) مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں اور دین دونوں کے معنی میں آتا ہے چنداثر۔
- (۳) مدعا علیہ چونکہ اسلام پر قائم ہے اس لیے مقدمہ خارج ہونا چاہیئے۔
- (۴) گواہ نے مذہب بدلنا دین بدلنے کے معنی میں نہیں کیا بلکہ مذہب کے معنی روش اور طریقہ کے ہیں اس نے طریقہ بدلنے کے معنی میں کیا ہے۔
- (۵) مرزا صاحب کی غرض مذہب بدلنے سے چشمہ معرفت میں وہ تبدیلی ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عیسوی موسوی وغیرہ اختیار کرے کیونکہ وہ کتاب ہی غیر مذہب کے مقابلہ پر ہے۔

### الجواب

عدالت خود میری اصل بحث سے ان تاویلات کا مقابلہ فرمائے ایک بھی وہاں سے ربط نہیں رکھتی کہ ان سے اصل بحث کے مضمون پر کوئی زیادہ زد پڑتی ہے تاہم جواب الجواب کے رنگ میں مختصراً ترتیب دار عرض کرتا ہوں تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

- (۱) مدعا علیہ کے کسی خاص معنی یا لفظ تبدیل مذہب پر اس کی بناء نہیں قرار دی گئی وہ تو تائید معنی بلکہ صرف اس کا احمدی ہونے کا اقرار ہمارے مدعا کا مثبت اثر اس پر وہ جواب دعوے سے اپنی آخری شہادت تک قائم رہا لہذا ہمیں منصف احمد پور شرقیہ کے نتیجہ کی صحت و سقم اور اس کی ۹ فردی شکایت کی درخواست سے کوئی سروکار نہیں مقدمہ اولیٰ تو صرف یہ ہے کہ پیچھے غیر احمدی تھا اور بعد نکاح احمیت اختیار کیا۔
- (۲) مذہب کا لفظ جن معانی میں آتا ہو اس سے غرض نہیں یہاں اس نے جو مذہب ترک کیا ہے وہ اس کے نزدیک دین و اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس پر رہنا اسلام سے خروج اور کفر تھا اور اب احمدی ہونا دین اسلام ہے لہذا یہاں اس کے نقطہ نظر سے صرف مسلک بدلنا نہیں بلکہ دین بدلنا ہے۔

نیز اسلامی فرقوں کی تبدیلی میں جہاں لفظ مذہب استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی وہاں اس میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے بلا کراہت نماز پڑھتے اور ایک دوسرے کو نہ صرف مسلمان بلکہ حق پر جانتے ہیں اور وہاں لفظ مذہب ان مذکورہ بالا اقراء کی وجہ سے مجازاً بمعنی مسلک بولا گیا ہے بخلاف احمیت اور غیر احمدی مسلمانوں کے کہ میاں اسلام و کفر کا فرق ہے اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلافات مسلم نہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز نہ سلسلہ مناکحت جیسا کہ تفصیلاً حوالوں سے اوپر گذر چکا پس یہاں اگر لفظ مسلک بھی بولا جائے تو مجازاً مذہب و دین بدلنے کے معنی میں لیا جاتا ہے جسے دماغ مذہب

بدلنے کا لفظ موجود ہے۔

(۳) یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہ مدعا علیہ اسلام پر قائم ہے۔ لہذا مقدمہ خارج ہونا چاہیئے اس کے اسلام و کفر و ارتداد کا مسئلہ زیر بحث ہے یہی نتیجہ ہے اس پر شہادت و بحث ہے لہذا اُس کا یہاں تذکرہ ہی فضول ہے شہادت سے تو اُس کا کفر ہی ثابت ہے مرزا صاحب کی اتباع کے بعد اس کے ارتداد و کفر میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جیسا کہ مدلل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور وہ تمام حوالے مرزا صاحب اور دیگر کتب کے حرج میں بھی پیش ہو چکے اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) گواہ نے ہرگز روش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں نہیں لیا ورنہ وہ اپنے معتقدات کی بنا پر لے سکتا ہے کیونکہ غیر احمدی ہونا اس کے نزدیک صریح کفر اور خروج از دائرہ اسلام بلکہ پکا کفر ہے اور اس پر وہ اپنا ایمان زھول و غفلتوں میں جرح آئینہ صداقت کے سلسلہ میں سلسلہ میں بتا چکا ہے پھر طریقہ بدلنے کے معنی میں کیونکہ ہو سکتا ہے طریقہ اور روش بدلنا وہاں ہوتا ہے جہاں دونوں اصولاً متحد ہوں اسلام و کفر کا فرق نہ ہو بعض جزئیات و فروغ میں اختلاف ہو جیسے حنفی شافعی چشتی و نقشبندی کہ سب ایک دوسرے کے نزدیک مسلمان اور حق پر ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز شادی بیاہ کا تعلق قائم وغیرہ وغیرہ۔

پس مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ گواہ کی مراد سے بالکل خلاف ہے یہاں مذہب بدلنا یوں ہی ہے جیسا کہ یہودی۔ نصرانی یا ہندو ہونا یا اس سے پھرنا۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی ہندوؤں کی طرح اس نے خود محالہ ملائکتہ الشریعہ ص ۶۴ تسلیم کیا ہے۔ لہذا ایمان مذہب بدلنا بمعنی دین بدلنے کے ہے نہ کہ روش اور طریقہ بدلنے کے معنی میں واقعات اور گواہ ۱ کا عقیدہ اس کی زبردست تردید کرنے کو کافی ہیں۔

(۵) جو غرض مرزا صاحب کی ہشتم معرفت میں مذہب بدلنے کی مختار مدعا علیہ بیان کرتا ہے اولاً اس کی طبع زاد ہے وہاں کوئی بھی کسی قسم کا سیاق و سباق میں قرینہ نہیں اد یہ کہنا کہ وہ غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے بدلتہ غلط اور قرینہ نہیں کیونکہ اُس میں غیر مذاہب سے کچھ کم مسلمانوں کی تردید نہیں۔ اور اگر بعض محال ہم انہی کے قول کو تسلیم کریں کہ وہ تبدیل مراد ہے مگر اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین عیسائی یہودی وغیرہ اختیار کرے تو بھی ہمارا مدعا اسی طرح ثابت ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمان ان حضرات اہل ان کے خلفاء کے نزدیک یہودی نصرانی اور ہندوؤں کی طرح کافر ہیں ملاحظہ ہو ملکتہ الشریعہ ص ۶۴ اور اس کی تائید مرزا صاحب کے کلام سے لی گئی ہے۔ پس غیر احمدیوں اور احمدیوں میں ویسا ہی اختلاف رہا جیسا کہ اسلام اور یہودیت و نصرانیت و ہندویت میں لہذا بہر حال تبدیلی مذہب کا لفظ واقعہ زیر بحث سے متعلق اور اس کو پورے طور پر حاوی رہا لہذا اس کی دوسری مسئلہ طور پر مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق نکاح ضرور فسخ اور مقدمہ سختی مدعیہ ہونا چاہیئے۔



## فخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے میری ایک زبردست وجہ فخ نکاح کو جو نہایت بدیہی اور واضح تھی مخدوش کرنا چاہا ہے میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مقدمہ مدعیہ کے خلاف دو وجہوں سے ہوا۔ پہلا ممالک غیر کا فتوے نہیں پیش ہو سکا۔ دوسرے قانونی بعض فظاثر موجود تھے مگر اب جب کہ ممالک اسلامیہ کا ایک زبردست فتویٰ علماء حرمین مکہ و مدینہ کا ”مسیحیہ الحرمین“ مختار مدعا علیہ نے خود علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس کے کہ شروع میں مرزا غلام احمد صاحب اہدیان کے قبیحین کے مقصدات لیے ہیں اور اسی لین میں انہیں عقائد میں چونکہ علماء دیوبند کا مذکورہ تھا لہذا ان پر بھی کفر کیا گیا جب انہیں وہ غلط فہمی رفع ہو گئی اور اس کی تردید ہو گئی تو وہ فتویٰ واپس لے لیا۔ جس کے لیے غایتہ المامول علامہ برزنجی مدنی کا پیش کیا تھا۔ بہر حال وہ فتویٰ مرزا صاحب کے حق میں اب تک باقی ہے۔ اور خود مدعا علیہ کے شاید کا پیش کیا ہوا۔ اور نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ مجاز و حرمین کا مسلم علماء و مشائخ کا دوسرا فتویٰ علماء شام کا جو گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے پیش کیا اور فیصلہ دربار میں یہ موجود ہے کہ کفر و اسلام کا معاملہ علماء اسلام ہی کر سکتے ہیں۔ پس علماء حرمین و ممالک اسلامیہ کے فیصلہ و فتوے کے بعد مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا ازنداد بلاشبہ ثابت ہے نیز علماء اسلام میں کوئی ایک مسلم عالم یا کوئی ایک اسلامی فرقہ سمجھاس کے خلاف نہیں۔ دوسرے نظام پر پیش کردہ کو فیصلہ دربار معطل نے غیر متعلق قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو فیصلہ دربار معطل پس اب یقیناً نکاح فخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔

### (خلاصہ تاویلات)

- (۱) وہ شام کے علماء کا فتویٰ نہیں بلکہ میرے ایک ٹریکیٹ کا جواب ہے جو رشید قاسم نے لکھا ہے۔ اور وہ ایک تاجر ہے اُس کی تابینیت اور دماغی حالت معلوم کرنے کے واسطے یہی کافی ہے۔
- (۲) گواہ مدعیہ ۳ سے جب جرح میں دریافت کیا تو رشید قاسم سے لاعلمی ظاہر کی۔

### الجواب

- (۱) یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ فتویٰ نہیں سچا کیونکہ رشید قاسم ایک تاجر آدمی میں اور تاجر عالم نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء سنی سید الانبیاء علیہ السلام نے بھی تجارت کی تاجر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ خلافت و کلایت کے نہ علم و کمال و افتاء کے باقی چونکہ انہوں نے ممالک اسلامیہ اور خصوصاً شام میں مرزا صاحب کے خلاف ایک یہمداری پیدا کر رکھی ہے۔ اور ان کے عقین کو ان سے سخت ہمدرد ہوا ہے۔ یہ ان کی دماغی و علمی حالت پر جو بھی تبصرہ کرے سمجھا ہے۔ بہر حال وہ ایک عالم کا فتویٰ ہے اور دوسرے علماء اُس کے مؤید ہیں وہ مفصل فتویٰ اور اس

کا ترجمہ اخبار مدینہ بخجور اور اخبار زیندار لاہور میں متعدد مرتبہ علماء شام کے فتویٰ کے میدانگ سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے نیچے دیگر علماء کے بھی دستخط ہیں۔  
یہ تمام تاویلات محض بے کاری ہیں۔

۵) گواہ مدعیہ مسئلے نے اپنی ذاتی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ باقی ان کے علم و فضل کا کوئی انکار اور اس سے لاعلمی نہیں اور نہ کسی کی علمی شہرت معلوم کریں۔ اس سے بلا واسطہ ملاقات کی شرط ہے۔ ملاحظہ ہو اصلی الفاظ جرح گواہ مدعیہ مسئلہ ۲۶ اگست ۱۳۳۷ھ اور اگر بالفرض مختار مدعا علیہ کے یہ شبہات ہم صحیح تسلیم کر لیں گویا صحیح نہیں جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں تو بھی ہمارا اصلی استدلال بحال موجود رہے۔ کیونکہ اولاً تو میں نے انہیں کاپیش کردہ فتویٰ علماء مکہ مدینہ حسام الرحمن کو ہمارا استدلال بنایا ہے۔ اس کا کوئی جواب بھی نہ دے سکے بہر حال ایک فتویٰ نہ صرف علماء مالک اسلامیا بلکہ غیر اہلحد و حجاز کے مسلم علماء و مشائخ گواہ مدعا علیہ کاپیش کردہ موجود اور لا جواب و مسلم ہونے کے پس فتوئے ممالک اسلامیا کا ثابت ہے۔ اور نظائر قانونی بروئے فیصلہ دربار معنی غیر متعلق ہیں۔ پس مقدمہ سخت مدعیہ یقیناً ڈگری ہونا چاہیئے۔

نوٹ =

اس کے بعد حسام الرحمن اور علماء دیوبند و بریل کا طولانی قصہ ہے۔ جسے میں اخیر بحث میں جب کہ اپنے گماہوں پر سے اعتراضات دفع کر دیں گا۔ اس وقت لوں گا۔ اور وہیں سے یہ دراصل متعلق بھی ہے۔

### (گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب)

اس سلسلہ میں جو میں نے مکمل لسٹ پیش کی تھی۔ اس کے بعض نمبروں کی کچھ تاویلیں مختارہ مدعا علیہ نے کرنی پائی ہیں۔ اور اکثر تو بالکل لا جواب اور گواہوں کے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کو کافی دوائی ہیں۔ میں تاویلات کا خلاصہ لے کر نمبر وار جواب مگر نہایت ہی مختصر عرض کرتا ہوں پہلے اپنے اصلی اعتراضات اور تنقید کا خلاصہ بھی مختصر الفاظ میں پیش کر دوں تاکہ بعد کو متعدد مرتبہ اسے نہ لانا پڑے۔  
خلاصہ تنقید۔

یہ اصل فریقین کو مسلم ہے۔ کہ کسی کا مذہب دینا نہ کرنے کے لیے مزدوری ہے۔ کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھ کر حکم لگایا جائے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ مسئلہ عنوان علما و کفر کا فتویٰ لہذا کوئی کسی سلسلہ کا تمام لشکر دیکھے بغیر اس کے اسلام کے متعلق اخیر فیصلہ نہیں مے سکتا۔ کیوں کہ اس کے اسلام کا پتہ تو عجب چل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام معتقدات کا علم ہو اہد معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی بھی عقیدہ کفریہ اسلام کے خلاف نہیں بخلاف کفر کا حکم لگانے کے واسطے اگر قطعی طور پر ایک کسی کا صریح و صاف کفریہ معلوم ہو جائے۔ تو کفر کا حکم ان معلوم کفریات پر لگا سکتے ہیں۔

گو دیگر کفریات یا اس کے تمام معتقدات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو مجموعہ اعتقادات کے بعد ثابت ہوگا۔ اور کفر کے واسطے ایک صریح وجہ بھی کافی ہو اور کسی چیز کا علم نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص صراحتہ نماز کی فرضیت کا انکار یا قرآن کا انکار یا بت کو سجدہ کرے۔ تو ہم صرف اسی پر حکم کفر لگا سکتے ہیں۔ گو دوسرے حالات کا ہیں علم بھی نہ ہو۔ اسی اصول پر مرزا محمود صاحب نے تمام جالیس کوڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرو اسلام سے خارج صرف مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مسلمانوں کے تمام معتقدات کا ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور گواہ مدعا علیہ مل جو سلسلہ احمدیت یا مذہب مرزائیت اور اس کے باقی و تبعین کا اسلام ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوا ہے۔ اس کا یکم مارچ ۱۳۳۵ء پنجاب برج اقرار ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے سب لٹریچر نظر سے نہیں گزے۔ جو اس وقت تک شائع ہوئے اب اس معاملہ میں اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ہونا بالکل واضح تھا۔ مگر ان میں بھی غیر متعلق تاویلات کیں۔

### (خلاصہ تاویلات)

(۱) گواہ مدعیہ کی جرح کی عبارت عرف کر کے پیش کی اور عدالت کو مغالطہ دیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکا ہے۔

وہ سب میری نظر سے نہیں گذرے۔

(۲) اس سے دیگر مصنفین کی تصانیف مراد ہیں۔ جن کا دیکھنا ضروری نہیں۔ نہ کتب مرزا صاحب۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے واسطے اس کی تمام تصانیف کا دیکھنا ضروری نہیں قطعاً باطل ہے۔ بلکہ مبہم و ذوالوجہ عبارات دوسری عبارات سے حل ہوں گی۔ نیز اس کے سیاق و سباق دیگر تصانیف سے۔

(۴) مختار مدعا علیہ کا اصل گواہ مدعیہ مل کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو برج ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء ایک مصنف کا جب تک ماقبل و ما بعد معلوم نہ ہو۔ ادا اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے۔

(۵) اور واضح ہے کہ فتویٰ دینے کے بارہ میں گواہ مدعیہ مل کا قول یہ نسبت مختار مدعا علیہ کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ مل بقول اس کے دارالعلوم دیوبند کا مفتی ہے۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنیڈیا فٹہ نہیں۔

(۶) پھر گواہ مدعیہ مل کو بھی اس کی جرح سے ایک فقرہ سے مجروح کرنے کی سعی کی۔

### الجواب

(۱) میں نے کوئی بھی عبارت عرف نہیں کی عدالت کو خود ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ میں نے وہاں بھی اصل عبارت پیش کی تھی۔

حوالہ معین مقابلہ ہے۔

(۲) یہ تاویل کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے مرزا صاحب کے سوائے دوسرے مصنفین کے مراد ہیں محض غلط اور اب بحث ناقابل التفات ہے۔ گواہ اپنے الفاظ کا پابند ہے۔ نیز کسی سلسلہ یا مذہب کے لٹریچر میں اس کے باقی سلسلہ کا لٹریچر سے مقدم آنا ہے۔ لہذا یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیے کہ ربط ہونے کے تحقیق کے بعد یہی خلاف ہے۔ پھر سلسلہ احمدیہ میں جس طرح مرزا صاحب کی تصانیف قابل ایمان لانے کے ہیں۔ یوں ہی ان کے خلفاء کی پس مرزا صاحب کے سوا مطلقاً دیگر تصانیف کا احتجاج بھی نافع نہیں۔ اور گواہ آئینہ۔ صداقت مرزا محمود صاحب کے مطالعہ سے مراد ”الکار کرچکا ہے بہر حال“ نہ تاویل میں فعلوں میں۔ اور سلسلہ کی کل کتب یقیناً اس نے نہیں پرکھیں۔ یہاں کہ جرح میں جا بجا آیا ہے۔ اور اس قدر لاعلمی کے ساتھ اس سلسلہ کی معافی کے گواہ ہرگز قابل نہیں ہو سکتے۔

(۳) میں نے اس مسئلہ کو مدلل اشل سے بیان کیا ہے۔ کسی حاشیہ آرائی کا وہ محتاج نہیں یہ مصرع کفر ہونے کے لیے کلی عقیدے یا کل کتب کے مطالعہ کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً دعویٰ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً انجمنی و نادر وغیرہ ایسا مصرع ہے کہ کسی کتاب میں اس مسئلہ کے بعد اس کے خلاف نہیں وغیرہ ذلک۔ باقی ہم عبارات کے حل کے لیے مرزا صاحب کی عبارت یا مخصوص اسی مسئلہ کے متعلق اس شخص کی دیگر تصانیف دیکھنی ہوں گی تمام کی تمام دیگر مسائل کے متعلق اس کی تصانیف دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور یہی مطلب صرف گواہ مدعیہ میں لکھا ہے۔ اصل بحث و جرح سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ تاویل محض بیکار ہے۔

خیر فتویٰ کے متعلق مولانا محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ کا کوڑا معجز اور پائے کے لائن تسلیم کر لیا۔ اور انہیں ہندوستان کی مرکزی درس گاہ کا مفتی بھی اس سے تو بھلائے گواہ کی توہین ہے بہر حال ان کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق مذہبی نقطہ نگاہ سے مختار مدعا علیہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ معتبر اور قابل ماننے کے ہوگا۔ باقی رہا مختار مدعیہ کا معاملہ وہ تو نہ گواہ ہے نہ شاہد نہ اس پر جرح کہیں پر کوئی اثر ڈالے اس کے متعلق یہ کہنا کہ۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ یہ بھی اس کی عزت افزائی ہے ورنہ مرزا صاحب تو ہم لوگوں کو بدذات فرقت اور جنگی سوز اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں ہمیں تو مختار مدعا علیہ کا ٹکڑا چاہیئے۔ آدمی تو مان لیا معمولی آدمی ہی ہوتا۔ یہیں کب بڑا ہو جائے گا دعویٰ ہے۔ مرزا صاحب تو ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو فرماتے ہیں کہ ایک معمولی آدمی تھا۔ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہ ہونا معمولی آدمی ہونے کو کافی نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ کے بھی کسی یونیورسٹی کے سنڈیا فٹہ تھے نہ خلیفہ اول و دوم البتہ یہ اس کی غلط بیانی یا نادانگی ہے۔ کہ مختار مدعیہ کسی یونیورسٹی کا سنڈیا فٹہ نہیں۔ اسے معلوم

ہونا چاہیے کہ جس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے۔ وہ مفتی فاضل و مولوی عالم و مولوی فاضل الہ آباد یونیورسٹی دکنہ یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی بمبئی جگہ ہے۔ اگر عدالت ضرورت محسوس فرمائے تو تمام سائنٹیفک بھی پیش کئے جاسکتے ہیں میری غرض صرف مختار مدعا علیہ کے اوجھے بننے کا اختیار کرنا ہے۔ ورنہ وکیل پر تنقید کا کوئی اثر ہوکل یا کیس پر نہیں پڑتا ہاں اب یہ اصول تنقید مختار مدعا علیہ کے متعلق نہ بحیثیت مختار بلکہ گواہ سلسلہ تنقید گواہان مدعا علیہ ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

کل کتب مرزا صاحب کی بالاستیعاب نہ دیکھنا اور چیز ہے۔ اہ عبادت کا سیاق و سباق نہ دیکھنا اور چیز اس مقالہ سے گواہ مجروح نہیں ہو سکتا۔ دوسرے گواہ مدعیہ مباحثیت مفتی اسلام پیش ہوا ہے اور وہ شرعی مسائل کا دراصل شاہد ہے اگر وہ یہ عبارات بھی نہ دیکھتا جب بھی اُس کی ان متنازعہ مسائل ختم نبوت وحی نبوت دعویٰ نبوت توہین انبیاء تکفیر امت انکار شہر اسلام وغیرہ میں معتبر اور بقول مختار مدعا علیہ قابل ماننے کے تھے مرزا صاحب کی عبارات کے واسطے تو گواہ الف و ست و ست پیش ہوئے ہیں جنہوں نے غالباً مرزا صاحب کے متبعین سے بہت زائد ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔

(۲) (دہ بار معالیٰ کی توہین)

یہ عدالت نے غیر متعلق قرار دے کر خارج کر دیا ہے لہذا اس پر کچھ بحث کی ضرورت نہیں البتہ اُس کے تحت دو امر اور پیش کئے ہیں ایک تو اپنی صریح غلط بیانی کی تزیہ کرنے کی سعی کی ہے دوسرے دو غیر مجروح شاہدوں پر فرضی یا ظلی دہروری جرح قائم کی ہے میں اس کے الفاظ کا خلاصہ لے کر جواب عرض کروں گا۔

(خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ کہنا کہ فتویٰ کفر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست ہے۔

(۲) شیخ الجامعہ صاحب نے جو دلائل پیش کئے تھے جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے ان کا جواب ہو گیا تو گواہ علماء کے اقوال ہی رہ گئے۔

(۳) گواہان مدعا علیہ نے نہ غلط بیان اور جس کا عقیدہ قرآن مجید اہ حدیث اور سلف کے موافق ثابت کر دیا ہے لہذا مختار مدعا علیہ کا نہ کوہ بالا اعتراض باطل ہے۔

(۴) گواہ نمبر ۱۲ اب کچھ شاہدوں میں وہی امور تھے جو دوسرے شاہدوں نے بیان کئے ہیں دوسروں کی جرح گویا ان پر ہے لہذا وہ بھی مجروح باطل ناقابل التفات ہو گئیں۔

## الجواب

(۱) یقیناً یہ کہنا درست ہے کہ اس جدید دور میں تکفیر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی۔“

عدالت مجھے سامنے ایسی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کے بعد اس گواہ کی گواہی قبول ہی نہیں ہو سکتی۔ عدالت خود مسلسل سے ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی بھی فتویٰ پیش نہیں کیا گیا۔ مذکورہ علماء شام کے فتویٰ کا صرف دو لفظوں میں ذکر ہے باقی تمام مسائل آیات قرآنی احادیث نبویہ ائمہ صحابہ و تابعین و ائمہ فیصلہ مشکین و اسلاف سے جو مناصحت بلا کسی تاویل کے ثابت کئے گئے جس میں ہر قسم سے تقریباً ۵۰ دلائل تو لاہوا۔ یہ ہیں جس کے جواب کا ہمیں عمومی و خصوصی کسی طور پر تذکرہ تک نہ کیا پھر کیا یہ مذکورہ بالا قول کہ صرف بنا علماء کا فتویٰ ہے محض دروغ اور غلط بیانی نہیں۔

(۲) یہ کہنا کہ شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا جواب دے دیالیں گویا کہ صرف فتاویٰ رہ گئے یہ کیسی بے ربط تاویل ہے اس بنا پر تو یہ کہنا چاہیے کہ کوئی بھی دلیل نہیں رہی کیونکہ یہاں پر فتویٰ کا پتہ ہی نہیں۔

نیز حضرت شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا کوئی بھی جواب بن نہ سکا جیسا کہ اوپر مفصل پیش کر چکا۔ علاوہ بریں سوئے ایک آدھ باتوں کے شیخ الجامعہ صاحب نے جو تمام گواہوں سے علیحدہ آیات و احادیث بن کر کہیں ان کا جواب کہا جوابی بحث میں تذکرہ یا اصولاً بھی تردید نہ آئی لہذا ان کا بیان تو بہر حال لا جواب ہے۔ نہ وہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ یہ مختار مدعا علیہ کا صریح جھوٹ سچ ہو سکتا ہے۔

(۳) عدالت خود واقف ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا عقیدہ کہاں تک قرآن و حدیث و اسلاف کے مطابق ثابت کر سکے مدعا علیہ کیا صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کا ایمان تو حید و رسالت اور ضروریات دین پر ثابت نہ ہو سکا۔ پس اصل اعتراض بحالہ موجود ہے۔

(۴) شاید مختار مدعا علیہ کو معلوم نہیں کہ بعض گواہوں کے مجروح کرنے سے دوسرے جرح سے سالم گواہ قانوناً مجروح نہیں ہوا کرتے نہ اس قسم کی تاویلات کو کوئی جوڈیشل حیثیت حاصل ہے۔ لہذا وہ دونوں شہادتیں بالکل جرح سے سالم ہیں اور اس طور پر کہ باوجود وقت دیئے جانے کے مدعا علیہ نے جرح سے انکار کر دیا۔

مزید برآں ان شہادتوں پر دیوبندی ہونے کا بھی اعتراض نہیں۔ پس جوڈیشل حیثیت سے وہ گواہان بہت ہی قابل وقعت ہیں۔ خصوصاً نمبر الف کا پوزیشن بھی ہائی پوزیشن ہے۔

(۳) (گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۰۰ معلومات پر بحث)

اس سلسلہ میں منجملہ اور اعتراضات کے صرف میرے ایک اعتراض کی تاویل کرنے کی لامحالہ کوشش کی ہے۔

(پیش کردہ کتب سے مختار مدعا علیہ کی واقفیت)

- |      |                                           |                         |                         |
|------|-------------------------------------------|-------------------------|-------------------------|
| (۱)  | فتوحات مکیہ کل نہیں دیکھی۔                | گواہ مدعا علیہ ۱        | یکم مارچ ۱۳۳۳ء          |
| (۲)  | شرح فقہ اکبر کا علم نہیں کس کی ہے۔        | " " " " " " " " " " " " | ۷ مارچ ۱۳۳۳ء            |
| (۳)  | بحر الرائق کا اصول تکفیر معلوم نہیں۔      | " " " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " " " |
| (۴)  | اشارات فریدی تمام کا مطالعہ نہیں کیا۔     | " " " " " " " " " " " " | ۹ مارچ ۱۳۳۳ء            |
| (۵)  | منصب امامت پورا نہیں پڑھا                 | " " " " " " " " " " " " | ۱۲ مارچ ۱۳۳۳ء           |
| (۶)  | بسوط دیکھا ہی نہیں۔                       | " " " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " " " |
| (۷)  | ہدیہ مجددیہ کا مصنف نامعلوم۔              | " " " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " " " |
| (۸)  | جامع الشواہد کا مصنف نامعلوم۔             | " " " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " " " |
| (۹)  | مجموعہ نچال بر لشکر دجال کا مصنف نامعلوم۔ | " " " " " " " " " " " " | " " " " " " " " " " " " |
| (۱۰) | تذکرہ الناس کل مطالعہ نہیں کی بلکہ اکثر۔  | گواہ ۸                  | ۸ مارچ ۱۳۳۳ء            |

اس سے گواہ کی لاعلمی اور قائلیت نیز جو توالے جس مسئلہ کے متعلق پیش کئے ان کی حقیقتہً آشکار تھی اور کسی تاویل کی حاجت بھی نہ تھی مگر پھر بھی تاویلیں پیش کیں کہ ان سے گواہ ۱۰ مدعا علیہ کی شہادت پر زبردستی نہیں پڑتا۔

(خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ)

- (۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ ۷ مارچ کو گواہ نے یہ بھی کہا کہ بحر الرائق میں یہ ہے کہ اکثر کے متعلق میں نتوے نہیں دیتا اور کسی کے کلام کا الہ
- (۲) فتوحات مکیہ اتنی منہجیم کتاب ہے کہ جن غرض کے واسطے گواہ مدعا علیہ ۱۰ نے اس کا مطالعہ کیا تھا اس کے لیے کل پڑھنا ضروری نہ تھا۔
- (۳) دوسری کتب کے متعلق یہ ہے کہ ان کی جو عبارت پیش کی گئی اس کے اندر اس کے خلاف کوئی عبارت نہیں جس سے اس کے مفہوم میں فرق آئے لہذا بالاحتیاط پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔

ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ کتاب پر لکھا ہوگا دیکھ لیا جائے کس خیال کے آدمی میں اس سے زائد نادانقی کیا ہوگی پھر اس وقت کہا تھا کہ بحث میں پیش کریں گے اس میں بھی باوجود مطالبہ کے نہ پیش کر سکے نیز مختار مدیر نے غلط مفہوم یا الفاظ پیش نہیں کئے عدالت خود مسل سے معائنہ فرمائے جہاں کہیں مفہوم جرح کا لیا ہے وہاں بھی خلاف نہیں۔

(۶) گواہ مدعیہ مل پر فرضی اعتراض کرنے سے گواہ مدعا علیہ مل کی جرح کی تو صفائی نہیں ہو سکتی۔ نیز گواہ مدعا علیہ کی اپنی پیش کردہ کتب سے نادانقی ثابت ہے جنہیں وہ خود شہادت میں استدلالی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ بخلاف گواہ مدعیہ مل کے کہ اس کی لاعلمی غیر متعلق امور نہیں ہے جن کے جواب کا بھی وہ جوڈیشل اصول اور ایکٹ شہادت کی رو سے مکلف نہ تھا۔

### تفصیلاً گواہ مدعیہ نمبر ۱ کی صفائی

(الف) یہ بالکل صحیح ہے کہ علمائے دیوبند نے سولے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کسی کو کافر کہا ہی نہیں پس ایک غیر ثابت شدہ پیر کا علم کیونکر ہو سکتا ہے نیز اس کے علم کی مقدمہ اور شہادت کے سلسلہ میں ضرورت ہی کیا تھی ایک غیر متعلق سوال تھا۔

(ب) گواہ نے اپنے علم اور اپنی تحقیق کا جواب بالکل صحیح تحقیق کے تحقیقات کے مطابق جواب دیا ہے اور گواہ اپنی ہی علم کی شہادت دیتا ہے نہ کہ سنی سنائی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔

(ج) ان بزرگوں پر کسی مسلم بزرگ نے فتویٰ کفر نہیں دیا۔ غیر ذمہ دانا فتاویٰ کفریہ کی مکمل لسٹ کا حفظ کب ضروری تھا۔

پھر یہ سوال بھی غیر متعلق تھا جس کا جواب اصولاً ان پر ضروری نہ تھا اور نہ اس کے واسطے پیش ہوئے تھے نہ ان بزرگوں کا کفر اسلام نیز بحث تھا اور جرح میں اس کی کافی تفصیل بھی دی ہے اور مستقل اس کے متعلق ایک اصول بھی بتلایا ہے جس کے بعد تفصیل جوئیات کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے مسلم کے متعدد شامعین ہیں۔ اور سب غیر حنفی ہیں۔ پس حنفی مفتی کو ان سے کیا تعلق۔

نیز انہوں نے شرح مسلم سے کوئی حوالہ ہی نہیں دیا حتیٰ کہ کتب پیش کردہ سے لاعلمی یا نادانقی ثابت ہو اور عالم جمیع ممالک و مایکون سوائے اللہ عالم الغیب و الشہادت کے کوئی بھی نہیں پھر یہ اعتراض کیلئے فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ سے تو بڑے واقف ہیں۔ ان کے قابل اعتبار اور ماننے کے لائق ہونے کا تو مختار مدعا علیہ کو بھی



اعتراف ہے۔

(۵) محمد حسین بنالوی کافوئی نہ انہوں نے پیش کیا نہ اس کے مصحفہ بتانے کے مکلف نہ ان کے منصب و حیثیت پر اس سے کوئی زد و ساری دنیا کے توگماشتہ نہیں۔

خاتم کے معنی اس آیت میں مہر کے اسلاف نے جن پر اعتماد کیا جاسکے نہیں کیے ہر کس و ناکس کی تحقیقات کا تو کوئی مکلف نہیں مرزا صاحب کے تمام لٹریچر کے منقذ کا ان سے کیا تعلق تھا جب کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ جماعت ہونے کے تمام لٹریچر سے آج تک ناواقف ہے اگر وہ یہ پیش کرتے اور حوالہ نہ بتا سکتے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے کیا تو مصدقان پر زد آتی بہر حال یہ صرف مغالطہ تھا وہ بھی محمدانہ بالکل صاف ہو گیا۔

(گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے جوابات میں تعارض کا رد)

(۱)

خلاصہ قول مختار مدعیہ

اجماع کے متعلق کہ پہلے یہ کہا کہ بلا استثناء تمام امت اجماع کرے اور پھر اکابر اور بزرگ کا اجماع قرار دیا جواب یہ ہے کہ گواہ کے اصل الفاظ وہ نہیں بلکہ یہ نہیں لہذا تعارض نہیں۔

الجواب

میں اس کے جواب میں جرح سے ہر دو عبارات نقل کر کے فیصلہ عدالت کی امتیازی رائے پر چھوڑتا ہوں کسی منصوص مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثناء کے اجماع کرنے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

(جرح گواہ مدعا علیہ ۱ و ۲ مارچ ۱۳۰۷ء)

یہ جرح اس خلاف اس تاریخ میں یہ بھی کیا۔

’ہم آئے نزدیک اجماع امت و مہرے کہ تمام امت کے بزرگ اور مسلمہ اکابر اس کو مانتے چلے آتے ہوں۔ جرح گواہ مدعا علیہ ۱ و ۲ مارچ۔ اول نقل میں تمام کی تمام امت بلا استثناء اجماع کے لیے بتائی ہے اور دوسرے میں صرف امت کے مسلمہ بزرگ و اکابر تعارض ظاہر ہے۔

(۲)

اصل اعتراض ۱ و ۲ مارچ ۱۳۰۷ء جواب جرح کیا۔ اشادات فریدی ج ۳ خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی لکن الدین

سے سبقاً سبقاً نہیں سنی۔

پھر ۱۲ مارچ سوالات مکمل کے جواب میں کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی

اور تصحیح کی ہے۔

حالانکہ راجہ راجہ کو جواب جرح یہ تسلیم کر چکا ہے کہ۔

اشارات فریدی میں خواجہ صاحب کے اپنے اقوال ہیں جو ان کے بعد مرتب کئے گئے اور بعد وفات ہی شائع ہوئے۔

اب تعارض دفع ہی نہیں ہو سکتا پہلے دونوں اقوال میں یہ توضیح کی تھی کہ میں نے خود ہی سوالات مکرر میں اصلاح تصحیح کر دی تھی۔ مگر محکمہ مدیر کی غرض دوسرے اور تیسرے کا تعارض ہے جو بدستور قائم ہے دفع نہ ہو سکا۔

(۳)

پہنہ افانہ کو نوالا بیعت سے خارج ہے اور پھر بھی اسے احمدی مسلمان بتایا گیا نظام جماعت سے خارج حالانکہ آئینہ سداقت صفحہ ۵۳ سے تسلیم کر چکا۔ جو بیعت نہیں ملوہ کافر دائرہ اسلام سے خارج اس میں جو نظام جماعت اور احمدیت کا فرق قائم کروا چاہا وہ باطل ہے کیونکہ بیعت سے خارج ہونے کی مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں وہاں نظام جماعت وغیرہ کا کوئی بہتہ نہیں یہ صرف اپنی تصنیف داہنجا ہے

(۴)

مسیح موعود نبی ہیں اور نبی شکرانہ عقیدہ پر کبھی نہیں رہ سکتا، ۲ مارچ ۱۳۳۷ء مگر پھر بھی مرزا صاحب باوجودیکہ بڑی میں مسیح کہا چکا تھا تیرہ سال تک برابر مسئلہ حیات مسیح کے شکرانہ بلکہ شرک عظیم کے عقیدہ پر باقرار خود قائم رہے اب اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مسیح تو تھے اور وحی بھی آتی تھی۔ اور مسیح موعود نبی بھی ہوتا ہے مگر اس وقت نہ کھلی تھی اس تاویل سے تعارض نہ اٹھا بدستور قائم رہا۔

(۵)

بخاری شریف میں احادیث مخالف قرآن وغیرہ معتبر ہونے کا امکان (جس طرح) حالانکہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ اصح البخاری بتصریح مرزا صاحب گواہ کو مسلم اس میں بھی قطعی وظنی وغیرہ کی تاویل و تفریق کی ہے اور سبیل الرشاد اور الحق لدھیانہ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر صرف تاویل بھی تاویل ہے تعارض من الفاظ کا قائم ہے۔

(۶)

گواہ نمبر ”اگر کوئی حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں ہم راجہ اور مرزا صاحب کا قول ہے۔“  
”اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔“  
”اور اگر یہ کہو کہ جو احکام نازل ہوں گے“ الحج۔  
(ازالہ اوہام کمال صفحہ ۳۳۸)

اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کرا۔  
(ازالہ صفحہ ۲۲۹ "ارماج")

اس کی تاویل عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقل مان کر بھی درست نہیں کیونکہ ان کا اہمتی ہو کر ان پر بھی ختم نبوت کے منافی  
ایام الصلح صفحہ ۲۵۱ پر بتایا ہے اور اسی ازالہ کے صفحہ پر اس مضمون کی تصریح ہے کہ جبرئیل بھی اگر کہیں کہ پہلی شریعت پر  
عمل کرو گو شریعت اور وحی جدیدہ نہ ہو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس کے بعد وحی وغیرہ کی طویل طویل تاویل سب بیکار  
ہو جاتی ہے اور کبریت احمدی گواہ نے جن اولیاء پر جس فرشتہ کو بتایا ہے اس کے فرشتہ وحی نہ ہونے کی تصریح کر  
دی ہے بلکہ وہ فرشتہ الہام ہے۔ اہل دونوں کا فرق بلسلہ وحی و اقیقت اور فتوحات سے پیش کر چکا نیز علم الکتاب  
کے متعلق بھی اوپر مفصل بحث اور ان کی اصطلاح انہیں کی کتاب سے واضح پیش کر چکا اس سے۔

(۷)

کا بھی جواب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وحی قطعی اور الہام غلطی ہے ایک جیسا مطلقاً نہیں ہو سکتا اور تعارض  
دفع نہ ہو سکتا۔

(۸)

چونکہ نعمت اللہ شاہ دلی اللہ پر مرزا صاحب کی طرح کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا لہذا وہ نبی  
نہ ہوئے  
یہ نبوت وہی ہونے کے منافی ہے۔

امور غیبیہ کو شرط بنا کے ناقابل انتفاء تاویل کی ہے اصل تعارض اس سے دفع نہیں ہو سکتا۔

(۹)

اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر ۱، مدعا علیہ "کہ جن کو کتاب ملی سچی کہ مسلمان بھی (۷) راجع اور گواہ مسلمان نے کہا"  
جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب ملی چکی الخ۔" ہدایہ ص ۲۵۲ اس کی تاویل میں گواہ مسلمان کے سوالات منکر صحیحہ نقل کیا  
کہ "مسلمان اہل کتاب ہیں۔"

اس سے بجائے دفع تعارض کے اور زائد ہو گیا یعنی گواہ مسلمان کے قول علاوہ گواہ مسلمان سے خلاف ہونے کے اپنے  
قول کے بھی معارض ہے۔ لہذا دونوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہ رہا۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ ۱۔ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی میں مرزا صاحب ازالہ ادہام میں فرماتے ہیں "عبد اللہ  
ابن مسعود ایک معمولی آدمی تھا طبیعت یہ نکالی کہ گواہ کا قول با اعتبار صحابی ہونے کے ہے اور مرزا صاحب کا قول مقابلہ

میں رسول و نبی کے۔ مگر یہ تاویل قابل التفات نہیں اس سے اقراری تعارض اٹھ نہیں سکتا۔  
مولانا نقوی نے ہدیتہ الشیعہ میں معمولی آدمی کا تحقیقی حکم نہیں کہا بلکہ صرف آدمی بتایا ہے۔ معنی بشر و یعنی خدا  
نہیں۔ بہر حال تمام متعارضات بدستور ہیں۔

گواہ مدعا علیہ نمبر (۱) کے علم کے متعلق اعتراضات کا جواب

(۱)

قرآن میں ملائکہ کی تعریف سے گواہ کی لامنی حالانکہ وہاں موجود ہے۔ اس کی تاویل یہ کی کہ اصل الفاظ گواہ کے اور  
میں اور پھر بل عباد مکرمین پر طویل بحث کی اب چونکہ قرآن و حدیث سے ملائکہ کی تعریف گزری چکی عدالت خودیہ تعارض  
اُسی روشنی میں ملحوظ فرمائیے۔ یہ کہنا کہ قرآن میں ان کے کام مذکور ہیں۔ نہ تعریف غلط ہے۔ بلکہ تعریف موجود ہے۔ جیسا  
کہ مفصل کلمات اوپر پیش ہو چکیں۔

(۲)

گواہ اہل سنت والجماعت وہ ہے جو اپنے کو اہل سنت کہے۔ یہ غلط ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اہل سنت  
الجماعت وہ ہیں جو سنت رسول اور طریقہ متفقہ صحابہ پر جو زمانہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر قائم ہوں۔  
تاویل یہ کہ گواہ سے سوال اہل سنت والجماعت کا تھا اور غنیۃ الطالبین میں صرف سنت و جماعت کی تعریف ہے  
نہ اہل سنت والجماعت اس سے اور بھی علمیت پر روشنی پڑ گئی اُسی پیش کردہ حوالے میں شروع ہی میں ہے۔  
علی المسلم انکبیس ان یقتبع باہل السنۃ والجماعتہ والدجھرا لفظ تفسیر سے اہل سنت والجماعت کی تعریف علیحدہ  
علیحدہ دونوں لفظ کی شرح سے کی ہے۔ اس تاویل سے غنیۃ الطالبین سے لاعلمی اور اُس میں حیثیات ثابت ہوئی۔

(۳)

قول گواہ مدعا علیہ جو بھی کسی حدیث کو واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کرے اُس کا قول مسلم ہے یا  
مختار مدینہ اگر یہی اصول ہے۔ تو دین تو بانی کچھ طفلان ہو جائے گا۔ اس کی تاویل میں خلاف واقعہ تعلیان  
اور ہدایتہ الشیعہ کا قرآن کے حدیث پر راجع ہونے کا ایک حوالہ پیش کیا۔  
مگر اعتراض یہ نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے کہ اگر ہر کس واکس کی توفیق و تطبیق ہے قرآن و حدیث معتبر ہو جائے تو دین  
ایک کھیل ہو جائے گا وہ بدستور موجود ہے۔

(۴)

گواہ نے صحیح احادیث کو بودی غیر متعلق ہیں۔ بتایا ہے کہ قرآن کے معارض ہو سکتی ہیں۔ مگر مزامب

کی تمام دُسیاں قرآن کے مطابق ماننا ہے۔ اور اس کے مقابل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کی طرح پھینکتے ہیں۔

اس کی تائید میں دہی حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ کی آڑ لی ہے۔ جس کی پوری شرح آگے ہن شاہد اللہ آئے گی۔

(۵)

گواہ نے دان من اصمۃ الاخلا فیہا سندیر کے عموم سے کرشن کو نبی مانا ہے۔ پس اسی عمومی اصول سے قرآن کے مطابق ما اتاکھ الرسول فخذ وہ کے لحاظ سے کوئی بھی حدیث قرآن کے معارض نہ ہوگی بلکہ اس آیت کے عموم کے تحت سراسر وہ قرآن ہی کا حکم ہوگا۔ اس کی تاویل میں نبوت کرشن کی غیر متعلق بحث شروع کر دی۔ اور معیار صحت احادیث کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ محدثین کے معیار پر جو صحیح حدیث ہو اسے ہم اپنی عقل ناقص سے قرآن کے خلاف نہیں بتا سکتے۔ نیز بظاہر خلاف معلوم ہو پھر بھی بعد تسلیم صحت اس آیت کی دوسرے موافق ہو جائے گی۔

(اس سلسلہ کے لائحہ عمل اور جو بن کا کوئی تذکرہ نہ کیا)

(۱) تمام جرح میں باوجود سوالات مختار مدعیہ اور سوال عدالت کے کلہو اسلام کے معنی بتا نہ سکے۔ اور اصطلاحاً صاف نہ ہوئے۔

(۲) بخاری جیسی صحیح کتاب میں بھی قیود کا امانہ (۲۲ مارچ) حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتب مطلقاً مسلم ہیں۔ (۱۱ مارچ ۱۳۳۵ء)۔

(۳) ابن عمر کی فتوحات و قصوں الحکم کے قول کی تطبیق۔

گواہ مدعا علیہ ۲ پر تبصرہ کا جواب

(۱)

گواہ ۲ جو قرآن پر ممتا ہے وہ قرآن حدیث میں تطابق کر سکتا ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۳۳۵ء

”اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔“

”میرے نزدیک مرزا صاحب اہل ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے حجت ہیں کسی دوسرے

کی نہیں الخ۔ ۲ مارچ ۱۳۲۷ء

اس کی جوابی تاویل میں یہ کہا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض الفاظ محرف بتائے مگر مختار مدعا علیہ کو غالباً غلط فہمی ہوگی۔ اس پر تعارض کا اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلا۔

”مگر سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے فیصلہ کے قرآن کے معنی اور حدیث و اقوال ائمہ اور تمام کتب اسلامیہ بھی حجت نہیں۔ یعنی گواہ صرف مرزا صاحب کا نمائندہ ہے یہ اعتراض بحالہ قائم رہا نہ تعارض و ستافض کا اعتراض تھا اور نہ تطبیق کی توجیہ نافع ہو سکتی ہے۔“

(۲)

گواہ ۱ مدعا علیہ نے اپنے اصل بیان میں غلطی کے ختم اور سب سے کچھ قبل جو ضروریات دین کی تعریف کی ہے کیونکہ ضروریات دینی ..... بتایہ معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ یہ معنی علاوہ خود تراشیدہ ہونے کے اسلاف اور شریعت کی اصطلاح ”ضرورت دین“ سے گواہ کی ناواقفیت کا بین ثبوت ہیں جس کے بعد وہ عالم دین کی تثبیت سے نکل جاتا ہے اور اس کی علمی و مذہبی شہادت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے بحث)

اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ جس طرح ۲۳ مارچ سے نقل کر دیا کہ اُسے ضروریات دین کی تعریف کی ہے۔

(۲۳ مارچ ۱۳۲۷ء)

ضروریات دین ..... تا ..... حاصل ہے۔

اور پھر یہ کہا کہ اگر یہ غلط تھی تو پہلے لازم تھا کہ غلط ثابت کرتے۔

پہلے اس کے جواب کی بھی حاجت نہیں بیانات گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۱ میں ضروریات دین کی تعریف ائمہ دین کے حوالوں سے منقول ہے علت اس تعریف سے خود مقابلہ فرمائے کہ تمام ائمہ کی تصریح کے خلاف اور علم سے کستقد بعید یہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ کی تعریف ضروریات دین ہے۔ اور اس روزمرہ کے مسئلہ سے جب ناواقف ہے تو اس کا ان پیش کردہ مسائل میں کیا حال ہوگا۔ غالباً اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے اپنی بحث کو صرف گواہ مدعا علیہ ۱ کے بیان پر مبنی کیا اور بیان گواہ ۱ کو تقریباً بالکل نظر انداز کر دیا حالانکہ اس میں بہت سی جدید اور عجیب و غریب اور گواہ مدعا علیہ ۱ سے اکثر متعارض امور ہیں چسکا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ ۱ نبوت کے نفوی معنی اخیر دنیا یعنی خدا کی طرف سے غیب کی اطلاع یا کفر خیر دینا۔ (۲۱ مارچ)

نیز اس کے ساتھ اس سے اگلا سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ مزید تعریف لغوی ہے اور مذہب اصطلاحی پس معلوم ہوا کہ گواہ مس لغوی اصطلاحی ہوتے ہی ناواقف ہے حالانکہ اکثر و بیشتر اس کی شہادت نبوت ہی کے متعلق ہے۔  
اس کی تائید میں منجھ سے یہ حوالہ نقل کر دیا کہ:-

”النبوءة والنبوة الاخبار عن الغيب او المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما يتعلق به تعالى والنبی المخصوص عن الغيب او المستقبل بالهام من الله“  
حالانکہ یہ تائید محض باطل ہے اول یہ کتاب چسکہ جرح میں اقرار موجود ہے عیسائیوں کی تالیف ہے اور انہوں نے دین عیسوی کے پر پیگندے کے واسطے اسلامی اصطلاحات میں بہت کچھ لغت کی اڑے کر تحریف کی ہے جس پر علمائے مصر نے ایک تبصرہ بھی شائع کیا ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ علماء میں متعارف و مقبول ہے مستحکم کسی بھی لغت میں یہ نہیں اور نہ گواہ یا مختار مدعا علیہ پیش کر سکے۔

نیز اس غلط تعریف سے بھی گواہ مدعا علیہ مس کے الفاظ کا اثبات نہ ہوا جسے عدالت خود ہی ملاحظہ فرما سکتی ہے بہر حال اعتراض بدستور قائم رہا۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ مس علاوہ کتب مذکورہ جن سے گواہ مس ناواقف تھا اور بھی متعدد کتب ضروریہ پیش کردہ مثلاً شرح شفا بھی اس نے نہیں پڑھی۔ اور اکثر کے مصنفین کے نام و مسک سے واقف نہیں۔ پھر ان کے کلام کا اس ناواقفی سے کوئی ٹکڑا کا ٹکڑا استدلال کرنا قابل اشفاق نہیں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ صرف یہی جواب اور اسی بیس کا تائید پر حوالہ دے دیا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ مس نے خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ القلب و ادب پیش کئے۔ مگر بحجاب جرح کہا مسلم نہیں پھر سوالات مکمل میں بتلایا کہ خواجہ صاحب احمدی ہونے کے بعد سلسلہ کے دوسرے احمدیوں کی طرح ہوں گے۔

اس میں علاوہ تعارف کے خواجہ صاحب کی نسبت بھی ان کے ابتدائی الفاظ کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ع دراصل ان کی نگاہ میں معمولی دوسرے احمدیوں کی طرح ہیں وہ بھی جب کہ احمدی ہو جائیں۔ ورنہ بقول مرزا محمود صاحب جب تک کوئی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو اور نبی اور رسول انہیں نہ ماننا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کرے کافر و دشمن اسلام سے خارج اور کافرا کا فر ہے۔

اور مرزا صاحب نے تو حضرت خوابہ رح کو اپنی کتاب اٹھم میں اپنے مکفرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

اسی کا باب یہ بیابگ کہ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے گواد کے اصل الفاظ یہ ہیں ”واجب اللامعت“ دینے کے لحاظ سے خوابہ صاحب مسلم بزرگ نہیں ہیں ویسے مسلم بزرگ ہیں۔ جیسے سلسلہ احمدیہ کے اور سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں۔ باوجودیکہ اس میں بھی قطع و بریدگی ہے عدالت خود مسل سے بلا حلف فرمائے پھر بھی اعتراض تو وہی قائم رہا کہ واجب الاطاعت مسلم بزرگ نہیں۔ بلکہ دیگر احمدیوں کی طرح ہیں۔ بہر حال اعتراض رفع نہ ہوا۔

(۷)

گواد مدعا علیہ ۳ نے اس راجح کو جواب جرح کہا کہ ”احمدیت سے ارتداد ظاہر کرنے والا اسلام سے مرتد نہیں۔ پھر سوالات مکہ کے جواب میں اس کے خلاف کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے قطعاً کوئی فرق نہیں۔“

یہ کھلا جوا تعارض ہے جس کے بعد اس کی شہادت کی وقعت نہیں رہتی۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیا کہ چونکہ اصل الفاظ جرح پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور کسی جواب کی ضرورت نہیں محض مختار مدعیہ نے الفاظ کی تخریف سے مغالطہ دیا ہے عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ جہاں کہیں خلاصہ یا تلخیص لیا گیا ہے وہاں کوئی بھی اس کا اصل مفہوم نہیں بدلا اور اکثر تو لیبہ الفاظ ہی لئے گئے ہیں کہیں کہیں صرف طوالت سے بچنے کے واسطے نائد الفاظ حذف کر کے ضروری اور مختص لینے گئے ہیں بہر حال اس تعارض کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۹)

گواد مدعا علیہ ۳ نے ۲۰ مارچ میں ہندوستان میں احمدی کا لفظ صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے مستقل بتایا پھر سوالات مکہ میں مولانا رشید احمد صاحب کافر قہ بھی احمدی قرار دیا۔ جو کھلا جوا تعارض ہے۔

جواب میں اصل الفاظ نقل کئے اور دوسرا قول صرف فائدہ فریدی کے متعلق قرار دیا مگر جواب نہ ہو سکا بہر حال ہندوستان میں دوسرا فرقہ بھی احمدی ثابت ہو گیا جو اول قول سے متعارض ہے۔ نیز خلاف واقع ہے چسکا کہ خوابہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سلسلہ میں القول الصیح کے حوالے سے پیش کر چکا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے مریدان رشیدی کہلاتے ہیں نہ احمدی۔ بہر حال اعتراض تعارض بحال ہے۔



(۱۰)

گواہ مدعا علیہ نے پھر ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ء کو کہا کہ خواجہ صاحب کی وفات کے قبل تریاق القلوب اور بیسوں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور پھر کمرہ بیان میں اس کے خلاف کہا کہ تریاق القلوب حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

اصل الفاظ جواب کے واسطے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگوں کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق چھپ تو بچی تھی مگر شائع نہیں ہوئی تھی۔

مگر عدالت خود الفاظ جواب جرح کے ملاحظہ فرماتے تعارض واضح ہے اور یہ تاویل بعد کی تعینیف ہے درہاں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

### مختاران مدعیہ کی صریح غلط بیانیوں

اس سلسلہ میں تقریباً (۱۰) نمبر قطع و برید کر کے پیش کئے ہیں۔ اولاً یہاں اس سے کوئی ناگزیر تعلق نہیں کیونکہ مختار مقدمہ پر تنقید کا اثر اصل کیس پر نہیں پڑتا۔ البتہ گواہان مقدمہ پر تنقید ضرور قابل لحاظ ہوتی ہے۔ تاہم میں مختصراً اس کی حقیقت قریب پیش کرتا ہوں۔

### خلاصہ اعتراضات

(۱) محرراتی کے اصول تکفیرہ معلوم ہونے کا غلط الزام۔

(۲) چند نہ دینے والے کے بیعت سے خارج ہونے اور احمدی ہونے کا تعارض۔

(۳) لوگ متعلق گواہان پر الزام کہ جو جس جگہ داخل ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی عبادت میں لفظ اکبر کا ہے۔

(۴) مختار مدعیہ نے ۱۰ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ ترمذ کے لیے ہیں نہ تائید کے۔ یہ غلط ہے جیسا کہ تفاسیر کے عنوان کے تحت اگے بیان کیا جائے گا۔

(۵) وٹل اکتوبر میں گواہ مدعا علیہ کے متعلق کہا کہ اس نے نو مارچ کو تسلیم کیا کہ خواجہ صاحب کے رجحان سے نبوت کا ذکر نہیں کیا محدثین کا ذکر کیا یہ غلط ہے گواہ کے یہ الفاظ ہیں حضرت مرزا صاحب الخ۔

(۶) یہ بھی مختار مدعیہ نے غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب میلہ سے بڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا کوئی کلمہ نہ تھا اور مرزا صاحب کا ”لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ کلمہ ہے“

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی نیا کلمہ نہ تھا پھرزالہ ادہام اور انوار اسلام و چشمہ معرفت کے حوالے پیش کئے ہیں۔

(۷) دس اکتوبر میں مختار مدعیہ نے یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیے ہیں وہ ۱۹۰۱ء کے قبل کے ہیں۔ حالانکہ مواہب الرحمن ۱۳۰۲ھ اور کشتی نوح ۱۹۰۲ء کی ہے۔

(۸) مختار مدعیہ نے ائمہ و اکابر برہنہ کفر کے فتاویٰ کا ذکر کر کے دس اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نے اس نے سات مارچ کو تسلیم کیا کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی۔ وہ ان وجوہات سے برادرت کا اظہار کرتے رہے۔ حالانکہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ ”باجو دیکہ الخ.....“

جن کا مطلب یہ ہے کہ بعض سے برادرت ظاہر کی اور کوئی صحیح تسلیم کرتے رہے۔ الخ۔

یہ اس نے غلط بیانی کی۔

(۹) مختار مدعیہ نے دس اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ مدعا علیہ مٹ کے نزدیک مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں۔ اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا۔

(۱۰) اراکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثبات ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا گیا۔ حالانکہ یہ گواہ مدعیہ مٹ کی ہرج اور منہاج السنۃ صفحہ ۴۲۱ اور برہنہ تسلیم حوالہ گواہ مدعیہ مٹ کے خلاف ہے۔ اور پھر پھر بحر الرائق کا حوالہ بھی اسی سلسلہ میں نقل کیا۔

(۱۱) مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کو یہ غلط کہا کہ ”اولیاء اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا الخ۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نے اثبات الالہام والیسعہ اور فتوح الغیب اور مقامات امام ربانی کے بھی حوالے پیش کئے تھے۔ یہ مریخ غلط بیانی ہوئی۔

#### الجواب

اولاً یہ تمام مباحث اوپر جواب الجواب میں گذر چکے جن کے بعد یہ شبہات ہی نہیں پیدا ہوتے پھر بھی مغالطہ دفع کرنے کے واسطے نہایت مختصر جواب عرض ہے۔

(۱) اس کا جواب اس سے قبل کے ہیڈنگ گواہ مدعا علیہ مٹ پر تنقید کے جواب ”کے تحت میں مفصل گزر چکا اب کسی جواب کی حاجت نہیں اور جو مغالطہ مختار مدعا علیہ یہاں دیتا چاہتا ہے۔ وہی وہاں بھی دیا ہے۔ بس وہی

جواب کافی ہے۔“

(۲) اس کا بھی تعارض اس سے قبل کے ہیڈنگ میں ثابت کر چکا لہذا غلط بیانی نہیں۔ بلکہ مختار مدعا علیہ کا صرف مقابلہ ہے۔

(۳) لفظ کو کے معنی گواہ مدعا علیہ سے نقل کئے گئے تھے اور اس کے اکثری نقل ہوئے تھے۔ غلط فہمی سے اسے غلط بیانی سمجھ لیا۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔

(۴) یہ غلط بیانی نہیں بلکہ اس کا ثبوت تفسیر خاندان ج ۳ صفحہ ۲۳۵ ہی سے پیش کیا تھا۔ اور اسی عبارت کے متعلق جیسے اس نے بیان مطبوعہ میں دی تھی۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی یہ صریح غلط بیانی ہے۔ کہ یہ آگے تقاسیر کے عنوان کے بحث میں آئے گا۔ یہ اصل شہادت میں بھی مسل پر نہیں بلکہ مطبوعہ کاپی پر یہ شالیں ہیں۔

(۵) یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے۔ عدالت خود اسل مسل سے الفاظ جرح ملاحظہ فرمائے وہاں یہ شعر بھی درج ہے جو خواجہ صاحب کو مرزا صاحب نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا۔  
جمع ہر نبوت را برد و شد اخصام۔

نیز جب کہ سند میں یہ پردہ نبوت سے اٹھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۱۲۹۰ھ سے قبل ہوئی ملاحظہ ہو جو جرح گ ۲۔ ۳ مابج سند اور اصل تو نبوت کا دعویٰ اصل سند انہیں پہنچ ہی کب سکتا ہے۔

(۶) عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے۔ ظہیر الدین اردپنی سے یہ نقل پیش کی ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کا بیانا لالہ الاٹھ احمدی جری اللہ پڑھنے اور قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسے مرزا صاحب کی صریح عبارات اور البانات سے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے۔ اصل رسائل جرح میں پیش ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک مستقل پادری ہے پس یہ اصل مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی اور مغالطہ ہے۔

نیز ازالہ اوہام اور انوار اسلام سے اس کے خلاف پیش کرنا خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کا کلام متعارضات سے چھپتا ہے۔

(۷) یہ صریح مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے میری بحث کے یہ الفاظ ہیں۔

”یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اس وقت تک خواجہ صاحب ادعاے نبوت کھل کے نہ تھا اور نبوت کے مستقل یہ خیال تھا جو ایام الصلح صوفیہ اور آسمانی فیصلہ و سراج منیر صفحہ ۳۲۵ وغیرہ میں موجود ہیں۔ صرف دو کتابیں کشتی نوح و مواہب الرحمن دعویٰ کی وضاحت کے بعد کی ہیں۔ پھر ہر دو کا یہ جواب دیا ہے کہ۔

(۱) یہ صرف الفاظ ہیں معانی متعارف مراد نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

(۲) نیز یہ خود بھی ان کا کفر ثابت کرتی ہیں۔

(۳) اس کے بعد انتقال سے قبل بھی کفر یہ دعویٰ موجود ہے۔ البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء - نیز حقیقتہً الدی ۱۹۰۸ء لیکچر سیکالوٹ ۱۹۰۳ء براہین پنجم ۱۹۰۵ء میں کافی کفر یہ عقیدہ موجود ہیں ملاحظہ ہوں بحث ابتدائی کا شروع حصہ۔ بس جب کہ میں نے خود ہی یہ کتب مستثنیٰ کر دیں تو یہ مختار مدعا علیہ کی صرف غلط بیانی ہوئی۔ جس کا مختار مدعیہ کسی طرح ذمہ دار نہیں۔

(۸) مطلب کی تاویل سے جواب نہیں ہو سکتا عدالت خود اصل سے اصل عبارات ملاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

(۹) مختار مدعیہ نے خلاصہ پیش کیا تھا عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ وہ اصل الفاظ کے مفہوم کے سر مو خلاف نہیں یہ بھی مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے۔

(۱۰) اس کا مفصل جواب جس سے یہ شبہات خود زائل ہو جاتے ہیں۔

”کیا ضرورت دین کا منکر کا فریبے کے تحت میں گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔“

(۱۱) اس کا بھی جواب گذر چکا اثبات والبیۃ اور مقامات امام ربانی غیر مسلم ہیں۔ نیز ہمارے مخالف نہیں فتوح الغیب میں یہ کہیں نہیں صرف حضرت شیخ پر بہتان ہے۔ صرف علم الکتاب سے مغالطہ دیا تھا۔ اس کا مکمل جواب دیا جا چکا اصل بحث میں بھی اور جواب الجواب میں بھی اعادہ کی ضرورت نہیں دئی کے ہڈنگ کے تحت عدالت خود ملاحظہ فرماوے۔ اس کے بعد مختار مدعیہ کا قول بالکل صحیح ہے کوئی بھی غلط بیانی نہیں صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔ یا غلط فہمی ہے۔

### (الزام نیانت کا رد)

نیانت ثابت کرنے کے واسطے مختار مدعیہ نے صرف تین حوالے تحذیر الناس - حج الکرامہ - اور بحر الرائق پیش کیے ہیں۔

#### الجواب

یہ محض مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے علاوہ خیانات کی اس مفصل یادداشت کے جو مختار مدعیہ مٹ نے پیش کیں۔ مختار مدعیہ مٹ نے تفسیر آتھان سے لفظ قائل د کے ابتداء سے اور - ”و فیه نظر“ اتھنا سے قطع کر کے اور ابو خلدہ کی طرف سے غلط طور پر تفسیر المتقدمین ملوۃ باہنۃ والسنین کی نسبت غلط بیان کر کے جو وہاں نہیں نیز فوائد مجموعہ حوالہ کی شرمناک خیانت پیش کی تھی جس کے جواب کا میں نے یہاں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔

رد برو غلط بیان ثبوت ہونے سے اس کی تمام شہادت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ گواہ ملت پر یہ اعتراض نہیں بلکہ اس پر دوسرا ہے جو اپنی جگہ پر مضمناً گزر چکا۔ یہ کہنا کہ تفاسیر میں خلاف عصمت انبیاء بہت سی باتیں گواہ مدعا علیہ نے پیش کی تھیں۔ اور مختار مدعیہ نے صرف ایک مثال اس میں لے کر سب پر ایک حکم لگایا۔ صریح غلط بیانی ہے۔ مسئل سے عدالت ملاحظہ فرمائے۔ یکسہ بھی مثال نہیں سب کٹ چکی ہیں۔ ہاں مطبوعہ کاپی پر ضرور ہیں اور سٹیٹس میں خیانت کی ہے۔ مگر وہ زیر بحث نہیں۔ عدالت جب بھی حکم فرمائے ان امثلہ کی خیانتیں تمام پیش کی جاسکتی ہیں سب نے تردیداً وہ اقوال نقل کر کے روایتاً و درایتاً باطل کیا ہے۔

ابن جریر میں بھی اس کی تردید موجود ہے۔ چونکہ عدالت نے اپنے نوٹ سے اصل بیان میں اس سوال کو رد کیا ہے۔ اس لیے نہیں پیش کرتا۔

یہ کہنا کہ وفیہ نظر، اس کے بعد ولے قول ابن جریر متعلق ہیں۔ محض غلط ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ نیز ابتداء سے قال کا قطع کرنا تسلیم کر لیا جو شرم ناک خیانت ہے جس کے بعد شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد فوائد مجموعہ کا حوالہ تو نقل کیا۔ مگر مختار مدعیہ کی پیش کردہ اس خیانت کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کے آگے یہ عبارت ہے۔

”وقال الخطابی و هذا المحمول علی کتب مخصوصۃ بحجۃ کناگیہ۔ گویا یہ خیانت بھی مسلم ہے۔ بہر حال شہادت ناقابل قبول ہی رہی۔“

### (آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام)

۱) گواہ مدعا علیہ نے آیت فلما احبوا محمد رسولہم بالبنات فوخوا بما عندہم من العلم وحقا بلہد ما کانوا ہم یستہزنون (المومن ۹۰) کا ترجمہ یہ کیا۔ اور جب ان کے پاس ان کے رسول کیلئے دلائل لے کر آئے۔ تو یہ لوگ اپنی یاقوت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔ وہ ان پر اٹھ پڑے۔ اور ترجمہ میں باوجود معمولی ترجمہ کے بہر حال گلدستہ کا ایک واقعہ اہم سابقہ کا مانا۔ پھر اس سے نتیجہ ایک ضابطہ بنا کر موجود علماء پر منطبق کرنے کے واسطے مفہوم میں یہ تحریف کی۔ ”پس ظاہر ہے کہ علماء ہمیشہ خدا کے فرستادہ کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے رہے۔ اور ان کا علم ان کیلئے حجاب اکبر بن گیا۔ اس کے بعد جو بھی منہ میں آیا علماء کو کہا۔ اور تفصیلی امثلہ تکفیر پیش کیں وغیرہ وغیرہ۔ پس اس آیت کے مطلب میں خیانت کی اور تکفیر علماء کی وجہ سے مرزا صاحب کو خدا کا فرستادہ اور ان علماء

کو جنہوں نے اُن کے کفر و استداد پر بندگانِ خدا کو مطلع کیا تھا۔ انہیں اس آیت کا مصداق بنایا۔ حالانکہ یہ آیت اہم سابقہ مثل یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔

اس کا جواب صرف یہ دیا کہ علماء پر کچھ اور فقرے کس دیئے اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ہونے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ آیت کا سیاق و سباق اور سیغہ ماضی بتاتا ہے کہ یہ اہم سابقہ کے متعلق ہے۔ پھر بھی اسے اپنی رائے سے غلط معنی پہنانے، تحریف معنوی ہے جو جائز نہیں۔

اور بد ذات فرقہ مولویان کے تحت جس قسم کی موجودہ زمانہ کے علماء و علماء کے واسطے فقرات اور سخت کلامی و دشنام طرازی اختیار کی تھی۔ یہاں اس سے زائد کی ہے۔ ہمارا اصولی جواب نہایت نرم لہجہ میں پیش ہو چکا عدالت اسے خود ہی ملاحظہ فرمائے ہم مکمل نقل بھی نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں آیت صراط الذین انعمت علیہم کا بھی ترجمہ تھا۔ کہ ہمیں اُن لوگوں سے بنا جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبی بنانے کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب تحریف کلام الہی ہے اس کا جوابی میں کوئی مذکر تک نہیں کیا۔ یوں ہی اکثر آیات و احادیث و اقوال سلف میں خود تراشیدہ ترجموں سے مغالطے دیے ہیں۔

(۱۴)

### مندرجہ ذیل کتب فریقین کو غیر مسلم ہیں

- |                                |                    |
|--------------------------------|--------------------|
| (۱) حج الکرامۃ -               | (۲) اقرباب الساعۃ  |
| (۳) فتح البیان -               | (۴) جامع الشواہد - |
| (۵) مجموعہ خیال پر لشکر دجال - | (۶) انوار احمدیہ - |
| (۷) حیات جاوید -               | (۸) ہدیہ مجددیہ -  |
| (۹) تفسیر صافی -               | (۱۰) ابلیس         |

اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کی ہیں۔ کیونکہ مقدمہ مرزا صاحب کے متبعین اور اہل سنت احناف میں ہے اور یہ کتب غیر معتدین۔ پیچری۔ یا رافضیوں کی ہیں۔ پس نہ حنفیوں کی مسلم ہوں گے نہ مرزا صاحب کے متبعین پر بلا وجہ اُن کے حوالے دیئے۔ نیز مرزا صاحب کے متبعین تو ظاہری اذعان کے مطابق قرآن کے اور جو حدیث ان کے زعم میں ان کے اور مرزا صاحب کی وحی کے مطابق ہوں۔ نیز مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کی کتب کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ جیسا کہ جرح میں بار بار آپ بکھلے۔ پس یہ کتابیں صرف اسی لیے کار آمد ہو سکتی تھیں۔ کہ وہ فریق مدعیہ پر رجعت ہوتیں۔ اور اسی سے مسلم نہیں۔ نہ اس کے فرقہ کی ہیں۔ پس فریقین کو غیر

مسلم رہیں۔

اس پر بلاوجہ غلط بیانی کا الزام دے کر مختار مدعا علیہ نے بیکار تاویلیں کیں جو قابل انتفاع بھی نہیں۔ نیز یہ کہا کہ شہاب و روح المعانی کے متعلق بھی یہی کہا۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی ہے بلکہ شہاب کے متعلق یہ کہا ہے۔ ”کہ ہمارے نزدیک وہ حاشیہ معتبر نہیں۔ نیز ایک مفسر کی رائے علم حدیث میں ماہرین فقہ کے مقابلہ پر بالاتفاق معتبر نہ ہوگی۔“

روح المعانی کے متعلق ہرگز غیر مسلم دیا غیر مسئلہ فریقین کا لفظ نہیں کہا گیا۔ ہاں فتح البیان کے متعلق کہا گیا۔ شاید مختار مدعا علیہ کو مغالطہ ہوا ہو۔

گواہ مدعیہ نے شہاب کے اس پمضامی پر کے حاشیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ جو حاشیہ غیر معتبر ہے بلکہ ان کی کتاب نسیم الایمان کا حوالہ دیا ہے۔ اسے غیر معتبر نہیں کہا گیا۔ ایک مصنف کی تمام تصانیف ایک جیسی معتبر ہونا ضروری نہیں امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری جیسی پایہ کی ہے اس طرح ان کی دوسری تصانیف تاریخ بخاریؒ ادب المفرد حمزہ و قراءت خلف الامام وغیرہ نہیں۔ بلکہ اکثر حجت ہی نہیں۔ مختار مدعیہ نے حج الکرامۃ و اقتراب الساعۃ و فتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ یہ پیش کی تھی کہ ان کا مصنف غیر مقلد ہے جن سے کافی اختلاف مسئلہ تقلید وغیرہ میں یہاں تک کہ تقلید کو شرک تک کہتے ہیں لہذا مدعیہ اور اس کے فریق مقلد و مخالف کی کتب کیونکہ حجت ہوں گی۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب وہ اس فریق کو مشرک کہتے ہیں تو بھر فریق مدعیہ کو انہیں کافر بتانا چاہیئے حالانکہ گواہ مدعیہ نے انہیں مسلمان مانا ہے اور حج الکرامۃ کی بعض عبادات کی تصدیق کی ہے کہ اس میں ہیں۔

نیز یہی حوالہ الساعۃ میں بھی ہے اور ملا علی قاری کا بھی۔ نیز مولانا گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں ان کے حوالے دیئے ہیں۔ پھر مختار مدعیہ کو کیا حق ہے کہ انہیں تعصب اور غیر مقلدیت کی وجہ سے غیر مسلم بتائے۔

(الجواب)

باجواب کہ یہ بات بار بار صاف ہو چکی مگر مکرر لارہے ہیں یقیناً ہمارا فریق سوائے مرزا صاحب اور ان کی امت کو جو قطعاً کافر نہیں کسی اور کو کافر نہیں کہتا بلکہ ان کے فتاویٰ غلط فہمی پر مبنی بننا ہے جیسا کہ اوپر گفد چکا اور یہی گواہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳

نہ آیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ ہرج میں جو کتب گواہان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوئیں اور ان میں عبارت مسئلہ بتائی وہ سب ان کی مسلم ہو گئیں۔

نیز الساعۃ تک مسلم ہے اور ملا علی قاری کا قول تو اسی حج الکرامۃ سے نقل ہے جس کا دثوق کے ساتھ اعتماد نہیں۔ نواب صاحب بھی نقل حوالوں میں پختہ کار نہ تھے ملاحظہ ہو تذکرۃ الراشد مولانا عبدالحی۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حوالے ان غیر مقلدین پر حجت قائم کرنے کو نقل کئے گئے ہیں جو انہیں ماننے میں یہ کہیں نہیں کہ یہ ہیں مسلم ہیں مفصل اپنی جگہ پر گند چکا بہر حال یہ کتب ہیں تو مسلم نہیں اور نہ فریق ثانی تسلیم کر دیا ہے بس فریقین کے غیر مسلم ہونے میں شبہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ جامع الشواہد و جمو پنجال برکتہ دجال حیات جاوید وغیرہ کے مسلم وغیر مسلم ہونے کا سوال بھی نہیں اس سے تو اسی کی تکفیر دکھانا ہے۔ مگر جب تک متعدد مسلم کتب سے نہ دکھائیں ان غیر ذمہ دار غیر مسلم رسائل کا اعتبار کیا بہر حال جب کہ یہ ہیں اور انہیں دونوں کو مسلم نہیں تو ان کا لانا ہی بیجا طوالت کے سوا کوئی سودمند نہیں۔

ہدیہ مجددیہ دانوار احمدیہ جن کے مصنف کا نام تمام ہرج میں نہ بتا سکے نہ اصل کتاب پیش کر سکے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کے غیر مسلم ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اس سے زائد کیا وجہ ہوگی کہ مدعیہ یا اس کے فریق کے کسی مسلم بزرگ انہیں ایک غیر معروف شخص حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی ہے جن کے حالات کا بھی پتہ نہیں ہر کس دنا کے رسائل و تالیفات حجت و مسلم نہیں ہو سکتیں۔

### (مسلم اور مسلمان کا فرق)

محمد مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ کے مسلمان ماننے سے ان کا مسلم ہونا کیسے تسلیم ہوگا۔ مسلمان اور مسلم ہونے میں فرق ہے۔ کتنے مسلمان ہیں مگر مسلم نہیں ملاحظہ ہو محمد علی صاحب ایم اے خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کی جماعت مدعا علیہ اور اس کے فریق کے نزدیک مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں بلکہ ہی خفیہ کے نزدیک غیر مقلدین و علماء بریلوی وغیرہ مسلمان تو ہیں مگر مسلم نہیں۔

اس کے متعلق یہ کہنا کہ بحث صرف اسلام و کفر کی تھی اس لیے مسلمان ہونے کا سوال کیا گیا ورنہ جن کے متعلق دریافت کیا گیا وہ مسلم امام ہیں محض غلط اور سراسر مغالطہ ہے۔ کبھی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد یا دیگر ان جیسے مدعیہ یا اس کے فریق کے امام نہیں ہو سکتے ورنہ مختار مدعا علیہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ اور ظہیر الدین اردنی اس کے مسلم امام ہیں۔

یہ نظریہ اتنا واضح تھا کہ کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلاوجہ تاویلات دی۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے



ان ناویڈیات کے بعد بھی تقریباً اس سلسلہ کے آٹھ دس نمبر لا جواب رہے۔

(گواہ مدعا علیہ کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں)

ہر دو گواہ مدعا علیہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی صفائی پیش کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں۔ حالانکہ دونوں اس کے تنخواہ و اداملہ اور ایسی صفائی پیش کرنے اہل ملک میں اسی پر ہی گندہ کرنے کے نوکریں ہیں۔ پس ایک شہادت کے بموجب نوکر کی شہادت اُفا کے حق میں مؤثر و قابل التفات نہیں۔ ملاحظہ ہو جس طرح گواہ مدعا علیہ ۲۱؎ ۲۲؎ ۲۳؎ یہ تنقید لاجواب اور بالکل ضابطہ کے مطابق لہذا الہی کی شہادت معتبر نہ ہوتی چاہیے۔

نیز جہاں بعض گواہوں کو دیوبندی خیالی کے بت کر کافر بننا اور علمائے اسلام جن کی شہادت کا حکم تھا۔ اس کے زمرہ سے خارج کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ ۵۲ مارنہج سلسلہ کی جرح میں کسی ایک کو بھی دیوبندی خیالی کا ثبوت نہ کر سکا۔

نیز گواہ مدعیہ الف دہشت و دست کا تو دیو بند یا ان کے علماء سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اور اقل الذکر دو شہادتیں جرح سے بھی صاف ہیں۔ لہذا یقیناً قابل لحاظ و قابل قبول ہیں۔

اور اوپر گزر چکا نیز اپنی جگہ پر آئے گا۔ کہ بعض علماء دیوبند کے متعلق غلط فہمی سے بعض اشخاص نے انفرادی صورتے دیئے۔ اور اکثر نے بعد اطلاع حقیقتہ حال واپس لے لیے جیسا کہ غایتہ المامول وغیرہ سے پیش کر چکا ہوں۔

اور تسلیم بھی کر دیا جائے کہ کسی کا ان پر فتویٰ کفر ہے لہذا وہ علمائے اسلام نہ رہے۔ پس جب کہ کسی ایک دو کے انفرادی فتویٰ سے بھی علماء اسلام سے نکل سکتے۔ تو گواہان مدعا علیہ تمام دنیا کے اسلامی فرقوں شیعہ - مقلد غیر مقلد حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی - عرب و عجم کے متفقہ کفر کے فتویٰ کے بعد علماء اسلام کیونکر رہ سکتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان نے یہ بحث بیجا یہاں شروع کی۔

گواہان مدعیہ کی حیثیت کسی طرح مجروح نہیں۔ مگر گواہان مدعا علیہ اور خصوصاً گواہ مدعا علیہ سٹ کی شہادت تو اس قدر مجروح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے محسوس کیا اور اپنی بحث میں اکثر گواہ سٹ کے حوالہ پر اکتفاء کی۔ نیز اس پر توجہ کے ایک جواب غیر متعلق دیکر باقی تنقید کو گویا کہ لا جواب مان لیا۔ بس مدعا علیہ کی طرف اصولاً صرف ایک ہی گواہ رہ گیا۔ اُس کا بیان بھی سخت متعارض حوالے غلط۔ قطع و برید۔ ترجموں میں شرمناک خیاں ہیں جس کے بعد شہادت کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی۔ عدالت خالصاً اصل بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

(۵)

## بشارت احمد

مختار مدعیر نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق متعین کرنے کو غایت غلطی ہونے تک تسلیم کیا ہے اور اس مصداق کے تعیین کو انکار آیت کے استلزام کا مضحکہ اڑایا ہے حالانکہ مختار مدعیر کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احمد سے مراد سید الاولین والاخرین، سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام و الصلوٰۃ کا خود قرآن کا مدلول ہے چونکہ قرآن کو بیان فرمایا گیا ہے وہ خود اپنی آپ تفسیر ہے اور اس لیے اس کو تفصیلاً مکمل شیئ سے بھی کہا گیا ہے قرآن شریف میں سورہ اعراف میں فرمایا ہے الذین یقتبسون الموصول النبی الاتقی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کی پیشگوئی انجیل میں کی گئی ہے وہ اسی ہے اب اس صود میں وہ ذات البرکات والحنات سید الکائنات علیہم وافضل الصلوٰۃ اکمل التحيات ہی اس کا مصداق بن سکتی ہیں کیونکہ وہی ایک شے ہے جو باوجود امی ہونے کے ایک ٹھوکر سے کروڑوں فلسفی پیدا کر سکتے ہیں بناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیان امی بالکل نہیں بٹھے بالکل گل ملی کے شاگرد تھے مولوی عالم خوب اہلمدی کر سکتے تھے بلکہ بقول مرزائی صاحبان سلطان القلم تھے ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الداریان ان کی تصانیف کی ہو سکتی ہیں ایسا شخص امی نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک ہی شخص کی پیشگوئی کی ہے لہذا ان کی پیشگوئی سے اگر حضور مراد نہ ہوں گے تو قرآن کی تکذیب ہو گئی اب ظاہر ہے کہ جو شخص اسمہ احمد کا مصداق کسی غیر کو بنائے گا وہ قرآن کا منکر ہوگا اور سورہ اعراف کا عین مخالف۔

مختار مدعیر نے یہ بھی کہا ہے کہ مرزا محمود احمد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مرزا صاحب بہر حال دبیر لحاظ مراد ہیں بلکہ امالہ مرزا صاحب ظلًا وتبعًا حضور ہیں۔ بخلاف اولاً توبہ امر خلاف واقع ہے یہاں بشارت احمد سے عبارت نقل کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بہر حال اور بہر لحاظ مرزا ہے ثانیاً یہ غیر ممکن ہے آیت میں اسمہ احمد واقع ہے احمد کو علم اور جزئی تحقیقی کہا جاتا ہے اور علم کا موضوع واحد یعنی ہونا کافیہ جزائوں کے نزدیک بھی مسلم ہے پس اگر اس سے مراد مرزا صاحب کو لیا جائے تو حضور مرزا نہیں ہوئے اور اگر مراد حضور ہیں جسے کہ قرآن شریف کا صاف مدلول ہے تو مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ احمد علم اور جزئی تحقیقی ہے کلی نہیں۔

ثالثاً بلکہ مرزا صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں غلام احمد ہے۔

مختار مدعیر نے کہا ہے کہ اگر لفظ احمد سورۃ صف میں مرزا غلام احمد صاحب کو مراد لیا جائے جیسا کہ خلیفہ

ثانی نے کہا ہے تو اس سے اظہارِ اُمت کا استدلال قابلِ مضحکہ ہے غایت الامر فریقِ مخالف اس کو غلطی قرار دے سکتا ہے نیز عذیفہ ثانی نے یہ بالکل نہیں کہا کہ بہر حال اور بہر لحاظ اس سے مرنا غلام احمد صاحب مراد ہیں بلکہ بالامالہ تو مرزا صاحب مراد ہیں اور وصف کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔  
 دراصل مختار مدعا علیہ نے مختار مدعیہ کا مطلب نہیں سمجھا مختار مدعیہ کی یہ عرض نہیں کہ کسی مبہم چیز کی تعین اس کے انکار کو مستلزم ہے بلکہ ان کی عرض یہ ہے اس آیت میں بلحاظ سیاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قال اللہ تعالیٰ :-

فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا ساحر مبين ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى الى الاسلام والله لا يهدي القوم الظالمين يريدون ليطفوا نور الله باخوانهم والله متم نوره ولو كره الكافرون هو الذي ارسل رسوله الآية ان آيات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کی بشارت کے بعد جب ان کے پاس احمد بمشر بہ تشریف لائے اور بیانات اور دلائل واضح کے ساتھ تشریف لائے تو جن لوگوں کو اس بشارت کا علم حضرت علیؑ علیہ السلام سے ہو چکا تھا احمد بمشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حشولیا اھ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے ظاہر اور اللہ تعالیٰ پر بہتان اور افتراء باندھا کہ یہ بشارت متعلق ہے وہ کوئی ہے اور کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیؑ علیہ السلام کی وساطت سے جس ذات مقدس کے بشارت دی تھی اس کو کسی دوسرے کے حق میں بنائے حالانکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا گیا ہے اور اسلام ایک محقق اور سچا راہ ہے جس کا مدعی بشارت کا صحیح مصداق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ ظالمین کو جو وضع شیعی فی غیر محلہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور بشارت کے اصلی مصداق کو ترک کر کے کسی غیر کو مصداق تسلیم کیے کسی ہدایت نہیں دے گا اس واسطے کہ وہ کوئی بھولے ہوئے نہیں بلکہ وہ تو از روئے ہٹ دھرمی خواہش کرتے ہیں کہ اس بشارت کا مصداق دوسرا قرار دے کر اس اللہ تعالیٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یعنی یہ تفسیر مصداق بشارت محض قول ہوئے پر منحصر ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جو فالان سے ظاہر ہوا ہے پورا کامل کر کے چھوڑ گیا اور اس بشارت کے تصدیق کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کہ بخاری دوسرے صفحہ دلی روایت سے ثابت ہے کہ حضور پر نور کے زمانہ میں ہی رومہ کے بڑے اسقف نے علی الاعلان کہہ دیا کہ جس کی بشارت دی گئی وہ اگیا اور وہی پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ لوگ جو کافروں میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت کا مصداق بنانے میں کراہت محسوس کریں گے اور کھینچنا ثانی کر کے دوسروں کو مصداق بناتے پھریں گے



حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد رکھا ہے اور دکھا ہے کہ اصل مصداق پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ ابہام میں لکھتے ہیں اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے اور احمد جلالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے تھالی مضمون کے دو سے ایک ہی ہے اس کی طرف اشارہ ہے د مبعشر اب رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر حماسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد بنی بنی بلکہ محمد بھی یعنی جامع الجلال والجمال لیکن آخری زمانہ میں ہر طبقہ پیش گوئی مجر د احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

(ازالہ ابہام جلد دوم صفحہ ۶۷۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں اور عیسیٰ نے کوزرۂ خروج شططہ الآلیہ الذین داخلین فتملحہ الی قولہ -

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۴، ۱۲۳)

اس سے غیثہ ثانی اور مرزا صاحب تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہو سکتے اور ہر حال اور ہر لحاظ اس سے مرزا صاحب مراد ہیں۔

اور دو شخص اس سے مراد جو بھی نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احمد علم ہے اور علم کی وضع ایک معین شخص کے لیے ہوتی ہے اور یہ نیکو اور کلی نہیں۔ پس اگر اس سے دو شخص مراد لیے جائیں تو اسم کی وضع کا خلاف ہو گا۔ نیز آنکہ مرزا غلام احمد صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں ان کا نام تو ان کے والد صاحب نے غلام احمد رکھا ہے اگر قرآن شریف میں اسم غلام احمد ہوتا تو پھر کوئی وجہ تھی۔ اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے اور مرزا محمود کا یہ ادعا کہ خدا نے آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا۔ سب شاعرانہ باتیں ہیں۔ ان کو استدلال نہیں کہا جاتا احمد کے نام پر بیعت لینا تو اس وقت شروع کیا جب کہ آپ نے اپنے آپ کو بشارت کا مصداق فرض کیا اور یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کی۔ اس واسطے کہ اس میں اس کی بشارت دی گئی ہے جو احمد کے نام سے ابتداء مسمی ہو گا اس واسطے کہ اسمہ احمد حملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

اور اگر تھوہر پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی صادق آتا ہے۔ کہ حضور کا نام آمنہ صدیقہ نے احمد رکھا اور عبدالمطلب نے محمد رکھا اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا نام احمد رکھا اگر یہ مراد ہے۔ کہ اس پیش گوئی میں میرا یہ نام ہے تو منہا وہ علی المطلوب ہے۔ اس پیش گوئی میں وہ شخص مراد ہے جس کا نام کسی دوسری دلیل سے ثابت کیا جائے۔ اور اگر اس بشارت کا مصداق ثابت کرنے کے لیے بشارت کو پیش کیا جائے تو یہ وقت الشی علی نفسه ہو گا اور اگر کہیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے یہ محض فرض ہی فرض ہے۔ اصلیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا خدا تعالیٰ کی قدرت

دیکھ کر انہیں خلیفہ ثانی کے منہ سے بیخ نکل ہی گیا کہتے ہیں اپنے نام۔

یعنی مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اور اس کا ایک حصہ اور جزہ احمد کا لفظ ہے۔ جو اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ہے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ بلکہ یہ ایک جز ہے پس سالانہ غلام احمد ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کتاب البرہ میں لکھتے ہیں۔ میرا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

الغرض مرزا صاحب اور اس کے خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس بشارت میں مراد مرزا صاحب ہیں حضور پر نور علیہ السلام نہیں۔

باقی انوار خلافت کے طویل طویل حوالے بلفظ نقل کر کے بلاوجہ مسئلہ کو طول دیا اور زعم خود اپنے اس کفر پر پورا دلہ پیش کیے حالانکہ گفتگو اس قدر تھی کہ اس آیت بشراً برسل کا حقیقی مسداق اور احمد کے نام کا حقیقی مسی مرزا صاحب ہیں یا رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شروع میں مرزا محمود صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے حقیقی مسداق صرف مرزا صاحب ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد بھی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا صاحب کہتے۔ ملاحظہ ہو انوار خلافت صفحہ ۱۸۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہنک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرے یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے اور جب کہ ہم نے قرآن کی نص قطعی اور صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مسداق ہیں اور احمد بخاری شریف وغیرہ میں آپ ہی کے اسماء میں شمار ہے پھر اس قول کے خلاف نصوص قرآنیہ و تصریحات سنت نبویہ موجود ہیں پس اب اس کے کفر و ارتداد ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

### (قرآن و حدیث اور وحی مسیح موعود)

اس سلسلہ میں میں نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ کا حوالہ پیش کیا تھا مختار مدعا علیہ نے اس کی ایک غلط اور ناقابل توجیہ یہ کی ہے کہ یہ کلام ان احادیث کی بابت ہے جو مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ہیں

ان کی دو قسمیں بنا کر جو قرآن کے مطابق ہیں ان کو تائید دعویٰ میں قبول کرتے ہیں اور جن کے مقلد ردی کی ٹوکرے میں پھینکنے کے متعلق کہتا ہے وہ وہی احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں

### الجواب

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکل غلط اور خلاف تصریح مرزا صاحب ہے کیونکہ شرع مجید کے احکام و مسائل کے اصول میں سے اصل اقل قرآن اور اصل دوم حدیث ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں ”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرنے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حدیث کو اصول و بنیاد میں سے خارج سمجھ کر حدیث کی توہین کی نیز حدیث سے اپنی دجی کو مقدم سمجھ کر قرآن کے بعد اپنی دجی کو اصول دین میں اصل ثانی قرار دیا۔ جس میں حدیث کی سخت توہین ہوئی کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی دجی کا مرتبہ رہا نہ حدیث کا اور نیز اس میں تشوہ کا دعویٰ بھی پایا گیا کیونکہ اصول دین میں مرزا صاحب کی دجی کا اضافہ ہو گیا جو اصل جدید ہے اصول شرعیہ میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں پھر مرزا صاحب حدیث کا درجہ اصول و بنیاد دین سے گرا کر اس کو محض تائید کا درجہ دیتے ہیں جس میں حدیث کی توہین ہے اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ تائید کا مرتبہ بھی اس وقت حاصل ہے کہ جب حدیث میں دو شرطیں پائی جائیں اول یہ کہ قرآن کے مطابق ہو دوم یہ کہ مرزا صاحب کی دجی کے بھی معارض نہ ہو اگر حدیث مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہو تو اگر قرآن کے موافق بھی ہو تو بھی تائید کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں حدیث کی سخت توہین ہے پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دوسری حدیثوں کو ہم دجی کی طرح بھیٹک دیتے ہیں ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو ادب پر بیان کردہ دو شرطوں پر نہ ہوں یعنی باقرآن کے موافق نہ ہوں یا موافق نہ ہوں مگر مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہوں ان تمام حدیثوں کو مرزا صاحب ردی کی طرح پھینکنے میں عدالت خود فرمائے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین ہے صحت حدیث کا ایک یہ بھی اصل ہوا کہ مرزا صاحب کی دجی کے معارض نہ ہو ورنہ پھینکنے کے قابل ہیں اس سے زیادہ حدیث کی توہین کیا ہو سکتی ہے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دینے کے لیے دوسری حدیثوں سے وہ احادیث مراد لیتا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی عبارت میں دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو قسم اول کے مقابل ہیں اور قسم اول کی وہ حدیثیں ہیں جو نہ قرآن کے مخالف ہوں اور نہ مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہوں۔ پس وہ احادیث جو صرف قرآن کے مخالف ہوں یا وہ احادیث قرآن کے موافق مگر مرزا صاحب کی دجی کے معارض ہیں وہ سب قسم دوم دوسری حدیثوں میں داخل ہیں۔ اپنے نتیجہ میں جواب کی صحت کے لیے مرزا صاحب کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں عدالت خود خود فرما لے گی کہ کس طرح حرف ہمارا دعویٰ مرزا صاحب سے ثابت ہے۔

”اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں“

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰۳)

بھرمخار مدعا علیہ ایک مغالطہ اور دیتا ہے کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے ممکن ہے کہ مخار مدعا علیہ کا ایسا اعتقاد ہو اور ایمان ہو جس کی کلام زیر بحث ہے یعنی مرزا صاحب کا اعتقاد ایسا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر مرزا صاحب اپنی وحی کو بالکل قرآن کے موافق سمجھتے تو تائیدی حدیثوں کے لیے دو شرطیں نہ لگاتے کہ قرآن کے موافق ہو اور میری وحی کے معارض نہ ہو۔ اس قید کا فائدہ صرف یہ ہے کہ صرف قرآن کی موافقت کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ضرور ہے کہ میری وحی کے معارض نہ ہو یہ فائدہ اس وقت مرتب ہو سکتا ہے جب کہ موافقت قرآن کے بعد بھی مرزا صاحب کی وحی معارض نہ ہونے کا احتمال باقی ہو اور یہ احتمال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جس وقت موافقت اور تعارض کا اجتماع ممکن ہو۔

میں نے توہین حدیث کے سلسلہ میں اعجاز احمدی صفحہ ۷۵ کی عبارت پیش کی جس کے جواب میں مخار مدعا علیہ نے جواب دیا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے متعلق ہے جو قرآن کے مخالف ہیں۔ مخار مدعا علیہ کا یہ جواب نہ صرف غلط ہے بلکہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ منشاء توہین یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے علم کو احادیث نبویہ پر بدیں علت وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں کہ ہم نے براہ راست خداوند حکیم سے حاصل کیا اور تمہاری حدیث مردوں سے مروی ہیں جو بہر حال ہمارے علم کی بلارسی نہیں کر سکتیں۔

اب مخار مدعا علیہ کے مغالطہ پر غور فرمائے کہ قرآن کی موافقت اور مخالفت کو دخل دے رہا ہے۔ مرزا صاحب احادیث کی تحقیر اس بنا پر کر رہے ہیں کہ وہ مردوں سے مروی ہیں پس جس قدر سلسلہ احادیث موجود ہیں خواہ قرآن کے موافق ہو یا مخالف سب کا سب مرزا صاحب کے معیار امتیاز پر مرزا صاحب کے علم کے سامنے بے حقیقت ہیں کیونکہ یہ سب ان لوگوں سے مرویات ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیا مخار مدعا علیہ کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں فوت شدہ لوگوں سے مروی نہیں یا وہ مرزا صاحب کے الہامات وحی سے زیادہ صحیح اور بلند مرتبہ ہیں بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب احادیث کو اپنے الہام و وحی کے مقابلہ میں بے اعتبار اور کم پایہ ثابت کر رہے ہیں خواہ قرآن کے موافق ہوں یا مخالف۔ جو احادیث نبویہ کی نہایت درجہ کی توہین و تحقیر ہے پھر مخار مدعا علیہ نے اپنے جواب کی تائید میں مرزا صاحب کی عبارت پیش کی ہے مگر



گمراہ کرنے والے۔ کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے اور بجز قرآن کے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔

### الجواب

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت ہمارے مدعا کی زبردست دلیل ہے کیونکہ مرزا صاحب اس عبارت میں اصل دین صرف قرآن کو بتلا ہے ہیں۔ اور بجز قرآن کے سب چیز سے انکار کر رہے ہیں حالانکہ احادیث نبویہ اصول دین میں ایک اصل حکم ہے جس سے انکار الحاد زندقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ مگر مرزا صاحب احادیث کو بے اصل اور بے اعتبار ثابت کرنے کے لیے بر ملا کہتے ہیں کہ بجز قرآن ہمارے ہاتھ کیا ہے یہ سراسر احادیث نبویہ کی توہین ہے بلکہ لمحہ انکار ہے اَعَاذَنَا اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنْ ذَلِكَ مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ پس اسے مخالفوں نقلوں کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہتیری نقلیں اور حدیثیں دہو کر باز نہ بنائی ہیں :

سو مختار مدعا علیہ کی عبارت بھی ہمارے مدعا کی زبردست تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے علم و بیان کے نقول کے قبول سے روکتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین حدیثیں موضوع ہیں۔ ہمارا تعلق حکم سے ہے جو بالکل صاف ہے کہ نقول پر خوش نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے صحیح موضوع ضعیف و قوی تمام احادیث کو شامل ہے بعض احادیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نقول و احادیث قابل اعتقاد نہیں۔ بہر حال مرزا صاحب نے یہ عام حکم کر کے احادیث کی سخت توہین کی ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے اور خدا تعالیٰ کی دجی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے پس خدا تعالیٰ کی دجی کے بعد کس حدیث کو مان لیں۔ محمد اللہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ یہ عبارت نہایت ملاحظہ سے توہین احادیث پر دال ہے کیونکہ سرے سے ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی دجی کے مقابلہ حضور علیہ السلام کی احادیث کو کم درجہ ثابت کر کے احادیث نبویہ کی توہین کی ہے اب تک مختار مدعا علیہ اور محدث کی توہینات کرتا رہا کہ ان احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں نہ احادیث صحیح مگر مرزا صاحب کی اس عبارت نے مختار مدعا علیہ کی تمام توہینات کا خاتمہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنی دجی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو کس شان و عظمت و جلال سے بے حقیقت بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ بالا۔ غالباً مختار مدعا علیہ کو یہ ضرور احساس ہوا کہ یہ عبارت مختار مدعیر کے الزام کی زبردست دلیل ہے مگر وہ یہ آیت پیش کر کے مغالطہ دینا چاہتا ہے نبی ہی حدیث بعد ۵ یو منون مگر اس کا جواب اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ حدیث سے مراد احادیث نہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی دیکھو وغیرہ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایسا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ قول غیر معتبر ہے ثانیاً نہ اس کو شہادت میں پیش کیا گیا نہ جرح میں آیا ہے ثالثاً یہ حدیث صحیح علیکم بستی الحج کے خلاف ہے۔

رابعاً یہ حضرت بایزید پر افتراء ہے جیسا کہ انفقہار میں لکھا ہے شیخ الاسلام ابو اسماعیل ہرودی گفتہ بایزید دروغناہستہ۔

خامساً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت بایزید پر بسا اوقات حالت سکر طاری ہوتی تھی اور حالت سکر میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں اور سکر کے زائل ہونے کے بعد استغفار فرماتے تھے۔ چنانچہ امام شافعی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں اسئل ابو غیلی الجوز جانی رض عن اللفاظ المستی تحکی عن ابی یزید فقال دحمة اللہ ابو یزید نہ حالہ و لعلہ بہا قلم علی حد غلبتہ ادحال سکر۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی متعدد کتب سے چند جدید حوالجات نقل کر کے بطور نتیجہ کے یہ بتلایا ہے کہ جن احادیث کو رد کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اجماعاً محمدی کہا ہے وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین بنا لوی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جن کا ظنی ہونا سب کو مسلم ہے مختار مدعا علیہ نے اس قول میں نہ صرف احادیث کے رد کرنے کی توہین کے الزام کو تسلیم کر لیا بلکہ اس غرض و غایت کو بھی بتلادیا کہ مرزا صاحب کو ردی کی طرح احادیث نبویہ کو پھینکنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی تھی یعنی مولانا محمد حسین صاحب بنا لوی علیہ الرحمۃ نے مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کے بطلان پر احادیث کو پیش کیا چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت ان احادیث کی رد سے باطل ثابت ہوتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ایسی احادیث کو ردی کی طرح پھینکنے کا حکم دیا۔ گویا مرزا صاحب کا یہ حکم صرف توہین ہی نہیں بلکہ خود غرضی اور اپنے دعویٰ کی خاطر ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مولانا محمد حسین صاحب نے جن احادیث کو پیش کیا یہ وہ احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں مروی ہیں اور جیسے کہ علامہ شوکانی توضیح میں لکھتے ہیں۔

پھر مختار مدعا علیہ نے تحفہ گوٹوہ کی چند احادیث کے معنایں بیان کئے ہیں جن میں دابتہ الارض وغیرہ کی بھی حدیثیں ہیں نا معلوم کہ مختار مدعا علیہ دجال وغیرہ کی حدیثوں کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے۔ ثانیاً وہ ان احادیث کو پیش کر کے ان کے الفاظ ظاہری معانی پر استعجاب اور بعد از عقل ہونا دکھانا چاہتا ہے۔ مگر جو جماعت مرزا صاحب کے مریم ہونے پھر حاملہ ہونے پھر وضع حمل کے لیے جزع کی طرف جاتے ہیں پھر مریم سے عیسیٰ پر ایمان رکھتی ہوں ان احادیث پر کیوں استعجاب ہوتا ہے۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں احادیث کی عظمت اور علوم مرتبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ مسند میں بھی اختیار کیا جس کی مذمت ہے اس کی مدح بھی موجود ہے جس کو صاف الفاظ میں بھی کہنا پڑتا ہے۔

## حدیث فاعوضوا علی کتاب اللہ

اعجاز احمدی میں مرزا صاحب نے ان احادیث کو روی میں پھینکنے کا حکم دیا مرزا صاحب پر تو بین احادیث کا الزام قائم کیا۔ تو مختاران مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے حکم کی وجہ اصول کتب کی بیان کردہ ایک حدیث کو پیش کیا جس میں دریافت کیا گیا تو اس حدیث کو کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے سند دریافت کی گئی کوئی نہ بتلا سکے مجموعہ الفوائد سے شوکانی کا یہ قول اس حدیث کے متعلق پیش کیا گیا وضع غلۃ الزنادقتہ تو کوئی اس پر جواب نہیں کیا شوکانی نے اس حدیث کو موضوع زنادقتہ کہہ لینی اس پر مندرجہ ذیل جرح پیش کی گئیں۔

- (۱) یہ احادیث کی کتب میں مروی نہیں۔
  - (۲) حدیث بلا سند ہے جو غیر معتبر اس پر بعد اللہ بن مبارک کا قول صحیح مسلم سے پیش کیا گیا۔
  - (۳) شوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو زنادقتہ نے وضع کیا ہے۔
  - (۴) شوکانی نے فوائد میں کہا ہے یہ حدیث قولہ تعالیٰ ما آتاکم الرسولی سے رد ہے۔
- مختاران مدعا علیہ نے کسی کا جواب نہ دیا۔ اب بحث میں بجائے اس کے کہ جہاں جرح کا جواب دیتے ایک بے فائدہ بحث شروع کر دی ہے اور ایسے اقوال پیش کئے گئے جو مسل پر نہیں آئے تاہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں

اس بحث کا ایک جواب اجمالی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کا مفہوم خود اپنی تفسیر کرتا ہے کیونکہ پہلے ہم ان احادیث کو کتاب اللہ پیش کرتے ہیں اگر کتاب اللہ کے موافق پیش کی گئیں تو لیں گے ورنہ ان کو رد کر دیں گے۔ پس ان احادیث کو جب کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں تو مخالف جوتی ہیں کیونکہ کتاب اللہ کا ارشاد ہے ما آتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتهوا۔ یعنی جو کچھ حضور علیہ السلام فرمادیں اس کو مان لو اور جس سے روکیں اس سے باز نہ کلمہ عام ہے جو ہر ایک امر کو شامل ہے پس قرآن شریف کی یہ آیت ان احادیث کو رد کرتی ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں تصریح کی ہے پس ان احادیث کا رد ان ہی سے ہو گیا۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح اصول دین میں اصل کافی ہے جس طرح قرآن سے احکام ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح احادیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ قرآن موجب علم و عمل ہے ویسا ہی احادیث ۔  
ابوداؤد میں حضرت مقدم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ  
ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے یعنی (حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھر بہر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا  
کہ لوگو! تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال یا حرام اسے سمجھو اور جو حرام یا حرام اسے سمجھو (یعنی جو  
حکم قرآن میں نہ ہو حدیث میں اس کو نہ مالو) حالانکہ جس چیز کو رسولؐ نے حرام کیا ہے وہ ایسی جن حرام سے جو خدا نے  
حرام کی ہے ۔ سن رکھو تمہارے لیے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی  
امان دینا میں رہتے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پردا ہو اور جو شخص کسی  
قوم کا مہمان ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں وہ نہ دیں تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار  
خود بخود ان کے مال سے لے لے“

طبعی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا اس حدیث میں بڑی زبرد ملا مت ہے جو بڑے عرصہ سے پیدا ہوئی ہے اس  
شخص کے لیے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پردا ہو جائے اور اس کا عمل ترک کر دے۔  
اس حدیث کو داعی نے بھی نقل کیا۔ اور اس نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال و ابہام کا فیصلہ  
کرنے والی ہے

مرزا صاحب نے حق و باطل کو ملایا ہے اور مرزا صاحب تبلیغ رسالت ص ۳۳ میں دجال کی علامت قرار دیتے ہوئے  
بجز اس کے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اگر احادیث کا انکار قرآن کا انکار تھا تو پھر کس نے مرزا صاحب کو مجبور کیا  
کہ احادیث کو مردوں کی مرویات کہہ کر استخفاف کرتے اور کیوں نہ صاف الفاظ میں کہتے کہ قرآن کے سوا ہمارے ہاتھ  
کیا ہے ۔

پھر محتار معالی نے بے شمار ایسے حوالجات پیش کر کے بحث کو طول دیا ہے جن کا سبب میں ذکر تک نہیں جن  
میں اکثر کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب ان احادیث کو چھوڑتے ہیں جو مرزا صاحب کی مٹی کے خلاف ہیں اور  
بعض حوالجات میں ترک احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہیں اور احادیث مسیح  
کو حکم قرار دیا گیا ہے پس مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس کو لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں وغیرہ ان حوالجات کا  
اجمالی جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی موعودہ وحی کے مقابلہ میں احادیث نبویہ کا رد کرنا یہ احادیث نبویہ  
کی توہین ہے ۔

مختار معالی نے اشراف الایصار کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں نہایت سخت خیانت کی ہے کیونکہ اول سے  
لفظ مع اور آخر سے وہومن الموضعات کو کاٹ کر مغالطہ دیا حالانکہ اشراف میں تصریح ہے کہ مدخل میں جو حدیث

باسناد تحقیقی ہے وہ سخت ترین موضوعات میں سے ہے پھر مختار مدعا علیہ نے چند احادیث نقل کر دی ہیں جن کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے ہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں پھر مختار مدعا علیہ نے محض اپنے خیال و دہم سے یہ جواب دینا چاہا ہے کہ حدیث زنادقہ وضع کردہ نہیں ہو سکتی۔ اچھا مختار مدعا علیہ دیدہ و دانستہ مغالطہ دیتا ہے کیونکہ ہم نے اصول حدیث کے قواعد پر کیا بحثیں کیا اقوال سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیا ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے اقوال سے اس کی صحت پیش کرتا اس کو یقین تھا کہ ائمہ محدثین اس حدیث کو زنادقہ یعنی بیدینوں کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں اب مختار مدعا علیہ محض اپنی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ کی موضوع نہیں ہو سکتی جو قطعاً ناقابل التفات ہے۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ کا تباس ہی غلط ہے کیونکہ کبھی اسلام میں فقہ اٹھا تصریحات مصطفویہ اور ارشادات نبویہ سے بچنے کے لیے اسی حدیث کو اڑ بنایا معتزلہ کی دارو مدار یہی حدیث ہے فرقہ شیخیہ کے خیالات اور آزادی کا سنگم یہی حدیث ہے جہاد پھوٹ لومی اسی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اسی حدیث کے سہارے اپنی مسیبت اور نبوت کا سکھ رائج کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زنادقہ اور ملحدوں کا یہ اصول جو پکارتے کہ احادیث اور انکار صحابہ کو بے حقیقت ثابت کرنے میں اس حدیث سے یوں فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک معنیٰ از خود کئے جاتے ہیں اور اس کو قرآن کا متعین معنی فرض کئے جاتے ہیں۔ مگر پھر احادیث میں ان آیات کی جو تفسیر طرق صحیح سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار اس لیے کر لیا جاتا ہے کہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لیے قابل قبول نہیں اس حدیث سے نہ صرف حدیث صحیحہ کے انکار کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ قرآن کے معانی حسب متباد کئے جاتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اس حدیث کے بے سند ہونے کا ایک نہایت لغو جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ بن کتب میں یہ حدیث آئی کیا ان کے مصنفوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے یا واقع اسے رسول کریم کی حدیث سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث نقل کی ہے۔

### الجواب

یہ جواب مختار مدعا علیہ کی نادانیت اور کتب حدیث میں عدم بصیرت پر دال ہے۔ کیونکہ احادیث موضوعہ کے موضوع ہونے کی یہ وہ بنیادیں ہوتی کہ نقل کرنے والے اس کو موضوع سمجھیں اور وہ موضوع نہ سمجھیں تو صحیح ہو جائے۔ موضوع کی تعریف اور اس کے احکام کتب اصول حدیث میں مذکور ہیں جس کی بناء پر علماء محدثین اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ سے اگر کچھ ہو سکتا تھا۔ تو اس کی توثیق و تصحیح کرنا۔ ان لوگوں کے اقوال کے برخلاف اکابر محدثین کے فتوٰ پیش کرنا۔ جو اس کو زنادقہ کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں۔ نقول صحیح کا جواب نقول سے ہوتا نہ محض

خیالات اور ادہام سے۔

اصول شاشی میں سے جو حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ اولاً نوره خود ہی بے سند ہے۔ کتب احادیث کا حوالہ نہیں۔ ثانیاً عرمض علی الکتاب کا سوال وہاں پیدا ہو سکتا ہے جہاں روایت منافق سے ہو۔

عدۃ المحاشی حاشیہ اصول الشاشی سے جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ اس حدیث کی تفسیر نہیں سرتا۔ کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کی روایت علیٰ موصوت کا اہتمام کیا ہے وہ دیگر معنفات میں نہیں کیا یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں یہ مختار مدعا علیہ کا مخالف ہے۔ یا ناہمی سے بخاری سے صحیح بخاری مراد لی ہے علامہ تفتازانی نے تلیخ فیہا حدیث کے متعلق بہت کلام کی ہے دقت طعن فیہ تلخیص صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ مولانا محمل العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ صاحب سفر السعاده نے فرمایا کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو کنگو سے خالی نہیں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندقہوں نے وضع کیا یعنی از خود بنایا۔ اور نیز یہ اس قول خداوندی کے مخالف الخ

علامہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے

میری نے اس حدیث کی جس دوسری حدیث سے تائید ظاہر کی ہے۔ اولاً وہ موضوعات کی کسی دوسری حدیث کی تائید صحیح نہیں ہو جائیگی ثانیاً جس حدیث کو تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حال پہلی حدیث سے اچھا نہیں۔

اس لیے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن حکیم کے معانی کی تعین اور وجوہات و اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے کیونکہ حدیث ممنوعہ خادم کے ہے خدمت کرنا خادم کا کام ہے نہ کہ مخدوم کا۔

پھر چنانچہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شہرانی مسیح المبین میں لکھتے ہیں کہ کلمات مجیدہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن مجید کی وجہ مختلف کی فیصلہ کرنے والی ہے ملا جماعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ سنن داری صفحہ ۷۷۔

پھر مختار مدعا علیہ نے میری جرح جو اس حدیث کی سند کے متعلق تھی اس کا جواب اس طریق پر دیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند کوئی چیز نہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کی تصریحات کا کوئی اعتبار نہیں کسی جرح سے کوئی جرح نہیں ہر ایک کو سن تو سنیں مگر تعدیل سے کسی کو قوت نہ حاصل ہوتی ہے جس سے مثلاً مدعا علیہ کا مطلب صاف ہے کہ امت نے جس چیز کو آج تک معائنہ و منفعہ حدیث سمجھا وہ لغو ہے گویا جرح و تعدیل کا سرچشمہ اعتبار نہیں جو شخص جس حدیث کو اپنے مطابق پائے قبول کرے اور جس کو خلاف پائے انکار کرے اس اصل پر مراتب حدیث

اور اُس کی تمیز بھی ناممکن ہو جائے۔

### (قیامت کے متعلق)

مختار مدعیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت دو آیتیں۔ قل انما علمہا عند ربی الخ اور ان اللہ عندہ علم الساعۃ اور ایک مسلم اور بخاری کی متفق علیہ حدیث فی خمس لا یعلمہا الا اللہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ احادیث اور تفاسیر میں اس تاثر اللہ کا لفظ آیا ہے کہ اس کا علم صرف خدا نے اپنے واسطے تہنہ بلا شرکت غیر رکھا ہے۔ اور مرزا صاحب لیکچر سیا لکھنؤ کے صفحہ ۸ پر اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں۔ ”کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ جس سے نفوس قطیعہ کا انکار اور قرآن سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو مخاطبہ دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا اس سے مقصد جو مختار مدعیہ سے رہا ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد مختار مدعا علیہ نے اپنے فظوں میں یہ بتایا کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی دوسرے کو علم نہیں بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے“ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا بھی یہی مقصد ہے حالانکہ عدالت صفحہ ۸ کی بالکل صاف اور صریح ہے اور اس سے یہ مقصد جو مختار مدعا علیہ سے رہا ہے بالکل نہیں نکلتا۔ مرزا صاحب مافسوسہ فرما رہے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں“ یہاں قیامت کے علم کے متعلق سوال ہے نہ علامات قیامت۔ قیامت سے علامات قیامت مراد لینا غلط ہے۔

ہاں البتہ صفحہ ۹ پر ایک فقرہ اس قسم کا موجود ہے جس میں علامات قیامت ہیں مگر وہ فقرہ اس کی شرح ہرگز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صفحہ ۱۰ پر پھر کہتے ہیں۔ ”اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گواہ ہزار سال باقی ہے لیکن اس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہوگی“۔ خط کشیدہ قلم گواہ ہزار سال باقی ہے قابل غور ہے کس معنائی کے ساتھ قیامت کی تعیین ہو رہی ہے اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۹ کا تو حوالہ دیا مگر صفحہ ۱۰ کو چھوڑ دیا جس سے اس کے جواب کی اصل حقیقت کا پردہ فاش ہوتا تھا۔ لہذا مختار مدعیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب قیامت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ اس کا علم کسی کو نہیں صفحہ ۱۰ کی اس عبارت سے کہ اب قیامت سے ہزار سال باقی ہے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ الزام کہ یہ عقیدہ نفوس قطیعہ کے خلاف ہے بحالہ باقی رہا۔

علاوہ ازیں اگر محوڑی دیکھ لیں تو مختار مدعا علیہ کو تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کو مفید نہیں کیونکہ اول تو نفوس قطیعہ قرآن اور حدیث سے جن علامات کا بتہ چلتا تھا مثلاً خروج دجال یا جوج و ماجوج و زلزلے بن مریم وغیرہ وغیرہ۔ ان سب سے مرزا صاحب منکر ہیں اور دجال اور ماجوج و ماجوج سے کبھی تو پادری اور کبھی قوم نصاریٰ اور

کبھی روس اور برطانیہ کی توہین مراد لے رہے ہیں جو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود ہیں اور بعض خود ساختہ علامتیں جو خود بیان فرما رہے ہیں مثلاً -

لیکچر سیا لکھٹ صفحہ ۹

ء ء ء ء ء ء

ء ء ء ء ء ء

آخری زمانہ میں بکثرت نہریں جاری ہوں گی۔

”کتابیں بہت شائع ہوں گی جن میں ایجاد شامل ہے“

مداونٹ بیکار ہو جائیں گے۔

”ان علامات کو بیان کرنے کے بعد میں لکھتے ہیں اور سوچ دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہوئیں۔“

”پر پھر اس کے بعد صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں ”اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گلاب ہزار سال باقی ہے۔“

تو اس میں علامات نصوص قطعہ کا انکار اور خود ساختہ علامتوں کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت کی تعمین ہزار سال کے ساتھ کر رہے ہیں اس سے بھی مختار مدعیہ کا اعتراض اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور جواب مختار مدعیہ علیہ کو اور اس کی تاویل کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

### (عقیدہ اقرار)

ادوار کے متعلق بلاوجہ غیر مربوط حوالوں اور بے ربط دلائل سے طول دیا حالانکہ معاملہ صرف اس قدر ہے۔ کہ ادوار کے معنی صرف یہ ہے۔ کہ خدا کسی کے اندر اُترائے یا حلول کرے یا عبادت کرتے کرتے اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خدا اس کے روپ میں نمودار ہو و غیرہ وغیرہ۔

یہ اہل ہنود کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کی تعریف ان کی مستند کتاب گیتا فارسی میں ہے۔

چول بنیادین سست گردو۔ بے

نم بنیم خود را بشکلے کسے

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اہل ہنود اور یوں کے مقابلہ میں انہیں کی اصطلاح کے مطابق اذکار کہا ہے۔ اور یہ ادوار کا عقیدہ اسلام میں کفر یہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔

(۱) مرزا صاحب کے حوالے اپنے ادوار کے ہونے کے متعلق۔

(کتاب الہریرہ صفحہ ۶۶)

(۲) ادھر بھی خدا تیرے اندر اُتر گیا۔



(۳) برہمنوں اور سارے مقابلہ اچھا نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

۱) ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں لیکن سیکھو سیکھو صفحہ ۳۲ کرشن کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ و ۱۸۵ لیکھو سیکھو صفحہ ۳۲ کے حوالے پس اس سے نامہ اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

### (مرزا صاحب کے اقوال میں تعارض نہیں)

قول مختار مدعا علیہ کہ مختار مدعیہ نے مخالف سے کام لیا ہے اور مرزا صاحب کے کلام ازالہ ابہام کا میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے اور تحفہ گوڑیویر کے دعویٰ مسیح موعود میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ازالہ ابہام میں بھی مسیح موعود کا دعویٰ موجود ہے۔ اور اس پر چار حوالے پیش کر کے کہا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال کی بناء پر مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ نہ دہی مسیح ابن مریم۔ گویا مختار مدعا علیہ کے خیال میں مسیح موعود ہونے کی نفی مرزا صاحب نے ان علماء کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کی ہے جو مرزا صاحب کو اصلی یسوع بن مریم صاحب انجیل ہونے کا مدعی سمجھ بیٹھتے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل غلط اور عجیب و غریب ہے جو اس نے خلاف واقعہ مسلمانوں کا اپنی طرف سے ایک خیال گھڑ کر مرزا صاحب کے تعارض کو رفع کرنے کے بجائے کیا ہے۔ کیا اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ علماء مرزا صاحب کا اس امر کا مدعی سمجھتے تھے کہ آپ لیجنڈ دہی یسوع علیہ السلام ہیں جو انیس سو سال پہلے نبی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ تو بدعا و بدعت باطل اور افتراء ہے۔ کسی نے بھی مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ علماء کا یہی خیال تھا کہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ بلکہ مشابہت کیا ہے اور اصلی یسوع علیہ السلام کو آپ فوت شدہ سمجھ کر اپنے آپ کو دہی مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ جس کے نزول کی خبر نفوس اسلامیہ میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب خود کئی جگہ لکھتے ہیں۔ پتا پنچرا ازالہ ابہام صفحہ ۶ پر ہے کہ مشابہت کے لیے جو مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات طلب کئے جاتے ہیں اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ علماء نے آپ کو اصلی یسوع بن مریم کا مدعی نہیں سمجھا بلکہ بلکہ مشابہت مسیح موعود ہونے کا مدعی سمجھا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے یہاں پر اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کر دیا اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جس طرح کہ براہین میں دعویٰ تھا کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔

(۱) مختار مدعا علیہ کہنا کہ ازالہ میں بھی مسیح موجود ہونے کا دعویٰ موجود ہے۔ ہیں اس سے کیا نقصان ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یک نہ شدہ شد۔ اثبات تعارض کے لیے حنفیہ کو ٹیڑھ تک جانے کی ضرورت بھی نہ رہی اسی کتاب میں تعارض ثابت ہو گیا۔ ہاں البتہ حنفیہ کو ٹیڑھ کے زمانہ تک مرزا صاحب کسی آگے کبھی پیچھے قدم رکھنے کے حدود سے گذر چکے تھے۔

(۲) قول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے امتی ہیں جس معنی سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان کو امتی قرار دینا کفر لکھا ہے۔  
(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکافی ہے جو مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعارض کو دفع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس سے انکار نہیں کیا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دیا ہے۔ جس سے تسلیم مفہوم ہوئی۔ اب دفع تعارض تو تب ہوتا کہ ازالہ ادہام میں مرزا صاحب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینے کے یہ معنی ہیں اور ان کو امتی قرار دینا تو کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ازالہ ادہام میں بھی ان کے امتی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے یہ اہل تعارض کو بخیر کرنا ہے یہ کہ دفع تعارض۔  
(۳) قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ کا یہ تعارض کہ آنے والا ابن مریم نبی نہیں ہو گا جیسا کہ ازالہ میں ہے اور آنے والا مسیح نبی ہو گا جیسا کہ حقیقت الہی میں ہے یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے حقیقت الہی میں آنے والے کا نشانہ ..... ہوتا ہے ایسا ہی ازالہ ادہام میں ہے پھر ازالہ ادہام کے دعوے پیش کئے ہیں ایک صفحہ ۲۴ کا دوسرا صفحہ ۲۵ کا۔

(الجواب)

مختار مدعیہ نے کوئی مغالطہ نہیں دیا بلکہ مختار مدعا علیہ خود مغالطہ دے کر تعارض کو دفع کرنا چاہتا ہے جو ہو نہیں سکتا کیونکہ پہلے حوالہ میں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا اس میں اگر لفظ نبی اشرع موجود ہے مگر مرزا صاحب نے خود اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اس سے نبوت تمامہ کا حلقہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مہنوم تک محدود ہے بالفاظ دیگر محدثیت ہے نہ نبوت۔ لیکن حقیقت الہی میں نبوت مراد ہے نہ محدثیت تو تعارض دفع نہ ہوا بلکہ بحال رہا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنے حوالے کا پروا مطلب نہ بیان کر کے دھوکہ دیا ہے۔

اسی طرح حوالہ صفحہ ۲۴ میں بھی صاف تصریح کی گئی ہے کہ نبی اشرع سے مراد امتی ہے جو محدثیت کا درجہ رکھتا ہو نہ نبی اللہ حقیقتہً جیسا کہ حقیقتہً الہی میں مراد ہے اس حوالہ میں بھی مختار مدعا علیہ نے دھوکہ دیا ہے اہل تعارض

ویسے کا دیا مہر دے کیونکہ مرزا صاحب کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ محدثیت نبوت سے نیچے اور لوگوں سے اوپر ایک برزخ کا مقام ہے صفحہ ۲۲۹ ازالہ ادہام) محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حماۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں ہے ولو لعین مد باب النبوة مکان نبیاً بالغ فعل یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو محدث بھی نبی ہو جاتا۔

پس دعویٰ محدثیت سے جو ازالہ میں ہے دعویٰ نبوت جو حقیقۃً الٰہی ہے لازم نہیں آتا چنانچہ مرزا صاحب اسی ازالہ کے صفحہ ۷۶ پر لکھتے ہیں ”سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے“

اما الجواب۔

دعویٰ نبوت نہیں بلکہ دعویٰ محدثیت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الی) تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔ غرض مختار مدعا علیہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تعارض بدستور ہے۔

(۴) مختار مدعیہ کی طرف سے اعتراض تھا کہ مرزا صاحب نے ازالہ ادہام میں لکھا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ نہیں اور بدرہ ۵۰ ملاحظہ شدہ میں ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔

اس تعارض کا جواب مختار مدعا علیہ نے یہ دیا ہے۔ کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں دعویٰ ہے کہ نبی ہیں وہاں نبوت غیر تشریفی مراد ہے۔ اور جہاں نبوت کی نفی ہے۔ وہاں نبوت مستقل کی نفی ہے، پس کوئی تعارض نہ رہا اور جس قسم کی نبوت کا دعویٰ بد میں کیا گیا ہے اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کا ازالہ میں تصریح فرمادی ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے اور مرزا صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ میں جو کہا ہے سب جھوٹ ہے۔ جس میں ایک ذرہ بھی بیخ کا شائبہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب ہیئت نبوت کا انکار کرتے رہے۔ البتہ محدثیت کا دعویٰ کرتے رہے۔ جس کو وہ کبھی جہوی نبوت مجازی نبوت اور کبھی شعبہ نبوت اور کبھی ناقص نبوت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہے۔ اور نبوت حقیقی کا بلا تخصیص تشریفی غیر تشریفی اور مستقل غیر مستقل کے انکار کرتے رہے۔ اس قسم کے حوالے اس مقدمہ میں پیش ہو چکے ابھی جو حوالے ازالہ ادہام وغیرہ کے گذر چکے ہیں ان میں سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کہ محدثیت اور چیز ہے۔ اور نبوت اور چیز ہے محدثیت کا مفہوم محدود ہے۔ جو نبوت سے نیچے بطور برزخ کے ہے، مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ محدث اس امت میں کئی ہوئے مثلاً ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی محدثیت کی نص اچکی ہے۔ اور یہ بھی تصریح کر دی کہ ختم نبوت کے بعد کوئی محدث بھی نہیں ہو سکتا اگر باب نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت عمر بھی نبی ہوتے اور محدث کا بھی نہ ہو سکتا بھی باب نبوت کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو حماۃ البشری صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

دانی باللہ آمن باللہ در سولہ (الی) من ممکن القوۃ الی خیر الفعل اور اس سے پہلے اسی سفر پر لکھتے ہیں کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ مقام تحدیث مقام نبوت سے مشابہ ہوتا ہے (جس کا میں نے دعویٰ کیا ہے) تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ خالص جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ بھی نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ انہوں نے محض میری تکفیر اور سب لعن لعن کرانے کے لیے یہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

دانی کتبت فی بعض کتبی (الی) ویفوقا بین المؤمنین -

یہی مضمون صفحہ ۷۹ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ میں دعویٰ نبوت کروں اور اسلام سے بالکل نکل جاؤں اور کافروں میں مل جاؤں۔ اور صفحہ ۷۳ میں ہے کہ اسے بھائی خیال بھی نہ کر کہ میں نے کوئی ایسا کلمہ کہا ہے، جس میں سے دعویٰ نبوت کی بوجہ آتی ہو۔ فلا تظن یا اخی (الی) دانتحت ادعاء النبوة۔

غرض مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر انکار نبوت کے حوالے نقل کئے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتی ہے۔

جس میں کوئی تقریباً اس بات کی موجود نہیں کہ میں مستقل نبوت یا تشریفی نبوت سے

انکار کرتا ہوں اور غیر مستقل اور غیر تشریفی کا دعویٰ ہوں پس صرف اسی نبوت کا دعویٰ تھا جو عیسیٰ کے مراد ہے، جس میں دوسرے محدث حضرت عمر وغیرہ بھی مرزا صاحب کے شریک ہیں۔ ایسی ہیز بھیر کرتے کرتے جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مرید ہر بات کو سہارنے اور ہسنے لگ گئے ہیں تو بھٹ محدثیت سے اوپر نبوت حقیقی کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کے بند دروازے کو توڑ کر اندر جا گئے ایسے صاف اور صریح بے شمار دفعہ انکار کے بعد مرزا صاحب اور مختار صاحب کا یہ کہہ دینا کہ ہم نے کبھی نبوت حقیقی غیر تشریفی سے انکار نہیں کیا وہ جھوٹ ہے جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنی بےست ہے اور مختار مدعیہ کا الزام تناقض بدستور قائم اور بحال ہے۔

قل مختار مدعا علیہ مختار مدعیہ کا یہ کوئی نیا اعتراف نہیں کہ مرزا صاحب نے لوگوں کی برداشت کو دیکھ کر اپنے دعووں میں ترقی کی ہے۔ پہلے انبیاء پر یہ دعویٰ ہی اعتراض کیا گیا ہے۔ (الجواب) یہ بالکل غلط ہے پہلے انبیاء پر اس طرح کا اعتراض نہ کسی نے کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی نبی تدریجاً نبی نہیں بنا۔ جیسا مرزا صاحب کہ پہلے حزقی نبی بنے محدث بنے ایک پہلو سے نبی دوسرے سے امتی مجازی نبی پھر کلی نبی ہوئے۔ پہلے آدمی نبی تھے پھر سلے نبی بن گئے۔ مجازی سے حقیقی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ عین محمد اور حقیقی طور پر قائم النبین ہو گئے اور پہلے بن باتوں کو کفر جانتے تھے۔ انہیں باتوں کا دعویٰ کر کے اُن کو ایمان کہنے لگے۔ قل مختار مدعا علیہ اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الٰہی کو ملتے ہیں اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں ڈرتے بھی ہیں کہ مبادا یہ اُن کے نفس کا ہی دھوکا ہو

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کو یہ قول بالکل غلط ہے اور سراسر افتراء اور کفر عظیم ہے اور یہ اصول جو اس نے وضع کیا ہے تمام کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کو اپنے

دعویٰ نبوت اور خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جس سے ان کو نبی بنانے کی اطلاع دی جاتی ہے یقین نہیں ہوتا کہ یہ بیچ خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ یہ نفس کا دھوکہ ہے نہ وحی ربی گویا ان کو اتنی شناخت کی قوت نہیں ہوتی کہ وحی الہی اور دھوکہ نفس میں تمیز کر سکیں اگر بقول مختار مدعا علیہ یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ہر ایک وحی الہی پر جو ان کو ہوگی یہی احتمال قائم ہوگا جس سے وحی الہی کا شک کی اور ظنی جو ثابت ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی وحی بھی بوجہ ظنی ہونے کے واجب الیقین والا ایمان نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انطقن لایغضی عن الحق شدید یعنی ظن مفید یقین نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی ذات پر مختار مدیر کا اعتراض اٹھانے کے لیے تمام انبیاء پر اتنا صاف کر دیا اور کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیا اور کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کلاس اصول سے تمام انبیاء کی نبوت کا ہی البطل ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء اور مخالف اور مکتذب قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وما ینتطق عن الہوی ان ہوا لا وحی بوحی اور فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والموذن نیز فرماتا ہے فانتہ یسلط من بین ید یدہ ومن خلفہ۔ خدا تعالیٰ ان کو اتنا بخل و اسالات دہم جن کا صاف مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اور وہ ملائکہ کی حراست میں پہنچائی جاتی ہے اور انبیاء پر ایمان ہوتا ہے نہ شک و شبہ اور بقول مختار مدعا علیہ اگر ان کو منصب نبوت پر یہ یقین نہیں ہوتا بلکہ نفس کے دھوکہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو پھر ہر حکم

خشت اقل چوں نمد معمار کج

تا ثرتیا میسرود دیوار کج

سارا نبوت کا کارخانہ ہی بے اعتبار ہو گیا۔

مختار مدعا علیہ نے کوئی حوالہ کسی نبی کا اسلہ میں پیش نہیں کیا کہ دیکھو اس کو اپنے بنی جوئے میں مرزا صاحب کی طرح پندرہ بیس سال تک ترو دربانہ صرف ترو بلکہ اس کا انکار کرتا رہا جو ہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے یعنی صرف سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جواب آگے آئے گا اللہ شفاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن ہم اس سے پہلے مرزا صاحب کے چند حوالے اس مضمون پر پیش کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نبوت انبیاء باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کو نبوت ملتی ہے اور وہ وحی الہی کا مورد ہوتا ہے تو اس کو مطلقاً کوئی

تردد اور شک نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے اور جس کو نفس یا شیطان کے دھوکہ کا دل میں خیال و تردد ہو وہ درحقیقت شیطانی دھی ہوتی ہے نزوحی الہی۔

مرزا صاحب نزول المسیح صوفیہ پر لکھتے ہیں اگر ایک کلام انسان سے یعنی اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی (دلی) بھلنے تو ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔

اسی حوالہ کے اندر ہے کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور غذائی طاقت اور پختگی ہمہ سے پہرے کے ساتھ دل پر نازل ہو تلے وہ خود یقین دلائے تلے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اسی حوالہ میں ہے اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی دھی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

اس کے ساتھ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۹ نزول المسیح مرزا صاحب فرماتے ہیں مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں (دلی) کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے اور صفحہ ۱۱۰ اور ۱۱۵ پر ہے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر معانی الہام کی نشانی کیا ہے (دلی) کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔

خلاصہ: مطلب ان حوالہ جات کا یہ ہے کہ دھی الہی کے ساتھ ایک ایسی قوت اور نور اور لذت اور تاثیر وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے کہ مورد دھی کو اس کے معجائب اللہ ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک یا شبہ نفسانی یا شیطانی دوسرے اس کے دل میں باقی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایسے شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔

ان حوالہ جات کے بعد مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ اصول کا وہ نتیجہ جو ہم نے بیان کیا ہے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی حمایت میں اگر تمام انبیاء کی نبوت کا ابطال اور قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہیں ہو سکتا۔  
قول مختار مدعا علیہ۔

پہنچانچہ تدبیر کی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں نہیں ملتی ہے سب سے پہلے جب آپ پر فارغ ہوا میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو حزب جمیعاً اور تین بار پر مٹنے کے لیے کہا اور افتراء یا سم دیکھ اندی خلق کی دھی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کا پتہ ہوئے دل کے ساتھ غدیر بکر رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور جب کچھ تسلی ہوئی تو فرمایا ولقد خشیت علی نفسی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳)

یعنی میں ڈرا میرے نفس کا دھوکہ نہ ہو یا اپنی جان کا خوف ہو الہی۔

المجواب۔ اس قول میں مختار مدعا علیہ نے مقصد صحیح ذیل باتیں کہی ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ تدریجاً کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبیث جبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ فار سرائ میں اگر تبین دفعہ مصیبتی اور قرآن کریم کی پہلی پانچ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں تو حضور گھر تشریف فرما ہوئے اور کپاڑے کا پتے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کپڑاڑھا دو۔

(۳) پھر کچھ تسلی جرنے پر فرمایا کہ مجھے جو کچھ پیش آیا یعنی جبرئیل کا آکا اور قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا میرے نفس کا دھوکہ ہی نہ ہو مجھے یہ اندیشہ اور ڈر ہے۔

(۴) اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو وقعر بن نوفل کے پاس لے گئیں جس نے آپ کو کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا اور وہ آیتیں وحی الہی تھیں۔

(۵) لیکن پھر بھی آپ کو پورا یقین نہ آیا اور فرست الوہی کے زمانہ میں اپنے آپ کو بہار کی پتھریوں سے گمانے کا بار بار ارادہ کیا لیکن ہر بار جبرئیل اگر تسلی دیتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے پیچھے رسول جو۔

(۶) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو بیان کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے اور ہنگوا مول قرار دیا ہے کہ انبیاء کو ابتداء اپنے دعویٰ کی شناخت میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں اور جب تک بارش کی طرح ان پر متواتر وحی نہ ہو اپنے دعویٰ نبوت کی صحت کا ان کو یقین نہیں ہوتا۔

(المجواب)

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے تدریجی دعویٰ کے لیے جو اصول وضع کیا تھا جس سے تمام انبیاء کی نبوتوں کا ابطال ایک لازمی امر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کی مثال مختار مدعا علیہ کو کہیں نہ ملی اور آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبی اس کو ایسا نہ ملا جس سے وہ اپنے اس کفریہ اصول کا ثبوت دیتا تو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس نے بڑے تکلف اور افتراء کے ساتھ اس لعنتی عقیدہ کی مثال قرار دیا گویا دنیا میں بقول اس کے یا مرزا صاحب تدریجاً ہی بنے ہیں یا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی جس حدیث کی دستاویز سے اس نے یہ افتراء کیا ہے اور اس کے فقرہ دلفہ شنیث علی نفسی میں تحریف کر کے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابطال کی دلیل قائم کی ہے یہ درحقیقت اس کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ یہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جس کو اس نے مرزا صاحب کا متبع اور دلیل جوئے کی حیثیت سے پیش کیا ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں مد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور

یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈٹے ڈڑے گئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکہ نہ ہو۔

اس میں بھی وہی بات ہے جو مختار مدعا علیہ نے کہی ہے مختار صاحب نے نفس کا دھوکہ کہا تھا مرزا صاحب نے شیطانی منکر کہا حاصل دو نزل کا ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے منہ سے بھیجی ہوئے کا یقین تھا نہ قرآن کے وحی الہی ہونے پر ایمان اور نہ جبرئیل کے فرشتہ اور ناموس الہی کا اعتبار بلکہ نعوذ باللہ آپ کو یہ سب کچھ نفس اور شیطان کا دھوکہ اور مکر معلوم ہوتا اور مرزا صاحب کے ان اصول اور معیار شناخت وحی کے لحاظ سے جو نزل المسیح کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہیں وہ درحقیقت سب کچھ شیطان کا مکر اور نفس کا دھوکہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ہیں اور قرآن کریم الہام شیطانی ہے۔ (اعاذنا اللہ من هذا) مختار مدعا علیہ نے جو دو لفظ خشیت علی نفسی کے معنی میں مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے جو تحریف کی ہے وہ محض خود غرضی پر مبنی ہے درجہ حدیث کے الفاظ میں نہ شیطانی منکر کا ذکر نہ نفسانی دھوکہ کا بیان حاشا وکلا یہ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہو۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ در قد ہی نزل سے آپ کو یہ پتہ چلا کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا نہ شیطانی منکر یہ بھی سراسر افتراء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب ہے تعجب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی ہدایت کے لیے قیامت تک کے لیے منتخب فرمایا اور جبرئیل کو بھیج کر قرآن اس پر اتارا جائے اس کو تو پتہ نہ چلے کہ میں رسول ہوں اور یہ جبرئیل ہے اور یہ قرآن ہے اور ایک نعلانی کو پتہ چل جائے اور اس کے کہنے سے حقیقت حال کا آپ کو علم ہو مختار مدعا علیہ کے اس افتراء اور خواہش نفسانی کا بھی حدیث میں کوئی دھوکہ نہیں ہے۔

لیکن غصہ تو یہ ہے کہ بقول مختار مدعا علیہ در قد ہی نزل کے بیان سے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأت الہی کے ایک ایسے عرصہ میں پھر اسی جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ جہاں تک کہ جب جبرئیل نے بار بار آکر کہا یا محمد اللہ رسول اللہ صفا کہ اے محمد آپ بیچ بیچ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو یقین آیا۔

ان افتراءات کے بعد مختار مدعا علیہ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی نبوت کی صحت کا یقین اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بارش کی طرح ان پر وحی نہ ہو۔

اب ہم حدیث کا بقدر ضرورت اصل مطلب بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا قطعاً اور یقیناً علم ہو گیا تھا نہ شیطانی منکر کا اندیشہ تھا نہ نفسانی دھوکہ کا اندیشہ کیونکہ اسباب میں مرزا صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وحی الہی بڑی قوت اور ذور اور تاثیر اور لڑت اور چمکتے ہوئے جہرے سے اس طرح نازل ہوتی ہے کہ مورد وحی کو یقین اور اطمینان سے جہر دیتی ہے اور وہ تنگ کو کفر سمجھتا ہے یہ بالکل درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر جبرئیل کے ذریعہ



سے اس پر اپنا نورانی کلام نازل فرماتا ہے اس کے دل میں ایک مژدہ علم اس بات کا پیدا کر دیا جانتا ہے جس سے اس کو قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام آئندہ اول المؤمنین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمن المؤمنون ما نزل الیہ من ربہم من قبل ان یسلطوا فی الدنیا ما مام بہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کی گئی اگر بعض کلام الہی کی نسبت مدت تک اور اپنی نبوت میں ہی شک ہو جو معنائی اور منہ ایمان ہے تو خدا تعالیٰ کی قرآن کریم میں یہ نازل کر دے کہ اہمیت جھوٹ اور خلاف واقعہ ہوگی اور یہ امر قطعاً محال ہے نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وانا اول المسلمین یعنی میں سب سے پہلا مسلمان ہوں مگر یہاں تو بقول مختار مدعا علیہ و مرزا صاحب اول المؤمنین و رقبہ بن نوفل ہوا اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول الکافرین۔

پس ان اہول حکم قرآنیمہ اور معہدہ مرزا صاحب کے بعد حدیث ”لقد خذیت علی نفسی“ کے معنی بغیر کسی تکلف اور تاویل کے یہ ہیں کہ مجھے ”اپنی جان کا خوف ہو رہا ہے“ باقی رہا یہ امر کہ کیا خوف تھا اور کس وجہ سے تھا اس بات کی حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے لیکن قرآن حالی اور مثالی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خوف دو وجہ سے تھا پہلی وجہ تو جہانی تھی جو ہر نبی کے پر رعب و جلال شکل میں نمودار ہوتی ہے اور تین دفعہ بھیجیے اور اتہانی گفت جہانی کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاڑ لگ گیا اور گھر شریف لا کر کپڑے اوڑھائے تاکہ حکم دیا تھا دوسری وجہ نبوت کی ذمہ داریوں کا احساس اور قوم کے انکار اور ایذا سازوں کا نقشہ جو نبوت کے ساتھ ہی خیال مبارک میں آگیا تھا اور اس پر مصنف بشریت کا خیال دانگیر تھا۔ غرض ان دونوں امور سے الہ قلبی کا مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا باعث ہے نہ شیطان مکر اور نفسانی دھوکہ کا اندیشہ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی کہ معاذ اللہ آپ کو کوئی رسوائی نہ ہوگی آپ میں یہ بے وصف حمیدہ اور مکرم اخلاق ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اظہار خوشی کے لیے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں کہونکہ وہ ایک پاک نفس انسان تھا تو اس نے آنحضرت سے کیفیت سن کر بلور نصیحت کی کہ یہ سب بیج ہے اور یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یہ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کا قریبی رشتہ دار تھا اور نصرانی تھا مختار مدعا علیہ سے جو کہلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل متیقنیت کا علم وہ وقت سے ہوا قطعاً غلط اور لغو ہے بلکہ اس واقعہ کے بیان کے لیے جانا اس کے اشدہ خجری رشتہ دار کی وجہ سے تھا تاکہ وہ بھی اس نعمت خداوندی کی بشارت میں شریک ہو جو اس کو عموماً یہ قاعدہ ہے کہ کسی نعمت کے حصول پر قریبیوں اور خیر خواہوں کو اطلاع دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی شریک خوشی ہوں درقربن نوفل کا قول خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا اس وقت یقین تھا چنانچہ اس نے کہا۔

یا لیتنی اکون حیاً اذ یختر حلیک قعک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ یختر حی ہم قال نعم لہ یأت دجل قط بمثل ما جنت بہ الاعداء

یعنی در تہ بن نفل نے کہا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے نکال دے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے گھر سے بھی نکال دیں گے تو اس نے کہا کہ جو کوئی تیری طرح (نہوت) لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی ہو۔ اگر مجھے وہ دن مل گیا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ افسوس کہ اس معاملہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہو رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خیال دل میں لے کر گئے تھے وہ یقیناً نبوت تھا جس پر اس نے کہا کہ جو شخص تیری مانند لے کر آیا اس کے ساتھ عداوت ہو ہی کرتی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معاذ اللہ کوئی نفسانی یا شیطانی دوسرے ہوتا تو اس معاملہ میں اس کا ضرور کوئی ذکر ہوتا لیکن یہاں جو ذکر ہوا اس میں سے سراسر اس خیال کا مظاہرہ تھا کہ خلاف یقین اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ نہ ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اندیشہ ہوا اس کی صحیح تعبیر جو ہم نے کی وہ سراسر شان نبوت کے مطابق ہے اور اس قسم کا خوف اور اندیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہونا ایک طبعی امر ہے جس سے شان نبوت میں کوئی قدر لازم نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن کریم میں وارد ہوا جب کہ ان پر پہلے پہل تجلی رب العالمین ہو کر ان کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو بھی اندیشہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا اور معاذ اللہ دفعہ سانچ بنا ہوا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلما دہا ہا تمتمت کانتہا حاکمان دلی حد بدوا د لہ یعقب یا موسیٰ اقبل دلا تخف انک من الامنین پس یہ طبعی خوف تھا جو دفعہ اہل پہلی بار ایک غیر مالوف واقعہ سے پیش آیا اور موسیٰ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے اور مکرر بھی بد دیکھا افسوس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اللہ مت ڈرتو اس والوں سے ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تمہیں کے پیچھے سے جو انتہائی بھائی مشقت اٹھائی جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش نہ آئی تھی اور اس وجہ سے ولقد ثبتت علی نفسی فرمایا ہو تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے برخلاف بدگمانی اور شیطانی فکر اور نفسانی دھوکہ پر محمول کرنا بالکل شرارت ہے دوسری وجہ تثبیت علی نفسی کی جو وجہ ہم نے بیان کی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اسی جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے معجزہ معاذ اللہ یہ ہے کہ عطا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دو نشانوں کے ساتھ فرعون اور فرعونوں کی طرف جاؤ تو باوجود معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام مرتضیٰ کہتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کا ایک آدمی ماریا تھا مجھے دیکھ کر قتل نہ کر دیں جس پر اللہ تعالیٰ نے بعد تسلی فرمایا کہ ہرگز نہیں تم اور تمہارے تابعین غالب ہوں گے پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود معجزات کے فرعون کی ایذا قتل و فیر کا اندیشہ ظاہر کیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی ایذا و زیارت کے اندیشہ سے ولقد ثبتت علی نفسی فرمایا ہے تو اس کو کیوں کسے غلط عمل پر عمل کیا جائے بلکہ آپ کا تثبیت علی نفسی فرمانا اس امر کی یقین دہانی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا کامل یقین ہو گیا تھا اور ان باتوں کو جو آپ کو اسی منصب کی ادائیگی میں قوم کے سامنے اہل ایذا و سانی کی قسم سے پیش آنے والی تھیں مد نظر رکھ کر ولقد ثبتت علی نفسی فرمایا جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور بنی النضر میں آپ نے تسلی دی وہ بھی اسی امر کا صاف قرینہ ہے جو ہم نے

بیان کیا باقی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدرت الہی یعنی زمانہ القاد میں پہاڑ پر جانا اور بے جینی وغیرہ جو معمر کی روایت میں ہے بخمدی نے اس کو بالاسناد بیان نہیں کیا بلکہ حسب تصریح شراح حدیث حافظ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ بلاغات نہری میں سے ہے اور موصول نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کو ذکر کیا گیا ہے جو بغیر تصریح آپ کے قابل تسلیم نہیں اور آپ کی تصریح نادرہمہنا جتنا واقعہ یعنی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نہ آنے سے بے جینی اور کرب تھا اور اس شتیاق بے حد زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ انہی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ پھر وہی لذت نزول وحی حاصل ہو پس یہ تو ایک یقین دلیل اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی خطرہ مگر شیطانی اور دھوکہ نفسانی کا نہ تھا جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا خیال فاسد ہے اگر اس قسم کا خطرہ آپ کے قلب مقدس میں ہوتا تو آپ اس خطرہ کے مقام میں ہا بار کیوں جاتے خطرہ کے مقام سے تو انسان بجا گلبہ نہ کہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ کا وہ اصول جو اس نے بڑے تکلف اور تحریف کر کے مسدود صاحب کی تقلید میں ایجاد کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کا ہدیدی طور پر ابطال ہوتا ہے اور حقیقت اس حدیث میں جس کو اس نے اپنی دستاویز بنایا ہے یہ نصیحت مضمون نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں بمرض محال اگر اس میں یہ مضمون بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب کے اصول کے مطابق یہ لازم تھا کہ اس حدیث کو ردی کی کوڑی میں مختار مدعا علیہ مرزا صاحب چھینک دیتے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب بھی ایسی صاف جیسا کہ آفتاب نیروز اور جب کہ مرزا صاحب اپنے الہام کے مخالف جو حدیث جو اس کو ردی میں ذلل دیتے ہیں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت اور صداقت کے برخلاف حدیث کو کیوں ردی میں چھینکا بلکہ اس کو ایک اصل اصول قرار دیا اور نہایت تکلف اور انتہائی تکلف سے اپنی مطلب برآری کی تاکہ مرزا صاحب کی ذات سے واثیل اعتراض دور ہو سکے جو مختار مدعا علیہ نے کیا لیکن اسی خیال است و محال است و مجنون وہ اعتراض ہر گردغ نہیں جو سکنا کیونکہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے پندرہ بیس سال مامور من اللہ ہو کر دعویٰ نبوت کا انکار کیا ہو بلکہ اس دعویٰ کو کفر قرار دیا ہو اور بیس برس کے بعد اسی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیا ہو۔ وان فی ذلك لعبرة لاولی الاباب۔

قول مختار مدعا علیہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے پھر اس آہستہ آہستہ تبلیغ کی آگے کچھ تفصیل کی ہے۔

یہ بالکل بحث سے غیر متعلق ہے کیونکہ بحث مرزا صاحب کے خاص تدریجی دعوای میں جس کی کیفیت اوپر مذکور ہوئی ہے تدریجی تبلیغ میں بحث نہیں ہے۔ لیکن تدریجی تبلیغ سے تدریجی دعویٰ کا نتیجہ اخذ کرنا جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعویٰ لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا اس کی خوش فہمی ہے یا مریخ مغالطہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے مرزا صاحب کی طرح یہ فرمایا تھا کہ بیس سال رسالت کا دعویٰ نہ کرو اور محدثیت کا دعویٰ نہ کرو اور دعویٰ نبوت کو کفر کہو اور بیس سال کے بعد جو دعویٰ نبوت کرو اور ہونے مانے اس کو کافر قرار دو یا پہلے آدمی بنو پھر تمام نام بن جاؤ۔

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد بعض حدیثیں پیش کی ہیں کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر برتری نہ دے پھر فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کتے اور آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ مجھے حضرت یونس سے افضل نہ کہو پھر تمام اولین و آخرین کا سردار ہونے کا دعویٰ کیا۔ جواباً لگادراش ہے کہ یہ چیزیں مختار مدعا علیہ کے تدریجی دعویٰ مرزا صاحب کو ثابت نہیں کرتیں اور نہ آپ نے کوئی رسالہ دعویٰ کیا جس کو پہلے کفر قرار دیا ہو۔

یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کا حکم محض بطور تواضع کے تھا اور اس تعلیم کے لیے کہ مجھے بھی کہیں بعد میں عیسٰی علیہ السلام کی طرح غلو سے شان جمودیت اور نبوت سے بڑھایا نہ جائے اور تاکہ یونس علیہ السلام کے اس موافقہ الہی کی وجہ سے جو عجمی کے بیٹ میں جانے کی شکل میں ہوا ان کی تحقیر کا خیال غلط فہمی سے کسی کے دل میں نہ آنے پائے اس لیے فرمایا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ہم دونوں یکساں ہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ یونس علیہ السلام سے شان میں کم ہونے کے مدعی تھے بعد میں زیادہ کے مدعی بنے۔

موسٰی علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کر کے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو یعنی اس خاص واقعہ مذکورہ میں ان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اور دوسری حدیث میں اپنی فضیلت کلی کا بیان ہے اور یہ امر مسلم قرآن میں کہ مفضل کو فاضل پر فضیلت جزئی ہو سکتی ہے پس کوئی نیا دعویٰ نہیں۔

خاتم النبیین آپ ابتداء نبوت سے تھے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے البتہ اس کے قرآن میں نزول کا وقت مسئلہ متنبی کے ابطال کے موقعہ پر علم الہی میں تھا۔ کیا آپ نے کبھی خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے خاتم النبیین ہونے کو کفر قرار دیا تھا تاکہ مرزا صاحب کے استدراجات پر اس سے دلیل پکڑی جاوے غرض مختار مدعا علیہ کی یہ سب غیر متعلق اصعبہ ربطاتیں ہیں جن کو استدلال کے مقام میں پیش کرنا کم فہمی ہے مختار مدعا علیہ کا اعتراض

ان سے دفع نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دعاوی مختلف اور متناقضہ کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-  
 بمطابق اہل ائمہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا اور چونکہ آپ پر وفات مسیح کا مسئلہ مشکف نہ ہوا  
 تھا اس لیے آپ نے لکھ دیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔  
 اور چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ بھی جلتے تھے جو نبی شریعت لائے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ  
 کرے اور آپ پر نبی و رسول کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں۔  
 لیکن جب آپ پر وفات مسیح کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور معنی نبوت بھی بتلائے گئے جو آپ پر  
 صادق آتے تھے تو آپ نے کہہ دیا کہ حضرت یسے فوت ہو گئے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی اور رسول  
 ہوں۔

الجواب بارہ برس تک تو آپ پر قرآن اور الہام سے اور احادیث و اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا کہ حضرت  
 یسے زندہ ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں اور مثیل مسیح آپ جیسا کہ ہم عقیدہ سیات مسیح شرک عظیم ہے "کی بحث کے  
 جواب میں ثابت کر آئے ہیں جب دیکھا کہ مرید مہمل ملک معتقد ہو چکے ہیں کہ بات مان جائیں گے تو کہہ دیا کہ مجھے  
 الہام ہو گیا ہے کہ مسیح ابن مریم رسول فوت ہو چکا ہے اور ہم مثیل مسیح نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں غرض پہلے عقیدہ  
 کا نقیض عقیدہ شائع کیا۔

اور بقول مختار مدعا علیہ جب کہ یہ حقیقت مسیح فوت ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول مرزا  
 صاحب کو مسلمانوں کے غلط اور مشرک عقیدے کیوں نہ روکا کیا اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو بارہ برس تک مشرک بنا کر رکھا  
 کوئی پر لطف مشغلہ تھا اور محکم لایینال عہدی الظالمین یعنی ظالم مشرک کو نبوت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ  
 کو یہ منظور تھا کہ مرزا صاحب کے ابطال نبوت پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس کو نبوت دیوے غلطی کے فعل میں یہ  
 تناقض کیونکر جائز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ایسے اقوال اور افعال متناقضہ سے ارفع اور بلند ہے لہذا ثابت  
 ہوا کہ مختار مدعا علیہ کی توجیہ باطل اور مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہے۔

اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص مامور من اللہ ہوئے کا دعویٰ کرے اور تمہیں کھا کھا کر کھے کہ میں عیسیٰ  
 نبی ہوں جو نبی نبی ہوں صرف محدث ہوں اور یہ بھی کہے کہ محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا  
 ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے پندرہ بیس سال کا عمر وہ دراز وہ یہی کہتا رہے لیکن  
 اتنے سال گزرے کے بعد وہ یہ کہہ دے کہ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نبی کس کو کہتے ہیں اس لیے میں نبوت کے  
 دعویٰ سے انکار کرتا رہا ہوں ورنہ میں تو بیس سال سے نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے نبی بنا رکھا تھا

میں محدث نہیں تھا اور نہ دروازہ نبوت بند تھا بلکہ وہ صاف چوڑھ کھلا تھا عقل اور شرع ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو نبی بنائے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ نبوت کیا چیز ہے خدانے تو اس کو نبی بنایا ہے لیکن وہ کشتیاں کہ میں دعویٰ نبوت کروں تو کافر ہوتا ہوں بلکہ میں تو محدث ہوں اور نہ عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نبی بنا کر اس کو نبوت کا مفہوم بھی بیس سال تک نہ سمجھائے لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ توجہ بالکل لغو اور باطل ہے اور مختار مدعیہ کا اعتراض بالکل درست ہے کہ مرزا صاحب مریدوں کی برواشت کے مطابق آگے آگے قدم بڑھائے چلے گئے مرزا صاحب بقول خود پہلے اپنی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوئے اور چونکہ کافر نبی نہیں ہو سکتا۔ بحکم لایزال عہدی الظالمین اس لیے دوبارہ دعویٰ نبوت کر کے قبول کافر ہوئے اور تمام امت سیدالابرار کی تکفیر کے شملت کافر ہوئے۔

### گواہان مدعیہ کی شہادتیں

اس ہیڈنگ کے تحت (۱) نمبر نقل کر کے مدعیہ کی گواہوں کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی لا حاصل سہی کی ہے جن کا خلاصہ کل چار امور ہیں۔

- (۱) مولویوں کی شہادت معتبر نہیں۔
- (۲) بعض بزرگ خود تعارضات و کذب بیانی
- (۳) ان علماء پر خود فتویٰ کفر ہے لہذا علماء اسلام ہوں۔
- (۴) ان کے خلاف خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت موجود ہے مگر میں مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ قانونی نمبروں پر اسی ترتیب سے بحث کرتا ہوں تاکہ عدالت عالیہ کو مختار مدعا علیہ کا مفاد تفصیلاً معلوم ہو جائے۔ گواہان مدعیہ کی عدم قبول شہادت کے وجوہات۔

وجہ اول۔ خلاصہ۔

(۱) گواہان مدعیہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت سے اظہار بغض و عناد کرتے رہے اور ان پر حکم کفر و ازداد لگایا حالانکہ یہ عدالت کا حق تھا نہ ان کا۔

(۲) ہدیہ مجددیہ سے مسموٹ میں ہے کہ امام مالکؒ: یہ مذہب ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔

(۳) مخالف علماء کی شہادت فاضل جج مدراس ہائی کورٹ احمدیوں کے خلاف مقدمہ مندرجہ عنوان ذیل میں

قبول نہیں کی اور پھر انڈین کیسز سے وہ حوالہ اور کچھ عبارت نقل کی۔

(المجاب)

(۱) اگر اور یہ تنازعہ جس کے واسطے شاہد پیش ہوئے تھے اُس کے سوا کوئی اور دہرہ عناد ذاتی عداوت پہلے کی مقدمہ بلانے لگوئی اور دوسری رنجش نکل آئی تو ضرور اس سے ان شاہدوں اور ان کی شہادت پر زرد آتی مگر یہ کہ یہ شاہد صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا کفر و ارتداد قرآن و حدیث و اقوال سلف سے ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں پس انکا ان دلائل کو مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر منطبق کہہ کر کفر و ارتداد کا نتیجہ نکالنا نہ عدالت کے اختیارات میں مداخلت ہے نہ ان کا کسی سے بغض عناد کا اظہار ہے جو ان کی شہادت کو خراب کر سکے۔

بخلاف مرزا صاحب کی جماعت کے کہ ان کا شہید - ہی حنفی عناد ہے اس کے واسطے تو مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہوا شہادت طحہ شہادت القرآن صفحہ ۲۳ اور سے اپنی جماعت کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

اچھی مگر ہم تاہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیست اور شخصیت اور پاک دلی اور پریم نگاری اور ملی جماعت باہمی پیدا نہیں کی ہیں (مرزا صاحب) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دسقت بد امنیوں اور ناکارہ باتوں کی جہ سے ایک دوسرے پر گم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گایاں تک نفرت پہنچتی ہے اور دونوں میں کیسے پیدا کرتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

د شہادت طحہ شہادت القرآن صفحہ ۲۴

بلکہ بعض میں ایسی بے تہمتی ہے کہ اگر ایک بحالی صنعت اس کی چاہیائی پر مٹھائے تو وہ شخص اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا چاہیائی کو لٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گایاں دیتا ہے اور تمام سخاوت نکال دیتا ہے یہ حالات ہیں جو میں اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تو دل کباب ہوتا اور چلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں دندوں میں رہوں تو انسان آدم سے اچھا ہے۔

د شہادت طحہ شہادت القرآن صفحہ ۲۵

پس گواہان مدعیہ کا تو بغض و عناد ثابت نہ ہوا مگر گواہان مدعا علیہ کا بے اعتبار ہونا ضرور ثابت ہے۔

نیز ان کی شہادت جماعت احمدیہ یا اُس کے کسی مجتہد کے حق میں اس لیے قبول نہیں کر ان کے یہ گواہ ایک ممبر ہیں اور غیر احمدیوں کے خلاف اس لیے آئے وقعت نہیں کر ان کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو دشمن سمجھیں جب تک کوئی

احمدی نہ ہو جائے گو کتنا ہی ہمدرد ہو۔ ملاحظہ ہو خطبہ۔

(خلیفہ محمد صاحب محالہ سابق رحمہ)

لہذا ان گواہوں کی شہادت محض ناقابل التفات ہے۔  
باقی ہدیہ مجددیہ کا حوالہ۔

(۱) اولاً ہدیہ مجددیہ کوئی مسلم کتاب ہی نہیں نہ ترجمہ میں مطالعہ پر پیش کر کے نہ مصنف کا نام بتا کر نہ اب تک اس کے مسلک سے واقفیت۔

(۲) دوسرے اس میں جو مبسوط کا حوالہ ہے اسے گواہ مدعا علیہ نے دیکھا ہے نہ واقفیت ہے نہ یہ پتہ کس میں یہ عبارت ہے بھی یا نہیں۔

(۳) دوسری کتب فقہ میں امام مالک سے اس کے خلاف روایات موجود ہیں اور علماء کتب شہادتوں کو غیر اہل علم پر راجع مانتے ہیں۔

(۴) یہ عقلاً بھی غیر معقول ہے کہ بلا استثناء تمام علماء کی شہادت نامقبول ہو پھر تو شہادت کے لیے جہالت کی بھی ایک شرط لگا دینی ہوگی اور صرف پتہ کی شہادت قبول ہو کرے گی۔

(۵) یہ حکم صریح قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں علماء کے علاوہ علماء کا تذکرہ اور انہیں کو صرف خدا کا خوف خشیت رکھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

يدفع الله الذين آمنوا منكم ..... والذين ادتوا العلم درجات .

(قرآن حکیم) انما یتخشى الله من عباده العلماء (قرآن حکیم)

(۶) احادیث کے بھی خلاف ہے فضل العالم علی العابد کفضل علی ادنا کمہ۔ عالم کی عابد پر فضیلت ہے جو میری تم میں ادنیٰ اہم۔

(۷) اگر امام مالک کے زمانہ کے علماء مراد ہوں تو یہ بھی غلط ہے زمانہ تابعین اور انص حدیث غیر القرون ہے اس زمانہ کے علماء کو مصابیح الہدی مستقل ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

(۸) اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی نہ فریق مدعیہ مالکی نہ عدالت نہ مدعا علیہ پس یہ محبت کس پر ہوگا اور اگر صرف مسلمان اہم کسی جماعت کا ہونا محبت کے لیے کافی ہے تو محمد علی صاحب ایم اسے بادجوہ احمدی ہونے کے فریق مدعا علیہ کو کیوں مسلم نہیں۔

غرض یہ حوالہ کوئی بھی مدعیہ کے گواہوں کی شہادت کو ناقابل اعتبار نہیں ثابت کر سکتا مفضل اصل بحث و جرح گواہان مدعا علیہ میں موجود ہے۔



(۳) یہ مدراس ہائی کورٹ کی نظیر مقدمہ زیر سماعت سے بوجہ ذیل غیر متعلق ہے۔

(۱) یہ عدالت فوجداری کی ہے اور عدالت فوجداری کا فیصلہ عدالت دیوانی میں بطور حجت کے صرف برائیت یا سزا یا جاتی ثابت کرنے کے لیے پڑھا جاسکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں پڑھا جاسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلائل وجوہ اور شہادت اس فوجداری کے مقدمہ میں جوئی ہیں وہ دیوانی کے مقدمہ میں غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

(۲) جو فیصلہ عدالت فوجداری میں ہوتا ہے وہ مابین سرکار قیصر ہند اور ملزم کے ہوتا ہے۔ اور عدالت دیوانی میں سرکار فریق نہیں ہوتی اس لیے عدالت فوجداری کا فیصلہ درمیان ایک ہی فریق کے ہونا پایا نہیں جاتا نہ حجت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(۳) جو تحقیقات عدالت فوجداری کے سامنے ہوتی ہیں اور جو طریقہ ان کے ثابت کرنے اور ان پر حکم کرنے کا منابطہ فوجداری میں ہے وہ عدالت دیوانی کے سامنے نہیں جاتا ہے عدالت دیوانی کے سامنے تحقیقات بھی دوسری قسم کی ہوتی ہیں۔ اور طریقہ تصدیقہ تحقیقات بھی منابطہ دیوانی کے مطابق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر گواہ کی گواہی ہے ایک شخص نے عدالت فوجداری میں دوسرے شخص پر چوری کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ خارج ہو گیا۔ اب اگر وہ دوسرا شخص عدالت دیوانی میں پہلے شخص پر چور کی ناشکر کے کچھ وصول کرنا چاہے تو اس کو عدالت دیوانی میں پوری شہادت اس بات کی پیش کرنا پڑے گی کہ جو دعویٰ اس کے خلاف پہلے شخص نے کیا تھا وہ جھوٹا تھا فیصلہ سے صرف اس کی برائیت ثابت ہوگی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ کہ پہلے شخص کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

ملاحظہ ہو تازان شہادت امیر علی، طبع ۱۹۳۱ء صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸، لہذا یہ نظیر بالکل غیر متعلق اور گواہان مدعیہ پر کسی طرح اثر انداز نہیں۔

وجہ دوم۔

گواہان مدعیہ کے بیانات اصول مسائل میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔ خلاصہ۔

### متناقض نمبر (۱)

گواہ مدعیہ نمبر ۲۹ اگست بحواب جرح کہا "کہ عینی کو ہم پہلے نبی مانستے ہیں اس کے سوا جو دجی ہے وہ دجی نبوت نہیں ہے لفظ دجی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ نمبر ۳۱ اگست بحواب جرح کہا دجی نبوت نہیں آئے گی مدعیہ نے پورے پورے پرانے پر۔

### الجواب

یہ تناقض کوئی نہیں۔ صرف مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی سے پیدا ہو گیا اس نے غالباً، اس کے سوا کے لفظ سے جملہ کو علیحدہ مانا اور لفظ سوا سے عیسیٰ کی وحی کے سوا سبھا سالانہ وہاں اس سے قبل وحی کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ صرف عیسیٰ کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ لفظ اس کے سوا کے معنی بغیر اس کے نہیں اور اس سے وہ وحی مراد ہے جس کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ صرف اطلاق لفظ وحی اس پر بتایا ہے وہی عیسیٰ والی وحی ہے۔ کل پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں سوا اس کے یعنی بغیر اس کے کہ جو ان پر وحی ہو وہ وحی نبوت ہو (بلکہ) لفظ وحی کا صرف اس پر اطلاق ہوگا۔ لہذا گواہ نمبر ۳ کا مطلب اور اس کی عبارت بالکل صاف ہے کہ عیسیٰ پہلے نبی تو ہیں مگر ان کی وحی نبوت نہیں اور بعض احادیث میں جو اس کی نسبت لفظ وحی ہے وہ صرف لفظ وحی کا مجازاً اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ دراصل بمعنی الہام ہے جیسا کہ وحی کے بیان اور تفسیر اسی جرح میں مصرح ہے اور یہی گواہ ۱۱ بھی کہہ رہا ہے کہ وحی نبوت کسی پر نہ آئے گی نہ کسی شے پر نہ پرانے پر۔ دونوں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کا مطلقاً انداد فرما رہے ہیں۔ پس تعارض کب ہے نہ آپس میں تعارض ہے نہ بیانات سے کہ یہ مختار مدعا علیہ نے لفظ اس کے سوا کے غلط معنی کر تعارض کا مغالطہ دے دیا ہے ورنہ یہاں تعارض کا شبہ تک نہیں۔

### تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ ۱۱ نے ۲۱ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ در مسیح پر اگر کوئی جبرئیل کے نزول کا قائل ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا اور پھر حجۃ الکرامہ کی عبارت کی تردید نہیں کرتا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۱۱ نے ۲۱ اگست کو کہا کہ جبرئیل وحی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت ان پر جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں گے۔

### الجواب

اس میں بھی تناقض کا کوئی احتمال تک نہیں۔ جو عقیدہ گواہ ۱۱ نے بیان کیا بیحد ہی گواہ ۱۱ کا ہی عقیدہ ہے جیسا کہ اس کے بیانات و جرح سے مصرح ہے۔ البتہ مختار مدعا علیہ نے اس کی جرح کا جو محکوم نقل کیا ہے اس سے وہ مغالطہ دے کر اسے گواہ کا عقیدہ قرار دیتا ہے حالانکہ اس میں وہ عقیدہ نہیں بتا رہے بلکہ یہ مسئلہ بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی عیسیٰ پر نزول جبرئیل کا قائل ہو تو صرف اس وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا (یہ نہیں کہ میں نزول جبرئیل کا قائل ہوں) کیونکہ لفظ وحی کو مجازاً صحیح حدیثوں میں آیا ہے لہذا اس مغالطہ سے وہ معذور ہے اور اس اشتباہ کی وجہ سے

وہ ضروریات دین کے ان قطعی شعبوں سے رہا جن کا منکر کافر ہو جائے۔ جب تک دوسرے قرآن متعین مراد کے نہ ہوں۔

اس کمزوری اور مثبت مراد ہونے کا احساس مختار مدعا علیہ کہہ ہی ہوا کہ اس سے تو عقیدہ ثابت نہ ہوگا بلکہ یہ تو دوسرے کے متعلق قوتی بتا رہے ہیں۔ لہذا مکمل مغالطہ کے لیے فریاد نافذ کیا کر۔  
جنگ الکرامہ کی عبارت ظاہر است .... تانہ کم کی تردید نہیں کرتا الخ

وہاں تو تردید و تسلیم کا سوال ہی نہیں۔ صرف اس کتاب میں ہونے کا سوال ہے اور اسی کا اقرار اس کی تسلیم کا سوال خباہت و تردید کا نہ۔ ال ہو سکتا خاکہ کہ فوب صاحب پہلے سے معلوم ہے کہ جماعے مسلم نہیں پھر ہم پر ان کا قول میں حجت ہو سکتا ہے۔ البتہ تو اصل حرج سے مقابلہ فرمانے وہاں تسلیم و تردید کا کوئی سوال نہیں اور نہ گواہ نے اسے تسلیم کیا نہ اسے اپنا مقصد قرار دیا بلکہ اس کے خلاف حرج اور اس کے بیان میں تصریح ہے۔ پس ہر دو گواہوں کا عقیدہ ایک ہی ہوا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول پیر مل ہوگا۔ اب ان کا زمانہ والا کافر ہوگا یا نبیہ اور بحث ہے جیسا کہ بیان وحی میں گورچکا۔

### تناقض نمبر (۲۰)

گواہ مدعیہ ۱ نے بیان میں لکھا ہے کہ کتب لغت میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں ملتا کہ جس سے قطعاً و یقیناً یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنی آخر انبیئین کے سوا اور بھی ہو سکتے ہیں پس لغت و قواعد کی رو سے اس کے معنی آخر انبیئین ہی کے ہوتے ہیں۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۲ نے ۲۹ اگست بمحارب جرح تسلیم کیا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ "خاتم و بفتح التاء مہر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔"

### (الجواب نمبر ۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ اس تعارض ثابت کرنے میں مختار مدعا علیہ نے کس قدر شرمناک مغالطہ دیا ہے اور صریح غلط بیانی کی ہے۔ گواہ مدعیہ ۲ کو پورے لفظ خاتم النبیین کے معنی لغت سے مراد صرف آخر انبیئین بتانا ہے اور گواہ مدعیہ ۱ صرف لفظ خاتم مفرود کے معنی مہر کے بھی بتاتا ہے اس میں تعارض کب ہے ہاں دونوں لفظ خاتم مفرود کے معنی بتاتے یا دونوں اسی لفظ خاتم النبیین کے معنی مختلف بتاتے تو تناقض بھی ہو سکتا تھا۔ یہاں پہلے قول کا موضوع اور ہے اور دوسرے قول کا اور ایک فضا اور مخصوص لفظ کے معنی بتانا ہے۔

دوسرا مفرد کے اس اختلاف موضوع کے بعد تناقض کہاں رہا۔ تناقض کے واسطے آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں وحدت موضوع بھی ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط دان وحدت موضوع و محمول و مکان

وحدت شرط و اعانت جسم و کل قوت و فعل است در اکثر زمان

یہاں نہ وحدت موضوع نہ وحدت محمول نہ وحدت شرط پھر تناقض کیا۔

علاوہ اس کے مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ مسئلہ کے الفاظ بھی غلط نقل کئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ دو لغت میں خاتم یعنی مہر و آخر دونوں معنوں میں ہے۔  
اس کے الفاظ بدل کر غلط بیانی کی در نہ کوئی شبہ ہی نہیں تھا۔

### تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ الف دب کا بیان ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ نبوت نہیں کیونکہ وحی لازم نبوت ہے اس کے خلاف گواہ مدعیہ مسئلہ نے بحجاب جرح ۲۴ اگست تسلیم کیا کہ۔

در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

گواہ مدعیہ مسئلہ نے ۲۹ اگست کو یہ بھی تسلیم کیا کہ۔

”یعنی پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں۔“

پھر گواہ مدعیہ مسئلہ نے بحوالہ فتوحات اور مسئلہ ۱۸ نے کہا کہ۔

”در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہو سکتی ہے۔“

اور گواہ مسئلہ نے کہا کہ

”یسیج علیہ السلام پر غیر تبلیغ و تبلیغ ہوگی۔“

(الجواب)

گواہ الف دب و گواہ مسئلہ کے قولوں میں کوئی تناقض نہیں۔ محض مغالطہ ہے کیونکہ فرقی اول یعنی الف دب نے جس وحی کی نفی کی ہے وہ وہی ہے جو لازمہ نبوت یعنی وحی نبوت نہ مطلق وحی۔ اور گواہ مسئلہ صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعویٰ کو کافر نہ ہونا بتاتا ہے نہ وحی نبوت کا اگر دونوں مطلق وحی کے نہ ہونے یا دونوں وحی نبوت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف کرتے تو ضرور تناقض جھوٹا۔ یہاں تو اقل وحی نبوت کی نفی کرتا ہے اور دوم یعنی گواہ مسئلہ مطلق وحی کا اثبات پس کسی طرح بھی تناقض و تعارض کا شائبہ نہیں۔ محض

مغالطہ ہے۔

یوں ہی گواہ مدعیہ سٹ سے ۲۹ اگست کا جو فقرہ نقل کیا ہے کہ مسیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا الٰہ۔ یہ محض غلط ہے یہ وہی فقرہ ہے جس کا کل تناقض نمبر ۱۱ میں پیش کر چکا۔ عدالت مختار مدعا علیہ کی اس خیانت کو خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک فقرہ تناقض نمبر ۱۱ میں دوسرے الفاظ میں نقل کیا اور پھر اس سٹ میں دوسرے الفاظ میں اور بات صرف اس قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے سوا اس کے کہ ان پر وحی نبوت ہوگی کو اطلاق لفظ وحی مجازاً ہو جیسا کہ مکمل تشریح تناقض نمبر ۱۱ میں کر چکا ہوں اب اس کا کوئی بھی قارض گواہ مدعیہ نمبر ۳۰۲ سے نہیں رہا۔ کیونکہ وہ بعداً حضرت سلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت نہیں بتلاستے بلکہ مطلق وحی کا جو سنا کہتے ہیں۔ یوں ہی گواہ سٹ غیر تبلیغی وحی بتاتا ہے جو بمعنی الہام ہے نہ کہ وحی نبوت جو تبلیغی و تحقیقی ہوتی ہے۔ پس گواہوں کے بیانات و جرح اور یک دوسرے میں ایک ذرہ برابر تعارض نہیں اور ایسے واضح نہیں کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو بھی عدالت ملاحظہ کے وقت مختار مدعا علیہ کا مغالطہ سمجھ سکتی ہے۔

### تناقض نمبر (۵)

گواہ نمبر ۳۴ ۲۹ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔  
 ”عیسیٰ رسول الٰہی نبی اسرائیل تھے اور میں نہ پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے نہ اب اور جب انہیں گئے تو وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے۔“  
 اس کے خلاف گواہ مدعیہ سٹ نے ۳۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔  
 ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا“

### (الجواب نمبر ۵)

گواہ مدعیہ سٹ بھی انہیں رسول نبی اسرائیل مانتے ہیں اور سٹ بھی۔ مطلب البتہ در رسالت کوئی بھی نہیں مانتا یہ کہنا یقیناً کفر ہے ہاں منصب نبوت پر کسی کے نزدیک نہیں۔ پس وہ رسول بمعنی اس کے ہیں کہ رسالت سلب نہیں ہوئی اور امتی باعتبار اس موجود زمانہ کے بھی جو انہیں پہلے کا رسول نہ مانے یعنی مطلب البتہ کہتے وہ یقیناً کافر ہوگا۔ مسلمان نہیں جیسا کہ گواہ سٹ نے کہا ادب اس امت میں جو انہیں منصب نبوت پر مانے وہ ختم نبوت کے خلاف کہہ رہا ہے اس کے بھی اسلام کا اعتبار نہیں اور نبوت و منصب نبوت یا رسالت و منصب رسالت کا مفصل بیان اسی گواہ مدعیہ سٹ نے بوضاحت اپنی شہادت میں خارجی امثلہ و دلائل واضح سے دیا ہے اس کے بعد تناقض

خیال کرنا کھلا جو مغالطہ ہے ہرگز کسی قسم کے تعارض کا شائبہ تک نہیں زیرِ بحث کے نقل الفاظ میں بھی حیثیات کی ہے۔  
 خصوصاً گواہ مدعیہ مس کے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

”جب عیسیٰ بن مریم آئیں گے تو وہ ان کو تسلیم نہ کرے گا وہ  
 مسلمان نہیں اب بھی اگر اس کو کوئی نہیں ماننا ہم اسے مسلم  
 نہیں مانتے“

جہاں ان کے رسول اور غیر رسول ہونے کا کوئی ذکر نہیں اپنی طرف سے اضافہ کر کے مغالطہ دے دیا ہے۔ اور  
 جہاں رسول ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ:-

”رسول ہوں گے ان پر وحی نہ ہوگی“

یہاں ان کے منکر کے کفر و اسلام کا ذکر نہیں، بہر حال پیش کردہ الفاظ جرح کے الفاظ نہیں اپنی طرف سے  
 حاشیہ لگا کر مغالطہ دیا اور تعارض و تناقض ثابت کرنے کی لائحہ عمل بھی کی۔ حالانکہ کسی طرح گواہان مدعیہ کی شہادتوں  
 میں تناقض ثابت نہیں ہو سکتا اور باوجود اس قدر شرمناک حیثیتوں کے مختار مدعا علیہ کوئی ایک بھی تناقض نہ  
 ثابت کر سکا۔

### تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ مس نے ۲۱ اگست کو بجواب جرح کہا کہ:-

آیت ماکان بشر میں جو طرق بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ مس نے ۲۹ اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا کہ:-

”ام موسیٰ و مریم پر وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے“

اور گواہ مس کے نزدیک ”و وحی جو وحی نبوت نہ ہو وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم  
 اور ام موسیٰ کو ہوئی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں“

اور یہی وحی گواہ مدعیہ مس کے نزدیک آیت ماکان بشر کے طرق میں داخل ہے۔ جو گواہ مدعیہ مس کے قول  
 کے بالکل خلاف ہے۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ مس نے مخصوص اسی آیت کے مذکورہ طرق جو اس میں خصوصیت سے مراد ہیں مراد لیں اور  
 ظاہر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس میں وحی نبوت مراد ہے پس وحی نبوت کے ہر طرق

مذکورہ بند میں۔ اگر وہی معنی الہام ہو گا تو انہی طرق سے بظاہر کیوں نہیں سمجھو دے نہیں۔ اس کے واسطے اسی جرن کے مندرجہ ذیل کوششیں ملاحظہ ہوں۔

نمبر (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی شرعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔

(۲) وہی شرعی کسی قسم کی نہیں ہو سکتی کوئی الہام کا نام وہی رکھ لے تو دوسری چیز ہے۔

(۳) وہی بواسطہ فرشتہ دہی جو وہی کا فرشتہ لاتے نہیں ہو سکتی۔ نہ فرشتہ الہام والی،

پس گواہ مدعیہ مٹے یہ طرق مذکورہ بہ پیروی وہی نبوت امت محمدیہ پر بند بنایا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۲۲

نے ام موہی وغیرہ پر جو دہی بتائی وہ بمعنی الہام بہ پیروی وہی الہام ان طرق سے باقی بتائی نہ وہی نبوت بہ پیروی وہی نبوت پس کوئی بھی تعارض نہ تھا۔ وہی نبوت طرق مذکورہ ثلاثہ سے بالاتفاق بند اور وہی الہام بہ طور سے جاری۔

گواہ مدعیہ مٹ کا ہرگز کوئی تعارض و تناقض گواہ مدعیہ مٹ کے ساتھ نہیں یہ اس کے غلط الفاظ نقل کر دیے ہیں اصل جرح کے اس کے الفاظ یہ ہیں بحجاب سوال ادعیۃنا ام موہی وغیرہ کہ۔

یہ وہی وہی ہے جسے الہام کہا جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ

نے نخل کے لیے کہا ہے یہ الہام انسان کے ساتھ مخصوص نہیں

غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سورۃ نخل کی اس

آیت سے معلوم ہوتا ہے وادخلی ربک الی الغد الخ

اب عدالت خود فرمائے کہ گواہ مدعیہ مٹ وہی نبوت بہ پیروی وہی نبوت بطریق ثلاثہ مذکورہ بند بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ مٹ وہی بمعنی الہام جو نخل کو بھی ہو سکتی ہے باقی مانتا ہے تناقض کہہ رہے ہو۔

بہر حال یہ تمام مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی یا غلط فہمی یا بعض مغالطہ محاورہ نہ بیانات گواہان مدعیہ بالکل تناقض سے پاک و صاف ہیں کہ قسم سے مخدوش و مجروح نہیں۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے بخلاف اس کے کہ مختار مدعا علیہ نے جو تناقض کا اعتراف گواہان مدعا علیہ پر کیا تھا وہ بدستور قائم ہے اور اکثر کا تو جواب میں تذکرہ تک نہیں تلاویل کیا کر سکتے۔

گواہ مدعیہ کا خود اپنے بیان سے تعارض

اس سلسلہ میں صرف گواہ مٹ و مٹ دست کا حوالہ پیش کیا ہے

گواہ مدعیہ مٹ نے ۲۱ اگست کو بحجاب جرح کہا کہ۔

حدیث منکر الصلوٰۃ میں امت یہ معنی سمجھتی ہے کہ

کہ کفر کا سا فعل کیا یعنی عمداً نماز کا تارک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔ اس کے بعد پھر یہ اقرار کیا کہ بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے تارک کو کافر قرار دے کر ایسے نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔

(الجواب)

اولاً یہ الفاظ جرح نہیں بلکہ قطع و برید و نفایت کا معنی ہے۔ وہاں علیحدہ علیحدہ مندرجہ ذیل فقرات ہیں۔

حدیث من ترک الصلوة میں مراد کفر عیناً فعل کیا۔  
”لیکن ائمہ نے کافر بھی کہا ہے“

کافر کہنے والے بھی امام برحق و مسلمان ہیں ان کے نزدیک  
فح نکاح بھی ہوگا۔

عدالت خود اصل الفاظ اصل سے ملاحظہ فرمائے۔

اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں بلکہ خود مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ بھی تسلیم کر کے تقاضا نہیں۔ کیونکہ اگر پہلے قول میں تمام امت یا اجماع کا لفظ ہوتا تو کسی ایک امام برحق کا خلاف اس کے منافی تھا اور متناقض جو جانا وہاں تو صرف امت کا لفظ ہے اور بعض امام کی رائے اگے ہے یہاں متناقض کا شبہ تک نہیں محض مغالطہ ہے۔

گواہ مدعیہ نمبر ۲

گواہ مدعیہ سٹے اپنے بیان میں ۲۵ اگست کو کہا کہ۔

”صبح نسخ بروز وغیرہ یہ پانچوں اصطلاحیں آسانی دینی میں

کوئی یقینہ نہیں رکھتے“

اور پھر ۲۹ اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ۔

کوئی افتراء و خاسیثین کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ

صحیح ہو گئے تھے۔





مدیرہ کی شہادت مجروح نہیں۔

اصل الفاظ جرح گواہ مدیرہ مٹ و مٹ سے ملاحظہ ہوں۔ کہ ان کی کتب کے مطالعہ کو بتایا ہے جس کا شمار بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

## حام الحسین وغیرہ

وبہر جہارم۔

دربار معلیٰ کے فیصلہ کی رو سے علمائے اسلام کی آراء حاصل کرنی چاہئیں اور یہ گواہ دیوبندی ہیں ان پر حام الحسین اور علماء ہند کے کفر کے فتوے ہیں۔

(الجواب)

یہ محض بھوٹ اور غلط ہے گواہ ذلیف و زبے و مٹ کا تو کوئی بیحد ساقط بھی علماء دیوبند سے نہیں اور نہ گواہان مدعا علیہ کسی ایک کو ان کے علاوہ بھی دیوبندی خیال کا ثابت کر سکے صرف گواہ مٹ کو مفتی دیوبند ہونے کی وجہ سے دیوبندی خیال کا بتایا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مٹ۔ اب میں اس فتویٰ حام الحسین اور اشتہارین سو علماء کے فتویٰ کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔

(۱) اشتہار منسلک مسل عنوان ”وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہل سنت والجماعت کا فتویٰ جس کے معلن محمد ابراہیم بھاگل پوری ہیں۔

(الجواب)

(۱) ادلاً جو ڈیشل اصول پر یہ غیر مقدمہ ہے۔

(۲) یہ دوران مقدمہ میں جعلی تیار کر لیا گیا اسی واسطے اس پر کوئی تاریخ طبع نہیں۔

(۳) مطبع کی ہمسائے پاس شہادتیں ہیں۔ عدالت کی طلبی پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دوران مقدمہ کا ہے۔

(۴) اس میں اکثر فرضی غیر متعارف نام ہیں۔ بعض رہ ہیں جن کے انتقال کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں بعض وہ ہیں جن کی عمر ابھی سٹے سال سے زائد نہیں۔ طالب علم بتدی ہیں۔

(۵) علماء اہل سنت تین عبدالباقی بھادپوری ویرم بخش رضوی بھادپوری بھی ہیں جس سے عدالت اس کی حقیقت کا اندازہ فرمائے۔

(۶) اس میں غلام احمد اختر احمدی کے دستخط بھی غلام احمد فریدی کے ساتھ ہیں جس طرح وہ دستخط کیا کرتے ہیں۔

(۷) عبدالحلیم شاہ جہانپوری ہے جو بدہمتی میں سزایافتہ ہے۔  
(۸) خود شائع کنندہ سے بھی گواہ واقف نہ تھا جب مختار مدیجہ نے اس کی سزایابی کا حوالہ پیش کیا تو کہا کہ

شاید وہی ہو۔

(۹) اس کے حوالہ تقویۃ الایمان وغیرہ اصل کتاب سے جرح میں نہ ثابت کر سکے بلکہ اس میں اس کے خلاف نکلا۔  
بحث میں اصل کتاب سے دکھانے کو کہا تھا مگر اس کا نام تک نہ لیا۔

(۱۰) غرض عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً۔

باقی رہی حسام الحرمین اس کے متعلق بحث میں مکمل جواب دے چکا ہوں اب صرف اس قدر گزارش ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کہ یہ فتویٰ بعد اطلاع حقیقتہ حال علماء حرمین نے علماء دیوبند پر سے واپس لے لیا صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر باقی ہے۔ دو کتابیں پیش کی گئی تھیں ایک المہندۃ دوسری علامہ بزرگجی مدنی کی غایتہ المامول پہلی میں تو ناقابل التفات تاویلات کیں اور ثانی کو بلا تاویل قبول کر لیا جواب میں نام تک نہ لیا پس یہ فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں تبصریح غایتہ المامول علامہ بزرگجی کے جس کے آخر میں انہیں علماء کے دستخط سے واپس ہونا ثابت ہے حسام الحرمین میں اولاً مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ایک عبارت پیش کی گئی جو اس طور پر ان کی کتاب تحذیر الناس میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز اس کا پہلا فقرہ ص ۱۰ کا دوسرا صفحہ ۳ کا تیسرا صفحہ ۴ اکابرے ربط قطع و برید کے ایک کفر یہ مضمون بنایا جس کے خلاف اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تصریح موجود ہے بحث ختم نبوت میں اس پر بحث گزر چکی تفصیل کے واسطے شہاب ثاقب السحاب المدد دار ملاحظہ ہو۔

دوسرا اتہام خدا کے جھوٹے ماننے کا مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر فرضی ہے کہ ان کا کہیں کوئی فتویٰ یا اس کا فوٹو دیکھا حالانکہ آپ کی مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ یہ حصہ اول کے ص ۱۸ پر اس کی زبردست تردید موجود ہے اور قطع التوہین کے صفحہ ۹ پر اس فتویٰ کے بے اصل بہتان ہونے کی ان کے اپنے خط سے تصریح موجود ہے۔  
تیسرا حوالہ براہین قاطعہ کا جو تھا حفظ الایمان کا ہے جن کا بہتان اور مخالفہ (علم میں مقابلہ) کے عنوان کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ کے شرعی لفظ ثانی بمعنی تابع اور دوسم کے معنی میں سے جیسا کہ حضرت سیدنا رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأتش پر صدیق اکبرؓ کی شان میں پڑھا کہ۔

و ثانی اشہد فی الغاد المینف دقد ۛ طاف الحدوہ ۛ اذا الجبلا  
دکان حب رسول اللہ و قد علموا ۛ من البریتہ لم یعد ل ۛ دجلا

جس کی آنحضرت علیہ السلام نے تائید فرمائی۔ کہ صدقت یا حسان ہوا کہا قلت۔

(درمنثور ج ۳ صفحہ ۲۴۱)

پس یہاں مغالطہ صرف لفظ ثانی بمعنی مثل کے استعمال میں تھا وہ دفع ہو گیا کہ بمعنی تابع اور دوم کے مستعمل مراد ہے۔

بول ہی دوسرے اشد بھی بے بنیاد ہیں تنگی وقت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ کیس سے زیادہ متعلق نہیں فتاویٰ رشیدیہ کے میلاد وغیرہ کی نسبت حالیات چونکہ غیر متعلق ہیں لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں صرف یہ گزارش ہے۔ کہ وہ سب قطع و برید کر کے مشکم کی اسی کتاب کی تصحیحات کے خلاف نقل کئے گئے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیف بیانی الحمد للہ کہ اس بہتان کا بھی بے بنیاد ہونا ثابت ہو گیا

گو اہان مدعیہ کے صریح کذب)

پہنچم

پھر تو گو اہان مدعیہ نیز اس کے مختار نے متعدد غلط بیانیوں کی تھیں اس لیے فرضی اس پر پروردہ ڈالنے کے واسطے فرضی کذب کے بہتان صریح کذب کا نام دے کر (۱۵) نقل کئے جن میں سے ایک نمبر (۱۵) عدالت نے کاٹ دیا اب صرف (۱۴) نمبر رہے جن کا مزب مختصر جواب پیش ہے گو وہ زیادہ جواب کے لائق ہی نہ تھے مگر محال مغالطہ کا انکشاف ضروری ہے۔

(پہلا کذب)

گو اہان مدعیہ نے کہا کہ مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا الخ اور حوالہ آئینہ کمالات کا دیا حالانکہ وہیں ہے کہ یہ خواب ہے اور اس کی یہ تعبیر ہے یہ صریح کذب ہے۔

(الجواب)

یہ صرف بہتان اور غلط بیانی ہے۔ اوپر لا الہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت اس کا ثبوت مفصل گذر چکا۔ اس میں نہ صرف خدائی کا ذکر ہے بلکہ تیقنت انہی ہو بھی ہے کہ میں نے یقین کامل کر لیا کہ یقیناً ہو بہو خدا ہوں۔ باقی یہ کہنا کہ وہیں اس کو خواب قرار دے یہ بھی مغالطہ ہے اولاً تو مرزا صاحب کا خواب بھی وحی ہے۔ چنانکہ مسلمات سے گذر چکا۔

نیز مرزا صاحب نے خود اس کا ترجمہ کتاب البرہ میں یہ کیا کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا ہے بہر حال

اس میں ایک حرف بھی جھوٹ نہیں کشف و تعمیر وغیرہ کی تاویلات و مغالطہ سب نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ جتنا الجواب کے ابتدائی اوراق میں گزر چکے عدالت خود وہیں سے ملاحظہ فرمائے تمام تاویلات کا مرزا صاحب کی تصریحات سے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

### (دوئم کذب)

گواہ مدعیہ الغت نے مرزا صاحب کی طرف بحوالہ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۵۱ منسوب کیا ہے کہ خدا نے ان سے کہا کہ ”جس طرح میں قدیم وازی ہوں اس طرح تیرے پیسے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو ہی ازلی ہے“ یہ عبارت البشریٰ میں نہیں

### (الجواب)

یہ بھی محض بہتان ہے اس کا مفصل جواب ”داصلی واصلی واصلی واصلی“ کے تحت گزر چکا۔ اور یہ بھی بتلا چکا کہ گواہ الغت نے وہاں کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے الفاظ میں کیا ہے البشریٰ کا ترجمہ نقل نہیں کیا اور مذہب ترجمہ اردو مرزا صاحب کے متبعین کو مسلم ہے۔ خود مختار مدعا علیہ بالو منظور الہی کو جو محکمہ تار کے محرک ہیں عربی سے ناواقف بتلایا ہے۔ پس وہاں عربی الفاظ موجود ہیں گواہ مدعیہ الغت نے مطلب خیز ترجمہ کر دیا اس میں کذب کا شاہدہ بھی نہیں۔ مفصل بحث اوپر گزر چکی وہیں سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

### (تیسرے کذب صریح)

گواہ مدعیہ غت نے بحوالہ توینع مرام مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ مرزا صاحب ”ملکۂ سیاروں کی روح کو مانتے ہیں“

### (الجواب)

اب جب کہ بسلسلہ عنوان ملائکہ اس کے تمام حوالے پیش کش ہو چکے اور ثابت ہو چکا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ملائکہ نفوس فلیکھ و ارواح کو اکب ہی کا نام ہے پس اب اس کی تصدیق کے واسطے کسی اور شئی کی ضرورت نہیں اور غالباً اب تو مختار مدعا علیہ کی بھی غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہو۔

### (چوتھا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضیح المرام یہ ظاہر کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک دنیا میں جو کچھ جو رہا ہے وہ نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے“ ۲۱۔

(الجواب)

یہ بھی غلط بیانی ہے اس کی توضیح بھی بسلسلہ عنوان ملائکہ گذر چکی ایک اور عبارت مرزا صاحب کی توضیح مرام ص ۳۸ سے پیش ہے۔

”اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کوکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل اور تزیینت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں تا آسمانی کوکب کا دن رات پڑا پڑتا رہے غرض اس میں کذب کوئی نہیں۔“

یہ دوسری بات ہے کہ مختار مدعا علیہ اس میں کچھ تاویل کے مگر تمام تاویلات کا مفصل جواب ہیڈنگ ملکہ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

### (پانچواں کذب)

گواہ مدعیہ ۱ بجواب جرح ۲۱ اگست کو یہ جھوٹ یولا کہ ”مسیحیہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی“ ۲۱۔

(الجواب)

اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں وہ تو تابع یا شریک نبی بنا چاہتا تھا۔ یہی قرآن پڑھتا تھا یہی نماز یہی اذان تھی یہی روزہ و حج اسی شریعت پر عمل کا اعداد معمولی ترمیمات اس سے زائد نہ تھیں جو مرزا صاحب نے کیں بہر حال یہ صرف مغالطہ ہے کوئی بھی کذب نہیں باقی گواہ ۱۱ اور حج الکرامہ سے اس کے خلاف دکھانا اس کا جھوٹ ثابت نہیں کرسکتے کیونکہ اس میں مستقرین نے اختلاف کیا ہے اور دونوں طرف اکابر میں اور اصول ہے جب اسلام میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے تو اسلام بے جا میں عمل درآمد بنائیں۔ پس گواہ ۱۱ نے اپنی تحقیق اپنے علم کے مطابق اور ۱۱ نے اپنی تحقیق پیش کر دی نہ اس میں کوئی جھوٹ ہے نہ تعارض۔

## (بجھٹا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست کو بحواب جرح کہا کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے احمد رضا خان کو بھی کافر نہیں کہتے اس کے کلام میں تاویل کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔

(الجواب)

جھوٹ جب ہوتا کہ اس کی یا اس کے کسی مسلم بزرگ کی تحقیر و تقریر اس کے خلاف پیش کرتے حالانکہ نہ پیش کر سکے۔ کو کذب یہانی جو اس مرحلہ پر پیش کی گئی اس کی غلط بیانی عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ان سے ان کی مسلمات پر استفسار ہے نہ ان پر فتویٰ کفر اس سے قبل مفصل گزر چکا وہیں سے ملاحظہ ہو۔ نیز حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی فیض آبادی کے شہاب ثنائی کے صفحہ ۱۲۷ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی ان کی تکفیر نہیں کی باں سختی سے جواب ضرور دیا اور ان کی خیانتیں واضح کی ہیں۔

## (مسائل کذب)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ اگست بحواب جرح کہا کہ حدیث من ترک الصلوٰۃ متعددا فقد کفر یہ کہا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سائل کیا ہے۔

(الجواب)

اس کا مفصل جواب متعارفات کے سلسلہ میں اس سے قبل گزر چکا اب اعادہ کی ضرورت نہیں بہر حال یہ بھی قول سرتاپا صداقت ہے کذب کا شائبہ تک نہیں بلکہ اسے کذب بتانا ہی ایک کھلی ہسوئی کذب یہانی ہے۔

## (اسمحوال کذب)

گواہ مدعیہ ۱ نے بحواب جرح ۲۳ اگست کو کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں دجی کو جمع نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا لیکن ان کی جو دجی جس جس کتاب میں درج ہے وہ دجی شریعت جدیدہ ہے۔

(الجواب)

اس میں جھوٹ کیلئے جب کہ اپنی تمام دجی کو ترکان پاک کی طرح سمجھتے ہیں جیسا کہ اوپر حوالہ سے گزر چکا تو آپ

شریعت جدیدہ ہونے میں کیا شک ہے۔  
 نیز اربعین کا حوالہ متعلقہ نبوت تشریفی کو بھی کہ ”سہرہ شریعت کے کہتے ہیں“ ۱۶ بھی اس سے ملا لیا جائے  
 تو مذاقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

### (نوال کذب)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۴ اگست کو بحواب جرح کہا کہ۔  
 ”مرزا صاحب نے انزالہ ادہام کے بعد قرآن کو آخر الکتاب نہیں مانا۔“  
 (الجواب)

اس میں بھوٹ ہی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت و وحی نبوت ہوئے اور اپنی وحی قرآن کی طرح ماننے لگے  
 پھر قرآن آخری وحی اور آخری کتاب کیونکر رہا۔

### (دوسوال کذب)

گواہ مدعیہ ۲ نے ۲۹ اگست بحواب جرح کہا کہ۔  
 ”مکتوبات ج ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۵۱ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کشتی ہے یا عالمی۔“  
 (الجواب)

یہ بالکل صحیح ہے مختار مدعا علیہ کی اس سے خود ناواقفی ہے۔ اوپر سوال پیش کر چکا ہوں کہ یہی مکتوب جس  
 جگہ ختم کیا ہے وہی فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے بطور علم لدنی سکھایا گیا ہے۔ جو صراحت ہے اس امر کی کہ یہ کشتی ہے۔ نیز  
 کشتی کے اور بھی ثبوت اور جہاں یہ حوالہ کیا ہے۔ پیش کر چکا ہوں صرف اپنی ناواقفی سے دوسری تحقیق غلط اور کذب  
 بتانا نامناسب امر ہے۔ نیز مختار مدعا علیہ نے حوالہ آخر سے کاٹ کر نقل کیا تاکہ اصل حقیقت پوشیدہ نہ ہو  
 بھی ایک جہات ہے۔

### (گیارہوال کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۸ اگست بحواب جرح مسلم الثبوت ج ۲ صفحہ ۱۹۵ پھر اس کا مفہوم اس سے نقل کیا اور  
 تبصرہ یہ کیا کہ یہ مفہوم غلط ہے۔



(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی سمجھ میں نہ آئے یہ دوسری بات ہے باقی مفہوم بالکل صحیح مراد مشکلم کے موافق دوسری تصحیح کے مطابق ہے۔

(بارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے ۲۸ اگست کو بجواب عبارت فقہ اکبر صفحہ ۷۱ کی عبارت ہے الیہ مفہوم صحیح نہیں۔

(الجواب)

یہ مفہوم بالکل صحیح ہے اور اگر مغالطہ دینا مقصود نہیں تو مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی ہے یہ دوسری بات کہ اُس کے نزدیک کفر و اسلام کا کوئی اور معیار ہو۔ پھر خود جو مفہوم پیش کیا ہے اُس سے اُس کی واقفیت کا بھی پتہ چلتا ہے کسی ایک ٹکڑے کو لے کر مطلب بیان کرنا اور بات ہے اور مصنف کے مسلک کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ادا کرنا اور ہے۔

(تیسرہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے ۲۱ اگست کو بجواب حدیث علماء ہم الیہ۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے جو مفہوم حدیث لکھا ہے وہ دیگر احادیث صحیح کی روشنی میں ہے اور وہی صحیح و درست ہے مگر مختار مدعا علیہ اپنے تصنیف کردہ مطلب کو صحیح بتاتا ہے۔ اُسے اختیار ہے مگر اُسے بھوٹ نہیں کہہ سکتے اسلاف کے مطابق وہی ہے۔ مفصل طوائف طلب ہے لہذا ترک کرتا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(چوتھواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳۸ نے ۲۱ اگست بجواب جرح کہا کہ مکتوب جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں جو لکھا ہے مکاشفہ الیہ۔

(الجواب)

اس کا جواب ۳۸ میں ہے چکا اس مکتوب کے آخر میں اس کی تشریح ہے کہ یہ اُن کی خصوصی علم توفی اور

کشفی سے ہے۔ آخر مکتوب کے لفظ حذف کر کے مختار مدعا علیہ نے اوپر حوالہ پیش کیا ہے جب کہ عرض کر چکا۔

غرض یہ کہ ایک بھی جھوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اور  
محمد اندگواہان مدعیہ کی شہادتیں بالکل بے لوث رہیں

وجہ ہفتم۔

### قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے وہی استدلال انہیں مصنوعی الفاظ کے ساتھ نمائشی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محامد ذکر کرتے ہوئے جس طرح شہادت میں اشادات فریدی کے بعض حوالے پیش کئے تھے یہاں بھی وہی پیش کئے۔

حالانکہ جرح میں جب کہ حضرت قلعہ خواجہ صاحب رحمہ کے متعلق دیباقت کیا گیا قویہ جواب دیا کہ میرے واجب الاطاعت مسلم بزرگ نہیں اور احمدی (مرزائی) ہونے کے بعد دیگر احمدیوں (مرزائیوں) کی طرح ہوں گے یعنی خدا نخواستہ جب کہ ان کے متبعین اپنی مرزا صاحب کی امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو کر لمبا میں تو دوسرے احمدیوں کی طرح ہو سکیں گے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی بیعت میں باوجود دعوت پہنچنے کے شامل نہ ہوئے۔ پس مرزا صاحب کا فتویٰ ان کے متعلق ان کے اس اصول سے معاذ اللہ یہ رہا کہ ہمہ حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل مؤاخذاہ ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۳۰۸)

### حضرت خواجہ عمر زاحمو صاحب کی نگاہیں

گل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔“

(ایک نذر صداقت صفحہ ۳۵)

اور باقر اندگواہان مدعا علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔

(بادوجود بزم فراق مدعا علیہ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بھی مرزا محمود صاحب کے نزدیک عیاظاً بالحدیث کافر ہیں) ”جو آپ کو رسول نہیں مانتا خواہ زبان سے کتنی ہی مدح سرائی کرتا ہو وہ بھی پکا کافر ہے۔“  
(آئینہ صداقت صفر ۸۶)

پس صرف اپنی مطلب براری اور حکام ریاست کو فریق مدعیہ کی طرف سے بدظن کرنے کے واسطے یہ شہادت انہوں نے اس انداز میں پیش کی حالانکہ ان کے متعلق ان کے اصولی وہی خیالات بلکہ اس سے بڑھ کر ہیں جو ام پر نقل ہوئے مختلف فریق مدعیہ کے وہ ان کو در حقیقت قطب وقت شیخ طریقت اپنا مقتدا پیشوا اور مسلم بزرگ تسلیم کرتے اور انہیں کی تصریح کے مطابق فرقہ احمدیہ کو فرقہ ناریہ یقین کرتا ہے اور دنیا میں ان کا تبع اور آخرت میں ان کے ساتھ اپنے حشر کا تقاضا ہے۔  
مختار مدعیہ نے اس شہادت کے متعلق گواہان مدعا علیہ کے مسلمان قرار وصول اور متقاتل کی روشنی میں جو اس پر بحث کی تھی اس کی مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

### (خلاصہ تاویلات)

- (۱) مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ صاحب کے تقدس پر بیجا لعن کیا کہ آپ نے فیصلہ کے وقت کوئی تحقیق نہ کی تھی۔
- (۲) آپ نے کافر کہنے والوں کو غلطی پر تیار کیا جو بلا اعلیٰ مدعیہ کی تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔
- (۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ خط میں صرف مرزا غلام احمد لکھا نہ کہ میرج مودود مہدی مسعود یا کوئی اور ایسا لفظ نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کو اعزاز احباب لکھا۔
- (۴) دیگر خطوط میں مجموعہ خاص و غیرہ کے الفاظ ہیں۔
- (۵) مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ واقف علی مقام تعظیم قبل الرؤیۃ وما جرت کلمۃ علی لسانی الخ معترف بصلاح الخ موثق بانک من عباد اللہ الصالحین وایتی الفضل الخ
- ”مرزا صاحب مروّض و صالح است“ نیک مرکز اہل سنت و الجماعت است الخ
- ”وتمام کلام او مملو الخ“ مرزا صاحب میں مہدی و مدعی بن مریم کے اوصاف پائے جاتے ہیں الخ۔
- (۶) مندرجہ ذیل اور دلائل میں کہ مرزا صاحب کے متعلق بعد تحقیق فتویٰ دیا۔

(۱) الفاظ مذکورہ بالا۔

(۲) خلیفہ اول کی ملاقات اور مرزا صاحب کے متعلق گفتگو۔

(۳) مرزا صاحب سے خط و کتابت جاری رہی جس میں ان کا ذکر ہے۔

(۴) لیکن جلسہ اعظم کا یہ حصہ۔

(۵) مخالف علماء کا جانا امدان کے دعوایات کفریہ کو کفر نہ سمجھنا اور علماء کو غلطی پر بتانا علی دقت ۱۶

صفحہ ۱۷۸ صفحہ ۱۹۱ ص ۷۵ -

(۶) عبارت مرزا غلام احمد قادیانی ۱۶ صفحہ ۱۷۹ -

(۷) نور فراست سے بھی اذیادہ صادق کو پہچانتے ہیں۔

(۸) انجام آتمم جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی امداس میں دعاوی و تبلیغ مباہلہ تھا وہ بھی آپ کو پہنچی۔

(۹) کچھ قابل اعتراضات الہامات کا بھی اُس میں جواب تھا۔

(۱۰) سیلہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

(۱۱) کا فرد اگر است صفحہ ۱۰۹ ج ۳ اشادات فریدی۔

(۱۲) ہفتاد فرقہ کہ مردود اندر اہل تار - (فوائد فریدی صفحہ ۳۰)

(۱۳) پر جو دھم چمار کو جہاد اللہ الصالحین فرماتے کا کوئی بھی ثبوت پیش نہ کیا۔

(۱۴) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ جہاد اللہ الصالحین بھی ایک شہادت ہے پھر خواجہ صاحب کی طرف کسی اور نے اس کی نسبت کیوں نہ شہادت دی۔

(الجواب)

(۱) یہ غلط اور محض جھوٹ ہے بلکہ جس قدر ان کے سامنے تحقیق حکیم نور الدین صاحب یا مرزا صاحب کی کتاب

انجام آتمم جس قدر بھی سنی اس سے ہوئی ان پر حکم نہ دیا دیگر کفریات خصوصاً دعوی نبوت اور ختم نبوت کا انکار اور حقیقتہً ملوی کے ناقابل برداشت کفریات اس دقت نہ تھے اور نہ انہیں پہنچے۔

یہی کب ثابت ہے کہ یہ خط من و عن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کا

نہیں بلکہ غلام احمد اختر احمدی کا اس میں اعتراف ہے اور جعل سازی و دہ حضرت صاحب ہرگز اپنے قلم

مبارک کی تصنیف یعنی نسخہ مبارکہ فوائد فہریدی میں احمدی فرقہ کو فرقہ مردودہ اور ناری و جھنوی

قرار نہ دیتے۔

(۲) اُن دلائل کی رو سے جو وہ پیش کرتے تھے ضرور غلطی بتایا ہوگا اس وقت ان کے تمام کفریات قطعیہ سامنے نہ تھے صرف انجامِ اتھم کی توہین جیلنے تھی اس پر مرزا صاحب کا اپنے بچاؤ کا ایک مصنوعی نوٹ بھی ہے۔

پھر غلام احمد اختر نے نیز حکیم نور الدین صاحب نے ان کفریوں کے خلاف واقع شہادت دی محکمِ ظاہر پر دیا جاتا ہے نہ کسی کے باطن پر علمائے اسلام نے بھی جب تک صرف وہی امر تھا کفر میں احتیاط اور متفقہ فتویٰ نہ دیا مگر بعد میں کفریہ نقاب ہونے کے خصوصاً ۱۹۰۱ء سے متفقہ تمام علماء و مشائخ نے تکفیر کی اگر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس عالم ظاہر میں رد و نفی افروز ہوتے تو وہ بھی مرزا صاحب کو کافر بتا کر ناموس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کافی سے زائد حصہ لیتے۔

(۳) اب اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اُس کے اجزاء سب معضل آرہے ہیں۔

(۴) پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقدس اسلام کی درحقیقت مرزا صاحب نے جس قدر توہین عظیم کی ہے اور تمام صحابہؓ اور اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کو توہین میں آیا کر کہا ہے حضرت قبلہ قدس سرہ کو پہنچتی تو مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر سب سے پہلے حضور قبلہ کے دستخط ہوتے اور اُن کے تمام تابعین کو اسی وقت نہ صرف ریاست بلکہ تمام اُن کے حلقہ اثر سے شہر بدر کیا جاتا۔ انہیں تو حکیم نور الدین صاحب نے خلاف واقع بیان اور مرزا صاحب نے اپنے قول جہ ہر نفوت را برداشتہ انتقام سے مغالطہ دیا ہے اور اگرچہ صاحب نسبت حضرات پر ایسے امور غفیبہ ہی منکشف ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہر وقت لازمی اوافیائی نہیں۔

مجھے ہر عالم اعلیٰ نشینم      تجھے ہر پشت پائے خود نہ بینم  
مے شود پردہ پوشم کام گاہے      دیدہ ام ہر دو صاحبان را نگاہے گاہے  
منزل عشق بے دُور دراناست چلے      مے شود جاوہ حد سالہ گاہے گاہے

نیز مقربان بارگاہ اسرار الہیہ اور اموری غیبیہ کو عوام پر واضح کر کے پردہ فاش نہیں کرتے محکم ظاہری پر لگاتے ہیں تاکہ ناموس شرع پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس فرقہ احمدیہ کو مردود و ناری بتانا اور مرزا صاحب کو کشف و الباطن کا غلطی ماننا اسی زمرہ سے ہے۔

(۵) مرزا صاحب پسند کرتے یا نہ مگر مسیح موعود و مہدی مسعود مان کر صرف الٰہی مرزا صاحب غلام احمد باکسی القاب و آداب کے لکھنا کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ معمولی معمولی انسانوں کو تو اعلیٰ اعلیٰ القاب لکھتے تھیں مگر مسیح و دھان و مہدی زمان کو کچھ نہیں صرف مرزا غلام احمد معلوم ہوا کہ ان رعادی کی تصدیق کا التزام محض

بہتان ہے۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان تک یہ پہنچی ہی نہیں کیونکہ بالاستیعاب کسی کتاب کا سننا یا یاد کرنا ثابت ہی نہیں۔ اور خود اپنی فرائد فریدی میں حضرت قبلہ قدس سرہ نور اللہ مرقدہ علیہ السلام کی حیات و نزول اور علیہ السلام اور مہدی کو وہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں اور مہدی کو آنحضرت کے محمد کے نام کے ہمنام ان کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ آمنہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جونا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کے معقولات مفصلاً اپنے عقائد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جس کے بعد ظاہر ہے۔ اگر یہ دعاوی اسے پہنچتے تو ہرگز میسج موعود نہیں تسلیم کرتے بلکہ تکذیب و تکفیر میں سب سے پیش پیش ہوتے۔

۴۔ اولاً یہ تمام الفاظ غلام احمد اختر احمدی یا ان کے دوست ملا رکن الدین صاحب کے برعکس ہوئے ہیں جن سے حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کا دامن قدس پاک ہے۔ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش رحمد اللہ علیہ جب ان الفاظ پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا اس سے ملا رکن الدین نے اپنی عاقبت غراب کر دی وہ قلبی تحریکات اب تک ان کے خلفاء کے پاس بھی نہیں وہ روایات ان کے متوسلین میں مشہور ہیں ہم تحریرات پیش کرنا چاہتے تھے۔ عدالت نے حسب منابط اجازت نہ دی کج عدالت اجازت مے ہم پیش کر سکتے ہیں۔

نیز ان میں کوئی بھی لفظ ان کی نبوت وغیرہ کی تصدیق کے نہیں۔ معلوم ہوا کہ دراصل تمام حقیقت حال کی آپ کو اطلاع نہ دی گئی۔ ملا رکن الدین صاحب اور غلام احمد اختر نے ملا کر یہ سازشیں کیں۔

(۸) ہرگز نہیں یہ امور تحقیق مکمل پر دلالت نہیں کرتے الفاظ مذکورہ کے متعلق اوپر عرض کر چکا ہوں مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو۔ حکیم صاحب کی ملاقات ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اصل واقعہ پیش نہیں ہوا بلکہ شش عقیدت اور صفائی کا حکیم صاحب نے اظہار فرمایا۔ حضرت صاحب نور اللہ قدس نے باور کرایا اولیاء اللہ کے ایسے ہی وسیع اخلاق ہوتے ہیں۔ وہ دنیا داروں کی طرح امور میں کید نہیں کرتے اور نہ اس کے مکلف ہیں حضور قبلہ تو دنیا سے کنارہ کشی مراقب ذات صفات تھے۔ انہیں ان امور سے شغف تھا اور مہلت ہی کب تھی۔ صوفیائے کرام کسی کو برا نہیں کہتے۔ حتیٰ کہ اپنے دشمن کو۔ ریاست کے باشندے بھی واقف ہیں کہ ان کے معاملات ان لوگوں کے ساتھ کیلئے ہیں جنہوں نے انہیں گالیاں دیں۔ اور بڑبکا۔ خط و کتابت اور تقریر جیسے عظیم میں کوئی بھی کفریہ دعویٰ والہام نہیں خط و کتابت میں تو اسلامی عقیدہ۔

ہاں ہر نبوت مابرو شدہ اختتام سے مغالطہ دیا ہے۔ اس کے بعد پھر ہر نبوت کے عوم کو باطل قرار دے کر خود نبی اور انبیاء سابقین سے افضل اور سید الانبیاء کے ہمسرہ بلکہ کچھ بڑھ کر بن گئے ہیں۔

یوں ہی اس تقریر کے بعد اپنی کتب میں کوئی بھی کفریہ نہ چھوڑا۔ جو نہ لکھا ہو۔ خصوصاً ۱۹۰۱ء

سے بعد۔

مخالف علماء کے وجہ کفر انجام آتم کے نوٹ اور غلام احمد انصار دیکھ نور الدین صاحب مغالطہ امیر صفائی کے بعد یقیناً قابل اعتماد نہ سمجھے ہوں گے۔ حضور قبلہ نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق بجانب ہے۔ اور اس وقت دیگر علماء کا بھی متفقہ فتویٰ نہ تھا اور صرف اسی کتاب پر فتویٰ کفریہ ہے اصل معاملہ تو ۱۹۱۰ء کے بعد جب نبوت سے پردہ اٹھا اور کھل کے تمام اپنی گول مول دعاوی و الہامات کفریہ کا شرع کی اور دین کی بنیادوں پر زبردست ضرب کاری لگائی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اہل بیت و اولیاء اقطاب و اہمال کی توہین کی اس وقت متفقہ عرب و عجم علماء و مشائخ غرض کہ تمام فرق اسلامیہ نے کافر بنایا اور آج روئے زمین پر کوئی بھی فرقہ انہیں مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ اسلام کا سب سے زیادہ دشمن انہیں کو شمار کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے دیگر امور کا بھی اس میں جواب آچکا۔

(۹) انجام آتم پہنچی جو مگر دل سے آرتک بالاسیحاب مطالعہ کا ثبوت نہیں نہ کل کے سننے کا نیز اس میں تمام دعاوی بھی نہیں ۱۹۱۰ء کے جب کہ تمام دعاوی کفریہ بنے نقاب ہوئے اس وقت جیسی کوئی کتاب نہ پہنچی اور نہ تھی۔ اور علماء اسلام کا متفقہ کفر و دعویٰ نبوت کے بدلے اہلہا کے بعد اور کثرت کے قطعی اثبات ہو جانے پر چاہیے۔

(۱۰) جب ہی تو مغالطہ ہوا اور کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا ورنہ اس کے بعض الہامات حضور قبلہ قدس سرہ العزیز جیسے صاحب بصیرت کے فتوے کفر کے واسطے کافی ہوئے۔ اُن میں پردہ ڈالنے کو کچھ غلط تاویلات مغالطہ آمیز بھی تھیں۔

(۱۱) مسیدہ کو جس طرح کافر اکثر بتایا جو جب دعویٰ نبوت کے اگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت نہ ہوتا تو انہیں بھی اسی طرح کافر کہتے۔

ہذا و فرقہ جنہیں مردود ناری بتایا ان میں مدعا علیہ کا فرقہ الحمبیر بھی قیسے۔ اور گواہ مٹ کا جواب جو کافر ہے۔ کہ ہندوستان میں فرقہ احمدیہ صرف مرزا صاحب ہی کا فرقہ ہے نہ کوئی اور۔

(۱۲) چونکہ چار کے عباد اللہ الصالحین ہونے کا ثبوت محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قطعی اور تحریری موجود ہے۔ اور ہم بیش کر رہے تھے۔ عدالت نے حسب ضابطہ گند جانے کی وجہ سے اجازت بندی تھی آج اگر یہ ضابطہ اجازت ہو جائے تو ہم آج پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۳) یقیناً عباد اللہ الصالحین اگر حضور قبلہ فرماتے تو سوائے ان سادھی حضرات اور خصوصاً غلام احمد انصار محمدی کے کوئی ایک تو خلفاء و مریدین و متوسلین میں تو شاید جوتا مگر ایک بھی نہیں بلکہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ قواس کی وجہ سے ملا صاحب کو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عاقبت عزاب کر لی۔

نیز اگر حضور قبلہ انہیں مسیح و مہدی سمجھتے تو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب اور بالخصوص حضرت کے متوسلین اس سے ناواقف رہتے یا وہ حضرت کی مخالفت کرتے بلکہ سب کے سب اور سب سے پہلے خلفاء داخل سلسلہ ہوتے مگر محمد اشرف آج تک سوائے غلام احمد اختر کے جو پہلے سے احمدی تھا ایک بھی احمدی زہرہ معلوم ہوا کہ یہ سب سازشی کارروائی تھی حضور قبلہ کا دامن اقدس اس سے بالکل پاک ہے۔ فائدہ الحمد۔

### (بعض اعتراضات کے جواب کا جواب الجواب)

(۱) صرف انجام اتھم یا اس کے ضمیمہ میں خطوط کا شائع ہونا اور اس کی تائید صرف اسی سازش کلہوڑائی غلام احمد اختر پر منحصر ہونا ان خطوط کے مشکوک ہونے پر کافی تھا۔ پھر کسی غلیف کی تائید نہ حاصل ہونا بلکہ اپنی مجلسوں میں زبردست تردید حتیٰ کہ اسے غلام صاحب کی بریادی عاقبت کا سبب بتانا ایسے واضح امور تھے کہ جس کا جواب ہی ناممکن تھا۔

مختار مد علیہ سے کوئی معقول تاویل بھی نہ مل سکی صرف یہ کہہ کر محالاً کہ اس سے کیا اگر کسی دوسرے نے نہ شائع کیا اور کسی نے تردید تو یہ کہ اولاً مرزا صاحب کی کتابیں کون کون مسلمان بلا ضرورت و کتب خانہ پھر اشارات میں ان خطوط سے کسے دل چسپی ہو گی نیز میں تو عرض کر چکا کہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ مہدی بعد اطلاع اس سے اظہار بیزارگی فرماتے رہے۔ اور اسے غلام صاحب کا افتراء اور سوا عاقبت کا سبب فرماتے رہے۔ آج بھی محمد اشرف چاہر اہل شریف کی گردی آباد ہے۔ اور اس کے ذریعہ سجادہ سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔

یہ کہنا کہ شائع کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مونیائے کرام کو اشاعت و اشتہارات و طباعت کی فرمت نہیں ہوتی وہ ہر وقت ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں پھر زبان سے اشاعت آتی جو چکی تھی کہ اشتہارات کی ضرورت ہی نہ تھی ایسی کا تو اثر ہے کہ ایک بھی خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا غلام مرزا صاحب کے دمرہ میں نہ شامل ہوا بلکہ سب کے سب تمام مسلمانوں کی طرح انہیں مرتد و کافر سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں یہ کہنا کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو یہ رسالہ خطوط پہنچے آپ نے تردید نہ کی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اور موثق ثبوت سوا اس مستحبہ اشارات فریدی کے نہیں جس پر اعتماد ہو سکے۔ اگر تاہم کرتے تو کوئی ایک تو شاہداد موید ہوتا۔

(۲) مرزا صاحب کے کشف کو جب غلطی پر محمول فرماتا ہے تو یہ کہنا کہ انہوں نے تصدیق کی محض مبالغہ ہے اور یہ کہنا کہ لوگوں کے بھلنے کو کہا کہ زیادہ سے زیادہ خطا کشف میں مان لو اس سے نام نہ مضمحلہ خیر ہے اور کیا یہ پھر کشف کی غلطی کے مطالب کی تو بیخ مکتوب وغیرہ سے سب پر کار ہے مسیح موعود اور مہدی مانتے اور



پھر ان کے کشف جو منظر و وحی کے تھا غلط اور خطا والا بتاتے ناممکن نہ تھا یہ سب پر کار تاویلیں ناقابل التفات ہیں۔

(۳) اس کا جواب کہ مرزا صاحب کے آدمیوں نے سازشی طور پر خلاف واقعہ صفائی پیش کر کے صفحہ قبلہ قدس سرہ العزیز کو مطمئن کر دیا کچھ نہ ہو سکا بلکہ غلط پروپیگنڈے کے طور پر تاویلیں کیں کہ اس سے تو یہ قول بہر حال تسلیم ہی کر لیا۔ حالانکہ یہ جواب بر تقدیر تسلیم و بطور فرض محال تھا ورنہ اس کا ثبوت ہی نہیں جیسا مختصر اوپر درج مفصل اصل بحث میں عرض کر چکا۔

یہ کہنا اس سے زائد ناقابل التفات ہے کہ اس میں حضور قبلہ رحمہ اللہ یلید پر حملہ ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی چاہتا تھا لکھا لیتا تھا اور صادق و کاذب میں فرق نہ کرتے تھے یہ نہ من مہل جواب ہے بلکہ مختار مدعیہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے روبرو مرزا صاحب کے متعلقین ان کے خلیفہ اول یا ان کے موافقین کی ہشامتیں ان کی صفائی میں تھیں اور اس وقت اس کے خلاف کوئی مدلل آپ کے روبرو شہادت نہ گزری۔ مولوی غلام دستگیر قصودی نے بناء تکفیر انجام اتھم کی عبارت کو قرار دیا تھا دہاں تو صیغی مرزا صاحب کا نوٹ موجود ہے اور یسوع کی قرین کی تاویل کی ہے پس وہ تنہا بلا کسی دوسری خارجی شہادت کے تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں کافی و قابل اطمینان نہ تھا پس فتویٰ کفر سے استراذ کیا مگر انہیں بھی عباد اللہ الصالحین میں سے فرما دیا جو مرزا صاحب کے مکلف تھے اس سے خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا صوفیانہ مسلک عجی واضح ہو گیا ورنہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کو کافر بتانے والے کو عباد اللہ الصالحین کہنے کے کیا معنی عجیب بات مسیح موعود بھی عباد اللہ الصالحین سے اور ان کو کافر ماننے والے بھی عباد اللہ الصالحین میں۔ یقیناً خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا دامن قدس اس سے پاک ہے کبھی بھی وہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتے تھے۔

(۴) اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکا کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسلمان ہی مانا مگر قبل دعویٰ نبوت و اظہار نبوت کے یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے جب کہ ان کو بھی یہی لکھا تھا کہ۔  
یا ہر نبوت را برداشت افتخام۔ ورنہ ان پر بھی وہ ہی فتویٰ ہوتا جو مسیح مدعی نبوت پر بوجہ دعویٰ نبوت کے ارشاد فرمایا کہ۔

”کافر کفر است“ ملاحظہ ہو ارشادات فریدی ص ۱۹ لہذا مرزا صاحب اور تمام مدعیان نبوت بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب کا فتویٰ اہل بین کافر کفر ہوتا موجود ہے۔  
فاعتبروا یا اولی الابصار

اب یہ توجیہ کہ اس قسم کا دعویٰ اور اس قسم کا یا الہامات میں ہوا الذی اذ سئل رسولہ الخ بھی تمھارے  
 لا غلبین انادرسلی الخ یا اور اسی قسم کے یہ سب بوجہ نبوت نہ ہونے کے مستور تھے اور دوسرے  
 معانی پر محمول یا خطا و غلطی پر جیسا کہ اسی اشارات میں کشوف والہام میں غلطی قرار دیا ہے یہ سب  
 تاویلات ہی فضول ہیں جب نبوت پر پردہ پڑا تھا اور بالکل مسلمانوں کی طرح ہر قسم کے مدعی نبوت پر  
 لعنت بھیجنے اور ہر قسم کے امتی و غیر امتی نئے یا پرانے نبی کا انابعداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے  
 منافی اور کفر بتاتے تھے جیسا کہ ختم نبوت کی بحث میں مفصل گنچکا۔

(۵) مولوی رکن الدین صاحب سے غلام احمد اختر احمدی کا تعلق اور انہی کا مسودہ خطوط لکھنا تو مسلم ہے اب یہ  
 تاویل احتمالات کسی طور پر نافع نہیں۔ نبوت بہر حال مشتبہ ہو گیا۔

(۶) اس کا بھی کوئی جواب نہ ہو سکا بلکہ تسلیم کر لیا کہ سوائے غلام احمد صاحب اختر کے اور کسی مرید۔ جسے کہ خود  
 ملا رکن الدین بھی مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ یہ کہہ دیا۔ کہ یہود نے کب آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو یاد خود اپنے انبیاء کی خبر کے مانا۔ گو یا یہ سب حضرات قبلہ رحمتہ علیہ کے مرید ہیں۔ جنہوں نے  
 مرزا صاحب کی بیعت نہ کی یا تصدیق نہ کی عیاذاً باللہ یہود کی طرح ہوئے۔

(۷) خواجہ محمد بخش صاحب کا برادر دینی کہنا یقیناً ان کی تمام تحریرات اور ہر قول و فعل کی تائید و توثیق نہیں کرتا۔  
 بخلاف علامہ احمد اختر کو تو ہم کہنا۔ ملا رکن الدین صاحب کا تعلق ضرور ثابت کرتا ہے۔ تعلق ہونا اور چیز ہے  
 غلام احمد اختر کو احقر کہہا۔ و توثیق اور شے۔

(۸) خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہ میں نے اسے ازاول تا آخر کیا حقہ مطالعہ کیا ہے نہ  
 عموماً تقریفات میں یہ ہوتا ہے معمولی نظر ڈال کر موبہ کے اعتماد پر تصدیق و تقریظ لکھ دی جاتی ہے۔  
 باقی مریدوں کا طبع کے واسطے اصرار تو حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کی وجہ سے تھا نہ مرزا صاحب  
 تصدیق کی سازش کا ردوائی کے لیے۔

اس سے توثیق کیا ہوئی مرزا صاحب کا قول اشادات حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف ہے اور گواہان ہدایا  
 علیہ کے قول و ملا رکن الدین صاحب کی ہے اس تناقض پر کوئی معقول توجیہ نہ پیش کر سکے صرف تاویلات  
 ناقابل التفات ہیں

پھر گواہ کا کہی یہ کہنا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سنی اور پھر سوالات مکرر میں اس کی اصلاح  
 کہ نہیں خود خواجہ صاحب نے سنی دونوں غلط ہیں کیونکہ گواہ نے بحجوب جرح ۹ رمانہ ۱۹۳۳ء تسلیم کیا ہے  
 کہ اشادات مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے۔ اور طباعت و اشاعت بھی۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ملا رکن الدین صاحب یا غلام اختر صاحب احمدی کے اقوال تو قابل قبول بلاتناہل  
تھک و شبہ ہیں۔ مگر خود حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف اشارت فریدی میں اُنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
مطلقاً سب سے آخر میں ہونا لکھا ہے اور تمام عقاید مرزا صاحب : رائے کی حماقت کے خلاف اہل سنت والجماعت  
کے موافق لکھے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۲۹ پر فرقہ احمدیہ کو مردود و دناری فرقہ بتایا ہے۔ اُس میں بے کار اہل  
ربط تاویلات و شبہات لکھے جلتے ہیں اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ جو اپنے مطلب کے موافق ہو وہ تو قبول  
ہو نہ رو۔ اور ناقابل قبول۔ جس سے مرزا صاحب کی تصدیق ہو وہ صحیح خواہ سازشی اور فری میں ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہایت مستند و معتبر  
مجی اگر مرزا صاحب کی تصدیق نہ ہو۔ تو غلط بلکہ احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پیش کئے کے لائق۔

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کے فرقہ کا نام قواعد فریدیہ کی تصنیف تک فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ محض مفالطہ ہے۔ اطلک  
کی تائید تریاق القلوب کے سنہ طباعت سے بھی کافی نہیں۔ کیونکہ زائد سے زائد لغرض تسلیم اس سے بھی ثابت  
ہو گا کہ گورکھنٹ میں اس نام کو مردم شماری کے لیے ریسرڈ کرانے کی درخواست بعد کو کی ہے مگر یہ نہیں کہ یہ نام  
ایجاد ہی اُس سنہ سے ہوا بلکہ پہلے اور بیشتر سے ہندوستان میں نام صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے باقرار  
گواہ مدعا علیہ ۲۰ مارچ مخصوص ہے۔

نیز بزمین احمدیہ جو سب سے پہلی کتاب ہے اُس کی نسبت بھی اس کا قرینہ موند ہے کہ جماعت کا نام بھی  
ابتداء سے ہی احمدیہ تھا بہر حال گواہ کے اقرار کے بعد اب یہ تمام احتمالات بے معنی ہیں۔ اور یقیناً حضرت قبلہ مدظلہ  
تعالیٰ نے اس فرقہ یعنی فرقہ احمدیہ کو فرقہ مردود و دناریہ قرار دیا ہے اور اقرار گواہ ہندوستان میں کوئی اس نام  
کا فرقہ ہی نہ تھا۔ مولانا رشید احمد صاحب کے متبعین و رشیدیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ جسا القلوب الصحیح  
سے بحث میں پیش کر چکا۔

بہر حال یہ تمام تاویلیں محض بے سود ہیں۔

### خلاصہ جواب الجواب متعلقہ شہادت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاً یہ شہادت شہادت اصول پر متحقق اور ثابت نہیں بلکہ اغلب یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحب کی نہیں  
یقیناً غلام احمد اختر احمدی کی سازش ہے۔ جیسا کہ مفصل اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں نیز مرزا صاحب کا ان  
کو مکفر کی نہرست میں شمار کرنا اس امر کو کافی ہے۔ کہ خواجہ صاحب انہیں کافر سمجھتے تھے۔ دوسرے اس پر کسی  
غیظہ یا میر نے اعتماد نہ کیا نہ مرزا صاحب سے وابستہ ہوئی نہ تصدیق کی نہ نہیحت۔

تیسرے یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب میں اولہ الی آخر حضرت خواجہ صاحب

رحمہ اللہ علیہ نے دیکھی یا سنی جو۔ جو تھے ان کے وصال کے بعد مرتب ہوئی۔

طاہر الدین جامع اشارات کی توثیق کے منقطع خواجہ صاحب سے کچھ منقول نہیں۔ پانچویں ان کے کلام کو طاقت بشری سے خارج بنایا ہے جو خواجہ صاحب سے متعذر نہیں تمام مرزا صاحب کے دعاوی و معتقدات خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اپنی کتاب فائدہ فریدی کے سراسر مخالف ہیں بلکہ ان کے مخالف مخالفوں سے اکثر تک موجود ہیں بنیۃً و دجال، یا ہجوع و باہجوع، نزول عیسیٰ و غیرہ میں مرزا صاحب کے غلاف اہل سنت کے موافق ہیں جیسا کہ ہجوع میں تولدے پیش کر چکا۔

پھر خود فائدہ فریدی میں احمادیوں کو فرقہ مردودہ اور ناریہ میں شمار کیا جیسا کہ گواہوں کے مسلمات سے اصل بحث میں پیش کر چکا۔

ان دلائل و براہین کی روشنی میں ان غلطو کی نسبت حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی طرف کرنا بہتان عظیم ہے۔

اور اگر ہنرمیں محال تسلیم ہی کر لیں تو یہ اس وقت تک تھا جب تک دعویٰ نبوت نہ تھا۔ اور انہیں یہ کچھ سمجھا۔ ہجوع کہ ہر نبوت را برود خدا ختام۔ مد بعد دعویٰ نبوت۔ ہی مسیلمہ مدعی نبوت پر کائنات کی اکثر کافر جوئے کا موہ ہے کہ مرزا صاحب بھی مسیلمہ کی طرح کافر ہیں۔ لہذا ایک طرف تعدیل اور اس کی جماعت کے مصلح مرزا صاحب کو مسلمان اور ان کے فرقہ کو اسلامی فرقہ ثابت کر رہے ہیں اور دوسری طرف ایک خدا رسیدہ بزرگ اور تمام پنجاب و ہندوستان کا مسلم تاجدار ہمارے پیرو شدہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نور اللہ مرتدہ ہیں

جن کا احترام تمام ریاست کے داعی و رعایا پر ضروری ہے۔ وہ اپنی کتاب فائدہ فریدی میں فرقہ احمدیہ کو مردود و ناریہ اور مدعی نبوت مسیلمہ جیسے کو گمراہ کافر فرما رہے ہیں۔ پس اس جماعت کے کفر و ارتداد میں اب کتنا شبہ رہ جاتا ہے۔

## آخری گزارش

تنگ وقت اور تحدید کی وجہ سے اب کوئی جنرل جواب الجواب تمام جوابی بحث پر پیش نہیں کر سکتا اور نہ جدید حوالوں اور خیانتوں میں تیز کلامی کی ہرست پیش کرنا ممکن ہے علالت کو خود ہی ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ دوران جواب میں اشارات کرتا رہا ہوں۔

# استدعا

تنتیج اول کا حصہ اول مدعا علیہ کا احمدی ہونا یا کاذبیت و مرزائیت اختیار کرنا تو اقراری ہے حصہ دوم یعنی اس سے ارتداد و کفر کا لازم آنا تمام تاویلات مختار مدعا علیہ کا مدلل جواب دے کر اور مغالطوں کا انکشاف کر کے تقریباً دوسو سے زائد قطعی دلائل آیات قرآنیہ قطعی الدلات و قطعی المعنی والمراد اور احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ و اجماع صحابہ و ائمہ و تمام امت و اقوال سلف و خلف و علماء و صوفیہ و اکابر سے مدلل ثابت کر دیا کہ نہ صرف وہجرات پنجگانہ بلکہ اور بھی وجوہات کثیرہ سے مدعا علیہ اور اس کے مقتدا و جماعت کا فرزند دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب صرف نتیجہ دوم باقی رہی کہ کیا اس غیے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ اس کے واسطے ہر دو گواہوں کا اقرار پیش کر چکا ہوں کہ

”اگر مرتد ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عظیم مارچ ۱۳۳۷ء)  
 ”تعاقل تمام مسلمانوں کا یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔“ (جرح گواہ مدعا علیہ عظیم ۲۱ مارچ ۱۳۳۷ء)

## پس مقدمہ ہذا میں

نکاح مدعیہ کا فسخ اور مقدمہ سخی مدعیہ ڈگری ہونا چاہیے۔

والاخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ وصلى الله على حبيبہ  
 اولاً و آخرہ دائماً متوالیاً و علی الہ وصحبہ و اولیاء ائمتہ اجمعین

(البر الوفاء لغمانی عفاء اللہ عنہ شاہجہا پوری)

۱۰ مئی پنجشنبہ ۱۳۳۷ء